

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय

इलाहाबाद

वर्ग संख्या:

पुस्तक संख्या:

क्रम संख्या: ६६६

جملہ حقوق نقل، قسط و طباعت محفوظ ہیں

تذکرہ خرم گل

جلد اول

اُردو فارسی کے شاعروں کے منتخب مع انتخاب کلام

مولفہ

مولوی عبدالباری آسی

فہرست

۳۰	اسد (اسد علی قدوائی)	۱	آبرو (نجم الدین)
۳۱	اسرار	۲	آبنوس
۳۲	اسماعیل (محمد اسماعیل)	۳	آجہ (سید فیروز حسین)
۳۳	اشتبہ	۴	آزاد
۳۴	اشفاق	۵	آس
۳۵	اصغر (سید علی اصغر)	۶	آزاد
۳۶	اظلم	۷	آسی (عبدالباری)
۳۷	افسر (حامد اللہ)	۸	آشفہ (عنبہ شاہ)
۳۸	افسوس (امیر غلام حسین)	۹	آشوب (یعقوب علیخان)
۳۹	اقبال (ڈاکٹر محمد اقبال)	۱۰	اکبر (سید اکبر حسین الہ آبادی)
۴۰	اکبر (سید اکبر حسین الہ آبادی)	۱۱	آشوب
۴۱	الانسان ضائع	۱۲	اٹل (سید عبد الجلیل)
۴۲	المست	۱۳	اثر (مخدوم عالم)
۴۳	امید (ابوالکمال سید محمد علی)	۱۴	اجاگر
۴۴	انتشا (سید انشا اللہ خاں)	۱۵	احسان (حافظ عبدالرحمان)
۴۵	انعام	۱۶	احسان (احسان علی)
۴۶	انوری	۱۷	احسن (احسن قلی)
۴۷	اوج (عبداللہ خاں)	۱۸	احق (مصطفیٰ علی)
۴۸	اوحی (کرمانی)		

حرف پ

- ۱۳۰ پاگل داس
۱۳۰ پری (جھمن)
۱۳۱ پنچھا
۱۳۱ پیٹنٹ
۱۳۲ پیام (شرف الدین علیخان)

حرف ت

- ۱۳۴ تبسم (مرزا علی قدر)
۱۳۵ تیش (مرزا محمد اسماعیل)
۱۳۵ تجلی (منتخب الدین)
۱۳۶ تجلی (میر محمد حنیف)
۱۳۶ تصور (میر تصور علی)
۱۳۶ تشکین (غلام بول)
۱۳۷ توتی
۱۳۷ تونی آتون

حرف ٹ

- ۱۳۹ ٹیٹری
۱۳۹ ٹریڈ مارک
۱۴۱ ٹیسوپر شاد

حرف ث

- ۱۴۴ ثریا (جمعیت علی)

ایم۔ آر۔ بیگ
حرف ب

- ۱۰۳ باب (دھورام)
۱۰۸ برات
۱۰۹ برق (جوالا پرشاد)
۱۱۳ برنی (مرزا محمد اشرف)
۱۱۴ بسل (گد علی)
۱۱۴ بسل
۱۱۴ بسل (فتح الدین)
۱۱۵ بقاد (بقار اللہ خاں)
۱۱۷ بکائی
۱۱۷ بلینغ
۱۱۸ بیللی (پنڈت رام زین)
۱۱۸ بندریہ
۱۱۹ بو آخان اعظم
۱۲۰ بوبک
۱۲۲ بوم (شیر محمد خاں)
۱۲۴ بھسنٹ
۱۲۶ بیڈ مصب (ایشار علی)
۱۲۸ بیگس (مرزا محمد)
۱۲۹ بیگم (رشدک محل)

حروف حسیم

۱۴۶	جان (میر یار علی)
۱۵۴	جعفر (مرزا مومن بیگ)
۱۵۵	جعفر زکریا (میر جعفر)
۱۶۹	جعفر زکریا
۱۶۹	جگت (جگت حسین)
۱۷۲	جیل (جیل الدین)
۱۷۳	جوش (رحیم الدین)
۱۷۳	جوکر (حسن جعفر)
۱۷۷	جوینده یا بنده
	حرف ح
۱۷۸	حجا (سید اسحاق)
۱۷۸	چرخین
۱۸۴	چناب
۱۸۸	چونچ
۱۸۹	چرخوش (سید اقبال)
	حرف ح
۱۹۱	حالی (خواجہ الطاف حسین)
۱۹۷	حجام (عنایت اللہ)
۱۹۸	حجام
۱۹۸	حرق (میر حسن مرزا)

۱۹۹	حریف (لالہ شمیم)
۱۹۹	حزین
۲۰۰	حکیم (محمد سمیع الدین)
	حرف خا
۲۰۲	خضر
۲۰۲	خلیفہ (رحیمی حجام)
۲۰۲	خلیق
۲۰۵	خندہ (میر شجاعت علی)
۲۰۵	خندان (عبد الحمید)
	حرف وال
۲۰۷	داؤد (محمد داؤد)
۲۰۹	دبنگ (سراج احمد)
۲۰۹	دگانا
۲۱۰	دل (عبد الرحمن)
۲۱۰	دلسوز (خیراتی خاں)
۲۱۰	دلیر (منور علی)
۲۱۸	دوپایہ
۲۱۹	دوزخی (لالہ ہر سچند)
۲۲۰	دھے
	حرف ڈال
۲۲۲	ڈاکٹر

حرف زار

۲۴۹ زارغ (محمد بن بدایونی)

۲۵۱ زانی

۲۵۱ زبیر (سید باقر حسین)

۲۵۲ زبیرک (گوبند رام)

حرف س

۲۵۴ سب رنگ (قاضی عبد المنفی)

۲۵۴ سجاد حسین

۲۵۴ سخن (سید پرورش علی)

۲۵۴ سحر مولوی

۲۵۸ سرشار (رمضان علی)

۲۵۸ سرشار (رتن ناتھ)

۲۶۶ سرکوب

۲۶۸ سعدی (مشیرازی)

۲۶۴ سگ

۲۶۴ سوخته (میر حسین)

۲۶۵ سفلی (عنایت خاں)

۲۶۶ سودا (مرزا حمزہ رفیع)

۲۸۳ سوز (سید محمد میر)

۲۸۵ سوزان (حبیب الدین)

۲۸۶ سید (محمد بخش)

۲۲۲

ڈھینڈس

حرف ذال

۲۲۳ ذاکر (شیخ ذکریا)

۲۲۴ ذبیح (محمد اسماعیل خاں)

۲۲۵ ذکی

۲۲۶ ذلیل (نوبار)

۲۲۶ ذوقا

۲۲۶ ذوق (میر عبد الباقی)

حرف رار

۲۲۹ راحت

۲۲۹ رحیم

۲۳۰ رسوا

۲۳۰ رسم

۲۳۱ رشک (میر علی اوسط)

۲۳۲ رفیع الدولہ

۲۳۴ رنگ (حرف خاں)

۲۳۴ رنگیلے (محمد اسماعیل خاں)

۲۳۵ رنگین (میرزا محمد علی)

۲۴۴ رونق (سید محمد حسن)

۲۴۵ ریاض (خیر آبادی)

حرف ش

۲۸۷	شاہی
۲۸۷	شوخی
۲۸۷	شرف
۲۸۸	شاکی (سید اکبر حسین)
۲۸۹	شمشاد (غلام بخش)
۲۸۹	شوق (حافظ غلام رسول)
۲۹۰	شوکت (احمد حسین)
۲۹۰	شہدا
۲۹۱	شہباز (عبدالغفور)

حرف ص

۲۹۵	صاحبقران (امام علی)
۳۰۰	صفدر (مرزا پوری)

حرف ض

۳۰۳	ضاحک (میر غلام حسین)
۳۰۳	ضاحک
۳۰۴	ضیغم

حرف ط

۳۰۵	ظریف (حسین الدین)
۳۰۵	طرزی

حرف ظ

۳۰۷	ظراف (نور محمد)
۳۰۷	ظریف (سید بخش)
۳۰۸	ظریف (ظریف حسین)
۳۰۹	ظریف (سید مقبول حسین)
۳۱۴	ظ - ح

حرف ع

۳۱۶	عالی (نعمت خاں)
۳۲۱	عارف (محمد عارف)
۳۲۲	عاجز
۳۲۳	عبید زاکانی
۳۲۶	عرش
۳۲۸	عرشی (یعقوب خاں)
۳۳۱	عزیز
۳۳۲	عس
۳۳۳	عشاق
۳۳۳	عشرت
۳۳۴	عصمت (امجد علی خاں)
۳۳۴	عطا (عطاء اللہ)
۳۳۴	عقاب
۳۳۵	عمر

۳۳۴	قمر	۳۳۵	علی
۳۳۴	حروف سک	۳۳۵	عبدالکریم
۳۳۸	کافر (محمد طاہر)	حرف نغ	
۳۳۸	کافرینک (سیر علی نقی)	۳۳۶	ناری الدین
۳۳۹	کافرک (جلال الدین)	۳۳۶	عکس (عبدالقادر)
۳۳۹	کالے صاحب	۳۳۷	خیات الملک
۳۵۰	کٹر	۳۳۸	خبط غوں
۳۵۱	کٹکٹار	حرف و	
۳۵۱	کشیر	۳۳۹	فتحی (فتح اللہ)
۳۵۷	کترین	۳۳۹	فدا (عبدالاحسب)
۳۵۷	کس	۳۳۹	فدا (سید محمد علی)
۳۵۸	کوٹر (محمد حسین)	۳۳۷	فدائے سخن
۳۵۹	کودن (عبدالعلیم)	۳۳۷	فرد (وحید الدین)
۳۵۹	کھوٹا	۳۳۷	فصاد
۳۵۹	حرف گ	۳۳۷	فماں (اشرف علی خاں)
۳۵۹	گرم (منظفر علی)	۳۳۷	فنا (سید اختر)
۳۵۹	گرم (شیخ احسان علی)	حرف ق	
۳۵۹	عروں ل	۳۳۷	قالتی (حسب)
۳۵۹	لا علم	۳۳۷	قائم
۳۵۹	لا مال	۳۳۷	قمر
۳۵۹	لا فر	۳۳۷	قفس

۳۰۶	میخیز	حرف مسیم	
۳۰۶	موج (نند بخش)	۳۷۸	ماجد
۳۰۶	مولانا	۳۷۸	مبین (قطب الدین)
۳۰۸	متر	۳۷۹	محرر (محمد نیا)
۳۰۸	مهری	۳۷۹	محسن
۳۱۰	حسنی	۳۸۳	معمش (عبدالله خالید)
	حرف ن	۳۸۳	مشتاق (اشتباک احمد)
۳۱۲	ناجی (محمد شاکر)	۳۸۵	مجنون
۳۱۳	ناز (سید حسین)	۳۸۶	مجد (عبد المجید)
۳۱۹	نازب (علی سنگ)	۳۸۶	محب (برج بھوکن لال)
۳۲۲	ناطق (سدا بو الحسن)	۳۹۱	م - رح (استر اسط)
۳۲۴	نسب	۳۹۵	مذاق (عصفه حسین)
۳۲۶	نظر	۳۹۶	مزل
۳۲۶	نظیر (شیخ ولی محمد)	۳۹۶	مست
۳۳۶	کیلا (محمد یوسف)	۳۹۶	مستر (سید نبی علی)
۳۴۰	مکتب جیب	۳۹۸	معصی (شیخ غلام بھانی)
۳۴۲	نوازی	۴۰۳	م - س
۳۴۲	نورج (محمد نورج)	۴۰۳	معروف (دوستی بخش علی)
۳۴۶	توری (ملا حسین تاه)	۴۰۵	مقصود (مقصود بیگ)
	حمید خان	۴۰۶	مقرر حق
۳۴۸	وادی (سید احمد)	۴۰۶	منیر

۴۴۳	ہائے دانتے	۴۵۱	واقف (سلطان احمد)
۴۴۴	ہجر (نہایت ترغون ناتھ)	۴۵۲	واہ
۴۴۵	ہدایت	۴۵۲	واہ (وحید الحسن)
۴۴۶	ہر چند (عبدالکریم)	۴۵۳	وجاہت (وجاہت حسن)
	حرفی	۴۶۱	وحید
۴۴۸	یار (محمد فرسین)	۴۶۱	وصل (محمد اسحاق)
۴۴۹	یاسین	۴۶۲	دفا (نور محمد خاں)
۴۸۰	یل (عبدالقادر)		حرف ہا
		۴۶۲	ہاشمی

مطبوعہ نگارستان پریس لٹریچر پبلیکیشنز

۲۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ظریف شاعروں کا تذکرہ

(روایت الف)

آپرو۔ آپ کا نام نجم الدین تھا۔ گایا مبارک کے لقب سے معروف تھے
آپ تخلص تھا و نہایت معاف سخن گو تھے۔ مگر مزاج کی احتیاط کے تقاضے سے ہمیشہ
اپنا کلام سراج الدین علی خاں آردو کو سنا دیا کرتے تھے۔ تذکرہ دہلی میں جو کچھ مکتوبہ است
حال ملتا ہے اس سے استدعا و علی کا کچھ یہ تھا۔ ریکہ میں ایہام کوئی کے ہوتا
دلدادہ تھے۔ آردو نے انجمنیات میں لکھا ہے کہ شاہ کمال بجاری کے لڑکے پیر کھن تخلص
پاکا دے دلی محنت تھی۔ آردو کے علاوہ بعض تذکرہ دہلی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسکھی بھی
مرزا بجا ماں نظر سے جواں کے معاصر تھے جیتک ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ماہم ہو
گوئی تک دوست ہو پختی تھی۔ اسی وجہ سے بعض بعض جگہ کلام میں ظرافت کا رنگ
پیدا ہو جاتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ مستقل طریقہ سے اس رنگ میں کچھ کہا ہو مگر اس قدر
رہا نہ ہے ہم تک نہیں پہنچے دیا۔ البتہ آردو کے اس لٹیرے سے مجھے آردو کو تذکرہ طافا
میں لاسے کی احارت دی ملاش ہوئی ہو دو ایک شعر اور بھی مل گئے ہیں اگر یہ
ظرافت کا پورا رنگ نہیں ہے پھر بھی ان کو اس سے ملحدہ نہیں رکھا جا سکتا۔

شاد مارک آرو اتھاقی ایک آنکھ سے معدور تھے۔ ان کے معاہدہ مرزا جاجا نجامان نے
جٹک کے طریقہ۔ ان کی جوہرین یہ شعر کہا۔

آبرو کی آنکھ میں اک کانٹہ ہے آبرو سے شاعر دن کی ہے
شاہ آبرو نے بھی جوہرین یہ شعر کہا

کیا کروں حق کے لئے کو کر میری چشم ہے آبرو جگ میں رہے تو جاجا نجامان ہے
یہ لطیفہ ہر چند آزاد کی بالکل اختراع ہے اور حقیقت سے دور لیکن چونکہ آبرو کا
شعر رنگ ظرافت کا ہے اس لئے اسے لیا بیٹا اور یہ لطیفہ بھی درج کرنا ضروری ہوا۔
ابھیں کا یہ بھی ایک شعر ظرافت کا ہے۔

یارو حدنگار خان حوٹوں کے بیچ ہے تو مستثنیٰ ولیکن منقطع
یہ عی محمد ساہی کے شاعر تھے۔ تاریخ انتقال کا پتہ نہیں چلا۔

آبنوس ایک شاعر معلوم الاسم کا تخلص ہے۔ جکا دیوان ایک سرسری نگاہ سے
میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا تھا جو اپنی ضرورت کو جو سے عیب آئندہ اس کا سرمایہ عمر
بیچ رہے تھے۔ مگر قیمت اس قدر مانگ رہے تھے کہ میں اس کو خرید نہ سکتا تھا۔ تقریباً
دس حرو کا دیوان تھا۔ مگر ایک شعر بھی ایسا نہ تھا۔ جس میں۔ سیادہ کالا۔ اندھیرا۔ یا آنکا
متبادل کوئی لفظ نہ آیا ہو۔ اس میں ہے کہ اُن حضرات نے مجھ کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ
جی بھر کر اس کو دیکھتا۔ اور اس سواد مامہ کا انتخاب کر لیتا۔ بیک نگاہ دیکھا اُن میں جو
شعر یاد رکھئے وہ لکھتا ہوں اتفاق سے دیوان میں ایک شعر نظر آتا ہے دیکھ کر بہت ہوتا ہے
کہ اس کا نام کاٹے جاں تھا۔ مگر مجھ کو اس گماں رد و قی نہیں ہے شعر یہ ہے۔

دیکھ کر اس کی رفت یہ قریاں لوگ کہتے ہیں مجھ کو کاٹے جاں

ان کی ظرافت اگرچہ اسی ہیں ہے جسے دیکھ کر اس میں ہے اختیار ہستی پر غور ہو جائے۔ مگر
جو کچھ ہے کمال کا مودہ ہے۔ یہ کچھ آساں مات میں ہے کہ تمام دیوان میں ایک جگہ بھی

ایسی وضع کو نہ بدلا جائے اس پاندی کا نباہنا یونہی کچھ سہل نہیں ہے چہ جائیکہ اسیر
طرافت کی بھی قید لگا دی جائے اور لطف یہ کہ طرافت ہمایون کا میاب اور شایستہ :-

نمودہ کلام یہ ہے -

یہ اُن کی زلف پھینکی کہی ہے یاؤں نے	کہ کالے سایوں میں مناسا کھنکھور رہے
حلاف خضہ ہے مزار نہیں مرگئی یہ	میں آہنوں ہوں تباہوں جان گئی یہ
رہیں تیری آنکھیں تیری کھین جانے والوں کے	کالی گھٹائے کالے چھلیدے کھائے کھائے والوں کے
جاستے ہیں کہ آموں ہوں میں	مجھے کہتے ہیں تیرا کالاسنہ
ایڑی چوٹی یہ وار دوجھسکو	کالے مانی اتار دوجھسکو
اُسے بیٹھا سمجھتا ہے رمانہ	مگر وہ مت سلو ماسا نولاسہ
حال و خط اس کے رونے روڈن پر	لال کلی میں کالے تلے سمجھو
ترش روئی میں اُن کے موٹے ہونٹ	کالے تہنوت کے برابر ہوں
رام ہو جائے گا بست کامر	پوچھتا ہوں میں کالی مانی کو
اِس جھوٹے چوڑے دانوں ریکیوں باسکی ڈالنا	میں خوب سمجھتا ہوں اسکو کچھ ال میں کالاکالا ہے
خال ہیں اُس کے روئے انور پر	کالا داہنیرا ہے مجسم پر
دل میں کھنسی ہے زلف کی قصور	ساتھ ہے میرے میرا کھلوا ہیر
سعدے کا نشان شیخ جی کا	ماتھے پہ کلنگ کا ہے ٹیکا
زلف سنگوں تھما ہے چہرے پر	بارغ کی ایک کالی کوہل ہے

اخا ہ سید صہیر حسین نام ہے - اخا تخلص ہے - میں آمار کے رہنے والے ہیں
دور موجودہ کے ایک جوق فکر جو ترقی و ارق طرافت گو ہیں - طرافت کے سراور کچھ
ہیں کہتے - دوواں آدمی ہیں تعلیم معمولی ہے - گارل کے استاد اکٹ قابل تھیں ہیں

جسکی انگریزی کی قابلیت ہمارے معقول ہے اور بقدر ضرورت فارسی بھی جانتے ہیں
 اور دوسرے ہمارے خوش فکر شاعر ہیں۔ کبھی کبھی افتاد طبیعت کی وجہ سے ظرافت کے
 سحر کہتے ہیں۔ جو کہ اپنے آپ کو مرہ ظرافت گویاں میں شامل کرنا اپنی عالی پایگی
 کی وجہ سے سنگ سمجھتے ہیں اسوجہ سے وہ تمام اشعار کا گردوں کی غزلوں میں شامل
 کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے اس راز سے واقف ہونے کے بعد حوائج سے اس امر کی
 امانت چاہی کہ میں مذکورہ میں آپ کا نام مافی لکھدوں تو مجھ کو بھی اجازت نہ دی
 اذہ صاحب کے اشعار میں زیادہ تر صرف مرثیہ یا مہض استاد شامل ہیں مجھ کے
 مرثیہ دوست سید مسعود رضا خلیف اصغر جناب میر رضا صاحب شیش لکھنؤ سے یہ
 کلام موصول ہوا۔ موصوف نے وعدہ کیا تھا کہ عقرب کچھ اور کلام دلاؤ گا۔ مگر
 اس وقت کہ وعدہ کے ایفا کا وقت نہ آیا اور مذکورہ کی ترتیب کا وقت آگیا۔ بہر حال
 مسعود صاحب نے اپنی یادداشت کی بنا پر جو کلام لکھوا دیا تھا وہی حاضر ہے۔
 ملام شوخی اور مددہ دلی کے تصدیق رنگیں سے کم نہیں ہے۔

بی بی نے کس جہان سے شوہر کو لیا کرتا	ایسے ہوتا ہی ہمارا گیت سپید کرتا
یکے بھر تیرا پیار سے طالع دے	ہمارے قلب کو کہہ ہو گا شش کا لیس
دل عزیز لوٹس میر دہانہ کی کھٹک	کہ میں اٹھانمیں لے مرا برابر میر
میں نے کس کو کھلا ہے تیرا پیار	یا کی بھر یا کی بھر یا کی بھر یا کی
ہجر کی سب مجھے خبر ہے ملک کو مالک کو	کہ دیا عاقل کوئی نہ رہا میں مایک
آگ لکھ کر دیکھ بھی تھی اچھا ہوا	آشیاں کے ساتھ دائرہ بھی آگ کی حد تک

آزاد کے اس نام سے ایک قدیمی اور پرانی باہر میں یہ دیکھنے والے (اس کے ساتھ نام)

۱۵۱۰ء کا حال ہے، فرما دینی ہے۔ مگر ماسد۔ لے نہیں سکتا ۱۱

کا پتہ چلا نہ سکونٹ معلوم ہوئی تھر درج ہیں۔

ایک بڑھیا سے چنے کی یا ری ساری دیبا میں ہو گئی حواری
رات کو اس کے پاس جب لیٹا بولی چپ ہو کے سو رہی بیٹا

آس۔ پنچلس لکھنؤ کے ایک صاحب کا ہے۔ مگر جانتک معتزرائے سے سنا گیا۔
تخلص صرف ایک جواب تھا یا اس کا ۱۹۱۲ء میں لکھنؤ میں ایک انجمن معیار کے نام
سے قائم تھی اور ایک رسالہ بھی اسی نام سے شائع ہوتا تھا۔ اس انجمن میں لکھنؤ کے
ماہور شعراء سر یک تھے صفی۔ عشر۔ عزیز۔ تائب وغیرہ اس کے ارکان میں سے تھے
انجمن کی طرف سے ایک ماہوار مشاعرہ بھی ہوتا تھا۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں مرزا
واجب حسین یا اس عظیم آباد سے آئے۔ چونکہ مرزا یا اس کو شاعری کا ایک قطری ووق
تھا۔ اس لئے مشاعروں میں شرکت کر لے تھے۔ مگر چونکہ ان کو حسب خواہش داد نہ مل سکتی
تھی اس لئے ان کو خیال ہوتا تھا کہ اہل لکھنؤ ما انصافی کرتے ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب
کا یہ خیال بالکل صحیح نہ تھا تاہم کچھ نہ کچھ اسکی اصلیت بھی تھی کیونکہ مرزا صاحب
حقیقتاً ان کو اپنا ہم مشق اور ہم یلہ خیال نہ کرتے تھے بلکہ جہاں تک سنا ہے یہ بھی ہوا کہ
ان کو ان بعض مرتبہ ہوا گیا۔ مرزا یا اس کو یہ حرکت سخت ناگوار گری۔ اہل قلم بھی
عاموس رہا گیا۔ اعتراضات کو شروع کئے۔ اور حرکیوں کو دماغ شکن حواسیہ
آدھر سے ان کے مقابلے میں ایک فرضی شخص تخلص بہ آس پیدا کیا گیا اور اُسی کے
نام سے نہ صرف ہر مرتبہ لکھنؤ کے تقسیم کرایا گیا جس کے بعض شعر نقل کیا ہیں

ہر آن کر داد نہ ادا مرا ستاں کستہ تا تو ادا مرا
مہاں ہلوں آس سرد دل ہم نہ کرداں معنی معتا مل ہم
سیریت میں حملہ ادا ہم رہا رہا دود دود دل ماحند

ہا کا رستانِ مدریم ما	پے بزدلاں ستیرِ تریم ما
نہ ارخیل آتشِ یرسنانِ منم	ہیزداں کہ درکیشِ یزداںِ منم
بکف اندرم پیرہ اوستلم	منم طعنه بر مصحفے میسرِ منم
یلے ہچو من بیتِ اندرِ ہماں	ہرچہ دیا منم ہر زریاں
نماید اگر دے من ہچو قیر	دل یاسن را دیدہ دومِ پیر
کہ در قلبِ من نگنجد ہراس	بود در دلِ کافراں جاسے یاس
دلِ کافراں ہچو دوزخ بود	نزد دوزخ ہے یاس مطیع بود
ہے قراں کہ خوالدیم لا تقضو	تغویہ بر رخ یاسن یکے قفو

آزاد۔ ایک شخص کا تخلص ہے جو علم سے بالکل بے بہرہ تھا قوم کا نثار اور مدایوں کا رہنے والا تھا۔ محبی قمر ہادیوں سے یہ دو فقرہ دستیاب ہوئے۔

اگر ادکی ہے خانہ مدوقی کا یہ عالم
ہمارے ماغ کے کو لوں میں کرے کی ہانکی

کامد سے یہ لئے پھرنا ہے چھپکری دن
اگر خوشبخت کی خواہش ہو تو دوا دیکے کروالو

آسی۔ خاکسارِ رافتم تذکرہ کا تخلص ہے۔ اگرچہ زمرہ طریفانِ خوش مذاق میں میرا شمول اور شمار نہیں ہو سکا۔ مگر پھر بھی جو کہ اس طرف کبھی کبھی متوجہ ہوا ہوں لہذا اس اعتبار کہ ضایع کرے کو بھی حی نہیں چاہنا طرائف میں ہے اگر کارِ رنگ سے ہر معلوم ہوتا ہے۔ بعض شعر اسی رنگ میں کہے ہیں اور بعض واقعہ طبع ہیں جسکی بعض جگہ خود ہی تفصیل کر دوں گا اور بعض جگہ اس تفصیل کو محض تطویل سمجھوں گا۔ میرا مولد مسکن قصبہ آدن ہے جو ضلع میرٹھ میں ایک ہزار سال قدیم شہرِ پاکِ سنی ہے۔ اظہار اس کی آمادی بڑی نہیں ہے مگر اسکی خاک پاک سے ایسے ایسے

ذی علم اور دی ہنر حضرات پیدا ہوئے جنکی مختصر سی تعریف کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ میری پیدائش سنہ ۱۱۹۰ء میں ہوئی سنہ ۱۱۹۰ء میں قاعدہ بغدادی پڑھنا شروع کیا۔ پھر قرآن شریف کے کچھ پارے حفظ کئے۔ بعدہ ناظران مصحف شریف کو تمام کیا۔ اور فارسی شروع کی۔ نظر ہے کہ اب سے بیس چالیس برس پہلے فارسی کا اچھا خاصہ رواج تھا۔ لہذا فارسی کی تمام درسیات سقا سبغا حافظ رکت علی مرحوم سے جواں قصہ میں ایک نہایت ہی زبردست فاضل تھے پڑھ کر عربی شروع کی اور صرفت۔ کچھ منقطع۔ فقہ۔ حدیث مولانا مولوی سید سراج احمد صاحب سے پڑھی بعد ازاں حدیث کی بعض کتابیں دوسری جگہوں میں تمام کیں۔ سنہ ۱۱۹۰ء میں طب کا شوق ہوا۔ اور دہلی کے ایک نامور طبیب حکیم نواب جان صاحب رحمہ سے اسکی کچھ کتابیں پڑھیں پھر مختلف لوگوں سے اور الی طریق پر اسکی مراد لے لی۔

شعر و شاعری کا شوق سنہ ۱۱۹۰ء سے شروع ہوا اسوقت تک بہت کچھ لکھا۔ مگر چونکہ ابتدائی وقت اسطبع مطبوع خاطر نہیں رہی۔ لہذا پہلے دو دیاں ایک صاحب کو بالکل و ہدیہ کئے۔ اور اسے کل سے پیچھے اُن میں کا کوئی شعر یاد ہوگا۔ ایک دیاں جس میں کچھ غزلیں پہلی بھی ہیں میرے پاس ہے۔ اس کے علاوہ میری بہت سی غزلیں اُن لوگوں کے پاس بھی ہیں جنکو مجھ سے کوئی بھی قطع نہیں مگر مدت اُن کو بہت کچھ لکھ دیا گیا۔ ایک غزلیں کیا اکثر کتابیں مختلف علوم دہوں کی دوسرے لوگوں کے نام سے لکھیں اور ملک میں متاع ہوئیں۔

میری تصنیف سے اسوقت میرے نام سے یہ کتابیں ہیں اور حقیقتاً اب میں انہیں کو ایسی تصنیف سمجھتا ہوں ماقی جس کو دیدی گئیں خدا اے میں کو مبارک کرے۔ دیاں جو مہر و غیر مطبوعہ ہے۔ طریق اللوحہ۔ جی چاہتا ہے کہ اس کا مجموعہ کچھ جمع کروں۔ مگر بیکار ہی رہتا ہوں چار حصہ یہ ایک دلیلیب زوال ہے جو ایک خاص سند ہے

لکھا گیا تھا۔ پھول دتی چار حصہ۔ یہ بھی نہایت ہی دلکش اور دلچسپ ناول ہے۔ اور
 سدرشاہتا سنٹی کے نام سے بھی معروف ہے۔ علم الشعرا کے پانچ حصہ لکھنے کا
 ارادہ تھا۔ مگر اس وقت تک حصہ اول لکھا جا چکا ہے جس میں شعر کی ماہیت پر ایک
 فلسفیانہ بحث کی ہے۔ ملا زغلول۔ ایک ناول ہے جس میں حاجی بخلول کے رنگ ہیں
 سیراہ ہوسنا کیوں کا خاکہ اڑایا گیا ہے۔ اقوال اکبر۔ اکبر مادشاہ کے حکیمانہ اقوال کا آئین
 اکبری سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ عیار فقیر ایک دلچسپ ناول ہے جس میں گدگری کے
 متعلق ایک مہایت منظر کا قصہ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ پارہ الحمد۔ قرآن شریف کے
 پارہ ۳۰ کا سلیس نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ اتنا چھپا نہیں ہے۔ شرح تجلہ العرقین
 خافانی کی مائے ناز متنوی غنۃ العرقین کی مستخرج حواشی لکھی گئی تھی کہ ایک زمانہ
 میں یہ کتاب کورس میں داخل تھی یہ کتاب چھپ رہی ہے۔ شرح دیوان غالب اردو
 غالب کے اردو دیوان کی مستخرج ہے۔ جو متداول اور مشہور ہے۔ رسالہ علم نفس
 سائنس کے متعلق ہے جس کو بھاتہ یا سکریٹ میں سرورس کہتے ہیں یہ بھی بیہودہ غیر
 مطبوع ہے جو عنقریب چھپے گا۔ تذکرہ فنواں شاعر عورتوں کا تذکرہ جس میں اردو
 فارسی کئے والیوں کا بیان ہے چھپ رہا ہے۔ تذکرہ الطراف۔ یہ تذکرہ ہے جو بہت
 لکھ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ بہت سے طویل مضامین بھی لکھے جو چھپنے لگے ہیں
 رسالوں کی برابر ہیں۔ ایک تذکرہ شعرا اور بھی لکھا تھا۔ مگر اس کے چھپنے کی بظاہر
 کوئی امید نہیں۔

میں نے اہل جنوری سن ۱۹۰۷ء میں اپنے مولد و سکین کو خیر باد کہا اور بہلا
 قدم عرت میں رکھا۔ اسی زمانہ سے میں سن ۱۹۱۱ء کا مکمل طاقیہ پر دلی رہا۔
 اس کے بعد سن ۱۹۱۱ء کے آخر میں شاہجہاں پور چلا آیا۔ یہاں سن ۱۹۱۲ء تک عربی
 فارسی پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد سن ۱۹۱۳ء میں پھر دلی چلا گیا۔ اور مطبع بہارہ -

دکھتی ہیں میں ملازم رہا چونکہ ملازم کا زمانہ اظہار ہے۔ وہ دہلی کے لئے ہایت آٹوٹا گیا تھا۔ اور اس کے ثبات و عدم ثبات کا کچھ پھر دوسرہ تھا اسی وجہ سے نہایت افسوس کے ساتھ دہلی کو چھوڑنے کا قصد کیا اور مطیع منشی نو لکھنؤ میں چلا آیا

جب رنگ میں دہلی میں تھا میری شاعری متعدد راستے اختیار کر چکی تھی۔ کبھی کچھ مومن کے رنگ میں لکھا تھا۔ کبھی ذوق اور غالب کا رنگ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ کبھی حالی اور دارغ کا تتبع کرتا تھا مگر غالب رنگ مرزا دارغ کا تھا۔ اور میں یہ حضرت دارغ کے جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب مطلق کا لکھنؤ سے اصلاح لیتا تھا۔ مگر پیسے ہی لکھنؤ میں قدم رکھا اور شاعری کی شرکت کا اتفاق ہوا۔ تب مجھے رور و رن کی طرح یہ بات معلوم ہو گئی کہ لکھنؤ کی شاعری عروج کمال پر جا رہی ہے۔ اور دہلی کے استاد صرف لکھنؤی دارغ کس کی وجہ سے گلہ روٹی کر رہے ہیں۔ باقی کچھ نہیں ہے صرف ہوا ہے۔ جو اب تک دہلی کے نام کو رہا ہے۔ میرا جی چاہا کہ میں دارغ کے رنگ کو ترک کر کے اب لکھنؤ کی شاعری کا اتباع کروں مگر جیوں کے ساتھ چند ایسی برائیاں بھی اس رنگ میں نظر آئیں جو جوہوں پر غالب تھیں جذبات میں قصص اور آدو۔ صنائع بدائع پر شاعری کی بار لکھنا تو نسخ کے وقت سے اس میں داخل تھا مگر اس زمانہ میں اس فرقہ نظر آئے۔ ایک وہ فرقہ تھا جو کہہ متقی کہلاتا تھا۔ اُن کے یہاں وہی رنگ قدیمانہ اور ماضیات الہامیات کے نمونے ملے۔ جس سے روح کو اتھرتا ہونے کے بجائے اچھا خاصا متغص ہو جاتا ہے۔ سینے والے عریس کو ایسی زندگی کے وہ لمحے اس ررنج میں صرف کرنے پڑتے ہیں جبکہ حساب بہ زمانہ حیات میں لگا یا جا سکتا ہے۔ موت ہیں۔ دوسرا ایک فرقہ تھا جس نے زعم خود مرزا غالب اور میر تقی میر کے اتباع کا دعویٰ کیا تھا اور آثار سابقہ کو ایسا منسا کر دے کہ یہ تالا ہوا تھا اور وہ کس طرح اس طرح کہ نرل کی نرل میں درونک سما میں چکر کر شعر کے ابسا مٹی پہلو کو تھا کر دیتا۔

چاہتا تھا۔ مگر ماہر ان فن جانتے ہیں کہ درودا شریدا کرنا انھیں لوگوں کا کام ہے چلتے
 دلیہ علم و الم کی گھٹائیں بھائی ہوئی ہیں۔ جو ایسے خرمین صبر و سکون کو برق حال سوز و شوق
 کے اندر کر چکے ہیں حکم ابر ماری کی طرح قصاصے عالم میں روئے کے سوا اور کوئی
 کام نہیں۔ میرو مر کا متع علم چاہتا ہے۔ عمل چاہتا ہے دل میں رشتگی کا طلبگار
 ہے۔ دماغ میں شوریدگی کا خواستگار ہے۔ اُدھر یہ عالم اُدھر ان، دعیان، پھر
 کے یہاں۔ علم عمل لہذا انتہو گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ بہک گئے اور ایسے
 بلکے کہ سپر سے راستے کے چلنے والوں کو بھی ساتھ لیا اور وادی غربت میں لیجا کر اس پر
 وحیران آتھتہ و برتیاں چھوڑ دیا۔ خدا راہ راست پر لائے اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنی
 غلطی اور نادانی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرنے کے جذبات ہی سے شعر میں درو پیدا ہوتا ہے۔
 نزع کا عالم آخری تکلی تشیع اعضا۔ دم توڑنا۔ ہاتھ پاؤں میں انٹھن وغیرہ ہی تاثیر
 و نافر کی جاں ہیں۔ غرض کہ ان لوگوں نے انھیں مصداقین یا راہدار راہد مشعل مشعل
 تر کیوں کو غالب کا رنگ سمجھا اور اسی پر طبع آزمائی کرتے رہے تا انیکہ لکھو کی تمام
 قصاصے شاعری اسی سم قاتل سے سموم ہو گئی۔ اور اس تک سموم ہی جلی جاتی ہے۔
 تیسرا اگر وہ تھا حسد و دعوی تھا کہ ہم زبان کہتے ہیں۔ ہم زبان وال ہیں حالانکہ یہ
 دعوی بھی صرف زبان درازی کی حد میں تھا۔ اس سے زیادہ کوئی وقعت نہ تھی
 کیونکہ ہم لوگ زبان صرف اس کو جانتے ہیں اور جانتے تھے جس میں شخص عورتوں کے ناز و
 خنوسے۔ اداسے بیجا مانہ۔ انداز میباکانہ۔ انگیا جوئی وغیرہ کا ذکر ہوتا ہی زبان کے پہلی
 اور صاف سے مکملی۔ سادگی۔ روانی۔ آہ۔ کاکہیں نام بھی تھا۔ بہ حال تھا جس کے
 میں لکھو میں آیا۔ لطف یہ تھا کہ اگر ان ناکہ کو رہا مالارنگوں کے سوا اور کوئی کچھ بھی کہتا نہ
 نکس۔ تھا کہ اس کے داد و بھاشے میں جس حیران و پریشان کہا۔ ایسے رہتے رہ جاتے۔
 مابل۔ مھوڑا اس رنگ کو جو مرزا دواع کا شمع کھائیڑ ہے چھوڑا۔ اور بلی اور لکڑی کے

میں میں غزل کہنی شروع کیں۔ اور حقیقی الوسع کو شش کی کہ واردات قلبیہ کا درد کے
ساختہ اظہار کرتا رہوں۔ اسی روش پر اس وقت تک قائم ہوں۔ مگر حاسدان بد میں
کے دل میں حسد کی آگ شعلہ لگ بیٹھی اور ہمتہ عداوتوں میں مصروف رہنے لگے۔ تاہیکہ
اب بڑا بھلا کہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ دلہ نصیحت اللہ الخ انھیں انزات سے
متاثر ہو کر ایک روپے اختیارانہ یہ شعر لکھا تھا۔

احسان کی شکایت بجا میں کیا کر لیا میرے ہمسر کو میں ستم آسمان رسید
چونکہ یہاں تفصیل اس واقعہ کو لکھا اچھا نہیں معلوم ہوتا لہذا اس کو دل میں
محفوظ رکھتا ہوں پھر کبھی لکھوں گا اس وقت صرف اشعار طریارہ نقل کر رہوں۔
اب بھی بہت سی کتابوں میں کچھ قلم نہیں ہاں مگر ڈرتے۔ جتنے سب سے پرہیز نہیں
خاصی صاحب پھر بھی اچھے ہیں کہ قصہ نوسا حج نے تو یہ کہد یا داسے ہیں برصغیر میں
ریل کی اکثر بدست بیخ صاحب سے سنی یا سہاوہ چل سکے دو کو س یہ بہت نہیں

غلط فہمی کا فیشن سے انزالا نہیں سکھا کوئی گور کسی کا لے کا سالابو میں سکتا
جناب بیج بھی ہنس رہے ہیں کہ چپکے چپکے کہتے ہیں ٹیگ اچھا ہے حلوا اس سے اعلیٰ نہیں سکتا
مرے سرور و دل کو ٹھیسے سکڑا کر لولا کہ مائیکس سے ہرگز دل میں چھالا نہیں سکتا
ہے گرچہ روٹی ملی کی ورہ صفحہ دیانی چراغوں سے مگر ایسا اچالا نہیں سکتا

شیخ مسجد میں گئے صاحب کلب میں ڈٹ گئے ہم کسی قابل نہ تھے محمود ہو کر ہٹ گئے

ہلکے پھلکے ہو گئے اس دور میں میں یا کھامہ حد ہو کر رہ گیا میں

اس کا اقرار ہو چکا ہے کہ اچھا لگائی دیکھنا یہ ہے کہ کیا لیتی ہو کتنی بلی
میرے شاگرد! میں نے ایک ہوٹل قائم کیا تو میں نے مذاقاً پشور کھدکیت سنایا۔
بھٹیالیوں کے جیسے کہ اب آپ کھیلے ہوٹل میں رہتے اور میں آپ کا پیٹنے

جن کو درازی شب غم کا گلہ نہ کچھ ہنگاموں کے چلنے والی دیکھیں

کچھ نہ رہو اگر طبع ظرافت سے دیکھ لے جا کر سہوں کا رنگ خضر گئی نہیں
ہندو مسلم اتحاد کے بعد جو بھاق بیلا ہے اسی سے متاثر ہو کر یہ کہا تھا۔
اختلاف نہ رہی جو وقت پیدا ہو گیا اتحاد قوموں جوں کا مایا ہو گیا

دو ترقیوں کی غمناک پیل ہے کتنے ہیں جو کج حیل وہ لڑکوں کی پیل ہے
ایڈریس ہو گئے انہیں سرماں قوم انہیں کے ہاتھ ہیں ہانکی گیل ہے

کیوں کر ہم حاسا مال کی روانی قبول کیا دشتواری طلب ہے روایاں مل حصول

یاد رہے ہر رسم کی تحبہ بد کرد کوئی قیدی جو پتھے میں جیل سے توعید کرد

کچھ شاعران مکتہ داں سے بھی ہنکے ہیاں متعہ لفظاں ہیں اسے ہی متی بست ہیں
ان کو راہم کہتے ہں جو کو براہہ کہتے ہیں وہ اسی دین میں سہیہاں اسی دین میں تہیں

آئینہ جو قوم کے رہز ہیں وہ لوگ اور ہیں سوچ سچا رہ تو اسی مصنف میں مذناں ہے

سنا تھا لفظ کو اسلام کے چنے بزرگوں سے
مگر پوچھتی ہے اچانک معنی ہیں سمجھے

شب غم ہے وہ قیامت کی چوڑی
مگر میرے نزدیک وہ توں بچے ہیں

دیوار سن کے ناصح نادان کی دہلی
یہ کیسے اٹھ گیا کہ بڑے سے متوجہ ہے

مقام عہد کا مبعوض سے جدا ہی رہا
توں سے ہونہ سکا کچھ اعداد ہی رہا

خیال قوم ہی ہر وقت اور نہشت ہے
سوائے اس کے کوئی کام چرہ ہدایت ہے
جو چوٹ قدم بڑھائے وہ جرمی اپنی
جو پوش آٹھائے جہاں سے آٹھ پائے

جناب شیخ بھی چیکے سے کہ گئے احسنہ
شہر اپنا رات کو اکثر حلال ہوتی ہے

بھولا ہوا ہوں ذکر میں مبتلا کا
قصہ چھڑا ہوا ہے رنگیلا ریل کا

دل میں ادھر چوٹن دھڑکتی ہی ہو
اس یا لسی کہ قوم مگر جانتی ہی ہو

یہ کچھ بھی نہیں سمجھے دانا ہیں کہ ہم نہیں
اتنا ہی سمجھتے ہیں ہم حال و ادب ہیں

یہ تو کہنے کہ حشر ستا ناصح
آپ انساں ہیں کہ بار ہیں

میں اپنی ضدیہ آؤں قلمے شائع تھے
 وہاں جان ہوتی ہے یہ مغربی تعلیم
 ساری نصیحتوں کا جواب یک عام ہے
 کہ اس زمانہ میں کام لگنے کا بھندہ
 اس سے پہلے ہی عطا کئے تو ان کو
 کیا پختہ ہو حالت اُسے طبیعت
 واروں نے تو ہمیں انسانے بنا کر دیا
 چاہے جو حیرت تو نہ آتا قریب تو
 اُسے شیخ جھکا جو حالت نہت بناؤں میں
 دم بھ کر کو اپنے ہاتھ سے کھسک کر رہ گیا

آشفتمہ۔۔۔ عنبر شاہ حال نام تھا رام پور کے رہنے والے تھے۔ فاضل شخص تھے
 قائم چاند لوری سے اردو میں اصلاح لیتے تھے اور فارسی میں قدرت اللہ شوق کو
 اس کا کام دکھاتے تھے متعدد کتابوں کے مصنف تھے ایک بیاض دیوان عنبر شاہ
 ایک فارسی دیوان موسوم بہ "تشریح الخیال" اور ایک دو دیوان موسوم بہ
 تدقیق الخیال ان کی مادگار ہیں۔ ۱۳۳۷ھ تک بقید حیات تھے۔ آخر وقت میں مراد آباد
 آگئے تھے اور وہیں انتقال کیا۔ سیدہ جان کے گھیر میں مدفون ہوئے۔

آفتہ زایت طریف الطبع اور توح مزاج دافع ہوسے تھے بات بات میں
 مذاق کہتے تھے۔ اور بات ان کی طبیعت ثابہ ہو گئی تھی۔ دوق پہر گیر یا بامقہ۔
 کبھی کبھی رات بھی کہتے تھے۔ مگر اب وہ کلام نہیں ملتا ہے۔ تلاش اور محنت کے
 بعد یہ دو شعر مل سکے ہیں جو درج کرتا ہوں۔

شراکت غشی بھری پر جان کی ایک نکتہ کی ہیں
 کوئی لوح ایسے ٹیٹے سے ایسے جی کو اکھاڑے
 ہوئی سو کن گریہ غماز خراسانی ناک چوٹی میں
 مری انگبا گئی بھولی اسی فوجیا کھسک دٹی میں

آشفتمہ۔۔۔ یعقوب۔۔۔ علماں نام کھاد علی گڑھ کے رہنے والے تھے۔ مزہ
 یکھ رہے دل یار اترا حق حلق تھے۔ ریخی کے رنگ کے سحر کہتے تھے۔ کبر و رنگ

رہ تھا جو جان صاحب یار نگین کا تھا۔ بلکہ ان سے مختلف طرز تھا۔ اس سے جالید بک پاس
رسس پہلے کے شاعر ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

رکھتے ہیں جو کہ خفیل جھسیلا ازار بند
ہوتا ہے ایسے لوگوں کا ڈھیلا ازار بند
لوٹے ہے روز صحبت و دلا کے فرسے
کیا خوش نصیب ہے وہ رنگیلا ازار بند
توں قریب بھی دیکھ لے دم پھر تو لوٹ جائے
وہ لال لال میہ وہ سیلا ازار بند
کیا کیا مرے اڑائیں جو ٹر چلے اپنے ہاتھ
وہ گوراگو ایسیٹ وہ سیلا ازار بند
پیارے ہر ایک چیز سے زیادہ پسند ہے
ماخکا جھسیلا اور رسیلا ازار بند
کس مرد و س کے ہاتھ پڑا ہے یہ خواب ہیں
کیوں ہو رہا ہے رات کے گیل ازار بند
آتش اب آں کو ڈپے کس اٹل نہ جائے
اس واسطے وہ ڈالے ہیں سیلا ازار بند

نگہ بٹا نکھٹو ہے، مائی والا
کراہ کا ٹر ہے ہمسائی والا
ہمیں رکھتا بانی بھی اک نہ بکا کر
کہ بھٹیا رہ جیو ہے ہمسائی والا
میں کیوں سامنے آؤں ایسے جس کے
کوئی سالار نہ ہو ہے ہمسائی والا
بیمارش پہ کٹر بھی لیسے لگے ہیں
بڑا ہی کٹھو ہے ہمسائی والا

انگلریس۔ احمد شاہ کے زمانہ میں ایک منتر تھا۔ جو کوئی اس کے سامنے رہائی
یا شعر پڑھتا تھا۔ خواہ وہ فارسی کا ہوتا یا کوئی دہلوی وغیرہ کہتا۔ وہ بھی اس کا
جواب اسی زبان میں نامور دل ماموروں اور پڑھ دیکھتا اور کوئی مائل نہ کرنا تھا
نہ بکیتے کہ پھر سناؤ تو دوسرے طریق پر سماتا۔ اس سے کہ کثیر کسی نے اسے
تذکرہ میں اس کا ذکر کیا ہے مگر کچھ نمونہ کلام نہ دیا۔

آشوب - میٹرن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک شخص کا تخلص ہے جو چچک رو درازند ہے۔ ہایت مسخر ہے۔ پوچ بے معنی شعر کہتا ہے۔ خود بھی ہنستا ہے لوگوں کو بھی ہنساتا ہے یہ شعر اُسی کا ہے۔
در عشق تیرے چڑھی پست چا پرخ یہ پھر کی وہ دنیا پر غیہ غیاخ

اٹل - تخلص میر عبد الجلیل نام، نازول کے رہنے والے تھے۔ میر جعفر زٹلی کے معاصر تھے۔ کلام بالکل انھیں کے رنگ میں ہوتا تھا۔ نہایت بانگے سپاہی اور وضع دار تھے۔ فطرت اور ذمہ دلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مہسی کے بغیر کوئی مات ہی نہ ہوتی تھی۔ جس زمانہ میں یہ دہلی آئے وہاں محمد عطا مانگے کا دور دورہ تھا۔ چونکہ خود یہ بھی بیسہ ماکوں میں تھے۔ لہذا کبھی کبھی محمد عطا سے اس کی نوک چھونک ہو جا یا کرتی تھی۔

تہ کرہ نویسوں نے اس کے بارے میں غیب خلط بحث سے کام لیا ہے۔ مسریت میاں صاحب نے اس کو بلگرامی اور سید ابوالفرج واسطی کی اولاد میں لکھا ہے۔ غالباً میر عبد الجلیل واسطی کے ہمنامی نے اُن کو دھوکے میں ڈالا۔ حالانکہ میر عبد الجلیل بلگرامی جعفر زٹلی کے زمانہ سے پہلے گر چکے ہیں۔ تذکرہ خجاندہ میں اُن کو دہلوی لکھا ہے۔ کہ یہ بھی صحیح ہیں۔ کلمات جعفر زٹلی میں اس کے نام کے رقعے موجود ہیں جن میں انھیں مارول کا رہنے والا بتایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ یہ میاں جعفر زٹلی کے ساگرہ تھے۔ میراٹل جعفر زٹلی کو جس الحاف سے یاد کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے شہرے دہلی تھے۔ مثلاً یہاں لٹائی وچڑائی میر محمد جعفر زٹلی سے پھائی ہر روئے از و با و سپائی سکھی ماشہ۔ از پرائی بعد از دھینگ و جو ہارت و بہار و منو بار بشپاراد چھل و مہنی کاندہ۔

اسی رقعہ میں حضرت میان حضرت سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں "اسگ
ملاب و اشتیاق آں مکہ آفاق از حد رکشت و پست سیروں وارحت الدینہ اضرول لیس
موجس آکہ کل امیر مرھو ناباؤ قاتھا حوالہ نمودہ دو ابھیرے نگارو"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرثیہ اسی میر جعفر زلی سے ملے نہ تھے۔ اگر دہلی کے رہنے والے
ہوتے تو یہ ممکن نہ تھا کہ ایسے عاصر اور ایسے متہود عاصر سے ملاقات نہ کرتے بہر صورت یہ
ممکن ہے کہ اس خط کے بعد ہی وہ دہلی آئے ہوں اور پھر یہیں سکونت اختیار کی ہو اور
جعفر زلی کے شاگرد ہو گئے ہوں۔ کلام تلاش سے بہت کم دستیاب ہوا جو کچھ مل سکا یہ ہے۔

چیمبر میسرائل رارسن دماو	می جیکد ہجو کہہ سد و کساو
تھے دے مد اخیول بھل و دھوت	جو شہنشاہ الدی لایموت
دلف ہے حرت یہ یا حنال ہے	حمدش ابر دے یا بھو بجال ہے
رجوب یکہ مار میں رلھس رکھے جوں مارک	دلفاں کج دار کج و تر گان خضر دار کج
ظالم کمالے توج و شکا و میرد یو ما	دستار او مکرار کج رلھس شب بلدار کج
کرتی سے ذل مارتقاں رچی ہر وہ بھی گاہ	گھوڑے ٹرہا اسوار کج مادے مکر ہنیا کج
ابن طرہ و ترنگا ادیرنگ کی زدل	گاسے کج و طرہ کج داس طرہ یدیر مار کج

دیکھ سہیں کے جس کو جھوم رہا ہو مگ سہی دور نظارہ ایسے کام سے اٹل اٹک اٹیک

انگریز۔ سد می و م عالم نام بھا۔ ماہ ہرہ۔ کہ میرا در یہ ہرہ۔ ماہ عالم ایزی
کے کوئے اور سد معول عالم مفل کے حلقہ اکہ۔۔۔ فاری کی فالست مایت اچی ہی
ہر دس ہر اگر ہی مہ ماہ۔۔۔ لہم ٹرا۔۔۔ دے اہر بھ۔۔۔ طرہا مارنگا کے

اشعار بھی کہتے تھے۔ مگر افسوس کہ عین عالم شباب میں انتقال ہوا۔ کلام ایسا صانع ہوا کہ پیرل نہ سکا۔ مجھے ایک صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ تلاش کر کے بھیج دوں گا دو ایک مرتبہ یاد بھی دلایا مگر انھوں نے ایسا وعدہ نہ کیا بہر صورت دو شعر مجھے مل سکے ہیں جن میں توحی طبع کا ایک ہلکا سا رنگ ہے۔

واعظ کسی سجادہ میں ہو گا، مگر کیا
جو چاہے سو کہہ لے ہمیں لٹکے گھڑی

روٹھ گئے مجھے حفا ہو گئے
مات بینے کی حوشی کھو گئے

اُجاکر۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے کسی تذکرہ میں یہ نام اور اس نام سے کچھ کلام دیکھا تھا مگر سوقت تذکرہ لکھ رہا ہوں تو نام و کلام کچھ بھی یاد نہیں آتا، محمودؔ تنخاص لکھ دیا گیا ہے۔ سب تذکروں کی درق گردانی کی مگر کوئی بیٹہ نہیں نکلا۔

احسان۔ حافظ عبدالرزاق نام تھا۔ دہلی کے مشہور و معروف استاد سہی گو تھے۔ شاہزادہ مراد حسدہ تخت ایردختس مرحوم نوب مراد علی حلف حضرت شاہ عالم نالی کی سرکار میں مختار کل تھے۔ استاد سلاطین کے معرراقب سے مشہور تھے رٹے مشہور۔ و سارا شاہزادوں کے استاد تھے۔ تمام اہل مافضین پر قدرت رکھتے تھے۔ مگر اہلی بومہ کی حامی تھی۔ فارسی بھی کہتے تھے مگر اردو سے بے تعلو، خاطر زیادہ تھا۔ ملکہ آبی کا قول تھا کہ عربی رچیتہ اگر خوب مات ہر ار فارسی ست، مگر ساتھ ہی فارسی کی مرادوں کا یہ عالم تھا کہ ہر دل خواستارہٴ ن کے آبی کو مادہ سمجھ ایک مرتبہ شاہ عالم کے اس مصرع پر ”صبح بھی لوسہ لودسا مجھے اسے ماہ نہیں“ یہ مصرع ”ناماست، مسیاں و تب سحر کا وہیں“ اگا دیا تھا۔ کسی نے وہ سحر گاہ پر اعراض کر دیا۔ یعنی۔ وقت

اور گاہ کا اجتماع درست نہیں۔ فوراً سسید میں صائب کا یہ شعر پڑھا۔
 آدمی میر جو مستد حص حواں می گرد و جواب رگ وقت سحر گاہ گراں مسگرد
 تمام مقرر صیبن سکر سناٹے میں آگئے۔ اسی طرح آپ کی عادت تھی کہ جہاں کوئی
 خلاف معمول ترکیب یا لفظ ایسے شعر میں لاتے تو سداً اُسی استاد کا شعر لکھ دیا کرتے تھے۔
 اگر سرتاہ ثانی کے مقربین خاص میں سے تھے اور خاص خاص صحتوں میں بھی آپ
 ہمتہ شریک ہتے تھے۔ ساہ نصیر بھی چونکہ دراری شعرا میں تھے اس لئے حافظ صاحب
 اور اُس سے کبھی کبھی لوک جھوک ہو جا یا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ شاہ نصیر سے انھیں ریوٹ
 کرے ہوئے یہ شعر کہا تھا۔

اے حال بچ یا رکتے خوب سمجھتا چاچھو ڈوا حافظ قرآن سمجھکر
 غالب مومرا دوق وغیرہ سب لوگ آپ کی عزت کرتے تھے اور آپ کو مصلح رہاں
 جانتے تھے۔ اگر حیدر عایت لفظی کا آپ کے کلام میں کافی التزام ہے مگر پھر بھی ماہاؤں ترکیبوں
 دوار کار تسمیوں۔ تکارا صافات و عمرہ سے آپے حتی الوسع احتراز کیا ہے۔ بہادر شاہ
 طغر کے دربار میں بھی آپ کہ روح حاصل تھا۔ اور کچھ دریاہ معین تھا۔ ایک مرتبہ ماہواری
 کے مریخے میں دیر ہوئی تو آپ نے یہ قطعہ لکھ کر پیش کیا۔

صدماں صدوں سالم خوب ہے اور کچھ نہیں معوب
 حال ہوں اور رسکار گھسیلی کا نصی ڈویے کا ہے کالسا خوب
 قطب صاحب تھے حص حضور گئے وہ دو ماہم گیا ہے مہ اڈوب
 اس کو بھی حکم ہو کل آئے صبر کب تک اوس ہما ایل

ملگوں نے ایک مرتبہ اگر شاہ تانی کے کاں کھدے تھے اسی وجہ سے عریا حسان
 قاجار میں آجاء سکتے تھے۔ سالام بحر اسب مدد کا۔ آپ نے حب۔ رنگ دکھا ر ایک
 دلچہ نظم کے بیچا جس کے لہاں و رملو کی آمد و رفت ساری، کسی قطعہ کے بعض

شعریہ ہیں۔

عصر غماز پیدا ہوئی میرے عین کیا گنا میرا اگر سکا ہی ایمان گیا
حکم والا یہ ہوا قلم میں احسان عین کے اسات اک تہر کا اوسان گیا
لے شمشاد حمال قدر میں احسان حلق کیا کوئے گی کو حکم کو میں مار گیا
تہر وہ کیا ہے کہ جس تہر میں احسان قلم وہ کیا ہے کہ جس قلم سے جساں گیا
حضرت احسان کی پیراہ سالی کا عالم تھا۔ مگر پھر بھی اتنے بڑے تہر دلی کا کوئی شاعر
ایسا نہ ہوا تھا حمال آپ تریک نہ ہوتے ہوں۔ شکست۔ عروج۔ حدود داری۔ اہم کرہ تھی اور
لطف یہ کہ ہر رنگ میں شکر کئے گئے شہستہ اور حمد پر طراوت میں بھی یہ طوطہ نہ چل تھا۔
اور نا میں حیات تعس طبع کے طریق یہ عز ہی میں کچھ۔ کچھ ایسے شعر بھی بحال جاتے تھے
جو صحنے والوں کے دلوں میں شگفتگی اور صبرت پیدا کرتے شمس اللہ میں سچا سی برس کی بچہ
یا کر احوال کیا۔ تا رچ و قاب یہ پائی جاتی ہے دل گیا پیٹھ آہ حب عالم۔ سار کا
ہر چہ اس کے عدد ۱۲۶۱ ہوتے ہیں۔ وہ کلام میں سستہ طراف شامل بہ بلا ملاحظہ
فرمائیے۔

قاسمی نے گلگاہ کی حرمت ہے کتاؤں لیکس شہی دلت بد بدوت کا بیا حاما
نے مہی نہیں مہی اس اور کے وکلس میں مانگ اسی دکھا جانی چٹکی کو کھا حاما
ہے دو سبھ اسی یہ حکم ہو اسی حب رات کے آدھی ہم یا تو آحاما
دلاد در لہب سے دل درہ سے کتاؤں کہ کھا کتاؤں اب بہرے نے ہے اکھی لٹا
تخواہ ایک لوسہ ہے تیسری حجت سہ ماہ ہند آسا کی سرکارے طرح
نہ جو بڑو نہ سچ اس تو سچ کھا حمالاں اگر جیر سرتیر ہ مر دما احلاں
دھوڑتے تہر کہ ہیں ادن دولت کو ہم یاں تو دوسا کی ٹری سرتیر گہوڑا شہنشاہ
دست لوسہ جو کتاؤں لے لے تمب ہو بہ آرت یہ اچ لیکے حصر ہند۔ کتا

محسب تہ رہے اسوق سے منگے انگور اور محرم رہیں مادہ انگور سے ہم
 حجامت ہو چسکو کھکانے بہت ہیں مرا سر رہے آستانے بہت ہیں
 سکم پر در قیامت کو پہنچتا تیر تو میں جالوں کہ در رخ لئے محبت یہاں عیلام کرتے ہیں
 دو دھکی لوٹ مجھے اک ماہ میں اے ماہ تودو وضع یہ کیا ہے کہ لو کر رکھو تنو اوہ نہ دو

احسان۔ احسان علی نام ہے۔ اسی تمام لکھنؤ میں قیام ہے۔ سحارت
 و حرمت سے کسب معاش کر رہے ہیں جو ان آدمی ہیں تقریباً ۲۷ برس کی عمر ہے۔ دس روپے
 رس سے شکر کتے ہیں۔ چونکہ اسعد او علی مہموئی ہے۔ اسی لئے بہت عزت کے بہر کی طرف
 یادہ توجہ ہے۔ عزت بھی حب کتے ہیں تو ابھی کہتے ہیں۔ ورتہ مدتیں گزر جاتی ہیں اور ان کے
 مقرر بھی زیاں پر ہیں اتنا حساب محسب لکھنؤ کی شاکر دہیں راقم الحروف کے بھی نسا میں۔
 مودہ ملازمت نہ ہے۔

اے درماں ڈاٹھا کیا ہے آئے ہم تیرے مایہ کا کیا ہے
 آئے ہیں وہ گندہ یہ ہو کے سوار اب مسخائی میں۔ ہا کیا ہے
 چراغ دکھلا کے جھٹے کہتے ہیں یوں۔ ہو میٹر تو مرا کیا ہے
 دونوں یکساں ہیں اہل دل کے لئے نوبی کیا اور ما مٹکا کیا ہے
 سن لیا ہے جو ام احسان کا کہہ رہے ہیں وہ مہرا کیا ہے
 جھٹھلا کے ہیں لا رہاں کی کیا ہے اچھا سچا کسی دل شہساز کو کہیں پر
 یہ کالے کالے مٹے کہیں رح یہ ہے خلعتی جیوں نے ڈاکا ڈالا ہے انما میں پر
 ارادیں کا ٹکڑا کر میں دیکھسا ہو سو انی اک ماہ رسم قائم کر کہیں پر
 ہم یہ سے پیار سے مانی اوڑھیں ہوتا راقم لڑا حاشہ چڑھایا ہے ہر جیاں چپس پر
 مونچوں سے کوئی کیلے سیتا ویلا ہوا ادھی مٹی ہیں کہیں یہ سی مٹی ہیں کہیں یہ

دیکھو کیاں امیں پیکر کارنگ دیکھا
 ٹانگیں ہیں آسماں پر اونچا ہے سر زینہ
 شکل میں ہے کوئی احسان وصل کی تشا
 آسماں ہیں صدقے عاشق کی وسلیں پر

رر کو اس درمہ یار کرنے ہیں
 رخیہ کھی یکڑ کے کہتے ہیں
 کیا رمارہ بہادر می کا ہے
 آہ کے باب کا احار ہے
 مہی آنکھوں میں مہر دامتوں ہیں
 جو رو بھی مالدار کرتے ہیں
 یوں شکاری شکار کرتے ہیں
 مرد کو مرد یار کرتے ہیں
 ایک کیا ہم ہر کرتے ہیں
 اسوہ ایشا سگار کرتے ہیں

تی العلوار اے اتی کی زمانے میں
 اگر کر بیٹھتا اس کا گھر صف کہتا ہو
 کوئی سہل نہ تھے دلا یہ سلی اس بھاتا ہوں
 محل آسے حواس احسان ادھر لہو دلفیہ کچھ لو
 کہ عطاروں نے بیٹھے دیدیے آکو بخار دیں
 سمجھتے ہیں کہ ہم بھی ہو گئے ہیں شہسوار دیں
 وہ کیا تھے یہ ہم تھا ہے تول حاسے دیں
 عدائیں جیہی بلجانی ہیں اکثر پردہ دار دیں

یکاریوں کا سہل جو آرا ہو گیا
 کیا سہل ہے صبح دل کو سہل دم لہ گیا
 یہ ن بھو اس سے بھو کہنا آ گیا
 احسان رہ گیا جو ہوں کا یہ بھو لے گیا
 ہر دل ہمارے واسطے اقرار ہو گیا
 اتوہ رسک عور چڑیا ہو گیا
 مالہ اتر میں سامہ پا کی بھٹکا ہو گیا
 گرہیر کو ملیا کا آرا ہو گیا

کچھ غم نہ ہو جو صبح بھرا ماہ رر
 جھکا لگا کے آنا ہے سے صبح یہ
 اچھا ہوا کہ ساہ سہا گلہ ہو گیا
 امووہ ماہ استمر و مدار ہو گیا

حواص صاف را دل کو ہر اک مل سے ملتا ہے کہن اس سر سے دلوں کو بڑی شکل سے ملتا ہے

عمر بھر رہا ہی رہا ہنگو فراق حلاں کس طرح دی وہ دھاؤں کا کرشمہ کس
حسب طرح ماہِ مہر سے لہجہ سیر ملتا حسرتی ہی میں ہیں ماہِ دسمہ رہا
عمر بھر حواص میں دیکھے ہیں مٹا ہوا یہ وہی رسم کبھی رہے کو حسیہ سیر ملتا

صدتے میں اس ہی ہوئی متوالی فانی کے تنوار بھی دیاں ہیں ماعت سے کال کے
اکٹار بھر جلوہ اکو لا اچھال کے کی اس کی عیا حالی سواں آں مال کے
تھکڑا کے قروں کے لنگڑے ادا رہی اس جلیے حواس تقی سے کوا اچھال کے
بعد مہیاں دکھیں حسرتہ حال ہوں کھائے ہیں میں نے اور دین لکڑیے نہال کے
دل صاف کیے گئے ہیں محفلِ کرج تیج لاسا تیا تہ اس کو را کھ کھال کے

اثر آخر کو کام آہی گیا حاسہ محنت کا میاں اہر کے گھوڑا لگا لگا لٹی مہدی لک کا
لڑکپن میں یہ عالم ہر میاں شوں کی الفت کا کھلوا ڈھوڑھے کپتے ہیں لٹی کی صورت کا
معاں دل لگا تہ ہو گیا ہے اور اسدل سے ہوا جزوقاں اکوڑے عاشق کی مروت کا
میاں جوں سے جوں رہے ہیں کہ حلس کی صفا حیش ہو گیا میاں صحرا سے محبت کا

صاف لکھے کے لئے اس پرستہ شمشاد کا ہو حکم کھم جلیے کہ کھٹا گھٹہ در آما د کا

جرمی گور تو اسی میل تک دیتا ہے کام آساں کہ ساتا ہوا لالہ میاں د کا

دوڑتا آئیگا استحقاق کا حظ دیکھ کر
اُسکو کارڈ میسج دیکھے تار رہتے دیکھے

ماہود اس اتقائے خاص کے بھی سچی
اُسے وعدے سے تو اچھا تھا کہیں انکا میل
ریل گاڑی میں لکھی ہے ہے حق عیسیٰ
فتح گڑھ سے آگرہ کی میل کو حاتے ہوئے
مار ہا یکڑے گئے ہیں اُسکے گھر چلے ہوئے
دو جیبے ہوئے عالم کو شتر حاتے ہوئے

گل عارض یہی سلسل تیرا کی طرح
اک اُلٹو بھی نہ کھنت غزلوں ہوا

جس صمد صرصر ہوئے والا ہوئے سلسل
دعا کا استیجاں گوشت کھا لیکن میاں کلا
مراڑا ہنس گلیلی مار محنت کا
ہیاں یہ گھر سلسلے کسوا سلسلے نوے سائے ہیں
حدا کا سر پہ کالج میں سے دست آئے ہیں
ابھی مکاتیب لے جاں من کوتے اڈرائے ہیں

حدا ودا تعلق کچھ تو جس عشق کا کردے
وہ گھر حاتے کو ہیں لیکن کوئی ایسا ہنس لیتا
دل عاشق مراعت کی جگہ ہے تم جو مراد
وہ کچھ مائیں ماکر دل مرا چلتے والے ہیں
مجھے صمد رہنا دے یا تمہیں کو تو گدھا کر دے
جو دور وئی پکار کے ساتھ اُنکے ماتا کر دے
وہ اس گھر کو ہتھارے اعلیٰ سینا لکھا کرتے
اکہی دو گھڑی کے واسطے جو گدھا کر دے

حدا کوئی ادب نہ کھنتا ہر فلسفے سے
جیلا ماہ ہے کہ وہ مری لیلیا ہوا ہے

لڑکس ہی میں حکو دل پرانے کی عادت ہے
مرادل اور ان کی آرزو لوں ہیں ہم کو یا
دکستی پر بھی آجائیکے وہ تاند خواں ہو کر
رہیں دو آدمی ماقاہہ بیوی میاں ہو کر

اک یردہ بستیں جیسے کرایہ ہے اسیں
کس درجہ یسبیاں ہوئے ہیں وہ مہر مہر
رہتا ہے مرا جاہ دل آٹھ پر مسد
ماہارے میں اتنا بھی نہ لودا ہو کر مسد

دل کی قیمت چار بیسے بھی ہیں لگتے وہاں
اک میاں کی چاہے کی حسرت بھی اسکا دل میں ہے

کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار
کستی دل کی کھر آتر میں
لاٹ صاحب لے ماحدائی کی
اں کو عادت نہیں بٹھائی کی
ہات تقریب دہل کیا ہوگی
مٹ گیا جا کر اں کے کوچے میں
سج توہ ہے کہ تیج جی ستے
فان لی ماگ یار سائی کی

آکھوں لے دیکے مام ہی مالکل ڈار دما
تیج استہار ماٹھے یرے ہیں تہر س
گنگا کا گھاگرا کا انگ کا حیات کا
یلا م ہوئے والا ہے ٹھیکہ تراس کا

دور رسوئے اد وہ یوں لے لٹکاں ہے
ذلت اٹھا کے عمر و فادار س گسا
گو یا حیات شیج کے گھر کی دکان ہے
ہل ہی میں گئی ہے لوہا ر دھراں ہے

نور اگر دے گئے مجھے دم عسوں میر
یا جی گدما سو ا مٹا یہ گھر گئی میر

تیر ہی دعا کی ہے ہمتا گری
خلو اور دشمن گرا کو کبھی شکر بانی

سوال وصل یہ مار و عسدر کو
یہ اس آلو کے بیٹھے کہا کیا
ہمارا دل پہ ہم جاسے جسے دیں
میاں ماصح ہمتا رہا کیا کیا
جیلے کالج سے یر کے کوسل میں
ہماری اتدا کیا اتھا کیا

ہمارے دل کا کوئی را داں نہیں ملتا
ادشادہ ہے جسے قدر داں میں ملتا
کیہاں کو ایسی حفا دل یہ عیرا آئی ہے
تو ڈوسے کے راتہ اب کو اس میں ملتا
وہ مرگ عیرا اطار عم کرے کہ طرح
کرا یہ یر کبھی کوئی لود حواں میں ملتا

رے اسے عس رکی ان ہو کے ارزاں ہے
سب سی سیر کہ ہاں سسٹم کو دیا
کام آئی ماسقوں سے اکی در پورہ گری
کیہ دیوں کے دا بیٹے آٹا فراہم کر دیا

رہس کہ تہ ہوتا درج میں ملوں اے ساقی
مچھکو کچھ اور میں جیا بیٹے کدھرے سوا
اور مٹا کما مچھ یا نس کا صلا کیا ملتا
حضرت نوب کی سرکار سے ملو کر کے سوا
لسد ہیں میڈ کے ورا بیٹے ملین ملو
سچ جائیں گے کہاں ہم مر مٹ کر کے سوا

دیا سچ محو ساحت ہے
شب لیلة القدر کی راسا ہے
دہاں بیٹے کے ما باجویر اطر
خود کیلئے سمجھئے ہمارا سہ

مہی آئی کہ آخر مست
محمول کا مہاں رہا نہ ارموگنا

لکھتے خوب کام بنایا دم وصال انکار کرنے والے تھے اقرار ہو گیا

قد وردن کو جانتا ہوں کچھور شاعری محض کر سیں آتی

دور دور ہے جس میں ظلم و استبداد کا خوب اُلٹا لو لٹتا ہے آکل میاؤ کا
پیسے آئی سے ترمیم میں مجھے بھی گڑ لاش صاحب کی دہائی وقت ہے ادا کا
ہستیاہنکی حاکمی شاق ہو جاتی مگر ہے یڑ یاروں کے ٹولے میں نکال میاؤ کا

چیتے جس طرار ہیں مستِ حرام مار ہیں مار کی ڈیڑھ ٹانگ میں لطف ہے مسترا کا

سیری نگہ کر دے اے شہنشاہِ قہر جو ہنس دل ہے ہمارے یاس مگر فالتو نہیں

انکی الفت سے بہتر تھا کہ ہم کہیں سدر ہی سجا یا کرے

ماں کو آئے وہ دہستیر ہی لے ہم بی سسہ راتا کو حلوا کرتے

تیرے بچے ایک والد ایک ہم آپ ہی کہئے گدے کس طرح، پھٹیں ہیں

سایا کا کارش ایک کب کہوں اما تریک قہر مہمانی نہ تھا
ساگ سر میں ایک بھی رہا مال دگر ہی جا ہے والا تائی نہ تھا
یہ لیر اس نرم کے سیری ہنس اس کے ہاں کہے کی عت ہے کہہ ہی ہو

ہم اور عرصہ طلب آنے سے عدو کے گھر میں
 ہیں یا جس جسرت و غم کو دل و گھر میں
 دیکھیں ہاں کتنے رہتے ہیں آج سر میں
 اں بالترکوں سے ہو ملک جاں حطر میں
 نکلا اک انکے گھر کو پہنچا اک انکے گھر میں
 کھڑے ہیں نقص کیا ہے جو بی ہو کیا نہیں
 عمت میں جو میر ہو جا سے ہے عیسیٰ
 کھڑے ہیں تو تباہی طے ہو رہ محنت
 جو راہیں کا کھٹکا ہوں فکر راہیں میں
 کل تعدد جو واضح تشریف آوری کا
 یسوا کے بھڑی ہادی رکہ آئے گا سر میں

و سے میں ہر ملاحظہ گالی میں ہے حالات
 کچھ ہے سر ملک میں کچھ ہے ملک ملک میں

دل حسیہ مبتلا ہے جس سے وہی دل آرا
 کہتے تھے کہ دیکھو جس سے ۱۰ رہ رہا
 اما ہیں داع رحیر مانا ہو کفر سر میں
 اس کہ سائنس تنکو کیوں درد ہے کمر میں
 کہتے ہیں وہ انہی عمارت ہوں یہ نگور سے
 جیو ظاہر ایک ٹکڑاں اس سدا دل نے گھر میں

ڈر ہے حباب آسمانی حوتے نہ مکائیں اکاں

حبیب چھپ کے رو رہا جاتے ہیں کج گھر میں

اسد۔ حباب اسد علی قدوائی کا تخلص ہے جو حباب احد علی قدوائی کے بھائی
 ہیں لکھنؤ میں قیام ہے جس زمانہ میں کینک کالج میں پڑھتے تھے تو ایک مشاعرہ سالانہ
 میں میں نے آیکو دیکھا تھا لہذا حواس حساس مذاق ہیں اس زمانہ میں طراوت کیسے تھے یہ معلوم
 اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے یا نہیں۔ جو کہ زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں اس واسطے صرف
 کلام درج کرتا ہوں۔

آٹھایرہ سے اس آردیاں ٹپتی ہیں دلی
 یہ ہوتا ہے یورپ کے حوسِ عدہ سامان کی



جہاں مارکیٹ؟ نظروں میں مشرق کی یہ حالت؟
 ساہ چاک کی چوہ کی تودا اسے منحرف سے
 یہ تھو مو کچھ بھی کرے کامیرے ہوا اظہار
 یہ بانی ذکر کی حسیم صاحبے تو فرمایا
 سی جی کھجور کا راہد اثر ہمسگی میں دکھلاو
 وکٹ تھالی لئے پھرتے ہیں میدان بھیلستانیں

سیا ہی ہے یہ اسے مغرب تری رہبر رسیاں کی
 ہے عل سری درخوں میں لگی ترور میں ٹٹاکی
 ادا بانکی بھی پہلے اٹکی اٹکی بھی ہے مانی
 جیلوس حاکم ڈائیں چلکے یورپ کے سیاہاں کی
 جڑھو میر کے اڈے یہ سا کر نکل ٹیاں کی
 ترقی جیر سیر بھی ہے یہ اطفال دستاں کی

اسرار۔ رمانہ حال کے ایک شاعر ہیں مائیں تنیں رس کی عمر ہے۔ فارسی کی
 تعلیم معمولی ہے انگریزی میں بی اے تک تعلیم پائی ہے۔ لا حواں ہیں مگر زندہ دل معلوم
 ہوتے ہیں۔ میرے ساسا اور دوست ہیں مگر اپنا نام اور یہ لکھنے کی احارب نہیں دی کبھی کبھی
 طراب میں کچھ سو کر لیتے ہیں۔ جس سے کوئی اظہار کمال معصود میں ہو ما۔ بلکہ صرف
 ایسے نفس طبع کے لئے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔

اُس کے لب سے حوالا بہتی ہے اسکو کہتا ہوں مسد کا ستیرا

نہ آلودہ گسٹیاں نہ علم نہ ملیس
 وہ بھٹکے کے ادب سے مر کر رہ ہیں
 مری ہر تمنا یہ کہتے ہیں اوں ہو کھ
 وہ اوڑھے دیرٹا میں مادے ہوں ماما

مقدور میں عاشق کے لکھا ہو ڈھیلڈس
 لٹن ہے نہ گھسی نہ موڑ نہ بیسیس
 ہیں یقین میں ہونے دم کھر کوٹس مس
 حودہ مار ہیں ہیں تو میں ہوں مہد سس

آلو میں لے سکھ ساسا محکمو گنو سسٹا طابادہ

کیا تاروں میں تین نال سج یاد کاظم
حوں بیتا ہے مرجہ جسم کا کھٹل بکر

جیس لکھائی یڑس محاسن
سر مڈا لے ہی یڑ گئے اولے
سین لے ہو تم تو سوتا ہوں
سکھیا کھالے یڑے دو تولے

یہ کہتا ہے جو گرجا تانے کھٹل جارا مانی کا
ہا ت عم سے اس قطرے کو دریا کی جلائی کا
دایا سر حکا ما ہے حمام اسکی کرتے ہیں
حسیاں جہاں کرتے ہیں اکثر پیتے انی کھا

سب کیا ہے حوں لکھتے تھری سمیے ٹا میرے
میں ہیں دلا د کرے کی ، میں پچھتھانی کا

مولوی محمد اسفہیل - ایک سرگڑ کے رہتے داسے اور رامہ آجر کے ایک مستہور
تار اور ادب تھے رستہ تعلیم کے لئے جیسی کتابیں آپ یہ لکھیں ویسی آرتک
سرکاری مدر کے لئے کتابیں ہیں لکھی گئیں آپ کی بیسیوں خطیں اور بھی کرا کی
راموں میں علا ہ تر ویسی کے آپ ایک روز دست تا دستھے ۔ مہاراجا صاحب جوم
نے ساگر دیکھے اور ہایت سندہ سفر کیتے تھے رامہ کے سم در و ارج اور ہتھتا سلست
سے کھنی کھنی ڈلیا ہ تعریفی درامے تھے ۔ مگر آپ کی طالت ہایت ستمہ متس عرت انگر
ار اصحا ۔ وی بھی ۔ عالی مرحوم اور مولانا سے مذکور کا اکھا رنگ ہے ملکہ بے باور
میں آپ عالی مرحوم سے میں میں ہیں آپ تمام سر معلم کے حکمہ میں گرا ، شیکہ ملا م ہے

اور اپنی خدمات کہ اس حق و حوی سے انجام دیا کہ صلیب میں گورنمنٹ سے خان صاحب کا
خطاب بھی داخل کیا آخر میں بینک لیکچر میرٹھ چلے آئے تھے مگر ماوصف میرزا سالی کے
بھی اس کے علمی اور تعلیمی مشاغل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور آخر وقت بچوں کیلئے
ماہیت مفید کتا میں لکھتے رہے۔ تقریباً۔ ۱۹ برس کی عمر میں مقام میرٹھ ۱۹۱۶ء
یا ۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تصانیف سے متحدہ مفید کتا میں۔ اور ایک کلیات
نظم یادگار ہے۔

اسے ایک قصیدہ حمیدہ عرب کے مام سے کہا ہے جس میں اہل زمانہ کی غفلت اور
کھردری و رخصت طر و طراب کی گئی ہے۔ یہ قصیدہ مہا یاس طویل ہے لہذا اس
استعارہ منتخب کر کے درج کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ عجیب قصیدہ کہا ہے۔ جس میں
نصائح کے ہم کو ظرافت کی جاشی دیکر ترست کی صورت میں پیش کیا ہے۔

میں شاعرانہ رہتی رہیں قصیدہ نگار
کہ اس کے ماہ محرم میں ساتویں تاریخ
تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں ایک اکٹارہ ہر
ہیں دو جہیز مہال لئے مہری کشتہ کا
جس کے انوارے حایا و اس کے مترنا کا
عجیب ٹھاٹھ ہے میرے مقابلہ کی
چلا ہے ایک مٹی کا ماند ہر حکم
میں اپنے دل میں لگا کئے کیا حاقہ ہے
سیر گری کا یہ میں تھا کسی زمانہ میں
کہاں ہیں اس دہ دیوار صف شکس مانی
جواب دل یہ دیکھ کہ مت تھک کر

ایک سادہ گزرتی ہے نادلی اللہ صابر
گیا جو کسر سے قصار اسما سحر مار مار
اور ہی کھڑکے حسکا نہیں حساب و شمار
ہر اک دن بیکیتی میں طاق اور طرار
دکھایا چہرہ ریلو یہ جا کیا ہے واہ
مرائے ڈھنگ سے کرت کا کرتے ہر اچار
کھڑا ہے ایک لئے سہ ماہی زار۔ تو ہار
مٹے ہوئے ہیں اس میں یہ وہانی ہار
یہ وہ زمانہ رہا یہ اس صومر بیکار
کہ ان لوگوں نے دے تھے حال و دل بہار
میں اس سے راجدے ساؤں زمانہ کے طرار

(شاعر)

سحر و اب رماں کی بھی ہے یہی حالت
 سوائے عشق نہیں سو جھٹا انھیں صہوں
 ہے شاعری میں یہ ہیلا اصول موصوعہ
 تمام اگلے زمانہ کا ہے یہ لیس خوردہ
 کمال اپنا بچتہ ہیں خود ستائی کو
 حواسیہ فخریہ آئیں تو مس کریں تسخیر
 ہے ایک عار میں بانی سٹرا ہوا سر پہ
 وہ یتیم آیا کو سمجھا ہے ماحد اسے چار
 اسی طرح ہیں ہمارے زمانہ کے شاعر
 کیا ہے نام رٹل قافیہ کا ایسے سخن
 حواں کے دیکھئے دیوان تو لور کے لڈو
 دہی ہے شاعر غدا حوئے تکی ہاسکے
 یہ ام کی طبع ہلکے اور معسی رنگیں
 نہ جس سے طبع کو تعریج ہو نہ دل کو حوشی

(نمونہ غزل)

صعب ہے دوست کی حلاوت و ظالم دعداد
 ہے دلبروں کی بھی شامت نہ معذرت بہ کمر
 یہ آپ کے گل عارض دہی ہیں ماسی بھول
 حوٹوں بال کی محراب ہے سسم ارد
 رہ کر کواں ہے کس مس ڈکو کیل لٹیا
 ستم سحر دل آدر سے وفا منکار
 سحاسے رلف کے دواروں کی ہے بھکار
 شری ہے رخ کی حالت میں سر گریہ بیچار
 تو ہے قرہ بھی یوس کے سپاہوں کی قطار
 مہور ہے ماحہ کہ حس سے ہو گا بیچار

سب دراق کا دکھ اگر کریں تحسیر
 وہی لٹوری ہے قمری لویر کئی بلیل
 عریب صحیح ہر دم دو لیتیاں جھاڑیں
 ہے جرح میر تو دم سے تنا عددن کا میر
 جمال یوسف و اعجاز عیسیٰ و موسیٰ
 نہ کچھ جدا کا لحاظ اور نہ اسیا کا ادب
 ہیں اس کی طبع دلی عنکسوت کا حال
 وہ نہ رستے نہیں لقمہ مبالغہ کے مدوں
 سادہ درج کی کرتی ہیں نکھیاں بھس بھس
 لکھیں جو قصہ تو دل و دیر کا افسانہ
 کریں جڑیل کو حور اب خلد سے لست
 حب ایہ ہونے ہیں مہتمن منتدل دارد
 کرس و مدح کسی چیز کے کی وہ بالعرض
 بنائیں اُسکے تئیں پروکھ کا سلطان
 ہے پتہ کہ اس تاعروں کے تہا پس
 متاعہ ہو تو لڑتے ہیں جیسے نیلی مرغ
 وہ خود فرخش سے آج امتداد راں
 اگر میں کہ ہوا ہے ملاں رئیس علی
 اور لکھتے ہیں وہ تھاں اور لکھتے ڈیرے

جہاں نہ تبادلیوں تنا عددن کی بھی تحسیر

ابہ اس کی کا ٹکڑی کی اٹھ بھس کوئی سرکار

تو ایسا کو ڈبو دیو سے دیدہ و شمار
 وہی ہے سر و کا ٹھنٹ اور طول نامتیار
 کریں مساجد و کتب سے دم دما کے فرار
 یہ کوستے ہیں آستے یہ مرید باہنماہ
 ہیں انکی گندہ دہانی کے سامنے مسجور
 یہ اہل کی در بھر ہی شاعری ہا انکی مار
 اور ان کی مدق معصوم ہے کھیل کا نکار
 بغیر بھگی کے حسن طرح چل سکے نہ کار
 جیک رہا ہے لوں پر جو تیر پہ گفتار
 لکھاں کہ بکے ڈھرا و جھوٹ کے اسار
 سائنس اوٹ کٹیلے کو گلشن بے خار
 تو گو یا عرق سے اتری چیار کو سیکار
 تو بھر سکد و دارا ہیں اُسکے باج گزار
 جی اہل ہونہ کی کوردہ کا عمر دار
 لیا ہے جھوٹ لے کلنگ میں اکن کر اوتار
 لوہاں ہیں جیجے ستکستہ ہیں مقدار
 کرس سے کوئی ہلکے سیکڑا بے اوتار
 تو بیلے قطعہ تاریخ کر رکھس تیار
 جہاں کہ اتے تھے یہ بھاد کا عدی ہمار

فلسفی علما

ر ساعدوں ہی یہ تہاڑے ہیں یہ سحر
کہ عالموں کا بھی اسی دور میں ہے تمار
وہیں ہیں آج جہاں تھے یہ دس صدی پہلے
گیا ہے قافلہ درادر ٹٹولے ہیں عمار
وہی قدیم زمانہ کا فلسفہ سٹرل
ہو جیسے کہہ کھڈر کی ڈہی ہوئی دیوار
جو کہ قصہ بہت طویل ہے اس لئے اسی پر کھانگی گئی۔

اسلام کا حصہ تھا اگر نام و نمود
پڑھتے پھردا اب آئن کے مراہوں یہ درود
کچھ ہفتہ میں لقا رائج الوقت بھی ہے
یا اتنی ہی لایحی بدیرم سلطان لاد

کیا کہتے ہیں دس میں مہتیاں اسلام
حب بیج مساحد سے نہیں چلتا کام
تو دہ کھایا کے لئے موسم کو
حاکم بھی ہے یا ہمیں حد اکا سیلام

لے کارہ دقت کو گرا رو یا رو
یوں سست پڑے پڑے بہت ہارو
رات کی فصل میں ہے درخت لارم
کچھ بھی نہ کر دو تو کھیاں ہی مارو

لاکھوں چیریں سا کے بھیجیں انگر
سب کرتے ہیں بداد ہوس ابیر تیر
جڑے ہیں مگر عدم انگریزی سے
گڑ کھاتے ہیں اور گلنگلوں سے ہیر

استہما اک ایرانی ساعر کا کلام ہے جس کا اصلی نام مرزا عبد اللہ تھا
اور کا مولد اصفہاں تھا وہیں ستودہ مائی اور مہولی تعلیم بھی اسی سر زمین میں حاصل
کی استہما کے والد کا نام حاجی محمد حسن تھا جو گرجہستان سے ایران میں آئے اور
اسی لوگوں کو بھی کہ وہ بھی ارحس تھیں ایسے ہمراہ لے آئے تھے کہ ان میں مرزا عبد اللہ

بیدار ہوئے اور ایسے والد کے سایہ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ یہ استاد ہی سے نہایت فنی اور دہیں واقع ہوئے تھے۔ مگر مدد نصیب بھی اول درجہ کے تھے جیسی ہجوذ بچہ ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور سچا رہے اشتہا کو مدرسہ میں داخل ہونے کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ بغیر اس کے اوقات گزاری کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی حالت میں یہ تحصیل علوم میں متغول رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ محنت و توفیق کی بھی مستحق کرتے رہے۔ حیدر در میں صرف دہو۔ مطلق۔ کلام۔ ۶ دس و قافیہ میں کمال حاصل کر لیا علم کے ساتھ ہی ساتھ ان کی حوصلہ سازی اور طرانت بھی ترقی کرتی رہی تا انکہ علوم سیمہ سے فراغت کرنے پر ایک در دست طریق بن گئے اور ان کی ہر طرف تہرت ہو گئی۔ اور استاد ہی سے یہ بھی متوقی دامگیر تھا کہ ایسے معاصرین اور متقدمین کا عمدہ کلام ماضی کے طریق پر جمع کرتے رہتے تھے۔ اسی تحف اور علو کی وجہ سے خود ان کو شاعری کا متوقی پیدا ہوا۔ مگر حب یہ خیال آیا کہ ہزاروں دی کمال شعرا گرہ گئے اور آج ایسے گوشت گسائی میں بیٹھے ہیں کہ کوئی اُس کو جانتا بھی نہیں تو کچھ دل افردہ ہو کر رہ گئے مگر طبیعت کے اچھا اور دلی حوصلہ نے بھلا نہ بچھڑے دیا۔ یہ حیثیتہ طرانت کی صورت میں بھونٹ کھلا اور در و در سے بھٹے لگا۔ مگر طرانت میں بھی ایک خاص قسم احتیاری کی۔ یہی تمام کھانا مٹھا مٹوں میں دل اور بھوک کا ذکر کرنا ایسے ادیر فرص کر لیا۔ اور آخر کار وہ تمام کلام اچھا خاصہ سکھ سستاں طرانت میں لگا۔ مگر ماہ اہل کمال کا ہمتہ دہش رہا ہے۔ اشتہا سچا رہے ہمتہ مفلوک الحال پرستان در گار رہے۔ کبھی بیٹھ کھڑا نصیب نہ ہوا۔ آخر اسی عالم کس میر سی میں شملہ میں انتقال کیا۔ حرم نے اُس کی تاریخ و حیات لکھی۔

امسوس کہ اشتہا سے بافصل و ہر
ار ملک، ماسو سے لقا کردگر
نگھٹائے تاریخ و حیات جس حرم
اسے واسے کہ اشتہا ما ارم دگر

استہانہایت یکدل اور عبور تھے۔ کسی سے سوال کر سنے کو ہایت نہایت تھے۔ ایسا فقر و فاقہ حتی المقدور کسی پر ظاہر نہ ہوئے دیتے اور غالباً معلیٰ سے بسر اوقات کرتے تھے۔ اُن کے کلام میں طراوت بہت ہے۔ مگر وہ اسی حد میں محدود ہے حکما ہم ذکر کر چکے۔ بھٹکی اُن کے یہاں قدما سے کم نہیں۔ مگر قدیم رماں اور اُن کی زمان میں فرق ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔ جو تمام دیوان سے اسباب کیا گیا۔

مستہو گنتہ است در آفاق نام ما	رہیں اُتہا سے سجد و مالا کلام ما
ما کے جگہ نہ لاف پرورد	کایں سکرار و بد در اول تمام ما
گردوری تمام خلایق کسب کج	گرد و عدا سے مختصر صبح و شام ما
اُن گنبد بر رگ کہ در سجدتہ است	سر یوس کو چکے است۔ مابا طہام ما
قنادار مارسانہ کسے سلام	ق دانگہ زرد سے لطف گنبد بیام ما
جوں ذکر جیر ماہمہ سیر ہی تمام	دور از مروت است و تلخ کام ما
ار یص عام ترست تا یج غایت	یش ار سیکھیں سچاں شد قوام ما
ار سکہ آتشم نہ دل است از عم کب	سور عمدہ رہی کہ کمد قصد نام ما
مشکل کہ در حشر بر آیم سر حاک	تا پوسے قورمہ برسد و مستام ما

سے برسد نام، قرمہ متنام	گر مار گراہد ہمہ دیگ جہاں را
گریہ دہ دلمہ مردم در نظر حلل	یک خطہ کم کشف دوحہ زار ہماں
گریک دوسہ ماے مکھ آرم محرم	صد یارہ کم کوں رہ تمہو ستال

دسم مرل مردل دگر بار در دو حرم دگر دگر گیا در در حال اس طبل ہے ہکلام را

پیش من گزینشد حلوا را
میجو دم هر چه هست یکجا داد
سردار یا شمیمه الیسید
قامت قدس و دالارا

یک سترار حرمه کو تا که رها نم کون
ارکھو این سارباں ایدل مہار خوشینا

کو تنھن کریمے کہ دریں موسم سرما
هر صبح حیلے نہ گزاردہ برما
ار محبت تهر جو اندیشہ حسیہ یروا
در حین و خطارت حکایت و طباہان
رقاب پلوت کتام جو نہ لیمیا
مال تنکم هست یار ید کماے
کس حاتمہ لود در خور آن قامت و عا
یک میضہ مرے نہ بود در ہمہ عالم
تسا کہ کہ جو نیم زمسدر سرل عفا
شب تانہ سحر ماسد مہار در وقت انکور
ار دیدہ ید اس ہمہ دم عقد تریا

گر ریختہ اگر ستام حورم لویب صبح
ماد گورم ہم اندر سگد سدازا
اگر ازل - سار مد مار کھیرے
ہمہ سحر کماں می طلسم زندانزا

تہا زوئے کلمہ نہ اریا قتادہ ایم
کز سر مد رتندہ استا یکسا دوقا

تمام سال حورم حسرت شب مہیاں
ار انکہ اردل دجاں ناملم لساوا
نہ ردولہ سبت سبت ہی مرما روا
نہ ردولہ سبت سبت ہی مرما روا
دو دہ ہار حدک سبت سبت سبت سبت
دو دہ ہار حدک سبت سبت سبت سبت

گر چید سیر و نیز مجور می انجیر را ار قوت ارد بهم شکسته رنجیر را
دم در مهر می زید در پیش ما قافله کر با لگ خست تاخته ریر دم که گیر را

گفته که گندم ستم دام ام بود در حیب نعیم در لطم روز عید و روز مر است

خلق را گر همه رعبت به پیر پیش است میتر میل دلم ما کره گا پیش است
به حیات در دشتام گرم همسایه آستماست که بهتر در اراج پیش است
لا عار کو فته گاؤ حیدر و دسر به + شیر در عینه بیجا بهرتن چون پیش است
حاک و خودم ارتقا مد تا کتبه هر چند حق شود ار قور به آرد و ست
آنکس که مانع است سوئے طعام ما ار حادال آدم خاکی فرشته حوست

ما حرم است اس بر دقرم سمد الفرم چون مرد ما کس که رآل بیمار است
هر کس که هر ستم به صیانت صدار ما در مردس به تنه چر سداں بود است
رزدک هرا که سیم رجاں میجور دمدام در د و صیف و قتل در محوره لام است
هر کس که عود و بیار در اداں بر دوس اودر حمار ما حیه مهری را بر است
روغن مدانی ارجه روئے عدس نکوست این لوعوس رست سرا ادر یور است

اسم را دادم و در وره گزتم خورم
حالیا لوست و سار و نکات در میان
در مرتبت من و نگ طعانی آید
گوس را نه کفگیه به بر بلعین است

حل صبار میایه خورد اگر کس قوت
بیتو دکھاں میر و عا حر و قوت
کھن درم سرد درگی به سر گیم
رنه اگر ششوم در حصه تا یون
من عیشتم کم اذل امارا هرگز
که و نه استش دور به ر حقه یا قوت

هر که ساک در فدا کسد کحل اصر
بر سر سبزه نسکا به تبت مار و دو
هر کجا قصه جزو آید مسال
اتر است عمن از حرد و دو اردو

ماں به یار سحر جو دم مسکال
ا کے ا لو کیے مسیہ مسکال

هر کس که د و کرمه سکا کک شت
نیل نیل نیکی به یس در یی که

اسم را دادم و در وره گزتم خورم
سمیر و شتر ه صفت تیر ه مات و ارد
درد که دود خلع در د و ک امار
ا یار است اگر رطاب بهیم در را
عمر و دل و در و کمر و مار و صلع
ا یار است به یاد و آ ارد
اوساں حال بیس ار هست تو
سام عمر پام این است و دوار

اشفاق - ایک، علم، کلام، اسام سے الیگہ در سگر سں کو گنا

بہت عکس ہے کہ یہی نام بھی ہو، زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ مگر نہ کام یہ ہے۔
 مصرع کا لگانا تو ہے حصہ شعرا کا سبھی ہے روئے کدہ اسان خلکا
 قہمی سے میا کی کی بھی حال رہوس تھیرے یہی بھی ملی ہم کو لڑا کا
 بیٹا ہے جگر گد کی طرح مودی مہم ہبے دے دیا نہ دبانے اسے تاکا

اصغر۔ آپ کا نام سید علی اصغر ہے۔ شاہ پور ضلع فقیر کے رہنے والے ہیں
 راہ حال کے مدد سح ساعر ہیں۔ اودہ تیج ساق میں آپ کی ایک نظم ہم عنوان
 رنگ میں بھگ نظر سے گری۔ جس میں بعض جگہ شوہیوں اور طراشت کا لطف
 رنگ شامل ہے۔ انتخاب نظم یہ ہے۔

یہ محرم میں ہوئی کا ہوار ہستی صورت ہے اور دل ہمار
 گر ٹپ ٹپک کے ردہ ہا جیم حب آ یا سسم نثار میار
 لگ گئی آکھ موت آ پوچی ہو گئی جس مسترک بیمار
 روح قالب سے سیر کو کلی عالم حواس کی دکھائی ہمار
 نظر آیا سب ٹرا سداں عرصہ حتم جس کا ماح گرا
 کہ آتش ساں میں مالکل دھوپ سے سیر ہر آتشیار
 ایک بڑھاد صف رسائل نظر آیا یہ صورت جو کھوار
 ۔ میں اس نفی ہر صفیاب جھرمال ہمیں یڑی تھیں ہزار
 صعب میری سے تھک گئی قہمی کر سر بھی جہاں تھا صورت میوار
 یاسے ماند نہ حاس رس بھی بھی عجب فحشے میں حال رار
 کہ ہراس اور کہ ٹھہری ہفت ٹھہ کہہ اک قدم ہوا دپار
 طرح گما سدا آسب قراں کہ کہ دم دم مرالاما ہم ہزار

دل میں آنا حاصل ڈر کیا ہے
 حصرت حقیر سہر یوش ہیں یہ
 پھر نہ آنا حسیاں ڈر کے ساتھ
 ایک ہی لقمہ نہیں نگل جاسے
 بھینچا لا حول کہہ کے اسم اللہ
 پوچھا کہ میں اس فقیر کے پاس
 بیٹے پر جمنا کہ کوئی ہو کیا ہو
 کس کے پیر نگہ کے گھاٹل ہو
 لا لا وہ مرد بیک جوش سلوب
 تیغ ابرو کا میں نہیں گھاٹل
 انقلاب فلک کا مارا ہوں
 لوگ سب سو رہے ہیں جلد تیرا
 تم بھی تو آدمی ہو ہمت دار
 یا ہیں درویش کامل و دیدار
 ہو نہ انسان یہ کوئی آدم خوار
 مجھ کو حلوا سمجھ کے لڑت دار
 دلمیں ڈھارس بدھی جلا پایا
 دیکھی آنکھوں سے مٹکی حالت ار
 ایسا مجھ کو مسادو نام و دیار
 کس کی حیشم سیر کے ہو بیمار
 حال کیا یو جھتے ہو کم اسے یار
 نہ کسی حور و ش کا عاشق زار
 دلیر اٹھی ہے درد کی دیوار
 اس کے افعال پر ہوں رار و زار

فرط غم سے جو کھل گئی آنکھیں
 دہی کے دھن و ہی فریاد
 مٹ گمارب طلسم کا گھر مار
 ستر تم ہے اور اصرار

اظہار۔ اس سخلص کے ایک شاعر تھے حوصلہ شاہجہاں پور کی تحصیل یا کچھڑی ہیں
 خواہیں نویسی کر کے سسر ادقاب کرتے تھے۔ زیادہ حالات معلوم نہیں۔ طرابت کے
 نہ شعر ان کی طرف منسوب ہیں۔

مستہ لیا بھیا عمر سے تہہ حیا کا
 وہ کھو لکر دمی رہا دھکتہ ہیں
 کھر بھی نہ ٹاکیے کو لالہ لوث یا کا
 امام آئے اگر سامہ نہ دھلا نہ ۶

سب سے مشکل ہے کہ کسی سخی اداکار ہالی کی
ہاں یا نہ اس کے گھس جانی بہ دم میں قتل ہونے کی
پر ہی بے بیٹھ کر بیٹھے ہوں میں (دوسری طرف کی)

افسوس کہ آپ کا نام مامی حاد اداکار ہے۔ آپ میرے بچے کے معترف کے حاد اداکار کے ایک
عرہ رکھتے ہیں۔ آپ کی شادی میں بہت سی وہ سی چیزیں یاد ہیں جس کا اس سے
بیلہ وجود تھا۔ بعض عجیب گھس جیوں کی قائل ہیں آپ بے اس دلکش انداز
میں لکھی ہیں کہ بے اختیار داد دیا پڑتی ہے۔ تمام اداکار جس پر قادر ہیں۔ بہت
جس قسم۔ کتنے عجیب و غریب سسٹم بتائی ہے۔ اگر مری میں ہے۔ اسے تک تحصیل علم
کر کے دکھانے کے امتحان کے لئے اس کی دی۔ کہ بچا ایک طبیعت اُچھا لگتی۔ اور
مہیہ و ایشیا کی طرف توجہ کی۔ جیسا کہ اس وقت تک آپ کی معہ و ایشیا تک
یہ نتائج دیکھ رہے ہیں۔ اس میں کتنے سرسبز نظام جسمانی کے ساتھ
قابل قدر اور ان کی سمجھیں ہیں۔ اگر مری کے علاوہ مری کی مطلقاً کو بھی ہائی مہیہ
ہے۔ اور یہ سب ملکہ امتداد و مقدمات پر ہے اور ہر سیکہ ادنیٰ خدمات اور
آمد کی انتہا و تر و پج میں مہمک رہے۔ آپ کی ماسقاسہ ماسوی میں بھی ایک
خاص قسم کی حاد ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی رنگ طراوت کی طرف بھی
توجہ دیتے ہیں اور اس طرح کے مری کبھی کبھی ہرل بھی لگتے ہیں۔ مگر آپ کو کبھی چیل
یہ نہیں دیا کہ ان کو شائع کیا گیا۔ یہ بہت ہی اداکار بہت ہی حاد و حاد ہوتے تھے
اور مہم سے رہتے حاد و اداکار جموں میں اتفاقاً وقت سے آگے لکھے میں ہمیں
اور مری میں کبھی نہیں آئے۔ مہم میں آپ کی عمر تقریباً ۲۸ سال ہے
ان کو کوشش حاصل ہو چکی ہو گی۔ وہ ایک حاد و حاد ہوتے ہیں۔ ان میں سے
ان میں سے ایک کی طرح ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کی طرح ہوتے ہیں۔

یہاں میں سیب جتنے ہیں وہ سب کٹے ہوئے ہیں
 کہ عدول کو چھو لینے کے طبع سے میں ہوتے ہیں
 کھانے کے چلنے میں راہ صاف
 سکھانے میں ہیں اس کو اس زمانے میں
 یہ اسی بات ہے جسے کوئی کہے اس
 شراب لاتی ہے شیشیہ کے کارخانے میں
 وہ کہتے ہیں سوا دیسیوں سے تنگ کر
 ان کی یہ دار اکھیں تار خلک لے ہوچی
 مسٹر ہو مولوی ہو کوئی مات ایک ہے
 ہم بھی سوچ رہے ہیں کہ خیال اچھا ہے
 مذہب میں ورمہ سے سیاست میں لکھتے ہیں
 چیکے سے کال میں سوئے دے کی مات ہے
 یہ یرہ درودہ کچھ نہیں سب واپیات ہے
 آئیے موحودہ مارے کی روشنی بعض ایسے استعارے ہیں جس کے الفاظ مایہ
 بلند اور پرستوہ ہیں مگر معنی نام کو بھی نہیں۔ مگر ان کے لکھے کی اجازت نہیں دی۔

افسق۔ مہ علام حسین ام بھا۔ رمل پور کے رہنے والے تھے۔ اگرچہ عام اور
 مشہور ماکر سے آپ کے ذکر اور نام سے جانا ہیں۔ نگہ بھر ہی ایک معاشرہ نے آپ کا
 ذکر ان الفاظ میں کر ہی دیا ”اسمت میر علام حسین انس تخلص از مسترا۔“ اس عصر است
 اریسکہ قرآن سے ہم نائل است در شعریت۔ لی معاید اکتہ مرات ادہ طرف ہر لی آید
 سوچی طعش ارکلا مش ہویدا سب رح لی مراحت ارکلس یہ است کاتق کہ این خیال
 در دل ادعا میاے دآفتاب اشعار رگس رستیدہ آفتق۔ تا سے استاد الشرفہ رفقہ
 اریں تادیب سود و تخلص خود ہدایت قرار دہ۔ دریں ایام ادراقم الخروف ارتباط کلی
 دار دجیا سج دیوان را کھ خود نقل کردہ فقیر اراالی داست۔ یہ ہے وہ عمارت
 خوشی کھی ماراں جھپق اور نگ انادی نے ایہ تہ کہہ چہستان سوار میں انس صاحب
 کہے لئے لکھی ہے اس سے معلوم ہو تا تھا کہ مرصا سب صاحب دیوان ساء ہے۔ مگر
 اس زمانہ میں اتفاق وقت سے آپ کا ہی لکھا ہوا دیوانہ صاحب تہ کہہ کو ایہ ہا ہے

سینق سترالہ تک بقید حیات تھے۔ کوئٹہ دیوان کے آخر میں دونوں کی مہر لگی ہوئی ہیں۔ اس صاحب کے ایک مقطع سے اُن کے سلسلہ تلمذ کا بھی پتہ چلتا ہے اسبق کے اس سخن کا ہوا تہہ

سہ میں سکے رائی عالم لود کا

دیوان میں سب اصناف سخن رابعا یاب۔ مستزاد خمس۔ واسو حوب۔ اور ایک مودی گچھہ آفاق بھی شامل ہے۔ ہتوی چار کمان۔ مکہ مسجد۔ چوک میدان۔ دائرہ میر۔ حادر گھاٹ۔ چار محل۔ اور چوک حیدر آباد یہ نظمیں ہیں اور لطف یہ کہ حیدر آباد کی اصلاحی حالت کا جو اس زمانہ میں بھی فوٹو کچھ دیا ہے ساتھ ہی ساتھ ایسی ادارہ مراحمی ادماستی کے حالات بھی صاف صاف سماں کرتے پھلے گئے ہیں۔ جیساں ماراری کے ذکر میر سے دیوان الامال سے۔ تاجو۔ رحمت۔ جلتی میگم۔ جمیلہ تاج النساء۔ اللہ۔ لی حال۔ جیت ما رہرہ۔ گلاو۔ یا جس کے نام کا محادیوان میں نظر آئے ہیں۔ صفحہ کا عدد ریوں کا پتہ ملتا سا ہوا ہے۔ اور یہ ذکر جرحا کا ایسے زبان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ زمانہ موجودہ کے مصالح اُن کو مالا بھی ملتی کرے کی احارت نہیں دیتے۔ غزلیں محش اسر یا محش ہیں کہیں دلہا یا یہ سن کی جو براتراتے ہیں لویہ سچے اور ڈانے ہیں کیا سے اور استعارہ کی صفت سے بہت بلند ہیں کیا محال کہ کہیں دیکھی جھپی مات کہیں۔ وہ وہ کبریٰ سمائی ہیں کہ طرات اور ہرالی سے گر کر دوا حشات میں جایو گئے ہیں اور ٹپے ٹپے ہرالی علیہ صفت معال بر نظر آتے ہیں اور حساب اور ہرالی کے سر معمل سے جوئے نظر آتے ہیں عرصہ کا یہ حضرت کا دیوان ہزلیات کی اسانکلو پیڈیا بھی فاموس الاحتمات من کر گیا ہے۔ مگر ہرل میں اسے مساق معلوم ہوتے ہیں کہ آرح می ہر اعطال کے کمال کا تہہ و تاسہ۔ سرمامہ۔ لوالیر۔ حواسم الشیطان الرحیم لکھا ہوا نظر آتا ہے لویہ ٹھیمہ دا لے کی طہیت سن ہو حاتی۔ ہے ٹری شکل سے آپ کے دیوان کا اتوار کر کہہ احتمات سے کیا کہ

جواب محتسب کا پوری نے یہ چند شعر زمانہ رسالہ کان پور میں طبع کر اسے نکتے حس کو ہم پر نقل کر لے ہیں۔

قطرہ آب کو دیکھو لے در درون ہم لے کم دکھیا ہے موتی جگ میں ایسی سا
قطرہ آب کی آب سے حیرہ گوہر ہے پانی ہنور
حب اسے لمحہ کل تھک سنے کے تے لے چین میں خرد کے خیاں سے کھینچا
ادھر سے بہا اور ادھر سے حوں آگے دونوں لے جھکو گریباں سے کھینچا
میدر آماو میں سید ہی کا اس زمانہ میں بڑا دور تھا اسی کے متعلق کہتے ہیں۔

آج کل ہے دور سید ہی کا رکھے سن آہو ہم بدگردوں، دونوں کی مال دالوں کھڑ
اس گردن ملک میں اسراف ہیں یہاں خردوں کو تیسر شال اور دلائیال ہا
نارہ صدی کے دور میں راحت میں رہی اک درہ دنگ کی جلالت ہمیں رہی
حسن کی تھپڑ سے اسے تھپڑ ما اب ڈل گئی ماں مست کر ماں لے حوی کی ساعت ٹل گئی
کس دیکھ سے کہ اسے تھپڑ تو معلوم پڑی ہے عمت کی ترسہ مکھو یہ گھٹا دیم ٹپڑ ہے
یا کر سے یا بھوت چڑا تھپڑ تو سچے کہہ یکا ر تو مٹھی ہوئی کیوں گھوم ٹپڑی ہے
اٹھو یا۔ د تماشے کو چاہے ہنگام ہوئی ہے کسی کی لال ساری ہے کسی کی رہ دہلی ہے
ماوں کے حق میں گرہ طوفان ہے گلا ہو گالے کہے جس میں نیکیں سلطان ہے گلابو
یہی حید تنواریسے ہیں جس میں واسطہ ہیں باقی تمام دیوالی اسی سے کھرا ہے

اقبال۔ ڈاکٹر شیخ محمد امال صاحب۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ سٹر اسٹا لاہور کا
تخلص ہے۔ آپ کے حالات عایت شہر کی دور سے محتاج تعریف ہیں۔ آپ کی
شاعرانہ قوت متقی۔ فکر صائب۔ تخیل۔ ہمیشہ دھیرہ کا ملک کا ایک اکا کہہ قائل
ہے۔ اور درجہ اب اردو دارسی نظر رہاں آپ کو مٹونی حال ہے۔ جو کہ اسی سے

اکرم حرم کے رنگ طرانت میں بھی کچھ فرمایا ہے اس لئے مانگ دراستہ جو آپ کی نظموں
غزلوں و غیرہ کا مجموعہ ہے حد استعارہ کا انتخاب کر کے شامل نہ کرنا ہوں۔ اگرچہ
آپ کی اصلی شاعری کے مقابل میں اس قسم کے استعارہ کم سے کم درجہ بھی نہیں یا سکتے
مگر صرف آپ کے نام مامی کے لحاظ سے درج کرنا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی
شاعری کے لئے ہرگز آپ کا دماغ موروں نہیں ہے۔ کائنات کچھ فرمایا ہے یہ نہ فرمایا
ہوتا انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

مسترق میں اصول میں جاتے ہیں مہرب میں مگر مسیحا جاتے ہیں
رہا نہیں ایک بھی ہمارے پیلے واں ایک کے میں تیں جاتے ہیں

شیخ صاحب بھی تو رہے کے کوئی مامی ہیں محبت میں کالج کے لڑکے ان سے ملنے چلے گئے
وعد میں وادیاں آپ نے نہ صاف صاف ردہ آخر کس سے نہ نہ مہر وہی ان ہو گئے

سب سے ہیں ہمیں و میردار ہی سقوط اچھی لیکے آئے ہیں اسے دل سے ہٹا دیں گے

تھے وہ بھی وہ کہ خدمت استاد کی محض دل جاتا کنا ہدیہ دل پرستی کے لئے
دلا نا ایسا کہ لڑکے کا پس اس سے کہتا ہے ماسٹر سے دل پرستی کے لئے

ایسی عدالت کی یہی حالت اگر قائم رہی آئیں گے سہ سال کا دل نہ کھلے جانے

ہم مسترق کے مسکینوں کا دل مہرب میں جاتا ہے واں کٹر۔۔۔ مامی ہیں انکے پیرا مانگتا ہے

میری امیر مل کو نسل کی کچھ شکل ہیں دوش تو لٹاؤنگے پیسے بھی دلوائیے گیا
میرا غالب جدا جکتے محارما گئے ہم سے یہ مانا کہ دلی میں رہے کھائیے گیا

اٹھا کر بیٹیک دو ماہ گلی میں سی تہدیک کے اٹھے ہیں گھنٹے
میاں سحر بھی چھیلے گئے ساتھ سمایت تیز ہیں یورپ کے رتبے

ساہے میں نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں میرا بے جھوڑوں میں ٹھکانا دشکاروں کا
مگر سرکار سے کیا جہت کس نسل ہاں ہوا یا کوئی اس تہر میں تکیہ تھا سرماہ داروں کا

اکبر۔۔۔ ہمیں سدا کر حسین صاحب رضوی کہ آمادی م حوم۔ اگرچہ آپ کے
کلمات نے آپ کو بد وستان میں اساتذہ کر دیا ہے کہ اس پر احتیاج مافی میں
ہے کہ آپ کے حالات لکھے جائیں مگر قاعدہ و ترتیب کی وجہ سے کچھ لکھتا ہوں آپ
۱۶۔۔۔ ۱۹۷۹ء میں اعظمیہ سوجھیالیں کو مقام کہ آمادہ ہوا۔۔۔ ویسی مدبول
اور کثرت میں تعلیم پائی ۱۹۷۹ء میں آپ نے اپنی درجہ کا امتحان وکالت پاس کیا
اور اس وقت ہیلا رہ گئے۔ اور رنی ماکرسٹہ میں ہانکورٹ میں مسل خواں رہے ۱۹۸۲ء
میں وکالت کی درجہ اعلیٰ کی سند حاصل کی اور ۱۹۸۲ء تک وکالت کرتے رہے ۱۹۸۲ء
میں دوبارہ سرکاری ملازم اختیار کی اور ترقی کر کے سٹیشنر جج کے عہدے تک
پہنچ گئے ۱۹۹۸ء میں حان ہمدادی کا خطاب لیا۔ آپ کو فاضل آرڈو اور
انگریزی راولوں پر حسب ضرورت کافی عبور تھا۔ امتداد عمر ہی سے شعور شعاعی کا
سنو تھا۔ اور حساب و حیدر آمادی کے تاگرد تھے۔ رنگ قدم اس کی شعاعی پر
عالم تھا اگر طرأت کے ہیلا اسد ہی سے کلام میں مایاں تھے۔ مالا حرا سی لگے

یہ ہے کہ اگر مروج کی اس درمارتھیل تک رسائی تھی کہ عام نگاہوں اور معمولی طرحوں کے دہاں جاتے ہو۔ پر حلقے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اصرار کا دعویٰ کیا مگر کوئی ایکٹ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آپ اسے رنگ میں متغیر اور معذور رہے۔

آپ کی طرأت بعض جگہ محض طرأت ہے اور اس میں درہمی الخطا۔ یا مرنی تقلید۔ یا سیاسی تصور بدل۔ یا عام مدد و نصائح وغیرہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ مگر وہ بھی آپ کے کلام کا عنصر غیر فانی ہیں اور اُردو ادب کے واسطے سرمایہ مار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرے صفیہ سے اور میری ذاتی رائے کے موافق دو ہی تنازع ایسے ہیں۔ جنہیں ہم فخر کے ساتھ دوسری دہائیوں کے سامنے لاسکتے ہیں ایک اگر اور دوسرے مراعالیہ۔ دوسرے لگوں کے کمال کا اعتراف کر سکتے ہیں۔ مگر ان دونوں کے مار لائے کا کبھی روادار نہیں ہو سکتا۔

ہر کہہ سترست قلمذی دات
اگر مرحوم کو آرمیں دیا، ہر ہو گیا تھا۔ اور عیش و مسرت روح و مصیبت کا فرق دیتا رہا۔ اسی لئے آرمی کلام میں معمولی صورت یا لہجہ ہے۔ اور آپ کی آخر عمر مستطاف کا یہی رنگ۔ یہ عالم رہا۔

اس وقت آپ کے چار دہاں ہیں تین دیوان طبع ہو چکے ہیں ایک ابھی طبع میں ہوا ہے دیوان میں اور دوسرے میں اگر حیرت ہے۔ مگر تیسرے اور پہلے میں نمایاں اور روش و رنگ ہو گا ہے۔ جس کی تفصیل اربع طالعہ مذکور میں کیا اور لے ٹل سے الیہ ہوں۔ ان دونوں میں سے طرأت کا اسباب علیحدہ علیحدہ کرنا ہوں۔

انتخاب از جلد اول

مری تقریر کا اس سچ کچھ قارئین چلایا
جہاں مددِ حقِ حتمی ہے وہاں حادہ ہیں چلایا

لیجے دے دوسرے محکومہ تو تیں یارِ کرم
میں لے مجھ لیا ہے حساب کا جابج
دوسرے لوں کا لیا ہوں میں محکومے یلا
دلوا سارے ہوں ذرا تیسرا آج کر

ملگیا ترع سے شراب کا رنگ
جود دلا عرض حساب کا رنگ
جلد سے سچ صبح سے یلے
اڑ چلا تھا درا حساب کا رنگ

سہا ہے حالتِ نادہ ہو گیا موی
مدد اصل کیا سچ گئے حرام ہم

موسم گل میں صد اکوٹ مہر کی لہج کی دہریا
لعل سے بھی پیدا ہوئی کھلی کی چہر

الایا یا لطفِ کج خوراحت نہ یاد لسا
کو فر آں سہل نواد دل دے اتنا دشمن لسا
کس ترکیں یا سے جو رہوٹا ڈاس و قیلوں
کس رسد نہ دار و راہ درسم و سر لسا

پر دے کا کیا ہے درد انگا پیدا
ود تیرے کھارا او انکا پیدا
کیا دوسرے گناہ ہے مولیٰ ہی سے
بھیرے کیا ہے ہنکو سنگا سے

مست تھا دل بھول کر ہسکی کا پیسا ہو گیا مس کو دیکھا عاشق زلفِ جلیبا ہو گیا

کہا یہ خر سے دعا عطیے دیکھو سادگی میری ہیں شوقِ نائنس کچھ بہتا ہوں گری گاڑا
کہا اکرے میں بھی یوہی کر لیتا ہو داہنی عطا کرتا خدا تم کو جو یہ تن تو سق یہ داڑھا

ایسا شوق نہ کرنا اکر گور سے کو نہ ثنا سال
بھیا رک ہی ہے چھا ہم بھی کالے یا بھی کالا

رحمیں بکاری کہ مسد بادا عجب جالور سے یہ کاکا تو
تاؤ ذرا عقل ہے میری گم کدھر جو رخ ہے اد کدھر سکیم

کروں دکنچہ کی حالتِ برحکل وہ صم تشریح کا طالب ہوا
کدیا میں لے کہ یہ صافات دیکھو تو تم رہ رہے طالب ہوا

پانی بیا پڑا ہے یا نی کا حرف یہ ٹھہرا ہے ثنائی کا
میٹ جلتا ہے آکھ آئی ہے شاہ اڈو ڈکی دہائی ہے

یہ کی رلف میں الھاء بزمِ اعطیا دل عیب ہوا القہر امتحانوں کا

یہاں میں سرگرد و ثیاں تھوڑے والا ہاں ہی کیا ہے اسے بھائی سڑ میں دھولا

سکہ زور مالوسے در دہوتی کرتا رداست
ما و جو دشش نا لہا سے زار در ا خا رداست
گفتش در میں صل ایں مالہ در با حسیت
گفت مارا حوف مس ڈیکیل ایں کا رداست

ہر ملک کی باتوں کا مرے دل میں ہے جھڑٹ
اجیر میں کھلیا ہوں علیگڈھ میں ہوں لکٹ

شیخ جی زرف سے پھرے تھے پہلے جرح یہ
چشم درد و راس سے ہی آپ کسرٹ کیا دٹ

سید کی طرف تو حیدہ لائے کی جرح
اور سچ کے گھر میں بیچکا لے کی جرح
ہتر ہے ہی کہ تیرستی کیجئے
گو اسپس بھی صبح کو نہائے کی جرح

تہذیب ہے ہنس و حقارت کی نظر
یتلوں یہ عہد و شرارت کی نظر
ہر ہے ہی کہ بگے پھرے اکثر
ساند یڑ جا س اں کی رت کی نظر

خوس کے مری علیں تو لے لاجیدہ
جو ہہا یا ہے اتنا تو تھوڑی لید بھی کر

انہیں شوق عبادت جی ہے دگیا کی عادت بھی
سکتی ہں دعا میں انکے منہ سے ٹھمیاں ہو کر

آگے اکس کے دیں ہے کیا جیر
کھس کے آگے میں ہے کیا جیر

دماں دراقوڑ صرب حہ صاف
حوا مر ہے واقعی گرا رت کر دں صاف
اکار ہس مار روئے سے مجھے
لیکس رطریٹ اس ہے دس کھلا

شیخ صاحب کو بیس شاگرد نکی مانتے کام حسن کی قید نہیں اس ہے مسماۃ سے کام

ماسٹر صاحب کا علم اس وقت گو ہے تیکنا م اہل داستی میں مگر اردوں ہے میرا احترام
مات بالکل صاف ہی سچیدگی کیچھ بھی ہیں میں ہوں مجددی کا ہتھیار وہ ہیں انٹس کے غلام

میں العلم قلیلا کو بھی دیکھو بعد اوتیم نہ مانو گے تو اکدن بھائیو کھاو گے خوتی تم

آپ کی فرقت میں کل میں رات بھر سو یا ہیں لیکن اتمی بات تھی گانا رہا رہا دیا ہیں

دوسہ کہیا کہ گلوری بھی ہیں یا تا ہوں میں کلام اپنا انھیں حاکے سنا آتا ہوں
وہ یہ کہتے ہیں کیا خوب کہا ہے واللہ میں یہ کہتا ہوں کہ آداب بجا لاتا ہوں

حلاف شرع کمی سچ تھو کتابھی ہیں مگر اندھے سے ادھالے یہ جو کتابھی ہیں

حیا ندیں آنا لطف فار ۶۷ ہاے اب اسے ماہ سہا کیا کر دیں

جیکوں دنیا سے کس طرح میں عورت لے کہا کہ گونا ہوں میں
قومی جید سے کہ ہر سمانیں کار لے کہا کہ تو نہ ہوں میں

لو رہا دلے جو جا ہیں میں پھر میں جسکے سریر جو چاہیں نہت تھریں
پچے رہوں کی تیروں سے اکسر تم کیا ہو خدا کے میں ٹکڑے کر دیں

کہ ٹٹی میں جمع ہے ہڈ پارٹ ہو میکس میں تلاش کر دیا مجھے دو چار ٹھنکیس میں

حال دیا سے بھر ہیں آپ گرتقا سس مات میٹھاک ہیں
 شیج جی بر یہ قول صادق ہے جاہ ر حرم کے آپ میڈک ہیں
 سچ جی کو جو آگیا عصہ لگے کہے یہ یعیٹنگ کر دہسا
 ہے ہمارے مودس اتنی حسل ج ہڈی پر پٹ یہ لیسہ

ہ ہب سے بکارا اسے اکراٹھ ہیں تو کبھی نہیں یاروں نے کہا یہ قول غلط تھا وہ ہیں تو کبھی نہیں

ہم ایسی کل کتابیں قائل ضطی سمجھتے ہیں کہ حکو یڑھ کے لڑکے مات کو حطی سمجھتے ہیں

اکبر مجھے تنگ نہیں تیری تیری میں اور تیرے بیان کی دل آوری میں
 شیطان عربی سے ہمد میں ہے سچوت لا حول کا ترجمہ کر انگریزی میں

گورسٹ کی چیریا د منساؤ نگلے میں تو اتریں دہتائیں اٹاؤ
 کہاں ایسی آرا دیاں بھقیں میر اما الحق کو اور بھیاسی یہ یاد

سوق لیلا سے سول سروس کے محو محو کو اتنا دوڑا یا لنگوٹی کہ دیا تیلون کو

یکے کے حق میں کجا دانی نہ کرو اسٹ کے ساتھ میو مائی نہ کرو
 نیٹو عملی رہو گے اور مرد کے عملی نہ کرو کہتا ہوں کہ دعویٰ مدائی نہ کرو

اضادہ ہوئی مجھے گد م یہ ہے
یہ بھی قیمت ررق ڈٹے حوادث
یہ لوتے سے بھی اک خطا ہو گئی
عرص کوڑی کوڑی ادا ہو گئی

رہا کر اپنے مرعہ ہم ستا کی
چھ ہی سے اُس کی کٹا کر ملک نے
سئی تہدیب کے اندھے میں جا کی
حد احاطے ہماری ماں کیا کی
کے دیتی ہے تاریکی ہوا کی
ابھی احس گیا ہے اس طرف سے

ہوئی حب آبد سری ہوا میں سرکدیشانی
سوال اسایہ عیب ہے حسد بیلو کی ارانی
رشرونی کی جیٹی حور ہے کچڑی چوٹ اڑھی
چو کھار کھہر جیسے زود کھا مادہ سلمانی

کچھ پوں میں ہے برستیس گریجوٹیوں کی
سہ ہے قارتوں علم دیں و تقویٰ کی
سراک یہ مانگ ہے ٹیلیوں کی ادھیٹوں کی
حزالی ہے تو معطہ تیج جی کے نیٹوں کی

رات ماں جریں کھکو مسارک لے سج
حصرت حصہ ٹکڈٹ کھکو دلا دیا کتر
مجھ گنگار کو ہے صرف تیس کافی
رہمائی کے لئے ہے غے انہں کافی

شیخ صاحب دیکھ کر اس میں کو ساکت گئے
ماسٹر صاحب سب کمزور تھے ریت ہو گئے

سکھاتے ہیں تعلیم اٹکلت جوا
سہا متوں اگر بیر سے کا ہو
کمیں معلوس کو رٹ کیجئے
لو میر سے رے اپنے گلٹ کیجئے

کامیابی کا سدیسی پر ہر اک در ہے ۔ سو کچھ طارم نے کھولی مگر رسد ہے
 راہ ایسے پھر ہیں اروسے ہمارے ۔ حصارچ پاؤ کہہ بیگا نگہ تلوار سے
 سیدہ مس کا اعلیٰ دل فساد گیر ہے ۔ لوگ سچ کہتے ہیں ادھاں مادا گیر ہے
 سچ جی گلوب نہ بیکلے اور مجھے کہا یا ۔ آپ بی۔ لے یاں ہیں تو مدہنی یاں
 مکس ہیں نے مس تراوش ۔ لیا جائے ۔ گال ایسے یراد ہوں اور کس نہ لیا جائے
 ۔ اک رمارک آسکا عقرب کا بیت ہے ۔ جھکا بھی راعیر کا ہی ۔ لینے ہے
 ٹھو سے کہا کہ گور تتر ہے ۔ اس سے ۔ کہد ماکہ تو کر گیتس ہے
 کتے ہیں حرج کیا ہے حمار کیسے دویل ۔ ماسکل یہ گر گینگے ہم بی صراط سے
 سے بور جا بھی طالب ررق کا ۔ اڑھی بھی تو پیش کی طرف حالی ہے
 کچھ تک میں کاحریت واعطیں جس شخص ۔ ادا ماسہ لہ دوائے دوق ہوں
 اوردے میں رن کے مالک ہو دیں ۔ پھر کیا سب سے اس سے آکھیں انحراف ہیں
 یسوی اردہ جیر اکھیں کے مذاق کی ۔ اردہ کہے میں حردی ہاں صاف ہیں
 شج سے جھوٹے اٹھے اکھ میں ۔ اسیں مکہ مکہ اتھی اس میں بھانکے
 ساہاں معری کرے ہیں جھکو قول ۔ مثال یہ ہیں ۔ کہنا آہی کالا لوگ ہے
 چرے کہ نیچے تر ہے اڑھی کا جھول نکال ۔ اس درد کو بھائیے نصیص مل سے
 صا کا کسو کالو ۔ دیکھے دل سے کہے ۔ ہتھکے لے آہی کو سودا ہے مہمل یہ لہو
 ہم سے تہ وصال وہ لے میں ہو گئے ۔ افسس اس میں ام نہاں ہو گئے
 واسط کم موگنا اسلام کے ناوں سے ۔ وہ گئی آخر سلمانی مانتاں سے
 اب کہاں مکہ تنکد ہیں ہر بایاں کیے ۔ لکھا عشق تانتاں تیاں کھئے
 جو یہی ہر ملنگد ہر حاکے سد سے کہیں ۔ ہم سے ص ۵ لیتے چکو سلمان کیے
 ارے اک میں مونا چکا تلیم سوا ۔ اے کہنے کہاد اور بھی گھرائیں ماں سے

اس کو کیا کام ہے مہر و تہ
 اپنے ریح سے ، مہر و تہ
 جاں شاید فرشتے جھوڑ بھی دیں
 ڈاکٹر قیس کو - جھوڑیں گے
 اس اکھاڑ میں اڑینگے دیکھ کر قنادوں نے
 تیغ لے تہد سے ہجرت کی طرف تیلوں کے
 راہ تو محکو متادی حصر لے
 اوٹ کا لیکس گرایہ کوں دے
 اب تھمڑ میں ہدیگے خاک کے خوب
 حلقا ہوں میں تو مرسل رو
 ہوتا ہے بچ یور میں ماں یا د -
 میں خوش ہوں انشیا کے حمالی یاد سے
 ایساں نیچے یہ ہیں اس سب تلے ہو سے
 لیکس خرید ہو جو علیکا حد کے بھاؤ سے
 دھمکا کے لوسہ لوں گارج رشک ماہ کا
 جیٹھی اس مس کی ہے کہ یہ حادو ہے
 الیسی یری اور غمکو بیا را کٹے
 اس عزم اسے کہ سیمہ یوتس ہو
 مستو یہ تراس فاقہ مستی لائی
 پتلوں کو کر دیا لنگوٹی اس نے
 پردہ در کی راسے سکر بیباں کئے لکین
 اب ہمارے وارث اسے ہی لگوڑے رہ گئے
 حودقت حاتم میں جیوا نوائی بے لہا مہر
 مہمانی میں طاقت حوں ہی بھیسے آئی ہو
 عاشقی کا ہو را اسے کٹاڑے مارے گا
 دم تو اسے بی میں رہے اعیار پانی سے ہو گئے
 پردہ کا مخالف حوسا دل انصر یلم
 اندک مارا سیمہ علی گڑھ کے حلال
 کھائی مرگیاں دھڑ کی حو قسم لولادہ تیغ
 آپ اس قسمیں بھی کھاتے ہیں چہ دیا کاسے
 دھڑ مہر سکر لول انھی وہ سورج میں
 کدما اتھی لوگ تھا یا لگان کہ کھاسکے آج
 کس مسوں یہ اسے کسی تہ نہ حوسکے
 جلیسی گنہ می ہوں - اٹھو ہر اس کی
 نکالا نیچ کو مجلس سے اس بے پیکر
 تہ سے وقت دے سے مرے کا ذکر کر ماہی
 ہمتو کالج کی طرف حاسے ہیں مولو
 کس سوساں مہیرا شہر بھا ہے

انتخاب از کلیات دوم

میں نے کہا جو اس سے ٹھکرا کے حیل عالم
 حیرت میں آ کے لولا کیا آپ ہی رہے ہیں
 یریوں کے عاشقوں کو سودا ہوا سوں کا
 حوہاڑتے تھے حامہ اب کوٹ سی رہے ہیں
 میرے لئے مراب یہاں بھی ہے کیا حرام
 اس تہر میں تو کوئی مجھے حاشا نہیں
 - رس کوئے گلگدن کویری کہتے ہیں
 شیخوں میں کہ حہام و لکھی کہتے ہیں
 اللہ کا حال کچھ نہ یو یو
 دیکھا ہیں مام رکھ لیا ہے
 حسرت بہ ترقی دھڑکی تھی اکھیں
 پردہ حواٹھ گیا تو وہ آخر کل گئی
 جیا۔ دن کی رنگی ہے کس سے کہا فائدہ
 کھاڈل وٹی کلر کی کر خوشی ۷ پھول جا
 ساعزہ داد اچھی دی یہ مجھ کو جرح سے
 تنع ارد کا تھا عاشق خاں بہادر گردیا
 تباہ تھیں کیے میہم سس لیں
 اسان کی شکل جیسے میہوں سا
 یا حامہ بھی یہی ارتھا۔ سہ بدلا
 سہٹا اکھرا عرصہ کہ ستلوں سا
 حکم انگشت کا ملک ہندو کا
 اب جدا ہی ہے معافی صلوا
 پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے
 ہر جہ از ماب میرسد بیکوست
 ہو گئی اب خیال کی اصلاح
 ہر جہ از آب میرسد نیکوست
 - یہاں بھیری سینم امید
 ترقی را جہ آمادہ برآمد
 مارا ملک ستاندہ ہیوے ان ہم
 مدہو ستلہ ہم دنالہم دگریر کرد
 اکوں کرو مار کہ یرسد ریا میر
 کزں جگھت دل جیتندہ و لہر کرد
 رفت دمال ہاروں آل توج
 لورہ ماند و آدمی گم ست
 ہیٹا رام ہر مرس جاسے دتار لہر
 مردنا مسٹر تو اندر شدہ یرا۔ لہ ۷

فقط لکٹ ہی کھاتا ہوں ملا جائے نئی ملت کا ہوں میں راہدہ خشک
 حاتمہ قائم ہے مگر وہ مدہی تعلیم گم ہمارا راہیم ماتی دیں اور راہیم گم
 حسرت عشاق مارا جا میں کچھ نہ بچے اور ہمارا نہ ارد مس کی کترت سیم گم
 وہ ساتے میں بھی شاتے ہیں کہنے ہیں ماں جاؤ مسارام
 یہی گرد یہ ہیں بتیٹاں کا حاصل ترک لا حولی پہ محور ہوا حاتا ہوا
 تیج تثلیث کی تردید تو کرتے ہیں کچھ گھر میں بیٹھے ہوسے والیں بڑا کرتا ہیں
 حشک کے جو تھے سانس وہ ریل کے ہیں نہیں اہلی کی عکس سگنل قمری کی حشک اکھیں
 اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تھے کولس میں ہست سد سجد میں فقط جھن
 پڑے لگاتے تھے لالہ نہ نھن نہ آنکھوں میں اعیں نہ دانتوں میں مس
 جیسے ہے مالکل وہ اگلے طریقے کہاں کھینچ لیجائے گا ہم کو انھن
 تیج یہ رگوں کہ رشک آتا ہے ادھ کے سولوات جاتے ہیں
 ہیں مگر ادھ یہ ہیں قاصص کام کی ہم یہ مات جانتے ہیں
 ہماری مچھلیں اس بھی لطیف اجڑا ہے مچھلیں نہ احش تھے قبل سیکے اس سسر کے ٹوہیں
 نہ لیس ہتھیار کا ہے نہ رور کہ بڑی کے دھن سے جا کر ٹریں
 دل سے ہم کو سے ہیں مگر کہ اٹلی کی تدویں میں کیرے ٹریں
 سچ صاحب کے تعلق کی نہ تعلق کھل جلتے لاش صاحب کا کہیں مستر میں اطہار ہو
 کر یا یہ بھٹا سے یہ حال بدہ کہ ہستم اس سرگمشي وجہہ
 عمر گر رہا ہے اسی رزم کی طاری میں دوسری یست ہے چہدہ کی طلکاری میں
 رماں اکبر کی اس طر سحر پر ماہ کرتی ہے بھی کی دہن میں تدو، ستہ طار کرتی ہے
 تدبیر حفظ جاں بقیہ ضرر ہے اس وقت ہم مہول لہتہ ضرر ہے
 اما ڈالے ہیں وہ کسے مارے کی و سسکی سے جو ہے ہمارا دہا کی

اداموں سے سوا بیدار کس کی سیٹی ہے	ای سے سچ بیارے لے چھاتی اپنی بیٹی ہے
گل بھیکے ہیں یورٹ کا ہر طرف ملکہ تر کھیں	اسے پھر دسائس بھلا کیجے تو ادھر کھیں
رات اموس سے کہتے تھے یہ مٹی بھائی	تم سے مٹی ہیں الگ کا لہر سی بھائی
وہ نوکر چاہر کا اور یہ گیا کھہ کو بھانہ	ج کا ٹٹو نوامیں سے بھی بڑا بکری ہے
دیا آخر کو تم سے لیٹی	ہو ہی گئے تم عرصہ کو ڈیٹی
کرتے کیا ال سے بھینٹ حالی	کرتے ہم ایسی ٹیٹ خالی
مکہ تک ریل کا سامان ہو چاہتا ہے	اتنا میں بھی مسلمان ہوا چاہتا ہے
کچھ کہہ آدا میں سامان نہیں ہوسد کے	ہاں دہر کیا ہے بحر اگر کے اور مار دے
وہ س لوی میں کرتی آپ کا کرلیے مارے	مگر آپ اڈا اندر کرتا ہے یا گل کا مالک ہے
کاس کرے مجھے وہ ساہر ہوش منظر	کیک لہر رہے اب رات تھیں بھی سہی
اکر دے ہیں کسی سلطان کی روح سے	لیکن تہہ ہو گئے ہنگم کی لوح سے
ال سے لی لے قلعہ اسکول ہی کی ماسکی	رہ ملا یا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی
ہی ہے عقدہ کسائی قوم تو اک	ارہا کھو کہ دیں گے حسن بیجا ہے
سادہ حاجت ر علی کی اور کاشی کی	ماتحتی ہے ماحی لہدے حالی لاکھی کی
اب کہاں دست حسنہ مار گزراں کہاں	ادد تہا میں اور حرمہ تار کی
لے لیا تیرے گاہت میں ٹھیکہ دو دو کا	ریل دالے لہا و باداب کوسا رکی
ڈرے تم کو کم دست میں ملے سے کم حالی	جلد سے ہو بکا ملہا تم حالی نہ ہم حالی
شاؤں آپ سے لہر کہنا کس ہوگا	پلاؤ کہاں تک احاب فاسخا ہوگا
رستہ در گردم انکسہ سیٹ	میں رہ رہا کہ مراست و طہیٹ
ہو آج حارے مومرا سوال	کہاں لے صاحب سے ماہیٹ
کہاں حاؤں اس میں درارہ	وہ جھملا کے لوٹے ہم میں حاؤ

مال کا ٹھی یہ بہرہ دسا ہے چہ ہیں لے اگر
 اُن کو کیا علم ہے گناہوں کی گزشتاری کا
 سنا جو تم کبھی ہمدی کے مخالفت نہ ہو
 بعد مرے کے کھدیگا کہ یہ بھٹی کام کی مات
 بسکہ بھقا مائہ اعمال مرا ہمدی میں
 کوئی ٹوڑھی نہ سکا ل گئی فی القورنحات
 لطاہر بھقا براق راہ عسدر فال
 چو دم سرد اسنتم لبڈر برآمد
 کوسل میں ٹڑا ہے ہیں طاقت پڑی
 نچ کسے ہیں کیرید کی پرستیں ہی ہر دم
 عاشق کہتے ہیں اسنڈ کی بھی یاد تہ کر
 مولوی ہو ہی چکے تھے مدر کالج اسے قتل
 حالقا ہیں رنگی بھتیں اب ہا اسکا اہدام
 مائیے میں تھے وہ سنگھیر
 صبح کے وقت ہنس پڑی وہ سیم
 حب وہ لوے سہاسے کو کڑوں کوں
 مرج تارح درخت لا ہو یتیم
 لوڑ ہوں کسے مانتھ لوگ کما تنکے ما کریں
 لیکن موت آسے تو نوڑ بھٹی کیا کرس
 گوشت اوچی ہے برادر حریف
 شیج بھی کچھ کم میں ہیں جیمیں
 ان کا طوطی نولتا ہے عرس یر
 انکی مرعی لو لیتی ہے کسپیں
 تعلیم و حترال سے یہ امید ہے ضرور
 مایے دلہن خوتی سے خود ایسی رات ہیں
 سے رنگ میں مغرب کی رفاقت اسکو کہتے ہیں
 ہوسے مدوں تنکے میں اصدالت اسکو کہتے ہیں
 لورے کہ قص پرکشات کی میں داو دوں
 ہاں یہ حائر ہے ملازمی کو مکار کما دوں
 جرح بے ہوش کیش کہ یا اطرار میں
 قوم کالج میں اور انکی رمدگی احار میں
 یا سہ کوئی کھلا میں گھر میں لگی بھاگ
 اسکا گنا سرور ہوا عو رکیا کریں
 کہتے ہی لے وقار ہوں مررا کو کم ہیں
 کافی ہے یہ ترف کہ دماقی سے کم ہیں
 ادلڈر اہر طرف مد نام ہیں
 میگ مد ہو دارت اسلام ہیں
 مہتی مترع نہ ہوں لیڈر اسلام تو ہیں
 نو سے محمد ر سہی کسب کے گلاہام تو ہیں
 اس مترط برہسے ملک سے صلح آبرہ گئی
 قریں ہمایہ کوہ ترکیں اد انکی ہم کریں

کسی کو سخت ہمیں آج بلاپ اورین میں سیاسیات کے لئے ہیں دیس کی دہن میں
 میری مصحور کہ منکر وہ توح لولا بیٹو کی کما سند ہے صا حبیبے تو ماوں
 ہر مانی سے مجھے گودام کی کھی لودی لیکن اب گھوں ہیں اتنی نقطہ گنیں کیا کر
 خوب اکرے یہ اڑائی تار دیں ہے آکھار مدہس کاں
 جیسا موسم ہر مطلق اسکے میں دیوانہ ہوں مایع میں لعل ہوں تو حوالائی میں یرادہ ہوں
 ہمارے دم سے تادمہ توں کے مائے پٹے ہیں ہمیں نے ان کو چیکا یا ہیں دو رخ کے کندہ ہیں
 یہ کیا ضرور ہے کہ ہڈیہ پڑے رہو کہتا ہے اب یہ حرج کہ کھاؤ پڑے رہو
 قاصد ملا جیساں سے وہ کھیلنے پھیلے پلو حفا یہ کہہ لیا یہ کہ کرا اچھا سلام لولو
 قاعدوں میں، من میں گم کرد شعر میں کہتا ہوں ہے تم کرد
 فوب لڑا با ہم دل کبول کر مار ڈالا راویوں لے قوم کو
 سرمدازی ہوا دھڑوں کی دواں کٹھن کی اگر مدد کی ہے اسے تو نصرت تھا کہئے
 حبیب کہا میں نے کہ بیار آنا ہا غلکو کتیر ہنسکے کہئے لگے اور آپ کو آنا کیا ہے
 حام الارام ہے اگر یہ کہ بیاسے کیوں اسکی رستمن ہیں ہوتی کہ یہ کھانا کھاتے
 وہ دل کو فر کلیسا ماسکے چھوڑیں گے اس را دشا کو حرہینی سا کیہوڑیں گے
 کریں گے تو دن سے مسلم ہدا اس سے دائل شرا، اکر بھی ہر با بیاسکے چھوڑیں گے
 تپ کی رہ رہ رہ ہوئے حبیب بسولا ہما تو رہداسہ
 کمیٹی میں جدا دیا کیجئے ترقی کے سچے کیا کیجئے
 اسد جنگی علم ہ جھنڈا سے صرف قویہ اور گمڈا سے
 کیا ہے ماتی حساب قبا میں کچھ حد بیتیں ہیں ایک ٹڈا ہے
 ناکید عداوت یہ ار کہتے ہیں لکے میر ہما میں بھی اکر کی ملا دتا تھا
 در مانیں تر صاحتہ نگار رہا میں ہاسے یہ ار، الکتیں میں کیجئے، وٹا ہیں ہاسے

تہذیب و دم بخود ہے طمع کی گھنٹا سے
 حضرت بھی کام لیے لگے مار پیٹا سے
 صاع ہوا چڑھا لیں دو تو تلیں اکٹھی
 ملا کی دھڑ مسعد اکبر کی دوڑ بھٹی
 سجد کے لئے کہاں ان مقرر یوں کے سلسلے
 دس کو جسے معلایا یہ دہی کھراج ہے
 سو یو جھاد لے اس جیسے کا کیا مقصود؟
 شکم بولا کہ اسکی سخت کیا خادم تو حاضر ہے
 حضرت اگر سے کہد وقا فلہ تیار ہے
 عقل بے اچھی کی کل لالہ مجلس اس سے
 اک ردیو سن کا مٹو آپ بھی کس لیجئے
 سیدھی کو فکر تھی ایک کے دس بس کیجئے
 جھک کے جیلنا چاہتے ہم سب کو دل سے
 دت آہو کچی کو حضرت حان واپس کیجئے
 قوم ضعیف ترگ ہے چمدوں کی مانگیے
 کالج کے جیوئے لپٹے ہیں ٹیڑی کی ٹانگیے
 بیٹو کی گدر ہے دال ہی یر
 کالا اس طرح دال میں ہے
 آسو میں تو سب کے آگے ہیں
 علو الصالحات مشکل ہے
 اشتن شاکی بھی کیا جو ریل ہے
 اس راہ میں ہر ایک یسخر کا میل ہے
 کیا یو تھتے ہو دل کو مرے کیا مقام ہے
 فطرت کے کارخانے میں غم کا گدام ہے
 ہو دوسرے میں مسارک یہ اھل کو داکیا کو
 خون جھگ میں ہی ہے نیک جھگ بھیا گھانے
 اک ڈر میں کھا گیا اتنا کہ کھلی تن سے حان
 حدیب فومی میں مارے ہاں داری ہو گئی
 سجد میں بھی منہ لی تعلیم جاری ہو گئی
 یسلی و محوں میں آجرہ حداری ہو گئی
 یہ مصرعے قافیے ہی کے لئے ہے جو اسے اکبر
 جو آٹھ لکھو کچھ غم میں بیس تو باقی ہے
 رہی لطف کم لگی ہی سہی
 تیج صاحب صفت جی ہی سہی
 زرد گی کو درد ہے اک شعل
 حیرا اھل لستری ہی سہی
 ان کو سکٹ کے لئے سوچی کی پتیلی مل گئی
 کسپ میں علی یغ گیا محوں کو پتیلی مل گئی
 تھتے مع و تھتے لیکن ایک لالہ کیا کہوں
 گھنٹی درجہ گرہا مانی ہے سب ناگھنٹی
 شکم سے حضرت انسان کا ت یا نہ سیکہ
 اس میں ہیں پتیلیاں یہ یا نہیں

دلوں کو کھٹی ملتے ہیں گاتے ہیں بیہوش
 آخان سے بدتر ہے سہرا ختام ہمارا
 بچے مسمی جو اگلے سمجھ اسکو چون اچھا
 یہ کجا ہے قول شاعر گزٹ جنون اچھا
 کیونکر خدا کے عرش کے قاصد ہوں پیر
 حجازیہ میں عرس کا تقنا سہیں ملا
 فرقت لے کہا کہ جا گئے آپ
 کھٹل لے کہا کہ بھا گئے آپ
 ہم ڈتر خواہی دہم آروغ صاف
 اس خیال است دجال آتہ و گران
 کیا پوچھے ہو اکبر تنور مدہ مر کا حال
 حبیہ پولیس سے پوچھ رہا ہے کراہال
 خدا کی راہ میں اسد ریل چل گئی اکراں
 حوٹا دینا ہوا ابھی سے کٹر اکراں
 وصل کا آس تہ خود میں سے کوئی ہٹ کہاں
 صرف وہ میں بھلا سلف گورنمنٹ کساں
 رسوا لوانیکہ لوسہ سے کافی دم دواغ
 لیکن مرا جو آس تو در تیں کریں نہیں
 نہ علی مراد ہیں یا سکھہ دلاں میں
 لیکن حاکمہ کو وہی مادیان ہیں
 ہجر کی تہب یو نہیں کا ڈکھائیو
 آس کا ڈکھائیو جیٹو بھائیو
 جو جاپتے ہیں کٹے عمر امت ال کرے
 ٹٹا ہے ہیں وہ سکھ کا ٹوڑا کے کٹے
 شیطان سے مرکب تہرل نہ سکالی
 ال لوگوں کو ہم توق ترقی کا دلا دو
 کافی ہیں امیروں کو قوامیں گورنمنٹ
 دل میں اب نور خدا کے دل کٹے
 پڑیوں میں فاسٹورسس دیکھئے
 دلیری سکھائی نہیں ہکر یہ لکھ
 سم سے ڈرنا رڑی ردلی ہے
 نظر میں تیرگی ہے اور رگوں میں باقالی ہے
 نہ خدا کے مراک کو عورت رہا س کرے
 تیا بھی کرے کہنے روں ماس کرے
 رنگ کے مولوی کو کیا پوچھئے ہو کیا ہے
 حرم کی مالہ کا حرمی میں ترجیح ہے
 فکر ساری کی ہے کہنگ کی
 اسد اس - ہا بھائیوں کی
 دال لب لگ لگ کھی گل میں سے
 کلا کے یاسے سے ملا لیں سہیں سکتی

بیٹھ مصروف ہے کلر کی میں دل ہے ایران اور ترکی میں
 ہو گیا ہے الہلال آماجگاہ تیر غرب اس نے دور ملک کی جاہداری دیکھے
 کیسیجہ نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو حب تو یہ مقابل ہو تو ظہور نکالو
 صعلی پر چہ تو حسید ہوئی حیر یہ ہے قل هو اللہ احد صبط ہمیں حیر یہ ہے
 صاف کشتا ہوں رہیں خوش یا ہوں اوجوش آسمان اک چاہتا ہے مولوی کش مولوی
 حج کو کیو مکر جائیں کارخانگی کو جیو ذکر اتنی کثرت ہو جو جو ہوں کی تو ملی کیا کوے
 صبح سحر کے دو ٹوٹیے باہنر پیدا ہوئے ایک ہیں حصیہ پلین میں ایک بھانسی یا گئے
 ڈائری میں ہو گیا تھا اختلاف ادراج ٹرگئے خفیہ پلس سے کل کرانا کاتیں
 داڑھی خدا کا نور ہے بیتک مگر حیات عین کے انتظام صغائی کو کیا کردوں
 نہ کٹ لٹ ہے نہ یاں کا شامیری ہے مگر گھی ہے تو کھچڑی کیا بری ہے
 دہس دہس کی مٹی ہمیں گاتا تھا اکناتی سکٹ سے ہو ملائم یوری جو بچا فی
 ستار نما راکبر مشاہد ہو چلی ہے مسجد الگ بنائیں اسی میاں معافی
 ماہو ہیں مگلی گئے اس عہد میں تو فیض رہنا پڑا ہے عیوں کو مچھلی کے سیٹھیں
 حقیقی اور محازی شاعری میں فرق یہ پایا کہ وہ جامہ سے ماہر ہے نہ یاد امر سے یاہر ہے
 لیڈر کو دکھتا ہوں بقوت نہ مغص کانچہ کی کپڑے پڑ گئے دلق بقریں
 تعلیم اسکی اچھی جو گھر میں ایسے بوس ہو بدبہا اسی کا ہتھریں کو پوس کرے
 طاعون کی دولت اس کو بھی ارتقا ہے جو مارتے تھے کبھی اس ماہر نے جہاں ہے
 دانگئے ہیں یہ خوب بھائی گھوڑوں دنیا روٹی ہے اور مذہب چورن
 سایہ مدت ہوا عمارہ مست یا بچوں میں بھی اب بھری چروا
 مغربی تقلم جو اور ہوم رولی ماتا ہو لطف موسم ہے ہی فیدک ہوا اور برساتا ہو
 حریج کیا روہ جو کا عسد کا جلا شکر کر روٹی تو آجیرا کی بری

ہوت کار نامہ اور تھا اندر چھڑکا
دہاں سے میں قراں تھا یہاں سے میں نکلتا

الانسان ضاحک صرف یہ تخلص معلوم ہے یا یہ کہ ایک وقت میں یہ حرم
اور دربار کے نامہ نگار تھے۔ ماتی حالات وغیرہ بالکل معلوم نہیں۔ صرف تھوڑا سا کلام
ملا ہے جو نقل کیا جاتا ہے سہولت سے جب کسی یورپین حاکم اعلیٰ نے ہندوستانیوں پر جھوٹ کا
الزام لگایا۔ جس سے متاثر ہو کر اگر مہر حرم نے یہ راجی کی بھی۔

یہ حسب ہے جھوٹ کی چھڑی بحث ہند میں
یہ کہتے ہیں جو جھوٹ ہوں کہتے تو روسیہ
کیسے ہی ہم ہوں آئی تو ہیں ہمیں حکمراں
جھوٹے ہیں تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ
اسی زمانہ میں جہاں الاسان ضاحک نے یہ نظم کہی۔

جھوٹا نہیں بتاتے ہیں سالانہ رسم میں
وہ صبح کو بتائیں اگر شام راست ہے
وہ کہہ رہے ہیں ہند میں تکلیف کچھ نہیں
آتی محض سوتے سوتے نظر شکل ہند کی
انعام پائے ہیں جو ہمارے گری جھوٹ
مجلسوں گریہ صد مہ آلام میں اسیر
فقیر یہاں ہے اُن کے اگر آم رس پھرا
یہ کہہ رہے ہیں کہ گریہ آلام میں اسیر

مندہ حال ہاں ہے یہاں پر رُخِ حرا
ماول ذرا سے سج ہیں کہ یورپ میں چھپے
کہتے ہیں وہ حوائی کو اشار میں صدق
کہتے ہیں ہم حوا کہہ کو مادہ جھوٹ ہے

گردش کا ایسی گردش ایام ہے سب گودہ کہیں کہ گردش ایا م جھوٹ ہے
 ادا رکھ کہ آگ ب سب عیب آگئے آغاز جھوٹ میز سر انجام جھوٹ ہے
 اسی طرح جو وقت فصیح الملک ڈاس در اداع کا انتقال ہو تو انسان فاعل
 صاحب کی مچلی تنوخ طبیعت نہ رہ سکی اور جہاں بے یہ قطع ارشاد فرمایا۔

یا دستس بحر کے اہل نے مشا دیا گویا کہ دارغ صحر ہستی پہ دارغ تھے
 تھے باعث نشاط کھسی موت صدراع بلبل تھے مایہ گھر کے کلب گھر میں تھے
 گھراتے تھے ولایتی حیکر کی سیر سے محمود حسن کیفیت جام مارغ تھے
 مجلس ہیں آن کی یرٹ نہ سہ کی تھاپیں سیدھی کے موتیا کی فقط کچھ ایاں تھے
 شایہ لیڈیوں کا مطلق تھا دانتاں باں تھے تو لوہیوں کے بچے تھے سراع تھے
 باتوں میں چلیے تھے طبیعت میں شویاں روشن حیاں تھے نہ وہ عالی دارغ تھے
 کیسے کہا کہ تھے وہ سنی رشتی کے جمیہا وہ تو الہ دن کے طلسمی چراغ تھے

المست - غالباً ایک درمی تخلص ہے۔ نقیض کے رنگ کی ایک نظم جس میں یونہی
 رہا۔ کے لئے جاشمعیوں اور لیڈیوں پر طراص کی شمری سے شرمٹ سا کہ نصیحت کا
 رہا ہلایا گیا ہے۔

تم صاحب لکچر مالک تم سہر کے لبٹ۔ مالک
 تم اعلیٰ افسر مالک تم مولوی سسٹر مالک
 تم حان مادر مالک
 تم ہتو ہشدر مالک تم تار سے سدر مالک
 تم قیر محمد مالک تم لال فلدا مالک

تم خان بہادر مالک

تم دوڑ کے سنگے جاؤ تم ڈرٹھیں سب کھاؤ

تم کلپ میں مایو گاؤ تم شیفی سے اتراؤ

تم حان بہادر مالک

تم صورت ایسی دیکھو تم میرت ایسی دیکھو

تم تہرت ایسی دیکھو تم نخوت اپنی دیکھو

تم حان بہادر مالک

تم سید زادے کیسے ہو شاید ایسے دے

صاحب کے ٹپیلے کیسے ہو مدہوستا ہی بیسے

تم خاں بہادر مالک

اب خاں ہے مرائی ہیں جیسے خلعہ مانی

کنا اچھی ماک کٹائی کچھ سہی سترم اور لاج سائی

تم حان بہادر مالک

تم ماں مشہوت والے تم کمر درویش والے

میںٹکار اور لغت والے صہما سے جیوں کے توالے

تم حان بہادر مالک

تم کھاؤ مرغی ادا تم مارو سپ کو ڈنڈا

تم گاڑو بیٹھانی قضا تم یا سکو انگلیں کٹا

تم حان بہادر مالک

تم گڈاڑا تم تم رکھو تم گوی میٹا تم رکھو

تم مڑو تم رکھو تم لوسکر لادو تم رکھو

تم خاں بہادر مالک
 المست ترائی آما تم بھاگو ڈنڈا لا
 تم ہر مہیا ہڑاگایا یہ لہو خوب سما یا
 تم ماں بہادر مالک

امید۔ تخلص ہے مر۔۔ مست ابو الکمال سید محمد علی صاحب
 کا۔ حکما اصلی دولت مارہ میٹھی صلح ملطایا یہ تھا۔ مگر ایک عہد سے لکھنؤ
 محلہ حسین گنج میں تمام ہے آپ فاری اور اردو دونوں زبان میں تو کہتے ہیں
 نہ صرف شوگو کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اب ایک مسلم الثبوت استاد کال ہیں۔ آپ کا
 علمی دانی کارماں سے ملک کا گستاخ گوشت واقف ہے۔ ایک سلسلہ طر فاری
 نشان کرما آپ کے لئے دس مرتبہ کم سے گزرتا کیا وہ بے سابق کے آپ
 ایک تاملادسپور مدعو فاری سا کھے اور مدوں ملک آپ کے ملی ادنی وقتہ می تاثیر
 اور ان کے ساتھ آپ کی طوافہ لطیفیں بھی تالیف ہوتی نہیں لکھ کر ہیں آہ۔ نہ اودھ بیچ
 کے ایڈیٹر ایل ساف میں بھی کام کیا۔ ادبیت ہی فاسلہ اور فاسلہ طریقہ سے اسکی
 حیات عام یہ۔ اس لئے تا کردہ لسی کاٹنا ہوتا کرما آپ کا ویر کر رہے۔ ایک
 سترہ ترقی کم از کم اس سال کا جو نامارہ دلی اور طاعت کی ایک مسجد لکھنؤ
 ہیں۔ صدر ایک دل ہونے کے سلاہ علی شہدایا تک، لکھتے ہیں کہ سر محمد علی
 مولیٰ لفظ کوئی لکھنؤ تحقیق و تحقیق کے اعمال میں کرتے۔ ٹھہرتے دس مارہ سون
 سے ملاقات۔ گما اسکی ماس فیر کہی دن رہا کر رہا ہے۔ رتہ رہا
 قسہ لکھا اور ہی سے محمد کبریہ کا سبق۔ اس اگر حادیہ کا نام طایا جنت اکبر
 ہے گزیر سدا، جو کچھ لکھا وہ حاضر کرنا ساما۔

ایک ظلم معروف بہ خیالات عمیق جنوری ۱۹۰۷ء میں آپ نے لکھی تھی جس کا
 ہر شعر طراپ کی ہر کا ایک روح رواں معلوم ہوتا ہے یہ آپ نے بطور نثری ترجمہ سال کو
 ادبی بیچ کو پیش کی تھی۔

مستحق میں کیجئے کیا عرض حال	ساست اعمال کا سلسلہ مال
رہ میدی کا ترا ہو کیا کہوں	ہاں سے حور کے ہاتھوں رنگ ہوں
رہنگی ایسا ہوئی جھنگو دیاں	ہے کسی کا ترمیر سے حسد مال
حکم حور وحی نہ اہم کہہ آہست	ایہ حور وحی لہر مایہ داست
سنت شارسہ محبت کے اصلاح	اک عقیقہ سے کیا میں نے کجارج
وہ کجارج سبب حیران لورا	میرے ہی میں طوفان ڈا ہونگیا
حال میں ارمیہ مالدان ترست	درگاہم سبب مینہرا سے تیرا
سے احوال حور و ماسیہ کہیں	میں کہیں آنا نہیں جاتا نہیں
کہا کہوں سلامت جو آئی اگر	خود سری سسریرہ چوٹی میر ہوا
جاری تلوی لڑش کر کے میں ٹھس	لوشا پتلا کر کے رسات
رکینکے طرکت کیپ سریراک سئی	فیس ایمل ہا ہ میں کر پڑی
حور و عمارت سے کچھ پوچھا کچھا	گھر میں سے بیٹی عاتنا جلد یا
کی نہ انگشتی سبب سے ناگاہ	جیسے جٹلیدوں کا ہے قاعدہ
صبح سے الہام لکھتا مسما	ر رکہہ اک ہر عیا کا کیا
اس میں ال آیا کہ کیا کھی علاج	مسم صامت ہیں نہ مات دمراج
وہ نہ لوتھ کی لکھتے ارکان	کیا کروں کا سب اب کہماں
کچھ آئیں ماس شاس مکہ یا	عدو براہ گرو ہو جا سے نکا
میں جو کچھ نگاہ سامنے آئیگی	وہ جو نگہ بیگم نہا سا آئیگی

سوچتا تھا ہا اکی کیا کروں
 دیکھا ہوں ساسے اتنے میں کیا
 کیجئے عجب اک ڈھوکا ڈھو تھا دہسہر
 حیا سے سرد تک یا لکل آگیا
 دل ہم آیا ہر کہاں سے کون ہے
 وہ لگا کہنے کس اسے خواجہ گوس
 س کے اس کی مات کو میں خوش ہوا
 عدد معقول آگیا ہے خوب ہامہ
 لیکے ہم وہاں کو قلعہ مسدود
 چیکہ چیکہ گھر کے اندر میں لگسا
 گڑا میں بکریں یہ رہ دیکھ کر
 ہاں مہا صاحب یہ سمجھو گنگ؟
 دال دال ماست کو چاہا مرا
 ادا آگیا آگیا کالی
 ساہو سادہ اس اٹھیں لاہاں
 لک لک اتنا گھر میں ماحول و ہاں
 جو کر ہے سودا رتی کا سچھے
 شکر کے لگا میں اسے یور
 ہنگامہ آیا اور ہیگہ کا کیا ہاں آیا
 رہ کے دنیا میں ترقی
 داتا تہہ ہوتے ہو کو ہر کئی حک

جاں بھئی تھے ہر دلیہ ہر دلیہ
 اک محسوس دوا ماسے حیدر
 ڈرگما میں اسکی صورت دیکھ کر
 میں نے حسد و خنوع اس سے کون کہا
 لوجہ کیا لادا ہے جس سے ڈوں ہے
 میں نے کامل ہتم اگر رہ دوست
 اور دل ہی دل میں ایسے یوں کہا
 ان کو لے جیلے نکال یہاں سے ساتھ
 ہوئیے خوش خوش تادریکست تادریکست
 سا سا پوسے کو ملی کا ہوا
 دین و حل ا طرح کر ڈالا مگر
 دال کی لالت ہو ہے وہ ہیر گنگ؟
 حسم میں ہیں گنگ کی دل بھر کیرا
 لگا آتے ہوئے مجھ کو اکھی
 اں کو ہاں میں بٹھا آیا ہوں میں
 الغرض ایسا پھر آگائے یاس
 ہیر گنگ دنگ اں سے تھو لیا ہے
 سچے ہرے ہرے ہیر گنگ کیوں
 یا ہر گنگ اریہ کا کما تورا
 حرد و حرد میں جہنم سیہ
 کمال ہے فاسد کو دہس ہالک

کر کے ہمت کس کوئی سیکھ لو
 آجکل حال سپہ حرف کی کاں
 پہنچے حاکر دہاں کوئی ہمسر
 سکے۔ ماتیں وہ کامل کا گھا
 کے حریف انگوڑہ اویسیگ
 ہینگ بائند دایم درد شکم
 ہینگ بائند حملہ علت رادوا
 ہینگ حواہد ہر ک ادویا لود
 مات۔ روح، انے جدت بیگ
 گر راء حایاں وار حایاں
 حامل ادا دال ماسنہ انگرہ
 لہجے تہتے تاکہ ادر دل کو بھی ہو
 جسے کاٹے اہل ارب کے بھی کاں
 رہا گی مھر میں سے کیئے سر
 یک ایک جھملا کے یوں کیئے لگا
 خرید داندستار راو سگ
 ہدنگ بائند دایم ہضم اتم
 ہینگ بائند دوش و میں جانرا
 قدر دالتش لوطی مسیبا لود
 قالدش راتارہ جالیہ بیت بیگ
 قیہ صد ایجاد دار ادا سال
 مے مداسا این عداسہ موثرہ

سُغزل

آجکل یہ کیوں سچ یادوں میں
 یکوڑوں حار حلاں ٹوٹ کر
 رستہ ہما سکا تو آج کل
 مدگالی بوسہ صبا سے بھر میں
 سق میں اک آسمان رقتار کے
 حریف مال کے رسم اد سے
 مست کارہا۔ ہے حکمران میں
 رہ گئے ہیں مثل استریاں میں
 ماہی مفرتے ہیں چوہ مارا دل میں
 ہزاروں کا۔ توجہ ادا میں
 آگیا۔ چہ نہ حاسیگ یادوں میں
 کاسے ہیں سب کو یہ یادوں میں

ماہو صاحب دشت کا ارا چھوٹا
 مات۔ آداسہ۔ مانی کاما اچھا

مطلب نہ رہیں اسے نہ اٹھے سے فرہں
کھاڑھا دہوتری کی لہاس اچھا ہے

ہم دور اندیش لاکھ نکھاسے گئے
آپ ایسے گوگدائی ہی گا سگئے
کچھ لالچ رہی بہیت رہی اور ہر اسے
جب ماٹھ لے لالہ لالہ حیت لے گئے

وا عطر میر معان تو کموس میں
لیکن سبھسا بھی کہی مجھوس میں
لٹیا ہی ڈولہ کی پیکے میکش دکھیا
بادہ ہے تو حرات معلوس میں

اب ایسا جس مقام یہ صایہ تھا گر
یہی یہ دیکھا ہم کہ اک و ستاں تیراں
اگر اں وہ سورج اکرے یہ کہیے لگا
انتظام ملکات کہ ہیں عسکر حاضر نام
عمر بھول دس اس کا درے لالہ ہے کہا
اور ہوا اسکے سہی ہے آپ کی پہنچ بھی
یہ آتا ہے کہ الدن درج کا ڈالو تھے
تیر کرہ کچھ مختصر ہکا ہاں کے یاد میں
قیہ عم ہے جس جگہ ہمیں آرا میں
آپ کو کو پوچھتے ہیں کسے لدا میں
یہ جئے اُن کہ نہ لالہ پتہ استاد میں
آپ کہتے تھے کہ میں ہم موزہ ملا میں
ہم کہیں ظالم کہیں قاتل کہیں تلوار میں
کون تہ آئی ہے میر کی دیں ہم چلا میں

کل مجھ سے مکڈ پوکے تیرے یوں کہا
و عیب ما دلوں کی ضرورت ہو ملک کو
اک حمی حضور حاں ہمار کا جو یہ قول
عالم کی یونین ہے مقول ہے اسکا
نقارہ جاریہ جیئے ہے وہ تیرے کیے ہوا
کچھ ملک و قوم کی بھی مارا ہے پائے
کتاب جاتے ہاں اتارے جاتے
صاحب کے ادا ہے ملاقات ہاں
اک کوہ خود می تھے ورات ہاں
امد رہے تھے ہاں ملاقات جاتے

کے سب دالے تھے۔ مگر جیسے ولادت مرشد آباد تھی۔ ان کے والد جو دیکھی بچہ مسق تیار
تھے۔ اسکا حسیاے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت اس زمانہ کے تفرقا کی طرح کی گئی۔
اور عربی فارسی وغیرہ میں ہدایت و رہنمائی سے استفادہ کیا اگر ان کی گئی۔

ان کی سماعیہ طبعیت چمدور میں ایسے اصلی رنگ پر آگئی مسق متود سخن شروع
کی ابتدا میں ایسے والد بزرگوار کو اسکا کلام دکھایا۔ ان کی سماعی کا سرسر پر دیا
مرشد آباد میں پہلا پھولا۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں سندھ و سمنان میں ہر طرف تباہی کا
طوفان ادا ہوا تھا اسی لئے ان کو بھی مرشد آباد چھوڑ کر دلی آنا پڑا۔ مگر آج کل
دلی کا دریا ایک جالقاہ درویشانہ تھا۔ وہ تباہی و عظمت اور سردت مانی تھا۔ وہ
امداد تھا دلی کا نا بھٹا تاجدار شاہ عالم بادشاہ عظام الملک و دربار کے ہاتھوں تباہ
تشریح ہوا تھا۔ اسی اوسے کسی کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ مگر تباہی ۵۰
عرب و لاری اور سہیروری کی دایاں ہدمہ رہا تھیں۔ یہی سب تھا کہ ہر
دی کمال اہل امر کی پہلی ماسی ہی ہوتی تھی کہ وہ دربار سامی میں داخل ہو۔ اسی بار
انتار کہ بھی داخلہ کا تہ تیج پایا۔ چونکہ اہل کمال بھی تھے اس سبب ان کی تعلقہ گئی
اور بدلہ بھی کی چار طرف وہ ہم تھی اسی لئے آسانی کے ساتھ دربار میں داخل ہو سکے
مگر وہاں یہ دیکھ کر معلوم ہوا کہ دربار کے ڈھول بھاسے ہوئے ہیں۔ دربار نام کا دربار ہے
باقی اللہ کا نام ہے۔ پھر بھی سنگ آمد سے آواز ملے گا۔ یہ مانو مار دلو
مار مار سمار کی مشہور صرناٹھ پر کل کر کے گیا و اجا چہ درباری اور اسی عزت پایا
اور جس دربار میں۔ گلی انتانیوں سے اس دودنی۔ ان سب کو کل وگا ارسا۔ مگر کھانا
نہ کہہ سکے۔ آکر کھانا کھائے۔ او کھانا کی طرف رجحان کیا۔ لکھنا۔ وقت آج کا کھانا
تھا۔ گوشتہ گوشتہ درباروں سب آتا تھا۔ دربار بھیمہ ہار سانی یہاں داری کی مشہور

و خود بختمی - جیسے ہی نہ لکھو ہو سیکے در اسلہاں شکوہ کے در مار میں ان کو غلغلہ لگئی مرزا
 سلیمان شکوہ تباہ عالم بادشاہ کے لئے تھے - انہوں نے کچھ اساتذہ کے علم و وصل اور رنگیں
 مراحمی کی قدر کی - کچھ ایسے اب کے در ماری ہوئے کالجا ط کیا - غرض کسی نہ کسی صورت سے
 ان کے شاگرد ہو گئے - اتنا کہ تمام تر توہینیں گر بچھ نہ کچھ اطمینان ہو گا اور مرستہ کے آسوا
 سمجھ گئے - چیدہ در انھیں کے دیاں رہے رہے - مگر آخر الامر علامہ تفصل حسین جانی کے
 اسل - سے وابستہ وادارہ اعلیٰاں کے در مار میں ہو گئے - اور اس قدر قرب مار کا ہوا کہ
 لو اس کو ال کے بغیر کسی دست نہیں ہی نہ آتا تھا - اتنا کی رنگیں مراحمی نے کچھ نہ کچھ لو اس کو
 کسی انگلیں کر دیا تھا - مگر فطرتا لو اس ہایت ہی مادہ مراح - حادثہ سن - تیں - اور عقیدہ
 تھے اپ نہ عالم تھا کہ سلوک اور حلاوت میں دم بھر کے واسطے بھی سیدر اشتا حدانہ ہوئے تھے -
 ایک غیر مملوہ کتاب جو مشہور بھی ہیں - لطایف السعادت کے نام سے مجھے ملی تھی - یہ اتنا کی
 تفصیل تھی اور اس میں لو اس کے حکم سے اتنا ہے وہ دھبیہ اٹھانے اور ما میں مع کی ہوا جو
 لو اس میں اور ان میں خاص خاص عملوں میں ہوا کرنی تھیں یہ کتاب مدتوں میرے ہاتھ رہا
 میں رہی اب یہ حالہ صاحب الہیڑ ہمد کے یہاں ہے - اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم
 ہوتا تھا کہ لو اس سے اور ان سے اتنی بے کلمی بھی کہ اس سے بارہ محال تھی - مگر ہم لکھ چکے
 ہیں کہ لو اس کے مراح میں یہ رنگینی جو اتنا کی صحت سے یہاں ہوئی تھی - وہ فی الامثل بہتیں تھے
 اور انشاء در دست - مادہ مہسوس طرح طرح رد لا امانی جیایہ اسی افراد و قریط کی
 دولت یہ نوت ہو چکی کہ لو اس کو کچھ برہمی - پیدا ہوئی اور اسی کی یادداشت میں اس کا شمار
 میں در مار سے الگ ہوا مٹا - لو اس نے اسکے اہل کو بھی حکم دیا کہ ہمارے دربارہ
 سے اور کہیں نہ جایا کہ وہ اس کے لئے سم کیا کہ تنخواہ کسی نہ کہ دی آیا آستہ نہ
 ان کے قوال الہیڑ حال میں اس طیارہ گرا اور اس کی اسٹہ علم یہاں نہ رہی را و در
 حالت ہو گئی

آرادے اسی راق کو اپنی بگس بیانی سے انجیات میں اتنا جیکا ماس ہے کہ تریشے دانے کو
 آسو کل آتے ہیں۔ لکھا ہے کہ محوں ہوے اور اڑیاں رگڑ رگڑ کر کیر مسے۔ مگر دراصل یہ
 واقعہ بالکل غلط ہے۔ آراد لکھتے ہیں کہ ماں رگیں بیاں کرتے ہیں کہ میں سوداگری
 کے لئے گھوڑے لیا لکھو گیا اور مرا میں اترا۔ تمام ہوئی تو معلوم، داکر قریب ہی کہی
 متاعہ جوتا ہے۔ کھانا کھا کر میں بھی جلسہ میں سو بچا اسی دو تیس سو آدمی آئے۔ بیکہ لگ
 بیٹھے ماتیں کرتے تھے۔ جتنے پی رہے تھے۔ میں بھی بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص
 میلی کھلی ردی دار مرئی بیٹے سر پر ایک میلا سا بیٹھا۔ کٹھا یا ڈول میں یکوں کا
 توڑا ڈالے ایک ککر کا حقہ ہاتھ میں لئے آیا اور سلام علیکم ککر بیٹھ گیا کسی کسی سے
 اس سے مزاج پرسی بھی کی۔ اسے اسے تو اسے میں ہاتھ ڈال کر تباہ نکالا اور ایسی حکم پر
 سلہ حاکر کہا کہ ہنسی درسی آگ ہو تو اسے رکھو۔ ما۔ ایسوت آدا میں بلند ہو میرا
 اور گڑا گڑی شک حواں سے لوگ لواضع کرے گا۔ وہ نے مارے ہو کر لولا کہ صاحب مت ہیا
 ہا سے حال پر رہ دو۔ میں لوہم ماہ اس۔ سب لے اسکی اتنا مانی دم بکے کئے بعد کیر
 لولا کہ یوں صاحب اسی متاعہ شروع نہیں ہوا۔ (گوں لے کہا کہ حساب لوگ جمع ہوئے
 جاتے ہیں۔ سب صاحب آعائیں شروع ہو۔ وہ لولا کہ صاحب ہم لو اسی عمل شروع دتے ہیں
 یہ ککر تیس سے ایک کا نکالا اور عمل پر بھی شروع کر دی، عمل پر بھی "کر ابدیہ
 ہوئے بیٹے" یہاں اسے بیٹھے ہیں۔

داری صدالحی صاحب مرحوم اسے تذکرہ کل رہنما میر لکھتے ہیں کہ یہ سول
 اسالی اسے کتب یہاں سے جوئے۔ اسے ادبیاریگی کا ماہ یاں کہنا ہوتا
 ت۔ اسے اس کے یہ اتنا رہ کر ہند میں رہے۔ حواں ماہ میں لکھا
 کیا ہے حوتہ التا کہ وہ دوسرے بھی نہ جیتے۔ مصلیٰ لے کر ماہ میں وہاں کہ لا سال
 کی کرکہ دس سال میں آئیے ہاں۔ اور اعظم وغیرہ اسے دہلی میں رکھیں

گوہوں احاس کے سے جو میرا نگہ لکیں یہ نئی ریح ایچھا کیسا

ترجم کے فائدے سے سچا لکھے اور لفظ حرد حاکو حجا لکھے
گر چکا اسی سے لکھے ہوئے لکھا لو کر کے رحم اس کو اخصا لکھے

اجناس کے بدلے لکھے احاکیا تو قاصد کے رد کا گر جہا کیا خوب
ار دوسے لخت نئی اپر لے لی ہے اس تان کے ریح کا اسکا کیا خوب

احاس کے موصی یہ احسا آیا سلا سے علوم کا یہ سحسا آیا
اخا جیر سے ست کاں رو دیا دنیا ہم لکھ کا لوار کستا آیا

و اب لے لکیں اور رکھا تھا ادب یہ حکم دید یا تھا کہ کوئی نہ آئے یہ رہ لگواد تھا
مگر اتنا کوئی ضروری کام تھا۔ آخر پور توں کا لباس بدل ناگہ پراگلی رکھو اب کے
سا میں حاکم سے ارسلہ اس سے جو کہ حکم دے کہ اس کا کوئی نہ آئے۔ اب یہ ہو سکے
اور دریا برس آئے۔ اس سے اور آئے تھے۔

میں کہتی تھی، رکھو اس سے تیار ہو
ایک مہر تہ لب دریا چلے جا رہے تھے اکا حوئی نظر آئی میرے تارچ لکھی بھی ریح
حویلی علی بھی حال ہمار کی

کسی نے کہا کہ اساد کو کیا مار چکے ہیں وہاں۔ رما ہی لو کر دے۔ انمول سے
لی المہدیہ کہا۔

ہ عربی ہ فارسی ہ ترکی ہ ہم کی ہ مال کی ہ ہر کی

اس قسم کے سنے اس کے بعد ریکتی کا رنگ دیکھئے ۔

لیا کر عقل نے مجھ میں دل بتایا کاشکا
تو جی جی دھڑا رہا ہے گا سیا کاشکا

صم جہ میں حسد دیکھا ت دنا تو سر کا جوڑا
لے یا رہے سے جو ہر تال کر کے راکھ کا جوڑا
ہیں کچھ بھید سے حالی یہ تاسی اس جی صبا
لیٹ کر کست جی سے رادیا پسکر لگائیں کہے
یہ ریح سمجھو کہ التسا ہے حکمت سیٹھ اس ماہ کا
لگا ٹھا کر کے آگے ماسیہ طاؤس کا جوڑا
تو تانے سر جی اگائیں کوئی لوسے لاکھ کا جوڑا
لگایا ہے جو اک بھر ترے سے بھنے لاکھ کا جوڑا
طاہرے جاد سے اسے لواندھیرے لاکھ کا جوڑا
ہیں ستر و عش میں کوئی اسکی ساکھ کا جوڑا

یہ جو صفت پہلے ہیں ادا ہائے کثیر
ادما میں سے کتے ہیں سریوں کے بھڈ پر

دل ستم زدہ تیا میوں لے لوٹ لیا
سایا رات کو قصہ جو ہر راتھے کا
ہمارے ملہ کو دیا میں نے لوٹ لیا
تو اہل درد کو بیجا میں نے لوٹ لیا

۱۱) دل ہر گاہ سے اس تک جولوہ تا کی صلی
یہ ہے ہر راج چلے مالے میاں کی میدلی

رات وہ لوے مجھے ہنسکر جاہ میاں کی پھولیں
میں ہوں مہوڑا اور تو چھ مریاں میں

کوئی دیا سے کیا بھلا مانگے
ڈرو دست کی دہوم دہوم سے م
یہ تو عاری سی لگی ہے
دہوم دہوم کی رگ
حکمی صاحب آبی کی بھی واہ
دہوم مورتہ لکھائی ہے

چشم دور سحر جی صاحب کیا اراد آپ کی انگلی سے

حیاں کیجئے کہ کیا آج کام میں لے کیا حب اس نے دی مجھے گالی سلام میں کیا

دیوار بیاہنے میں دیکھو گئے کام پیر حب دہم سے آکر لگا صاحب سلام پیر

ہیں رورحس سے وہ ہاتھ گھنڈیر نام خدا نکاہ بیٹے کیوں نہ ڈنڈو
تو نہ مال ہی کے دیکھ سنے گھنڈیر اک میلا ڈورا ماند بیٹے اس کو سے ڈنڈو
یار سدا سماگ کی ہندی رجا کر سے سیتے کیجیں رہے آفت اربد میر
دو تین دن تو ہو چکے اس پھر چلو نہیں بیرو شاہ کی لاش نماں جو تھے گھنڈیر
دہ بیلوں سادہ لب جو نہ میل لولا کہ کوئی عشق تو ہو ایسے گھنڈیر
استاد کے قلم سے رکھ جھپٹا رکے چڑھ بیٹھ ایک اور پھر بیٹے اکندیر

ر حومت بیٹھے ہیں راحہ کے گھنڈیر سکر محبت کر رہے ہیں پر اس کے چھنڈیر
راحہ جی ایک جوگی کے چیلے یہ عشق میں آپ عاتق ہوئے ہیں واہ عجیب گھنڈیر

جو چاہے تو غصے ہسوڑے کی پیر تو رہاں دیکھ اس گھنڈے جوڑے کی پیر
کا اوہ لیتے کے رس رس کہ میان سانی اس بیٹے کوڑے کی پیر
سایا جو میں سے لایا نہیں نظر آتی لچہ اس کوڑے کی پیر
نکارہ اتنا کر کہہ لو ایک اسے ایسے سوئے کہ لڑکے کی پیر
عہد اسی طرح ماسا ماسا ادا ادا سوئے ہو کہ ترکتی رہیں اس کا کہنی

حاصل، نگاہ تھا مالکہ اپنے دوست میاں رنگیں دہلوی کے اثناء میں قصص طبع کے طریق پر یہ بھی لکھ ڈالی۔ اور لکھی تو ایسی اور اتنی لکھی کہ آج یہ ایک دیواں موجود ہے۔ ان کی کچھتی میں خصوصیت سے یہ بات دیکھے کے قابل ہے کہ حاضری صاحب کی طرح قصص اور آدھ دسے سراسر پاک ہے۔ حاصل دلی کی سنگیات کا رورور ہے۔ اکثر استعارا ایسے ذومعنی ہیں جو بکثرت اور ہزائی دونوں رنگوں کا مودتہ ہیں جنہیں دیکھے والے خود سمجھ سکیں گے۔

میں کیا کوئی دو گنا ماس کل کے دوڑنے سے
مجھے نہ آؤ زناچی تو رات کو کہ میں تھکی
ہاتھوں سے تیرے میں تو کبھی عاجز آئی
التسا سوا ہے ایسے اللہ کے جہاں میں

حو حال ہو گیا ہے اس مایوں کی نلی سکا
چھینتا ہے ہر گک کوئی ایسی ملی دلی کا
حو کا م ہے نگہ ڈا تیرا سو ہلسلی کا
ہے کوں کھوئے والا اس دل کی مٹکی کا

بات خود کسی نہ تھی سودہ دے دے کسی
میں دیکھا وہ ہے خدا ایسے نادان کا
تیری توانا کسمی بات نہ مار کر ہے
حاضر ہیں کہ اگر آئے تو تیراں کا

ائیں گے سلامت ہم ہے یہ طیرا
 ہے جس کے دم قدم سے دما کا سہیڑا
 کمر گرا اٹھایا ہے تو جس کے سپہ ایٹھوی
 مدد کی دہریاں اتر چکا ہوا اٹھوی
 ماحی سے ایسی ہنس کر کل رہی نہ ٹھوی
 کیوں نہ میرے التما اللہ حال نہ جھڑا

کروں نہ مار کیا ایسی دو گانہ کی رکھائی کا
میا یہ موبلا سے لگا ہے ٹوہ میں میری
جی جانے کہ کیوں کر ا جسد اس نامہ کے

بچے یکڑا نہ تھا اتنا سے یہ کج بات کرتے کل
گڑنا - کام ہے تیرے یہاں تو بھیا کی کا

حوئی ہے تری سانیب کی اک لہر دگنا
کھاتی ہوں ترے اسطے میں رہو دگنا
میتوں تری بس دیکھتے ہی یاد پڑی ہے
دلی کی دہی میل دہی نہر دگنا
روح ایسے کہیں اور ہوں کھر کھوں مٹے لوگ
سناٹے سے یہ بڑا شہر دگنا
میں گھسے جگہ لوں گی بھلا کون ہے اتنا
انڈار سے تو ہے بڑی قہر دگنا

ازگئی حاجت کیوں سرو پدم ریتی ہے
اچی اسکا یہ کچھ اچھا مجھے کھر اک لگا

تھام تھام اسے کو رکھی میں دست سلکین
کیا کیوں تھم نہیں سکتا مرا اندر والا
سے کوٹھنے یہ کچھ مٹہ ہے رقیلا کہ مری
لیگیا جاں اڑا ایک کسو تر والا

ہے یہ سختی کوسی سرل اتنا اسکا نام تہا
ڈسا میرے دل کے اندر اس سرل میں بچھ گیا

تہے رہی کمالی تو سٹری آما
آپ بھی تو کوئی ماتا یہ بھیڑی آما
پہلی بچہ کر کے اکٹہ نہیں مدھو کے لادھو سے
اپی میں رگڑا کروں پاؤں کی ایندی آما
کٹھن ماتے سے ہی دوستی جیوا تو ہوا
سناٹے ہی مرسہ یا نو کی سٹری آما
میں کھار لیا ورے تو کھر اساسے
میرے وہ فارے کی کپور اچول کھار لیا

۱۱۱ رکھا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا
صدقے ایسے روٹا لے درگوں گڑا
راج ٹوں کیوں تھ لہا کھلی لایا
ڈالے مسلہ اگلکی کی مری پور گڑا

ہمسایہ میں کو مھل ہوئی کل رات کو اشا گھس گھسکے مانتہ میں گیا چور گھوڑا

تو نامت لے مری ہے حیران ترا گلا
کیوں پڑا تنہیکے دل مرے کلیے میں بھلا
دل میں اک التا کے چٹکی کی پرے کو ہٹ گئیں
دو چٹری معول یہ کیا بھلا بھلا صاحب بھلا

آگ لینے کو حوائس تو کیس لاگ لگا
نہ مرا مائے نولوں نوح کوئی مٹھی بھس
دے جیل خور کے بوٹوں میں تو اکا ناگ لگا
ل لی ہمسائی نے دی میں مرے آگ لگا

کھیت ہے وہ کام ڈکا مانتہ
دوسور ہے وہ امری یا اس کا ہر گھری
مدد گئی بھی ہے نہ مانتہ
لگتا ہے انگلیوں کا عا مانتہ

تو لو اکٹی ہس جا نیگی مرے عیوں سے
سئی ڈا لوں کی دکھاتی طرح نہ التا
اری یہ س بھری ہوں تو بھلا بھلا کو کیا
ڈپٹی ہی اور ہری ہوں تو بھلا بھلا کو کیا

مشک کی طرن سے گال لیے پھلاتا کیوں ہے
ارے ارے کے لڑے نہ نہ مالی بھلا

ایک رہی ہے جو یہ کیڑی سی ہو جس سے
باغچہ آیا سو ہتلی سے ہتلی ماسا
اسکی ایک نہ گلی داہتہ یا دل کسکا
جو بھلا اور ہتلی ماسا سے نہ کر ڈا

جیتتی ہے یہ تو گھڑی مجھے بھاری انگیا
 گو کھر دلہ زنت ڈاک تار سے کیا پیر
 گنبد اک میں لے جو پھسکی تو بھجک کر اُس سے
 ل لی معلانی حوسی لائیں نہیں آئی نہ پسند
 حبیب لو اس ہو تری وہ سانی دے ال
 اور ہی مجھے حود لی تو اچی ماچی حاں
 بھتی عجب کوئی سنگھڑا حسی یہ کار ہے بوٹے
 ہاتھ اتسا کاکیں تھ جو گیا تو لولیں

سہل کے کوٹھے ایک سج ہیں کیا اسے دوا
 ہے وہ جھوٹا سا حو لڑ کا تری گدی کا کیا

نئے حرمیر اور ڈھا ڈھ پڑیہ گا ما مار کڈ ہے
 اُدیہ جالیں چل تو بڑی چادھریہ لوگ کہیں
 حوٹ ہے کوٹھ پڑیہ کے اور جاسے کوئی لڑکا سا
 لکھا ہے آسیں دونوں کوٹھ ہے دگامات کڈ ہے
 آسیں میں ہی ان کے شاپ ہے یہ دگامات کڈ ہے
 اتسا تو ہے ہٹا کٹا ہے یہ دگامات کڈ ہے

کوٹھے پر بیٹھیں میں اک مڈر دل سے ادھر
 سر ہلا سے سے بھروسہ نہیں یہ تا کر ممتا
 صحن میں ڈیوڑھی میں یا اوکھیں جو سے پھوٹ
 کس کس کوٹھ کا ہر ایک کہہ رہا ہے یہ پھوٹا

'مر ملائیں مری نہ لہر چہل چٹا
 دم دلا مانت نہ دے آما
 اسے دگامات اک چہرہ اکہ ل
 حل چئی دور ہو یہ دے ہی ہٹا
 حوٹ اک دل لو لگے گئی اتسا
 حوٹ ہی آں کہ اولوں کی آہٹ

سب اٹھ گئے سے بھڑا رعب نہ کھا کر گر
کچھ بچتے ترم بھی ہے بیٹھ رہے اوکھت

بیکلی نہ کر آخر چین لے درمی کم سخت
تاڑ حادیں گے رُسے لوگ ارے اوکھت

انتا سے ملنے کون نہیں عشق ہو بھلا تو دیر کیا
حی ہی یہ کھیلے ہو تو پھر لوگوں سے ڈرتے ہو بس

سارے بچوں سے یہ ہے یہ مواو حاصیت
رات بھر کھانا سا کرے ہے پیدا آتی ہی ہیں

بھنگو گھوڑا ہی کرے ہے یہ مواو حاصیت
موت کے اب دل بھرے ہے یہ مواو حاصیت

سیگا انتا سے پکیسی نہ کھیل بس کرد
رشتک کے مارے مرے ہے یہ مواو حاصیت

کوئی حیات میں کسی شخص کے مدام ہوں
مردودا مجھ سے کہے ہے جلو آرام کریں

اے دوا جاں دہ کھت ترا کام ہوں
جسکو آرام دہ سمجھے ہے وہ آرام ہوں

دن دھاڑا ہی رہے ، ہی تو کیے اے انتا
لگو ہی کالی ملا سے دہ بھر سام ہوں

اچھی کہتی ہیں اک مدد سے ٹس ہے نو
"اے بھنگو" کہ جا ترا دس لو بلس

معنا "ما بھی کسی شخص نہ ہماں ہوں
میں "کہو بکا طرد دیکھو اوشاں بک سوچ

کالے مادل نہ گھرتے تو ارے او لوگو
کان کی بومیں گھسی موٹی سی مالی کیہ نکر

آرد آج مری محبت میں کیوں کموتی صبح
حسکا ہو سوئی کے ماکے سے بھی ماسوٹی

لاؤں میں بولیں انکی کل چٹان طاج
ہاں مرے سا اگا لے یہ آتاج

میں ترے صدر کے گہی اس مری پیاری مٹی چم
لگتی ہے چوٹ لوائے دے سوسن درد دی
میت گکا مہیا مھرے لوگوں کو داری میت چم
ایک دم کے لئے خاطر سے ہماری میت چم
مٹا اس میں کر کے تری ماری میت چم

حار لگے ہے کچھ لے چھکو لحاف میں
تقصیر کیا ہوئی تھی کہ اسایہ رات کو
یا جامہ بچ ہے مرف ہڑا دلا ارار مسد
دہ گچھے دار آبی نے تو لا ازار مسد
ہے سب جیسے لکڑی کا سلا ارار مسد
دیکھئے لا ایسا میل کچھ میل ارار مسد

ہے تو ہی اچھا کیلا ارار مسد
لیکس کسی کا لوح ہو ڈھیلار ارار مسد

اسے دگا مٹھے کستی کھیلے کا ہے گھنٹہ
خوبی مری لگا دے اسکے ماٹھے ہاتھ پائیں
تو کیا کر آج رہے لو بھی بس اکا کیس ڈنڈ
لوٹتے کہا کیا مرے ہو نہ موئی تھنس ارڈ

جو مجھے ٹوکے سو اتھی کرب
لوٹے ماوے کہیں نہ تی چول
دوڑے سوڑے کو ایہ کھاوے بھار
ارے او نہ رہے ناوڑے کو اوڑ
یہ حل اسے کھو رہا
یہ مدام اکھا ہے تار

یکایہ کوکا جھکے کے سام آ تو کو
دوڑے عیاں آئے او و ہن ما ارار مسد
آغا میاے مائی ا۔ لہ ہی آا
ماہ دمو کی کہہ رہی عہ دار
گند گند بھڑتہ ارما کہ ہماری لی ہار

بیکری اُس نے انگوٹھی مجھے فرد ترہ کی اسکے یہ معنی کہ ہیں ٹوہ میں حواچہ پیردر

گود پھولوں سے کھری میری دگاماتا باسٹ
اوٹ میں اپنی دکھا دے مجھے شش شخص کو آج
میری خاطر سے دیکھ پرتو پڑا ہوسے لے
بیزی لکھیتی ہو ہری میوے دگاماتا باسٹ
میں ترسہ صافے اری میری دگاماتا باسٹ
اور بھی ایک درسی میری دگاماتا باسٹ

ادنی رایل ہو گئی میں آج
پوسہ میں عس ہوئی دگاماپر
گورسہ گورسہ سے مدل چسٹ
را مل جیسے تھا دس یہ عسٹ

ماتی م جا ہتی ہو مدی سے جیسا احلاص
رہتو لے مجھے دو یاں سے اوٹ کفیدہ جاؤ
احی دو کواریوں مایوٹ ہو ایسا احلاص
کس کو کہتے ہیں محمد احمد کیسا احلاص

کس رماچی مرے یاس رکی ہتی کل رار علط
مجھے اُس سے ہوئی کس طرح ملاقات علط

داہ رکھنا کو ملا تھی بھی مہا ہو لہی اطر
دوڑے سولوں سے کھرا یہ یہ راسدہ جیٹر
سالر رہتا کہ او دگا اپنی اری اولے لیا
دالہ دیہیاں سلا کہتے ہو کس کو لے لیا

ہیں حاتی کہیں جہاں مرے دل کا توں
مات جیت اسی طرح کی مجھے آتی ہیں
طبعی مت دے مجھے ہاں ہاں ہاں ہاں
ہیں مت کرو اس کی طرف سے ادھر
ہنگو کیا اس سے داماں مرے دل کا دن
میں اسکا جہاں مرے دل کا توں
والہ ادلو کے امارہ مرے دل کا دن
میں میں کرہ کی اسماں مرے دل کا دن

ہٹ حور وارہ وہ گاما کا کا
اس میں س چول کا کڑسٹہ ایک
اس کی ر بھر بھی ہسین لگت
آگے پھر سرم ہی کی آڑسٹہ ایک

میں جھک اٹھی لیکے انشاے
کل جمود دی حویری راں میں لوگ
اری لی اکہ ہی عیار ہو تم
ناک جوٹی میں گرقتا ہو تم

میں تو کچھ کھلی ہوں ایسی کئی گولیاں
خود مجھوں کی راجی جاں تیری بدلسیاں
کیا یہ جھڑ جانی کی ماہیں آگے جسے جھڑیاں
سیکڑوں سے یہاں رگڑا کئے ہیں ایڑیاں

ملا سے اگر آئی ہو لی کمارو
ر مجھے کرو لولی ٹھولی کمارو

لالہ لائے کسمت حویتی جا ہی ہو
احی لسن جاؤ بھی کچھ تم توڑے وہی ہو
مگر حو لول انھوں کی کچھیں تیرے طعنے دو گئے
تھرا سا نہ کرد تم اسی میں سا ہی ہو

تم ٹڑی تھروا سے راجی جاں
لوح تم سی کئی جھٹسی ہو
اسے دکا ماتری مسوئی کو
چیراک موم کی ستی سی ہو

جی ہی کچھ رکھتی ہیں دھڑیں ٹڑی لولی ہو تو
اسے ددا دربا کسٹہ ٹڑیا کی ٹھولی ہو تو

تھو ہی ماں کی کھار ہی سپہ اس سے کتا ہوا
در کیمے مات لچو تی میں مرن ہو راکل ڈالے
قصحت کا گڈر ہر کڑی کون بدیا بیسے
ہٹا اداس حوہ بیکی سا کیا حوہ ڈال ڈالے

ٹرائی میرے ٹھیکے پر حوائی رات میں لے
 مجھے ڈر ہے کھڑا اک جو ہے ماکند سا پھرتا
 علیہ پھر اسے گھڑ مال کا کیو مکروہ مٹا دیں
 وگاما مدھ میں جوں کے بھری دہ ورتا یوہکا
 اری تو ابلی سی پڑتی ہے لئے جھل کے اور مڈی

ہر اردوں دیو وکویا کی بریوں سے بچھاڑا ہے
 رصائی ستال کی اور ہو جلیو ہم تم جھیکھٹا میں
 ہمیں یہ لکھتو راہ اندر کا اکھاڑا ہے
 ہوا میں ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہیں جو حارڑا ہے

میں نے جو کچھ کیا کوکل اُن کی مان کاٹی
 تو اس نے کس مرے سے میری ناک کاٹی

یوں جھکا جھیکھ کوئی رات کا جاگا جلیے
 یوہی ہر رات میں لولا کر دسکر۔ سُر دا
 ڈھال تلوار لئے لاگ جڑھاے التا
 تم تو دہ جاتے ہو میں میں دھا کا جلیے
 اچھی آ کا کو ہک کر کسا آگا جلیے
 مجھے یوں رات ملا ہو کوئی مانگا جلیے

اسے قرماں کر دے جو مجھے جوڑا
 میری چھاتی جو جھیرے اسکی ہتھیلی چلے

بڑ گیا میل مرے گال میں کیسا تھر ہوا
 ہو گئی ران تو سب لہو لہاں لئے التا
 اسے کھوت گھڑا بڑے پتھر نیکی
 دیکھ میرا جمع ٹرڈ کی نہ مرے نیکی

چپکے دیسی کھرا کر ڈی لیا اتا کو لا
 ڈر لا کسا مایا سہو ماں یوہکا کچھ

اسے لو اس کو ٹھڑی میں میرے رائے لیتے
اگر عسا اوڑھ لے میں بیٹھی ہوں حاجی بابی

جی جھتی ہے یہ مگوڑی سلسل کی اوڑھی
س سرڈھ پیے ہوئے کچھے کیا مارا پٹے پھلا
لوٹے سے قد یہ اس ٹرے آسٹیل کی اوڑھی
لینوار اودی اور حلا جھیل کی اوڑھی
السا کے سو گئے کے لئے آئے بھی ی
حالی کی کرتی اور دہی ہلکی اوڑھی

رباعیات

اسے لی لی میں سادار کھائی تیرے
دہ جال نہ چل کہ نام رکھے کوئی
دہ بٹے قرباں جا۔۔۔ دانی ترے
سے ڈوا، نہ ہیں دید۔۔۔ ہوائی تیرے

ماحق ماقی محمد حلاقی کیوں ہے
آئی تو نہیں ٹھہرتی یہ کھٹ ہے
گہ نہیں مرے آگ لئے آئی کیوں ہے
سے فائدہ یاں تو آتی حلاقی کیوں ہے

جیسا کا کر عسٹ جیسٹ ہوگی
حاضر جیفہ ڈوسہ میں تو ماتق
آ تو نہ سے گی تو قناحت ہوگی
اگر ر رٹھی ٹھی جیہت ہوگی

انعام - معنی جہاں مولانا امام صاحب گنگوہ سرینہ، ضلع بہاولپور کے رہنے والے
ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ یہی
اصل کا اہلکار ہیں۔ عیسیٰ ماری میں کای دسہ میں، طرام، بہاولپور

فرمائے ہیں اور اس میں اگر کئے رنگ کا اتباع کرتے ہیں اور اس میں ماییت کامیاب نہیں
آپ کے جیٹ معر دستاب ہوئے جس میں آپ نے سیدھیوں کی مذہبیت کا خاکہ کھینچا ہے
ملاحظہ ہو۔

سیدھے شلواریں ہم سکڑ مار داشت
گف مار قرحہ نقال را ایس کار داشت

سیدھے اگر شست، ماییت حاسے عمر جس
سکرید این لگی حال مسلمانان سندھ

حدیث اور قرعہ خود گو دراز یعنی گستر جو
میں اراک شو، رو اور دل کہ قلمہ داشت اوستم
فعال کہیں مینا سے تیج دھوئی یون تہر آستوب
سمن اودی و جو رسد مہر اک اند لکوردی

علام دھوئی نقال ماحید را اند
گر اگر کسی جو صادر ما مہسد میں
تو میایع و مرآب وید ہستد عمار

انوری۔ محمد۔ ہدالیں نام تھا۔ اراک نام تھا۔ سیور دھوئی کا تھا۔
ہو وہ کے حال واقع ہے وہی اسکا والد و سکس کا اسکا والد کو ساواری بھی کہتے ہیں
اسی سے متاثرہ اوایل حال میں حادری مخلص رکھا گیا۔ پھر اسے اوسے حاکم کی فرمائش

یہ شخص بدل کر انوری نخلص اختیار کیا۔ ماسہ منصور یہ طوس میں علوم کی تکمیل کی اور
حصہ صیت کے ساتھ علم ریاضی میں کمال حاصل کیا۔ اسکا باپ فضل و کمال اتنا بلند ہے
کہ تذکرہ المتکدہ آدر کے مصنف نے لکھا ہے کہ جابر نخلص ہیں جنکا حواہ شہر ارمیر کوئی پید
ہیں ہوا۔ انوری دروسی۔ طوسی۔ نظامی گوی۔ شیخ سعدی۔ انوری است امیں ہرایت
عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ مگر تقیر سے یاوری کی تو سحر کے دربار میں رسائی ہوئی
عرصہ تک وہاں رہا۔ اور ۵۳۳ھ میں سلطان احمد میر درساہ نے اسکو ملا لیا۔ اسکے بعد
مختلف درباروں میں رہا اور آخر کار بلخ میں ہو گیا۔ چونکہ اسکی طبیعت میں قیام نہ ہو سکا
کا مادہ تھا۔ اور اسی عادت کی وجہ سے اس نے ایک زمانہ کو ایسا دمنیہ مارا یا تھا۔ لہذا اس نے
بلخ میں پہنچا تو وہاں بھی لوگوں کی اور اس ستہر کی ہجو کی لوگ اس سے ہامیا رہم ہوئے
بلکہ اہل میں مشہور یہ ہے کہ یہ اسکے دشمنوں کی کارروائی تھی فتوحی ایک شاعر کا حسن نے
اسکے نام سے وہ ہجو کہہ کر مشہور کر دی تھی۔ مگر پھر بھی اسکا حجابہ انوری ہی کو اکٹھا یا پڑا۔
اہل شہر اس قدر نگڑھے اہل دربار رہم ہوئے کہ انوری کو تختہ کلاہ کیا، اور اوڑھی اوڑھا کر گلی
کو چوں میں تشریف کیا۔ لکن کچھ اس سے بھی زیادہ موت پہنچی۔ سچ ہے مداحیہا مدام نہرا۔
لیکن قاضی محمد الدین مصنف مقامات حمی کی سہی و کوشش سے ان کی حال یہ گئی۔ آخر تہ
انوری کچھ ایسا تاثر ہوا کہ اس نے تمام لغویات اور شعر و شاعری سے یہ سیر کر لیا۔ اور آخر کار
۵۳۳ھ میں مقام بلخ وفات پائی۔

انوری شعر و شاعری میں مشہور افاق تھا۔ اسکے حاضرین میں کوئی ایک مد معال
ر تھا۔ خصوصیت سے ہجو گوئی میں اسے اقرا و امال میں سب سے زیادہ تھا اسید ح سے
ہرانی۔ او طرانت کی طرف بھی اسکا میلان طبع تھا۔ اور اس میں عی اسے وہ کمال حاصل
کسا تھا کہ سوری۔ اور سعدی و عیسرہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس میں تک میں کہ
اسکی ظرافت، ہرانی۔ اور ہرانی فتن گوئی تک یہویتی ہے۔ مگر کمال ہر صورت اور ہر گ

میں ہے۔ ملاحظہ کیجئے کسی طویل القامت آدمی کی شان میں جاتے ہیں۔

اوجو اوجہ درایت رسیدہ است بچاک
کراہل سادات گوشت رسد صوب
گر عمر تو حوں قد تو کوئے مداری
تو زندہ حامدے دہریے ملک الموت

دور سے ابرقنا سوسے دشت
چوں دھوا ساغے نامد دیر
در خرے یرادہ حر رحمت نمود
ما نمودے یکا گردیم آنوس
کہ دردی مردگر رمی کشید
ہاں ہاں یک دل آن گادوں بدید
گر جماع ایدت کاین خر میکنت
چند درں میروں سندندار ہتہراں
چند در دید بد در محسدا چراں
بر مثال عاشقان ما دلہراں
گادوں میکرد رسم خراں
تیری اگسد و میکرد عاں
رکشید آپے دگفت اے شوہراں
رکش مای رسید این شوہراں

رعیم حیرہ را ریشیت است رگدو جمع ہاں
سر سے دارد گل ہر جا کوئے رتہ دو لہام
کھاسے ہاں چوں نایہ در اول سر بر بندش
کہ کوئی نہ بکوئے رکش گادے تید سے
مگس گوی را اطراف کھے مشکاید سے
دریا گر کجا ہاں ادر کناں در پید سے

آنکس کہ حکم خورد وہ مردی ہتر آموخت
یغام رتاں می برد و بیاسے در پوش
در دور قمر گوہرستیں خوں جگر حور
یا مسحرگی می کس دحلواے شکر حور

اوج۔ مخلص شجاع اللہ ہاں نام بکھا۔ دئی کیے تائی ماستدہ تھے۔ ادر
ہیں کی لگیوں میں داری عمر گزاری تھی ہایت ہی کہہ مسق ررگ تھے مگر حوایی اتی تھی

کہ جابہ تھے دیرا کھر سے بیا بھوں کوں۔ اس میں ایسے لکھتے تھے کہ ایک مصرع کہہ کیلے
گھنٹوں یہ دن مہنگ اور سرنگریاں رہتے تھے۔ سحر بھی وہ مضمون قابو میں نہ آتا تھا
اور کہہ کا کچھ کہہ جاتے تھے۔ حسبِ شہ کہہ لیتے تو شہر کے بالکالوں کی حاکر سانسے۔ اس وقت کے لوگ
مذہب تھے کیونکہ آکل کے تیسروں کی طرح یہ حواس ہوتی تھی کہ شہر پر ایک امپراطور ایسا
کہہ دیتے۔ جس سے لوہاں ہوتی سنتے اور حور وادہ سماں اللہ کا نل بچاتے نہ جھاتے۔ دوق
عالمہ عہدہ سے پہلے کہہ والے تھے۔ اس واسطے ان لوگوں کو وہ ایسے سانسے کا یہ ہی سمجھتے تھے۔
اور ان کا بھی یہ خیال تھا کہ اگر آیا کہہ متی بڑا خوش رہا تو ہمارا کہا قصداں ہے۔ اسی لیے
ان کی صحبت کافی کی تاثیر سسکریا۔ لوگ جیسا ہو جاتے اور یا بار بار دیتے مررا غالب لے
حب اردو کا دیواں تمام کر دیا اور حرم لے یہ شعر کہا اور مررا غالب کو سسایا۔

یہ شعر سر رکھی تو بچے طلحہ قطع کیا ^{۱۰} عالمہ آساں ہیں صاحبہ لیاں ہوا
مگر مرالے کہا کہ واللہ کا دہیں یہ لوگ جو آپ کو استناد دیتے ہیں۔ تم تو شہ کے حداد ہو۔
ایسے ہی ایک مرتبہ کھورا بیت سسگ لے حکیم موس حان کو ایک ہفتی اوعام دی۔
چونکہ موس حرم کوئی بھی تھے لہذا اسی کو خیال میں لکھتے ہوئے اسوں نے شعر کہا۔
بھوں یہ سا وہ موس کا الیتا ہوا کھومی سیکو جاتی کا دال لیتا ہوا

دنیا میں سبہریں ایک ٹٹاں مای رٹڈی ہفتی۔ حدادے تو یقین خودی لوگ ہوں سے
تاٹ ہو کر ج کھلی۔ اور ج کے استہرا کے لئے ایک مسالہ ہاتھ آما۔ شعر کہا۔
کھا ہے ترس اگر تھوڑا دن کو چلیا ^{۱۱} منل جو سوچو ہے کھا کے تلخ کو تلخ
ان کے کلام میں طراوت کا چھارہ اسی سے پیدا ہو گیا ہے کہ کہہ کیے یہ کہا چاہتے ہیں
وہ کہا میں جاتا۔ یہاں پر غور ہے کہ شعروں میں اب یہی مات یائیں گے۔

ہر جمیلیاں ہوو کی میں رشک کی اندر ^{۱۲} الٹی ہے ہنسی لکھا یعنی یوں کے اندر
ماس کے مقلد کا لکھا۔ ہے کا عا ^{۱۳} یہ ہر فتح داروں اس اعن کے اندر

میں وہ ہوں کل بس سبیل دریائی مری ہے کتنی گل مار چیل دریائی
 بجز اترتی ہے گرد آسمان سے دبی ہے راہر صحر جس سبیل دریائی
 ہر کالائیائی امانیتا ہوں ہر تہیہ میں کاگر ہے مرا کلک میل دریائی
 ناشہ کنگرہ چار میرا دشت حصار راہہ آندہ رح فصیل دریائی
 چہا رہے مرا اک تار سنگر دمیر دے عمل میں ہے خر تھیل دریائی
 میں ایسے کوچ کی ہوں موج میں ہا حلا حباب داہ ہوں کوس رحیل دریائی
 ہمارے مہر تلاطم سے آسائی ہے یہ آب شور ہے دیتار میل دریائی
 ہے ادھ مردمک دیدہ مردم آبی نکال دیدہ تر سے سبیل دریائی

دشت سے ریزہ بہاتی ہی تھی اکشر طہلی میں بھی مہلی مری حاتی ہی تھی اکثر
 حصار رکھ کسٹہ غنچہ کی گرہ میں لعل پڑی گلہر سے اڈراتی ہی تھی اکثر

دم کا خود دہ سے اندھے دیال ایسا بے پل صراط اتری یہ ہے کمال ایسا
 طہلی ہی سے ہی کج دشت سراسر اعلت سم میں گڑا ہوا ہے آہو کے نال ایسا
 کسہ تہا دت، اسے کس کو یاد قائل سایے میں تبع کے سر لیتے ہیں ڈال ایسا
 بھاتا ہے خوش سستی تیریا، تریں میں دوا ہے اک شور گرہ اسیدہ رلال ایسا

اوجھائی - مہلا ما اوجھائی کرائی کے علاوہ یہ ایک دوسرا ایرانی شاعر ہے جو
 عالم و سبیل کے لحاظ سے ایسے زمانہ میں طاق تھا۔ راہہ حال معلوم نہیں۔ اس لئے
 نہ اسے استعارہ طریقاہ میں احلاق و عبادت بھی شامل ہیں بلکہ کرتا ہوں۔
 مارہمہ مدح کو اس در فکر سے دند دتیا چہ دھسر کر سے

کردار دے سوال کا سے دفتر
گھت دیا کہ ماتو گویم راست
کہر چنی ماینہمہ شو ہر
کہرا ہر کہ مرد بود بخواست
ایں نکارت اراں کھاست مرا

یسے مایدر نزاری گھت
گھت ماما راکس درں
کہ مرا یار تو بہ ہمسرو جفت
پند گیر از حلاق ارمں
در رناگر گیروت عسے
ہ ہلا کو گرفت چوں تو یسے
رں سچو اہی ترا نہ ہانکد
گر تو نہ گر اریس جیانہ کد
ارمں وادرت نہ گیری یسد
جسد می و مار می جسد
اں رہا کس کہ آب و ہیمہ مان
ریش ماما نگر کہ یمہ مامد

فرح گور است اندراں لہرے
آکب شہوت تو کور امتاد
صحت ادوعاب ہر احدے
زبدہ راں لے کھں گور امتاد

ایک آرمیگ - اودہ بیج ساق کے ایک مامہ نگار طریقہ ہے - جبکا تھوڑا سا
کلام تو دستیاب ہو گیا - لیکیں اس میں ہے کہ یورا حال نہ معلوم ہو سکا محموراً ایک
عرل ہی راکتھا کی جاتی ہے - ملاحظہ ہو -

آٹھ لگے جماسے سحارات سو دیتی
کیوں اٹھی حرارت سے نہ تنہیر ہو پیدا
لو ہوئے لگی ہمدیں رسات مہمستی
تا حرج چکے لگے درات ہو دیتی
ایجاد ہم اسے کریں آلا سو دیتی
میوں کی دکاں یہوں علالت دیتی
یورپ کی نہ کہنی ہو نہ امریکہ کے گیوں

جیو یا یہ دلیلیک کوئی یورپ سے کبھی ہم
 غلے کی بساط ایسی تھی نہیں گھر گھر
 سوڈا ہو کر منگلیتیا سب چلے میں جائیں
 رسات ملا لیں گے ہم اشکوں کی ٹہریے
 طاعون کا کھٹکا ہوتا ڈر قحط کا اسے پہنچ
 ناگور کا ہو میل تو ہر شات سودیشی
 اک کشت سے یورپ کو کرے مات سودیشی
 اب بھیں گے عطار میانات سودیشی
 آہوں سے اٹھائیں گے بنجانات سودیشی
 ہاں فکر رہا کرتی ہے دررات سودیشی

باب بے موحہ

باب - مادہ ہرام نام ہے ہدایوں کے رہنے والے ہیں۔ مکر می قمر دایو بی۔ اور
 جہاں حکم حادثہ عمدہ الر حمل صاحب لکھنوی سے آپ کا کلام مل گیا۔ لیکن اسوس سے
 کہ حالات کچھ زیادہ نہ معلوم ہو سکے۔ قمر صاحب ہی سے یہ لطیفہ سنا کہ ماب جب مدالیہ
 کے متاعروں میں ترکیب ہوئے تھے۔ و اکثر لوگوں سے لوگ جھونک ہو جاتی تھی۔ ایک
 مرتبہ مستقل حریف پیا اہو سے اور اسے ایک شاگرد کا داد اٹھائیں رکھا۔ متاعرو میں
 حب اس شخص نے عل ٹہری لوماب کو بہت کھری کھوٹی سائیں۔ ماب ایک حاضر جواب
 آدمی تھے رہا نہ گیا یہ متاعروں کے اسی متاعرو میں۔ مایا۔ رد سے جس اپنے حاضر حریف
 کی طرف بٹھا سے

وہ تیرے ماب ہوں داہوں یہ دادا ہوں کوئی ہوں مگر سب باب کو تو ماب ہی اسے یار کہتے ہیں
 حریف یر ایک ادس سی یر گئی۔ اور عرق ترم میں ہا گئے۔

ماب کا کلام محض طرافت کی حد میں ہے۔ نہ انہیں اخلاقی نکات کے حل کرے کی کوئی سوسر
 کی ہے اور نہ سیاسیات کا دخل ہے۔ دیواں کا احتجاج کر کے یہ چند شعور دھجائے ہیں
 ہر اک مات یرا ہوی رے مار ڈالا کوئی تھے ٹہر رہا مات دیکھا

ہر ایسے معنی ہم گھاس بھی ہم چڑھیں
ہیں یار تیری گدھیا نے مارا
مخمس ہاے اس شکار و درکشا
مجھے آج جو دیکھے مہیا نے مارا

چھڑا کر کمر سد کہنا کسی کا
تو کیا بھاڑ ڈالو گے ادا کسی کا
بیت آیا رمانے میں ہم نے
نہ رٹھی کسی کی نہ ٹھہرا کسی کا

ہیں ہے ساتھ اسے ہزار میرا در دشمن کا
میں اک ادھی یہ عاتق بونہ یہ الی چوکا

دیکھ دل ڈر ہے مجھے اب یہ مریجاں دل کا
حال پوچھیے کہ کہیں مجھے یہ ماں دل کا

مری جاں قتل کے طرم ہو کم محشر کا موقع ہو
دہ کہتے ہیں مٹھائی دو تو وعدہ دل کا نہیں
اسی ہنہ میں مستنا ہوں کہ کچھ ہونیوالا ہو
صاحب ہاں سکتی مٹھا کا ہونہ میں سکتا
جیسے خالی کھلا دشت میں ایسا ہونہ میں سکتا
کہا نکا مانج اُن سے صرف مٹھا ہونہ میں سکتا

لو جیسے کیا بہت وصل میں کیا کیا ہو گا
آج لو کچھ بھی میں وعدہ کہ سچیتا ہو گا
گر جیسے کھائے ہیں میرے یہ درایا در سب
آج وعدے یہ آؤ گے تو پیدما ہو گا
شیخ کا حیرت میں مایہ ہا ہے دھوکا
میرا سالانہ ہو گا مرا سہارا ہو گا

حوتہ میا دہوڑی کا پیسہ ہے یار آج
جیتے ہیں میکے کو تاشا پیسہ ہو سہ
تاہد کہ وگشا کوئی عاتق یہاں
جیسے ہے سچ سچی کے لگی لوٹا مارا

وہ آدمی رات سے ہی شب بھر چلے جلدیے
اس کا عذاب اتنا تھکے حروں کی جاں پر
دور رخ میں ہم یوں میں پریشانہ جیل میں
کچھ تو کھو لو گے مجھے کس مقسام ر

ہے اُن کے وصل کا وعدہ تو کس دریا میں
جگہ تو یہ کیا کی باہس یریا لے پٹی چھت پر

جو دہمیں میں ہمارے حکو ہم اعیار کتے ہیں
اکھیں سس کو وہ اسی ماں کا شہدہ رکھتے ہیں

رقیب رو سیہ کی کاٹا لینگے مالک جوتے سے
ملا سے ایک دو ہلتہ رہی گے گڑھے گھر میں

عذرا کی کا پھر پھر آکر کھل گیا سب پر
کنا کم بخت ہے یہاں روئی سے پر صحر میں
غلط خیال تھا مگر کہ وہ مری جاں ہیں
ہیں ہیں جاں مرے دہمیں کی اماں ہیں
تحت کی رات مری چھڑے جو روئے مری
مجھ کو یہ کیسے ڈرایا کہ حصم مار چوں ہیں
ان کی مست یہ شب بھر اکیس چھوڑے دول
وہ کہیں یہ نہ سمجھ جائیں کہ مکار ہوں میں

اعیار ترے ماں ہیں یاں ہیں کہ چچا ہیں
کیا حق ہے اکھیں کیوں ترا مر بادھوئے ہیں

عیر کے وصل کو اب جوتے ہیں مکرے عالی
عسل حانہ ترا لکھا تھا مری قسمت میں

رہے ترا دوسرے جیسے امیا ہو
اند کرے جا جسے کی سسرا ہو
کہا سب اچس سے مجھ سے جس دیتے
تم صحت ماہج کوئی ٹائی کے چھا ہو

سینے دیکھا جو لنگوٹا بچھکا
دھست لڑنے کہا لنگا بچھکا
وصل کی بات یہ ہو کر کیڑا کریشا
ایدا باب کٹا ہے بھسیا بچھکا

گھٹائی ہے دشمنوں سے صبح و مساتھاری
بیرٹھ مار دینگے اسے دریا تھاری
ردد کی تم مذمت کرتا رہے ہو واعظ
انگھر جبر لے لیں یہ سب جیبا بھاری

ہم بھی تیرے صحن میں اعیار بھی ہیں آج
یہ دیکھنا ہے اب تری کھٹیا کدھر رہے
کتے ہیں آج تیرے ہاں سو رہیں تو پھر
اماں سے کہا کہ اس گے کل کیسے گھر رہے

خدا کے لئے مہر مٹا دو مری حال
بستہ ٹرھ گئی ہے حمایت تھاری

نانکہ ٹھیکہ دوا اور میں رنڈی یہ نشان
ایک کے گھر میں رموں ایک مرے گھر میں ہے
بھرا اگر غیر بھٹک جاے لوٹکا دتہ
تا پ کو حکم وہ دیدیں کہ مرے گھر میں رہے

وہ حوتوں سے کی ہے مرمت کسی کی
کن س گئی ہے حجاب کس کی
کوئی بھری ساڈ پالے بڑے کا
علیگڑھ میں بھری ہے تہمت کی

ساہے دھڑر آس کی ہمتیر ہوتی ہے
حسی تو سچ کی رددوں میں یہ توقیر ہوتی ہے

گر بات میں نہیں ہے توان میں قصور ہے
بظلمے میں تیرے فرق مری حال ضرور ہے

کہاں جا سکتے ہو اب مرے گھر سے
تمہاری تاک میں کتنا سال بھر سے
ملا جو ایسے افسانے قید کاٹی
ملا ہے حیل جانہ ال کے گھر سے
پھر آخر مجھے تم کیونکر ملو گے
جو تہا مد سے کہ جوتے سے کہ در سے
عدو کیا مار ڈائے گا مری جاں
حطا پیتا سا کیوں ہوتا ہے ڈر سے

رہنمایاں طائر دل بھانسن رہی ہیں جو بیاں
سبیاں ہو گئی : درد رخ کے چڑیا روں کی
باتھ میں سیم کی ٹہنی ہے بھل میں جوتا
یہی بیجان ہے بیاں اسکے خریداروں کی

مردم عدد میں ہوں کہ جسم میں جائیں آپ
صبر میرے گھر نہیں ہیں تو جا ہے جہاں نہیں

سیکڑوں کو وہ ٹانگ دیتے ہیں
ان کو بھانسی مگر ہمیں ہوتی

کیا مرا آسے جو اعیانہ کے اوپر سر برہم
دلہا پیتا کی وہ ٹانگ اٹھا کر مارے

کل سنا تھا یار کا حلا ہے
آج سستا ہوں کہ رحلت ہو گئی

نمید کیسی سے والے مر گئے
اسے میں قراں ڈھول کی اس بھائی کے
یہ سب سے ہیں رہا ہے یا بے
یہ سب سے ہیں رہا ہے یا بے

تا تیر دیکھئے نہ سے سخت سیاہ کی
م - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - ق - Q
کوہ ستم اٹھاں سہول ار ساقی
کیا ایسے ہی نا جا تہ ہو م گنا مارے

داد اور احسن خطا مایہ الکا ٹھکانا
یہ انا شکلی ہے نہ کہ کیوں ہو کچھ میں دوست کی

تضمین شعر شہیدی

فصول مجھے تو دہلے ہے اسے بن گلام
توئی مہم نہیں کرنا موں میں کسی سہہ عوام
کھلا کھلا کے مجھے سپریر پھر یاد ام
پڑی اٹھی رہے پہلو سے مارنا مارا کام
فریبتہ ہوں ترسے طرہ درمائی کا

براقی - درمئی تخلص بہ مرے ایک دوست کا جو صلیح تاجہاں پور کے ایک پیر
رہیں اور کہہ متفق شاعر ہیں اس وقت میں شریہ پھر گیا ہم میں کا ہو گا سہایت با حلاق
رہہ دل یار ماس اور معدار مسک رہا المراح ہیں منہ سے کافی ماسم ہیں لیکن ماوراء دہرا
بھی آپ نے ایسا صحیح نام لکھے ہیں مجھے مع کر دیا - واقعہ بھی یہی ہے کہ اس کے دیگر
کمالاب متاعراء کے ساسے طریقہ شاعری کا ذکر آپ کے لئے کچھ موردوں اور مسائل میں
معلوم ہوتا - مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کا طریقہ کلام بھی سمیت کچھ ہے - اور اگر گھٹو
ہے کلام ملتا تھا تو آپ کے مصلحت اوقات میں کیا ہے نہ شاید ایک بڑے طریقہ کا کہ
دکرہ میں اعداد ہو جا - مگر کیا کیا جاسے - کہ اس چہ استعار کے سوا جو میں نے آپ کی مال
سے سکر ایسی دنگ میں درج کر لئے تھے اور کچھ بھی نہ لی سکا - تعریفیں

مخبر - اس ایک طرف دیکھئے والا جوتا
میتے لہجے میں کمر سادہ والا ہوا

طرسہ بخود خیال دل ماسور تھا
لہجہ کی میں تار تار، جو رکتا

اس نعل حسنت بخت کی تھی شکلیں نگاہ
ایسی لگی تھی ایسٹ کہ دل جوہ چور تھا
دھنس پٹ کے بھول گیا شل مان عوا
نہاید شکم ترلف ہوتا را تو رہتا
نارنگیوں سے بڑھنے کچوں کی سار تھی
سیدہ کسی کا باجیہ ناگور تھا

جنگو کی جھک حالی کی انگلیاں ہیڑ
درب دل سوزاں سپہ تہ دام ہارا

پروف۔ اسم گرامی مستی خواہ لایرتنا دھقا قصبہ محمدی ضلع ستیا پور میں ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء
کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن محمدی ہی میں باپ کی سہولت سے ضلع کیرن میں ان
اکادریہ اول میں امتحان پاس کیا اور وظیفہ مقرر ہو گیا یہاں تک کہ ۱۹۶۵ء سے کینگ کالج نکودہ
میں تعلیم پا کر ۱۹۶۷ء میں لی اے کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۷ء میں وکالت کا امتحان
پاس کر کے وکالت شروع کی۔ ۱۹۶۸ء میں لکھنؤ میں لکھنؤ امور ہوئے اور اس میں
کافی شہرت اور ماموری حاصل کی آخر ۲۶ مارچ ۱۹۶۸ء کو عارضہ طاعون لکھنؤ میں
سب کے عہدہ حج عہدہ برتھین بھٹے انتقال کیا

گو کہ آپ اسم اسکی اور قدرتی نہایت ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے مگر میر بھی
ہیں لکھنؤ کی رہاں حاصل کرے میں کافی کتب میبی کی بھٹی۔ اور خصوصیت کے ساتھ وہاں
کے ٹرسے ٹرسے زباندان کے ساتھ ملے ملتے رہے۔ مستی سجاد حسین مرحوم ایڈیٹر ادبی
سالی پائت ترموں ماکلا آخر۔ مرزا مجیب بیگ ستم طلبہ مسی احمد علی سق شیرہ سمراس
آب کے احباب خاص میں تھے۔ سب آپ لکھنؤ میں آتے رہے لائے آ بیوت است او دوج رہا
مامہ بکاری سترہ روح کی۔ اسی سلسلہ میں متعدد طریقہ نظر لکھیں۔ اگر اگر یہاں
کے لکھنا ملاحظہ فرمائیے اس حوالی سے کہ نامہ مستاید۔ منگل سے جایا راج ادولار اکا انیا

ترجہ کیا کہ میرے خیال میں ہر مادل ان کے واسطے ایک شاہکار ہے۔ مرد ہی۔ پرتاب
 شکافی دہی۔ مار اسیتیں۔ مرالی۔ سب کے سب بچہ دلچسپ سلیس اردو کے مادل وہی
 سنگھ مادل کے تراجم ہیں۔ میں نے اس سب کو اول تا آخر پڑھا۔ ہر ایک لائق ہے۔
 مترو ہی ہمارا کیا کی شاعرہ متاتی کی ایک ربیر دست سند ہے۔ طریقہ رنگ نظم و شریں
 ایسا کہ بید طولی حاصل تھا۔ ہم متر کو لودہ طوالت نظر انداز کر کے صرف بعض بعض نظموں پر
 اکتفا کرتے ہیں۔ پہلے ایک محسن ملا خط کیجئے و ماری کے اس پرانے اور ہر سودہ مصرع
 کہا گیا ہے اگر ماند سے ماند شب دیگر بھی ماند۔

کلاہ سرخ ٹکی دایا رہی ماند ہیبتہ کوٹ و جاگٹ نیریں برنی ماند
 ماند ہر کیے آئیں اسے پھر بھی ماند عروس لوجھا آلودہ باتو ہر بھی ماند
 اگر ماند سے ماند شب دیگر بھی ماند

راڈھی داما در بول دسا عری ماند چہیں مید و چہٹ در دست و گتے ہی ماند
 نیاسی لوٹ انگریزی دفتر برنی ماند عروس لوجھا آلودہ ماشو ہر بھی ماند
 اگر ماند سے ماند شب دیگر بھی ماند

جیہیں اسپ دسر پٹا سداں تاکھاری ہیبتہ گنید و کرکٹ پھولھاراں تاکھاری
 مرید در بدن تاکے جیہیں پتلوں گکھاری عروس لوجھا آلودہ باتو ہر بھی ماند
 اگر ماند سے ماند شب دیگر بھی ماند

راڈھی تاکے ار مانگو اسے پھر بھی لوسی لاس جاگٹ و تلوں سے کھٹکے پھر بھی لوسی
 راج کون اس رسم لداں تاکھاری عروس لوجھا آلودہ ماشو ہر بھی ماند
 اگر ماند سے ماند شب دیگر بھی ماند

کئی گراہ عالم راہ سپر روں تاکے سر در من لودوں یکھ میر جڑ و در جڑ تاکے
 لودوں لاسا دہل سنگھ گول تاکے عروس لوجھا آلودہ ماشو ہر بھی ماند

اگر ماند شے ماند تشبیر دیگر بھی ماند

حوری تاجند فغ سر سیدہ را دریں غمت حوائے را مانائی از دلیلِ جویس چون صلت
خودی ماندے فیخر بدین عقل دریں بہت عروس و حجاب آلودہ ماتو ہر ہی ماند

اگر ماند شے ماند تشبیر دیگر بھی ماند

سمائے سگاسو دینے لیکری را نہ لوسیدل بوقت گیند کر کشا میدہرک بیتاب کردیا
چو ذراں دھرتیاں تیر ہی اکھیل لادیدل عروس و حجاب آلودہ ماتو ہر ہی ماند

اگر ماند شے ماند تشبیر دیگر بھی ماند

کو گئی دکر ایر در کہ ہسٹاں حلقیوں کو تر جوں بکا کتہ می را د و عطر غفل
حسرت را دور دانا و تو مکن اریں اکوں عروس و حجاب آلودہ ماتو ہر ہی ماند

اگر ماند شے ماند تشبیر دیگر بھی ماند

نظر پڑا ایک سیر پھر رانی سج دین سئی ادا کا جو عمر دیکھو تو سورس کی یہ تہر دانت ہفت کا
مقید دانت ہی یہ کالاحتہ اور سیر طرہ وہ سرخ ٹپنی مدیرہ حاکٹ گلے میں پئی سی عالم اسیر یہ اک ملا کا
ہاں باتیں اسکی وہ کرا موں کس لیں سے ہر دہ حصے کے قوسے تم کے جلے اور سیر طرزیں ملا کا
مست و دل تناسلے کر شے طرح طرح کے دکھائے جلے کے مدد کے دیں د دنیا کہ حواس و اعتقاد اکا

ایک بار تہہ کس کے قول یا ایک مرتبہ عجیب طرح کا لکھا تھا جس کے دو تین بند لکھتا ہوں۔

ملک دس یہ قحط کی یار دینے لائی ہے چاروں طرف سے دینے لڑ کرائی ہے
محتاج حائل ہیں بکلی حد کا دانی ہے کافی گشتاں کوک ہر اک بہت بھائی ہے

بھرتی امید دار ہوں خواہش ہے کام کی

آؤ سنیل رکھی ہے کنگلوں کے نام کی

آئی گشتاں سی ریل بھرتے ہے امید دار انڈی ملا کی طرح کہ سمہ جھکے جا رہا ہے
پور بھرتے یا را در عالم گشتہ کے سمہ حوار آئی بھی ہر طرف سے صد اس یا مایا

چندوں یہ تجزیہ کرتے ہیں وہ پالیسی اثری ہوئی

۱۔ سمجھنا چاہو یہ سب کی تقسیم مانگیں کس طرحی ہوئی

اگر دیکھیے کہ ایٹم کی پیمائش اور بچے دو اگر کہے کہ بھئی دواہ دواہ

کیونکہ آتشکار کہ میسویہ بہ نگاہ ، کہے کہ کچھ خیالی بھی گو خلق ہوتا ہے

گڑھے ہروں کو اور سگاڑی یہ زور تھا

مارا پیدہ پیدہ کا ہر اک عمت شوریہ تھا :

بحر طرب کیسے پر اے ہیں توانشا اور مصحفی کو مات کر دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے

دوسرے قسم ہوسے، مازار کہے یا قیمتی عیار۔ ہر تہذیب کے لیے ہر فرد پر گناہ قرار ہو رہا ہو اور دوسرے تہذیب

سکھیر چور ہزار۔ تہنق چول تہر ہور ہسیہ حال ہرج حور۔ مثال شعا دی کھور ہر کوٹا پتلاور

بدن مستقیم رها نول - جوش سرد - دست سرد - تن و جوارب هم سرد - - او صاحب ایالت ،

دے مذکورہ سٹیجوں - - حدود و مسلمان - - ارقوم لہما - می - و قوم ہر مملکت یہ سید شوق

گئے تختائے فوق۔ گئے استاد و شاگرد۔ گئے حبیب و مرید۔ گئے کلمہ گو و سنی۔ گئے عیا و کلمہ کافی۔

وتمیں دراندی۔ گئے بیرو کلارٹا گئے پاکٹ گئے جاکٹ۔ گئے سیر، دئے رم۔ گئے باہی گئے تم

ہیں فکر ہر دم۔ کتبہ حرص و ہوا را۔ گفتیم اسے ہمسفر قبرمیں۔ حرامی شدی مکتور، کیسے میت

چو یار شایسته بود آفرگار ت - ایوب و صبیح کدام است که داری - چو سدر حرد قاری

مشتہ شنگ خلعتی۔ درد اس کی سچے لستق۔ توئی دیوانہ دار ہوتس۔ ۔ رھ عقل فراموش

شعر علم و ادب دو۔۔۔ ہے گریہ محو۔۔۔ گو نام و شامت۔۔۔ توں آگاہ کانت۔

میں دیر حصارا - گفتہ عدوت ماموس - رد ڈام مگر ٹوس - تم آدمی ہے کالا - بیوس

کاتالا۔ میں صاحب لوکیم۔ وراثی سریمیم۔ صاحب پیلی نامم۔ جہاں شہرہ عامم

در مورد توحید دانی - که مافصل الی - پریم کنو ارد تغییر - ایوانه امیر - سلیم بروکس

لغتم اسے صاحب ادب اور صاحب فکر کہیں گے۔ یہی ہوسکتا ہے۔

ہمہ آئینہ در پیش - ستو طائر نقال یزں مطب بر مال - کھڑا سگٹ دم یک - مکن نرک
 رہ نیک - ستو پیر و حنات - برست اور حر فات - میں صدق و صفار -

برجی - مرزا محمد اسرف صاحب لی - اسے حلف حساب محمود اسرف گورگانی کا
 تخلص ہے - آپ ہماییت قابل اور سبک مزاج ہیں مرزا ارتدہ دہلوی گورگانی کے
 شاگرد ہیں بے حد متوج اور مالکے دہیں ہیں - آپ کی ظرافت شعر میں اس درجہ تک
 ہوتی ہے - جسے اساطیری شاعری کا اسہان رنگ کہہ سکتے ہیں صرف ہرالی اور بعض طرائف
 کہیں ہیں ہے - بلکہ اس رنگ اساطیری میں یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ کہیں تعزل سے
 ملحدہ نہ ہو اسے صاحب حیدر استعار درج کئے جاتے ہیں - مگر یہ کلام اتنی ہے
 اسوقت کا کلام موجود نہیں -

تجے جالے کون کی توہ	سے سے اچھی کس بھی توہ
کعبہ گر جا اور خستہ	گھر گھر جھانک میری توہ
راہ طر کر لو گرمی گرمی	سادن آما ٹوٹی توہ
آہر رہا ہڈی میٹھی بھٹی	رہدوں میں کمانگشتی توہ
رمی موریت بکھر آئی	سرب دیکھی بھاگی توہ
مولوی صاحب ایر کہ کرے	اون کی - رٹی بھٹی لی توہ
میں اور ایسا کام کروں گا	نوبہ توہ کیسی توہ
داعطاب تو جاڑا آما	کسکی توہ کیسی توہ
لوی مدسم ہی بوٹہ	اگنی رانہ کرئی توہ
داعلا ایما دل تو دیکھو	دسی حالی سولی توہ
دک (رہ) - کہہ کر ل	کام دھار یہ دیگی توہ

بہسمل۔ میر جس نے اپنے تذکرہ میں اہل کام گدا علی لکھا ہے اور ایک دیکھنا
 نقل کر کے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے زیادہ بلند شعر اس کے اور ہیں دیکھے گئے۔ میر تقی نے لکھا ہے
 کہ سہل تخلص ایک تخلص کا تہرہ پہلے سا تھا اس وقت تک میں نے یہ تذکرہ نہیں لکھا تھا۔ اب
 جدا معلوم کہاں گیا۔ ہر صورت میر جس نے جو شعر لکھے ہیں انھیں میں سے۔ ایک شعر منتخب کر کے
 لکھا ہوں۔ میر اقیاس ہے کہ میر جس نے جس کے اس شعروں کو لکھا ہے اس کے وہ سب شعر
 چمکا ہوں نے ذکر نہیں کیا خدا معلوم کیسے ہوں گے کاش ہوتے لو لکھتا۔

دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع	دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع
دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع	دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع
دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع	دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع
دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع	دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع
دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع	دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع
دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع	دیکھ لو تم بھی کر کے سسراع

بہسمل۔ ایک رسالہ میں آیا کہ ایک عامل لڑتے گریختی نام مقام بھی
 لکھا تھا مگر حافظ نے صرف میں چار شعر یاد رکھے یہ آتش کی نام دامن سسراع (ا) کیا
 معرہ ہیں۔

طلب وصل ہمتستانی کن	طلب وصل ہمتستانی کن
طلب وصل ہمتستانی کن	طلب وصل ہمتستانی کن
طلب وصل ہمتستانی کن	طلب وصل ہمتستانی کن
طلب وصل ہمتستانی کن	طلب وصل ہمتستانی کن
طلب وصل ہمتستانی کن	طلب وصل ہمتستانی کن
طلب وصل ہمتستانی کن	طلب وصل ہمتستانی کن

بہسمل۔ تخلص ہے مولیٰ فتح الہ صاحب مرحوم کا۔ آپ سہانی احسار
 لیسوں میں ایک اتنا ہی درجہ رکھتے تھے۔ اور ہمارے کی وہ نہیں تھے۔ عرصہ تک

یہاں بیچ لا رہے ایڈیٹر ہے اور برابر طرأت کے نظم و ترصا میں لکھتے رہے۔
 طرأت میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا اس لئے میں بعد مدت ا مقال کیا۔ کلام
 تلف ہو گیا صرف ایک طرعاہ ساسی نظم مل سکی جو درج کیجاتی ہے۔ غالباً سانس
 صباگ اخفا نساں کے وقت لکھی ہے۔

کالی برسر بیکار ہیں اور سو	اُن کے اب موت کے آثار ہیں اور سو
حن کے صدقے سے پیا اور ہوائے تپ	اُن سے بھی لڑے کو تیار ہیں اور سو
شاہ قنیاہ تو اور کبہ مصالح ہو	سوٹھ کی گامٹھ یہ عطار ہیں اور سو
دو قدم گوہیں چل سکتے مگر اسپر بھی	خنگ میں چلنے کو تیار ہیں اور سو
ہم سے مولوی تھے آج طہیل سرکار	برج میں صاحب احباب ہیں اور سو
حیث میں مانے بڑے ہوتے ہیں کچھ کام	آج ہم عمرت ناما رہیں اور سو

بقا۔ بیچ نفاذ اندھاں نام تھا۔ اکہ انا کے رہنے والے تھے۔ حافظ لفظ اندھا
 حوسلوں کے بیٹے تھے یہ۔ اور دا کے معاشرے۔ گرد دلوں کو خاطر میں نہ لائے تھے اراد
 میں تباہ حاتم اور فارسی میں مرزا حاکمیں کے ساگر دیکھے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب
 رحیم لے اسے ترک کرنا تھا میں انھیں غلطی سے میر درد کا تنا کر د لکھا ہے۔۔۔ صبیح
 میں ہے۔ بلے ان کا ماکھل چھا لکھ لکھتے تھے جیسے معلوم بیکار کماچی میں
 آئی کہ اس مخلص کو چھوڑ کر نکاس گئے۔ آخر میں رک وطن کر کے لکھو آگئے۔ یہ
 میرا رشتہ دار ہے معر کے ہوتے تھے۔ اسی پر یا رکھیں جو کہہ کی ضرورت تھی
 یہ کہ حوسلوں طرف الطبع تھے۔ اس لئے میں طرأت کا رنگ نہ کر کے ہی طرح
 یہ کہہ دیتے تھے۔ میں یہ مذہب اتھوڑوں کے رویہ پر لکھتا ہوں
 ایک مرتبہ مرتبی مصرعہ نہ تیر لکھا۔

دے دوں گئے کہ آنکھیں مدیاں سی ہدیاں گئیں سو کھا پڑا ہے اب تو مدد سے نہ دو آنا
 لٹائے بھی یہ سحر سا کمال پیدا ہوا کہ میر صاحب نے سرقہ کیا اور میر سے ان
 دونوں شعروں سے یہ ۱۰ دوا کا مضمون اڑا لیا۔
 ان آنکھوں کا فکریہ دستور ہے دوا ہمارا نہیں یہ مستہور ہے

سلاک سے آنکھوں کے رہتے ہیں جڑی میاں ٹکڑے چور سے دل کے لستے بس دہ آئے ہیں
 پس پھر کیا تھا ٹکڑے اور ایسے ٹکڑے کہ یہ قطعہ لکھ ڈالا۔

میر نے گرترا مضمون دوا کے کا لیا اسے تھا تو بھی دعا ہے خود عادی ہے
 ایسا میر کی آنکھوں کو دوا نہ کرے درمی کا یہ عالم ہو کہ نہ میاں ہو
 اس کے بعد غالباً میر صاحب سے اور اس سے چل گئی ایک اور قطعہ کیا۔

میر صاحب پھر اس سے کیا ہنتر اس میں ہر دس حوام شاعر کا
 لیکے دیواں بیکار تھے میر سے ہر گلی کو۔ کام شاعر کا
 ایک جگہ میر اور مراد دلوں کو سے ڈالا ہے درما ہے

میر و مراد کی شعرا کی سے ایسکے عالم میں، حیرم ڈاڈا تھی
 کھوں دیواں دلوں صاحب کے اسے تھا حیرم ہم لے ریا رت کی
 کچھ نہ یا ما دوا سے اسکے سخی ایک تو لکے ہے ایک ہی ہی

کے ہم استاد، درم دے میٹر گئے لے جا ہکا کٹا، نہ طے میٹر گئے۔ گئے
 آئے کچھ کو کتنا ہے نہ اللہ سے اسکا میں دیکھے ۱۰ لا ہوں لہا دہ سے میں
 ان استعارہ کر سوا۔ اور طر لہا شعرا ستیا۔ ہو سکے۔

بیکانی۔ اودھ بیچ۔ سابق کے کوٹا نامہ نگار ہیں۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۷ء کے
 اودھ بیچ میں آب کا یہ لوح۔ اس مختصر دیباچہ کے ساتھ درج ہوا تھا۔
 لوح رقت و نجات افزا حسن اتفاق سے لحوں۔ سوڑوں۔ مریٹوں کی
 فصل۔ روئے رلائے کی ہمارے چنانچہ بالکل ایسی سرتوں آرزوؤں کے قتل
 و کشتہ ہونے بلکہ مرے دل سے یو پیچھے لڑتہادت پر ایک لوح جس کا حال عرصہ کیا ہے
 کیا عجب لوکل سلف گرمشاد اور اس محرم کے اجتماع میں یہ لوح ہندوستانیوں
 کے سمت سے دلوں میں رقت پیدا کرے۔

جنگی کامیں حاکم تھا۔ اٹھان لگی۔ ہیو پڑی تھی
 انوں عجب طرح کی آئی یہ مصیبت۔ دلت ہوئی دلت
 کرتا ہیں اردو صفائی مری عورت۔ کیا ہو عاوض
 ماری سے ہوا مامرا لڑے حال۔ دلت پیدا چارچ
 نہ سچ کیا صطو تہا۔ آگنی ٹھک۔ اسے میرے عمو
 اک کھائی کے دیر تھے لگے قہرے جیلے لگانا میں باڈھے
 کہ کھانچے گل در اس۔ آیا۔ عورت کو گھٹایا
 شے تو مت جاہل جو مری قائم۔ ہو ملک وہ دائم
 یٹنگیں دوسرے مٹا جائے۔ نہ کہ میرے کھائے
 سا یکا ہے اور اسکا کھانچے کھا دیا حدایا
 رقت آیا جو اسکا کہ میری عمارت ماتی ہے عورت
 چار مریزمیت ہی ہوا۔ آخر کو سمجھا۔

کرتا تھا میں ٹیٹوں کی ٹری پست بیابی۔ ہیو پڑی تھی
 جنگی کی حکومت گئی ایو پڑی تھی۔ ہیو پڑی تھی
 مری یہ حکومت ہو تانی یہ آگنی۔ ہیو پڑی تھی
 بیکار ہی بیکار لگی سمجھ کو سیاہی۔ ہیو پڑی تھی
 حوں تھو کا جو کھائی تے تو جھٹکی آگنی ہیو پڑی تھی
 جیب لورڈ میں جا مکی ہوئی میری سیاہی۔ ہیو پڑی تھی
 کا لہو۔ دھمکے ڈھنگی مسیت کی سیاہی ہیو پڑی تھی
 قسم سیاہی مری تھی کہ حالے میں سیاہی۔ ہیو پڑی تھی
 دیکھا حویہ جیسے ہے ہو گھر کو میں سیاہی۔ ہیو پڑی تھی
 رو دے میں دیا ہوا کتری دہائی۔ ہیو پڑی تھی
 سمجھ پیرا یروں ہے ۲ سا۔ سیاہی۔ ہیو پڑی تھی
 لی۔ کی میری ہو لگی سمجھ میں سیاہی۔ ہیو پڑی تھی

میری بیچ۔ محترمہ انجس نام ہی میں ۱۱ کے سپہ دہائے ہر۔ ہر حال یہ ایک

خوش فکر طریق شاعر ہیں۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں لکھ کر خن کرتے ہیں۔ مجھے
اردو کا کلام پسند ہے۔ اس کا فارسی کے کچھ شعر رنگ طراوت میں ملے جو مولہ کلام میں درج
کرتا ہوں۔

ہزاراں حرف ماحر جام را میں بہت عالی	کہ میں معوہ خود را در آغوش دگر دارم
چو دستم تند حائل گشت اس مارک بڑا میں	سز و ادب کہ یک خونخوار سحر در مکر دارم
حوتار و رسہ کہ آں یو در آمد در کنار میں	سناخو رگہ در تلو در ام میتسکر دارم
ملع مارع ملو بلاعت صرف کس ایسا	کہ ہر اہل ملع گو کہ میں سویت نظر دارم

بیلیلیہ۔۔۔ موقوف العادت والاعطرت خاص میڈٹ رام را میں صاحب ستار
کا ہے آپ طرح آماد کے رہنے والے اور زمانہ حال کے طریقوں میں ہیں۔ علمی قابلیت
کی بات اتنا ہی معلوم ہے کہ آؤ لکھ پڑھ بھی ہیں سکتے ہندی خط میں عرب
لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ بعض بعض تنواری بھی کہتے ہیں بد قسمی سے۔ مجھے صرف ایک ہی عرب
لے سکی خواہ تھا کہ اس کے درج کرتا ہوں۔

یار کے گھر دعوت شیراز کی تدبیر ہے	دیکھ میں دیکھا تو ایر کھگی رہی کھگر
داسہ سمت میرا لکھ میں قلم انحر ہے	چار و گز اتنا سمجھا عشق کی تحریر ہے
عقد راس جس جنت ہوئے واعلا تھے	بخت در ہے نور تخی یا تری میر ہے
ہزار لہری دیا انور کے رہے کامدا	سدا کہالتہں رہے مای کی حاکم ہے
ایک ایک کس میں یہ اور ایک ہی ستار ہے	سوا ہی نیت سے لیلی قیس کی ہمیر ہے
ایک لہری میں یہ اور ایک ہی ستار ہے	مہر کہ آئیر سہر مسری عالمگیر ہے

تمہارے۔۔۔ عریہ اچھے۔۔۔ کسی ما کار اردو و فارسی مالہ کلام میں

لفظ سے توحی پکی پڑتی ہے۔ ایک نظم جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ وہ لکھنا حضرت
 صاحب فرماتے ہیں کہ یہ چند شعر حضرت سعدی کے منبع میں لکھے ہیں۔ گویا ہر
 طرح یہ قرار دیا گیا ہے۔ ہچمال اور طویلہ حربہ۔

دست حالی ز کسبہ پر رہ	مدنائی بحال خوشتر بہ
ارہم اور لال لور و میں	پایہ ہمدیاں فراتر بہ
میں کعبہ روم ز ترکستان	ارہ مستقیم سبکتر بہ
ایلیہ ہم بکار می آید	حر عیسی بحال خود حربہ
دفع خوش اختیار ناید کرد	رستیں کوتاہ را کلاں سر بہ
تاہ گردن کعبہ بیایست	حاکساری شمارا امقرہ
سجیل خواہ را نمودے بیست	لو بود خواہ کعبہ چھیر بہ
قدر لگی رہ میشر آید	چوں شکر مید ہر حقہ رہ
مفسا یم در ساط حیات	اسپ اگر بیت ہرہ حربہ
حرس روسی دستیر جانی	حال بل جوں عراں اصفہ
ایتیا فتح کرد لور پ را	ایں جنیں دکر عدیں اکثر بہ
جیت مردی رمانہ انگریزی	تنیہادر یام حچسر بہ
جوں سبکہ اہل فائر، مرستید	پیشکے گفنا کہ اور خوشتر بہ

لوا سحاق اطعمہ ایک ہایت مشہور و معروف ہر اہل اور طریقہ سے حکی
 است معلوم ہوا۔ یہ کہ حمد محمد شاہی کے اوائل میں دہلی میں تھے۔ اور اس زمانہ
 کے دستور کے موافق ایک استرہ رکھا تھا۔ تاہم کر رکھا تھا۔ میں میں اس وقت کے
 تھے۔ یہ زمانہ فاکے کے تعلیم پاتے تھے۔ چنانچہ سر عہدہ رٹل بھی انھیں کے ایک چاہا

شاگرد ہیں۔ میر صاحب اور لوالہ اسحاق کے متعلق حیدر لطائف بھی مشہور ہیں جو کچھ
درج کرتا ہوں۔

لوالہ اسحاق چونکہ خود مدرسہ اتم شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ اس لیے جیسے
ساگر دکار جہاں اس طرف دیکھتے تو مدت حوت ہو کر تے تھے۔ ایک دن ایسے شاگردوں
کو کچھ شعر سائے۔ میر حعفر رٹل نے عورت سے اس شعر کو سنا اور جی چاہا کہ خود بھی کچھ
کیں۔ مگر اتنی رکاوٹیں اس شوق کے پورا ہونے میں ملنے لگیں حاموت ہو کر بیٹھ بیٹھ
میر کچھ دس مدھوا تو کچھ سوکے استاد نے دیکھا کہ اس سے تو اور نڈست ہوئی ہے میر صاحب کو
سب ڈانٹا۔ چونکہ میر صاحب انداز میں ہیں اس لیے ہم ان کو فالج ارادہ کرتے ہیں

ایک مرتبہ لوالہ اسحاق کی بیوی کو سات اعمال سے عار آگیا۔ مولانا کاہر حوں پر رسم
ہوا کرتا ہے۔ یہ جہاں اس عالم ریشائی سے ہی جڑ پڑے ہو رہے تھے ساگر دوار کو کرات
ات پر مارا ماسر دے کیا ٹوکوں میں صلاح ہوئی اور حعفر رٹل سے کہا کہ آج مولوی صاحب کی
شان میں کچھ لکھو۔ حعفر کو یہ فرمائش پوری کر پائی اور کھوسا راہ مارا جو اتنا کسا کی
کلیات میں ہے کچھ لالہ اسحاق کے امدادی مدد ہیں۔

دردیڑھ ماد علی را کس مبتلا کو تھا

دردیڑھ ماد علی بکیر لکھ پالی کو ماندا

دردیڑھ ماد علی لے حرو حال کو ماندا

ہو میدے ماہر تو اسے چھوڑ کے چل جا

کر دکر سو آدم و حیوان و عمل جا

سسم ابلہ و لکھ کی رکت سے نکال جا

ماہر تہ مراد مدد یا آگیاں لی جا

یوگا الہا جان اکبرانی طراقت میں صر صر دار طرح طرح سے نکالوں گا

زیادہ دکر کیا کرتے تھے اس واسطے ان کے نام کے ساتھ اطمینان بھی شامل ہو گیا تھا
 ان کا کلام بہت تھا مگر اب کیا ہے -

من آنیم کہ در حلا اعمال مگردا ہم
 کہے مجھ ہر یکداند بخود نہ رسد
 دگر مگوئے کہ ماں تو غریب عورت ہے
 نوشتہ اسٹروے پھرہ جستی
 کہ تک صحت شیریں کا فرط دست
 کہ فعل حقہ کیسا سیاہ کستا دست
 کہ ایں غورہ عروں ہر راداد دست
 کہ ایں سیاہ رمال معرکہ آد دست
 ہمیں رخ رو دو غسل رو ری حداد دست
 چہ می روی لے کا نہ لیں برستاق

یہ پیغمبر در حرم گاہاں گزری صحرای
 کسا آہوسہ در گردای عیشاں
 حال تہہ بریاں جس دستہ در
 چہ آلائی بہشت عہد رسار فلوہ
 مویے یکوش بختم عمر قد و کمار را
 کسا آہ کسا ماد و گلکشت ہمارا
 جیساں مردہ صبر و دل کہ ترکاں انیایا
 برگے لے و حال چہ حاجت پیسار
 کہ برلم تو اسد فلک عہد یارا
 گوشتاق و صحرایہ انگوشتاقے

میں گروم، دکر قلیہ حسالی
 صحرایہ حرم اہر ہر لہ
 دروں رستہ آن حور بہ شلم
 حواری ہم میدرم مرغ مستم
 یہ مسکرا، ہم فی کل حال
 دس طلب العلی ہدی الیال
 کاں الشمس فی حوف الیال
 وعا ادری میدیا عن شہال

لو کہ ایک ایک بیاض قلمی میں نہ کسا، بیاض لوی کہ نام سے نہ تر گزرتے، اور ہم
 و حال تہہ و عشرہ کا کوئی تہہ نہیں سیلا، میں اپنے فاس کی سایہ ہوں کہ نہ سادہ لوٹوھا۔

صلح منظر مگر کے رہنے والے ہوں گے۔ ان کے حقد و شہر ہیں بڑھاپے کی خدمت میں ہیں
یا جوی کی شکایت ہے جو سینے والے کو ہنسائی بھی ہے اور دلائی بھی ہے۔ اغلب کہ بوبک
نے ایسی زندگی کے آخری ایام میں شادی کی ہے اور اس کا شیارہ اٹھانا پڑا ہے۔ ظلم و
ستم سے جھج اٹھے ہیں۔ وہی سحر وہی ہاسے واد لالے پیدا کر کے موزوں بنی ہے اور شاعری
سکر رہ گئی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو بوبک تخلص بہت ہی موروں ہے کریم کے بعض
بعض مدعوں پر مصرع لگاتے ہیں جس کو نہیں کیا ہے۔ ان کے اکثر تعارفتا نسبت
اور سجدگی سے دور ہیں۔ اسی لئے ان کو نظر انداز کر کے ہم چند طریفانہ شعر نقل کرتے ہیں۔
جب داس گرے اور طرھی باؤ کی پیکا شوہر کی جگہ کہتی ہر مورو مجھے گیدی

ہوئی سری کے ہاتھوں بہت ایت گریے پیٹے ہیں جلت کوئی مست
کبھی نہ کبھی رکام اور دست دے مورو طبیعت کہ نشست
رود و روت گار دست

شرعیہ میں گویں بیاد ہم نے کیا کہ نا۔ بختاں بر حال ما
کہا کہ یہ جو دست اسے بولہوس مار ہم یہ ان تر فر یاد اس
سہ کہ ہے جو رو ہمیں رولا کہ ہستی اسپر کسید ہوا
وہ نولی تر ہم سے اشار کیا گہدار مارا ز راہ قطا
میں کسا ہوں اس سے کہے فاشا خطا و گہ ارو ہا ہم

لہر ہا وہ عرو کی ہنس راہ طھر کبھی مارے گھوسے کبھی بیکاسر
ما ہی مہر کھو اما رر لوجہ نے کہا اس سے تگاساں ر
کہ کس رہیہ مارا سے پسر کہ رو۔ ہا و ستر در آئی سر

ہجوم - ستیر محمد جاں نام ہے۔ ہاؤر صلع سیرٹھ کی تحصیل میں چیراسی ہیں متیں
 کلام میں فوق تکلف کرتے ہیں اور طرامت میں ہوم۔ ہودہ میدرہ رس پیلے میں بھی اس سے
 ملا تھا اسوقت کچھ زیادہ سہور و معروف نہ تھے۔ مگر اس زمانہ میں طرافت کی مدد لیا گیا
 حاصہ نام پیدا کر لیا۔ اکثر ان کی طرافت فواہشات کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ
 خود بھی اسی قسم کے آدمی ہیں اس لئے زیادہ تر کلام کی بنا بھی اسی طرح کے انداز
 کلام پر رکھتے ہیں۔ اب سنا ہے کہ مغواری اور عیاشی میں بھسکے کچھ عین وغیرہ کیا
 اور اس کی مدد لیا۔ مذاہن فرنگ کی ہوا کھا رہے ہیں۔ ان کے شعر و طرافت کی حد
 میں ہوتے ہیں نہایت دلچسپ اور قابل انتخاب ہوتے ہیں مگر امسوس کہ میرے پاس
 ان کا کلام نہ ہو سکا۔ اگر یہ تلاش میں میں نے کوئی دقیقہ ماتی میں رکھا مگر کبھی طرح
 کامیابی نہ ہو سکی۔ اس زمانہ میں حب تذکرہ لکھ رہا ہوں ہاؤرٹھ کے کئی احباب کو لکھا مگر جواب
 بھی میں آیا۔ حیدر شعل کے وہی درج کرتا ہوں۔ اسوقت ان کی عمر عیناً چالیس برس
 کی ہوگی۔

اس زمانہ میں ہما تانگا بھی کھتر بر چار کر رہے تھے۔ اس وقت کھاڑے کی فیہ
 اتے اتے کیڑوں سے بھی بڑھ گئی تھی۔ اور حولا ہوں نے ہر ایک کڑے سے زیادہ سر
 اڑھا دیا کھاڑی سے تیار ہو کر قوم نے یہ لطمہ اور اسی قسم کے اور بہت سے سوس لکھے تھے
 حیدر شعل جو ہکول اسکے لکھے جاتے ہیں۔

پہلے سے نہیں مخلص محتاج ہلاٹ
 لڈر گئے قدم اک راج کی خاطر
 اب کھرنے لگے کوٹھیوں میں باج چلائے
 ٹیٹھ ہر داسے ہوئے ہر راج چلائے

حکماں حالف کی دانی ہو گئی
 ترقی کے طرے ہاؤرٹھ کو کھلا
 اچھی جانی ال ولام کی کمائی ہو گئی
 جودہ آسے ہر گاڑنے کی کمائی ہو گئی

کیا کہوں سوچا ہوں نہ ٹھکرا دھا کر دیا کیا ہے خودی میں میں نے کیا کیا کر دیا
 کیا درسی بات تھی جب کا سنا نہ کر دیا میں نے اکا دو سہ لیا اور تم نے دغی کیا
 خود ہوسے مدام اور ٹھکرا بھی رہا کر دیا
 کہہ دیا داس پیکر صاف پرغ اسے آج کس لئے رکھا ہر سر یہ بیجان کا تاج
 پوچھنے کے واسطے اسے تم مرا ج ہو میں سکتا ہوں تیرے در فرقت کا علاج
 تنکو کس آؤ کے پٹھے نے سجا کر دیا
 رہ گیا تھا میں ہی کیا بیٹھے بیٹھے کیلئے کوئی بھی آیا نہیں میرے بچاے کیلئے
 اور تو ایمان تھا سب گھر کھائے کیلئے صرت ترکاری دلا بایا تھا کالے کیلئے
 مارے گھوڑوں کے مری ہوئی نے بھرتا کر دیا
 ٹہرے دیتا میں کیا اسے دواں ہر یہ کبھی اس شاخ پڑھیا کبھی اس شاخ پر
 دیکھ لو حالی میں جاتا تخلص کا اثر دہم کو کچھ بھی میں اپنے سرواکی ہر
 ساعری نے اسے اس کا ٹھکا کر دیا

ہر مل رڈی سے تو یہ قوم ہے مد ہوا ہے خیر نہ یہ مجھ کو سجد
 اگر جوتے اسے گارد کا گارد رہیں شور سسل رہیں یارو
 رد و تخم مل صانع مگرداں

بہشتی ایک شاعر کا مہول الاہم کا تخلص ہے صرف کلام مل سکا درج
 کرتا ہوں۔

دل مرا مجھ سے چھین کر بھاگا بہت تری دم میں سوٹ کا دھاگا

جسناچ دیکھا ہوا منظور یا رکو فوراً سمجھے ملائی کا کمرہ سا دیا

حظاؤں پر مرے کمر عطا کرتی ہی جاتی ہے مری میوی رارامنا کرتی ہی جاتی ہے

دسا دل لگی ہے کھلاڑاں ساؤں گا اسپا ہی میوی کو میں تنہوں ساؤں گا

کھاتے کھاتے راتوں کو سٹھ دت ہو گئی کوئی شکار میں بھیجائی ہو سینگن کے سوا
والدہ نے یہ شرافتہ کی مری تدبیر کی سید دل کے یاس رہ کر چھوکید کر دیا

یو جیتے ہیں نام ہسٹ تمسے لوگ کہہ بھی دو آؤ کا بتیا نام ہے

دی ایک شکست ایسی گالوں سے لہو نکلا وہ بھونٹی والا تو میر بھی گرو نکلا

ای ٹی بی نام لکھتا ہوں کھوڑی کا فقط سچا ماسٹ ہے
حسین تھے ہم عدم میں لے بہسٹ اک ٹرا وہ بھی کار خانہ ہے

دہ مری طبع دیکھ کر لوسلے یہ لوسلے حد کا کوئی ملا ہے

حام ہم سے ہمارا دیکھا کھوڑی سے مری ہمیں ملتا

جو طس کرتا، دل حب لوگوں پر پھر کئی دیا کبھی نہیں ملتا

کہ کوئی ڈاکو نہیں اور نہ کوئی چور نہیں حرام حرم میں ہیں حلال غور میں

کال اکثر کھڑے ہی رکھتا ہوں حب سے دنیا نے گونہالی کی

بیری سوی کچھ کس پتا اور میں اس پر کبھی سن نہیں میں کالوں اور وہ لوہا میں

بیمار صہب - اشار علی مام ہے مدایوں کے رہتے والے ہیں معفی قمر مدایوں کے ساگر دہیں دوحوں رمدہ دل ہیں ابھی کلام سے لوسفی کا عالم مایاں ہے اگر کہتے رہے
لو تباد کسی دس انما کہتے لگتے ایک مجموعہ لفظ طریف کے مام سے چھپ گیا ہے جس میں
زیادہ بر مذہب کا اور مانی اُن کے اساد بھائیوں کا کلام ہے - پورے مجموعہ کو پڑھ کر
جید سورا تھا کہتے گئے ہیں اگر یہ وہ بھی معمولی سے زیادہ ہیں ہیں۔

مہ خدا میں مذہب رو قلم دکھانا اساتپ سے جھڑا ملاک یہ چڑھا
اک آہ آتیں میں ڈل کام ہو گیا ان کو بخار عیسر کو سر سام ہو گیا
دوسرا مہر سے کا ملیدہ اڑا گئے لالہ کا میٹ کیا ہوا گو دام ہو گیا

میں سے ڈروں گا۔ ماں سے ڈروں گا خود اڈا کیلگی وہ بیشک اردن گا
نہ ہوگا اگر تم سے میسر ادا تو میں ما بھ ایسے میرے دل میں گا
اگر اساد دل جھکوا لیں نہ دس گئے تو میں آج سرتے کا دعویٰ کروں گا
اگر سدا اعلیٰ مری کام آتی تو فاعل کو بھی مار کر ہی مروں گا

گدھا ہوں تو لوں نکا، بوسہ بھارا
 لہو اس آگ سے جڑا کا سرور میں کا
 اگر سانسے ماں لی میری بیٹھ
 تو میں سیاہ سے قبل آ کر رنج

ہمارے لہو میں اس دور سے دغیا رہا
 کہ کھاسا درہم ہوئے وہ چوکیدار چٹا

ڈھولک کا کھاکا کر گا تھا اک رنما
 اس راگ پر چو لہو ہے کھلی کوئی گانا
 اس کے حم میں یار غور ہیں سانا
 تاویم دیم درسا تاو دیم تانا

کیا وہ سر جانی مجھے ڈھولکے لیک کا کوئی
 مارا بیٹھ گئے ہمارے چنگی راسے
 عمر حالیں رس کی ہرئی ان کی لکین
 کوئی انسان ہے یہ کہ طاعون چلا
 ایک سو دس میں گرفتار ہوئے یا یا
 اس سے عشق کا ہوا رہ ہوئے یا یا
 آج تک سرور نمودار رہے یا یا
 کبھی حاضر تھا یا رہ ہوئے یا یا

مار کھا لکھن درجہ رسم کا حاصل تھا
 اے ان کی وہی دیکھی تو مرے لگے
 سائل اللہ دی تھی گریڈل بھنا
 گیدر کا ہڈا کھا ٹیڈیت تھارا دل تھا

قحط کی عید بھی ہے موس کا ساماں ہوا
 آخر وقت ہر اک حیر مرادیتی ہے
 سعد آتوں کی سکھتا ہو یا رہا
 قابل قدر ہے آمل کا بھد تان دیا
 یہ بھی ہے کہ گت میں تو ہر ایڈٹ
 اور کچھ لے کے دے آئیں مسلمان ہوا

قحط کی کہ ماحول مسلا عید کا
 کیسے گیا دل دل میں افسانہ کا

مغلی اسپر یہ بر جوہ داریاں عرس افطار اور میلہ عید کا
ہیں یہ جسے اور یہ لندن کا لوٹ سچ جی ہیں یا بھنڈیلا عید کا
عین کا ٹوٹا لدا کر چسپدا یا رہ گیا حالی طویلا عید کا

دل میں اترتے ہو کیا غیر کو ایا کسکر ہوش میں آؤ کر ملا کہیں میٹھا ہوگا
دل لگائے کی مراد اب مجھے کیا دینگے قید ہوگی کہ مہاس کہ چلکا ہوگا
سوہ مری کاڑھا جس کی نقد کی سیاتھ ہو گیا سلام آن کے شس کی دوکان کا
سنگدستی کا یہی عالم ہاٹھ دھب اگر عید کے دل بھی مر آ جائیگا وصال کا
رات یہ اندھیر کیا رہم ستارے ہیں قفا عمر تو والاں میں تھے ادیر لائیں ہیں قفا

ترقی کے رستے میں ہیں یا یہی گھٹی کیوں ہو خدا نا جانتے خود ہماری بے پڑھی کیوں ہو

جوہ تنو میں ہوا یا میں دلسر کوئی پالتا ہے کوئی بلبل تو کبوتر کوئی
د ساد نے حوائص ٹانگ کر رکھیا وہ سمجھے کہ ہے تلون کے اندر کوئی
ہلے معتوی انھیں وگ کہا کرتے تھے ا بھوپ سٹ کوئی کتا ہے قید کوئی
بیسوں طاہے والوں کی ضرورت کیا ہے مار اٹھاؤ گے تم اسے کیہ پھیر کوئی

بیکس مرا محمد نام تھا عظیم آباد کے باجندہ تھے نہ خو گوئی اور طراست میں بد طوی
حاصل قائم آج دستدر ماہ سے کچھ ٹھہری جس بجا صرف ایک یہ رمانی ہے جو مالہ ۱
میر ماساء اللہ اور مرالتمار اللہ کی بھو میں کہی ہے اس سے اس کے ماہ کا ارہ کھئے
ظاہر میں تو اسے ہیں کہ ماساء اللہ سب کہتے ہر ماہ یاد ہوا گے اتار اٹھ

باطن میں جو دیکھا انھیں تہ ہیں پوچ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہیگم۔ تذکرہ حین انداز اور ماہ درختاں میں لکھا ہے کہ ان کا نام رشک محل تھا
نجان تھیں جو واحد علی شاہ آخری تاجدارِ ادوہ کے مشاعر میں آئیں۔ اور پھر اتراع طلب
کے بعد ماہِ ستاہ کے ہمراہ کلکتہ چلی گئیں وہیں انتقال کیا۔ ریختی کتنی تھیں حید تنہا
تذکروں میں ملتے ہیں درج کئے جاتے ہیں۔

یہ بھنوں گی سہراں میں نکلو حاسم	ہیں مجھ کو دو کھڑے کھا ماتھارا
میری سگھی چوٹی کی لیتی حسیر ہو	یہ احساں ہے سر پر دگا ماتھارا
ہوا مال میکا جو مرا ہمارا	لو پھر نگہ ہے اور ستا ماتھارا

گھر مہ گاہ کے دگھا ماری ہماں گئی
میں یہ انکاروں یہ بولی کہ مری جاں گئی

حرف پارہ فارسی

لالہ پاگل داس اور مدیر خ کے ایک طریف نامہ نگار تھے جس کی مشہور کتاب لکھی ہوئی ایک قصیدہ می تھے بھی مل گئی رہاں وہی جو ہر شخص سمجھ سکے گا حمد کی مدحت میں عالم سحر کیے کی رحمت فرمائی ہے۔

ہے دیکھتے گایاں سلوائے حمد	جسم دل سے جو نگہ کی تھی مرنے پید
تواضع و رندہ دل راہ حمد نگاہ	س دہی عاتق اٹھتے شاہ سید
خدمت قوم میں صرف سدا رہے ہیں	مچھلی ہوا دوا میں پلے پلے
راہوں اُن کے لئے تسلی عادت ہی	ردیہ تاک کے اُن کو یہاں رہا حمد
ایک جیس ماں وہ بیوہ کو ناو چہ پیاہ	آسمان سیر بھی ہیں اُن کے یہ سے پاک حمد
گو کہ قصیدی کی طرح سے ہو حمد لالہ	اس کے رستے کو کنار ہو گئے یہاں حمد
دلِ اختر میں یہ آدھ ہر تہہ نور دلم	ریں اکدم سے کردن یا وایو اے حمد

پرمی تھیں مائے ایک شخص دہلی کے ماتھے کا تخلص تھا جو عی کہیے ہیں تلو تھیا شاعرانہ مرادیں الہامیہ دل کے ایک ہوتے اطرقت سے اصلاح لیتا تھا مذکورہ گلستان سخن میں لکھا ہے کہ دہراں سہ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جالیں عباس میں اُدھر اُن کی شاعری کا وہ درد ہو گا۔ کلام کس یکجائی صورتیں ہیں مل سکا تیرا سخن گلستانِ غم میں ملے اور دھن مرا میں۔

اسی کے مرد و سہ مرتے اور بڑا ہوسے
 دو شاعران کے سنا آسا ہوسے
 اس کے تو مرد و بچہ ہیں غماز بیوہا
 اگلے تہاتیں جدا لے کیا ہوسے
 دل کہی آنا تھا تجھے باہ صیام ہیرا
 درگزر مرد و سہ مرتے ہوسے

شہادہ پٹھان ایک ازاد لائی بقدر مسیحی آدمی تھا۔ دہلی پر سیام تھا وضع بہ قیام
 کا عدتلم دوات ہر وقت ساکت رہتا تھا۔ جہاں بیٹھا تھا وہیں کچھ نہ کچھ لیا کرتا تھا۔ طاہر
 کہ اس آواز گری میں کلام کیا جمع ہونا سر جس جو مکہ ان کے معاشرے تھے صرا، ایک ستر
 ان کا صل کرتے ہیں۔

دل درگزر یار کے ڈلاتا ہے
 شکر جو رہے تکر جھوٹا لیاں جاتا ہے

سینہ سنی سالوار و دیج کے ایک ماہ مگر در لیت مذکر سچ کا کھلے ہے جو غزل لیلی
 سہ وہ نکلی جاتی ہے اس غزل کے کھلے کی لکت مائی جو مصنف کی رماں سے سا ۱۳۰۱
 ملا حلقہ ہو۔ اود و دیج مرحوم نے عام لکھت ہیں۔

ڈیر یح۔ اکل ایسا کہ اس میں اردو ساعری برکت ہو رہی ہے جو کہ ایسا بھی
 رہا۔ یہی شاعر ہے اور پھر بھی وقت صردت ازاد سہہ لکھتے تھے تاجر مر سکتے ہیں
 ہاں، لے رہیں سے آسا کہ ہر دم رکنا حسب احساں و اموتی ہے۔ یہی خاص مندہ
 اور درگوں ہوتے سے یہی اردو شاعری پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ شاعر لکیر کے فقیر ہیں جس
 کا مادہ میں اعتراض کیسے صر معلوم ہوتا ہے۔ ہم صرف ایک حق برکت کریں گے تو
 نے صرف جیدا خدا، السالی سنئے ہیں۔ جس کا فراق اور وصال میں کھڑا دیا جاتا
 ہے ہم کہتے ہیں کیا خدا کے کوئی بندہ سکا رہا ہے۔ یا کہ نہ ہو اس کا ہے حواس
 عشق کو جس بہ کہ ہے حرم سہ یہ کہ ہے، الہ ہوتا ہے۔ یہ کہ ہے کہ ہے۔ دل و فکر

آنکھ سینہ ہیلو کا لگا تار سلسلہ ہے اور ماتی اعضا جو شاد مادہ عتیق کے قبول کرنے اور متاثر ہونے میں اُس سے زیادہ قابلیت رکھتے ہوں چھوڑ دے جائیں۔ ہماری رائے میں سب کو دور درجہ اور رتبہ یاد کرنا چاہئے۔ اس عمل درآمد کے بعد نیرنگ شاعری کے اسکول والوں سے بھی صلح ہو جائے گی۔ بہر صورت ایک نئی عزل اس ہی طرز میں بدر ہے۔ یہ مسئلہ نمونہ اور نمونہ کے سمجھنا چاہئے۔ راستہ ہم نے بتا دیا ہے اب شاعران رنگیں باں طبع آزمائیاں کریں اور اس طرح دید کو آماں رُخا دیجائیں۔ حق ایجاد مام موجد بیٹھتے ہیں تنقید اور تقلید کی اجازت عام ہے۔

اب میں وہ عزل حواشی طرح دید سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

معہ میں آگ عشق بدستور چلتی ہے	بیکھڑوں کی دہو کی سرے میں چلتی ہے
گر دوں سے درد عشق میں آمت چمائی ہے	تلی غم فراق میں با تھوں کو ملتی ہے
جھینسا آئی ہم سے شکر حد کا ادا کیا	اس راستے سے اک کی حسرت نکلتی ہے
کر وٹ بدل ہے ہیں سب بھر اس	آمنوں میں درد ستور سے ندوق چلتی ہے
تار۔ گنا کیا ہوں پڑا حیت سب سراق	اتنی دلی کہ پڑھ کی ہڈی اچھلتی ہے
داموں کا دسترس نہ ہوا گوش یا تنک	سچ ہے کہ مدد صیب کی کب ال چلتی ہے
سیر و سکھ جس حق میں یہ بھی بلا ہوئیں	لواح پسلیوں میں بھی تلوار چلتی ہے
تصویر یا رہم ہے لکائی دماغ میں	کچھ کچھ شب فراق طبیعت سلجھتی ہے
مرسات آئی پھر وہی گر ٹر مزاں ہے	نیر سیٹ میں مساد ہے پھر ماٹا لیتی ہے

پیام۔ نام سب الدیں علی حاں تھا پیام تخلص تھا۔ اکبر آباد کے رہنے والے سراج الدیں علی حاں اردو کے ساگر دیکھتے وقت قصاصے طبع اور ماہ کے دستور کے مطابق زیادہ تر فکر جس قاری میں کرتے تھے۔ کبھی کبھی اردو کے ترجمہ

کہہ لیتے تھے۔ اُس میں کہیں کہیں طرِ فیانہ اور ہمارا ستوج مضامین قلم سے نکل جاتے
 تھے۔ اِس کے سنیٹ سے میر تقی میر کی بڑی دوستی تھی۔ پیامِ عہدِ محمد شاہی کے ایک نامور
 اور دی و قار شاہ تھے۔ ایک دیواں اِس سے یادگار رہے مگر نایاب ہے۔
 دلی کے کچلاہ لڑکوں نے کامِ عشاق کا اہتمام کیا
 کوئی عاشق لٹرہیں آتا لڑبی والوں نے قتلِ عام کیا

حرفِ تافت

تنبہم مرزا علیقدر ام سے، اماں ستا ہی سے، جس حشرِ طریقہ، لکھو، وہ ہے
ستاگر دہیر، لکھو، کے رہنے والے ہیں، اگر فی الحال کلکے میں ہم ہیں، وہیں تو گرائی کی
کاں ہے۔ حد متزل کے حور کرنا ہوں راقم نے ان کو ایک دو مرتہ دیکھا، مگر
ابھی کوئی آثار ہیں نہ۔

مرگنا حور کوئی ماحر دہی ہوگا	حسبہ مرزا احمد مصوق دیا ہوا ہوگا
آدو دیا حورِ طاہر دل کا سے	مار اس سحر کا شاید کوئی ملی ہوگا
کچھ قلم تو ماہ میں ہر کہتے ہوگا	کوئی سہ کوئی الا کوئی سہی ہوگا
حال رحسار اڑا دیتا ہے گریز ہوا	عاصی اس صورت کا مارو کی نکاتی ہوگا
درِ ماطان، اداں کو صحت ہے	تو یقیناً وہیں یارِ محبت ہے ہوگا
مل میاں کو کسی کو جیت سکو ہر ور	یت تو یہ ہے کہ وہ عاقبت میں ہی ہوگا
سگاسوں کو یا کرتا ہے قتل، یا کلم	مار کا ہے کو حویہ کا قاصی ہوگا
حسکو لے لے کے لکھتا ہے ذرا کماں	عم نہ کہنے اُسے وہ ام کی سی ہوگا
کو کہیں سے کہہ کر لی غنی اگر سر	دستاگر کہ کس پھر سے ہو بھی ہوگا
تجیہ ہو گا گانا ہر وہ کسی در در	غمو کو حور ہیں یہ کہ یہی ہوگا
میں ہیں تم سے، ہر چہ طراں کمال	حہ، ہر حال سے ہم بودہ ہوگا

یاں اے کہ ہم سے اسے دلا ہمیں
ہاں ہوا، دل سے یہی ہے ہم سے

ساقی گیر کرے میں یا اسے شکستہ دیں
کر لہ لہا کر گنا تو سہ سرگڑیہ ہیں

پردہ بزم کے جہاں مہو لہ لہا رخصا حو
پہلے اپنی تیکر کو لہ لہا رہے تو دو
یا کر ہوائے سب دہائے راہ متیق
صاف تہا ہی گلی کی مایاں مہو دو
اندھ بچے گھر یا کر لہ لہا کیا شریا
آسیاں تہا سہا ان اداس تہا تو دو
آئینوں کی رگ لہ لہا ویرا لہ لہا
ایسے عاشق کر دیا تہا تہا تو دو
اسے سم دل یا کر ایک ہو گیا گھر
تیرہ راہے ابھی قاتل ہوا تہا تو دو

تبدلیں چلے ہاتھ مرا مچا ساعل نام تھا مرا حاس کے ام سے مرد و مستہ رہے گویا
آما و صلا د سکار کے رہے واسے تھے۔ مگر ان کی ولادت حاص سا جہاں آما دہلی سے ہوئی۔
کبھی کبھی سہ تہا لہ لہا کی لہ لہا بھی تو کر لہ لہا تھے۔ میرور کے حاص شاکر دل میں تھے۔
لہ لہا تک بھر و عا سہ لہ لہا میں موجود ہے اردو کی متعدد کتابیں۔ ہمارا لہ لہا
سب الامال انکی تصدیق ہیں۔ اگر یہ ان کی طراوت اس حدیر میں ہے کہ اس کو صفت
کہا عا سہ لہ لہا تہا تہا تہا کے لئے ایک ابھی چیر ہے۔

سہ لہ لہا لہ لہا لہ لہا
سہ لہ لہا لہ لہا لہ لہا
سہ لہ لہا لہ لہا لہ لہا
سہ لہ لہا لہ لہا لہ لہا

تہا تہا تہا تہا تہا تہا
تہا تہا تہا تہا تہا تہا

تجلی تخلص تھا۔ میر محمد حسین مام تھا حاجی کے عرف سے معروف تھے۔ میر تقی کے کھائے تھے۔ نیگم کے ماع واقع جا مدنی چونکہ دہلی میں سکون رکھتے تھے۔ مصنف سحر اور گشت سحر۔ دجماہ حاوید ساسات یرشقی ہیں کہ یہ ہایت طریقہ نکتہ سحر تھے مگر اسوس کہ کسی سے وہ کلام نقل نہیں کیا۔ خواصودہ دلوں کے لئے کشت رعفرال اور نقل محفل سحر تا بھر بھی جو کلام تذکرہ میں ملتا ہے اس میں سے حب انتخاب کیا جاتا ہے۔ نو کچھ کلام ایسا ملتا ہے جس سے ہلکی ہلکی طرائف کا بیہ چلتا ہے۔ وہی درج کرتا ہوں سب سے زیادہ خمس یہ ہے کہ میر تقی نے اسے تذکرہ نکات الشعراء میں ان کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اسباب کلام یہ ہے۔

مجھے کہتے ہیں کیوں رہے تو وہ جو روکتا تھا
اُسی اسکے پاؤں تک سر سے آرد ہو گیا
ہوا گستاخ اب ایسا کہ کچھ حطرہ نہیں کرتا
کچھ چھاتی کیڑا ہے کھو مار دیکھو ہو گیا

کر گئے سکودہ کو موہ ساں اس جینے
میں بھی لولوں گا تو ماتن تو چھائے گا
آنکھیں جھانے دیکھے کوئی نہیں جواں
دیکھا تری طرف کو کسی نے تو کیا ہوا

تھمبورو۔ دکی الدولہ میر تقی علی دارودہ حلف میر صدر علی حاکم ماسدہ ہاں
سکا تخلص کھا۔ آب عرطہ تک لکھو میں بھی مقیم رہے ترتیب تذکرہ سحر شعراء کے وقت
میں رہے تھے۔ مولوی عبدالغفور صاحب اساج نے لکھا ہے کہ ال کا ایک دیوان گیتی
میں ہے۔ مگر اسوس ہے کہ ماوجود لاس مجھے نہ مل سکا اسی لئے کلام کے لکھے سے
معدوری ہے۔

تھمبورو۔ مولوی غلام مول حاکم صدر میں صلیح میر کھوم حلف مولوی غلام مول حاکم

متخلص یحییٰ کا تخلص تھا۔ مولوی عبدالغفور شاخ مصنف ذکر کردہ بھی شعر کے دوست تھے
 مولانا سے مرحوم نے لکھا ہے کہ بدیشتر یعنی کتنے مجھے مگر اسوس ہے کہ کچھ موسائے کچھ کلام بھی نقل
 نہیں کیا۔ مجھے صرف ایک شعر مل سکا ششہ ہر میں دیناے فانی سے نصبت ہوے۔
 ہوا کتنے ہر فانی یہ مردوے ہیں کوئی آج یوں اس کے غم سے اٹھائے

تو فی ایں کی ایک مخدر عرصہ آس کا تخلص ہے مر اکمال الدین سحر قزوینی
 کی شاگرد بھی طریقہ بھی اور کھلی کھجی تقص طبع کے طریق پر کچھ طبعانہ شعر کہتی تھی۔ اگر وہ
 کلام مل نہیں سکا۔ مگر تذکرہ اختر ناماں سے ایک رباعی جو واقعہ طلعت ہنقل کرما ہوں۔
 واقعہ یہ ہے کہ اس کے شوہر ایک ایرانی مداف کے زرگ تھے۔ تو فی بیجاری اس کی اس
 سیر بطری حرکت سے ماحر قلی سے کچھ سمجھاتی تھی مگر اسیر کوئی اثر نہ ہوا آخر عاھر ہو کر اس کو بہ
 رباعی کہہ گئی۔

آں شوخ کہ بہت جس عالمگیر تر مارے شو و شبے خواہم ریش
 اسے خواہم یا تا من تو صلح لیم لوما کو من سار دس اکیر سس

تو فی آٹون الہائی کی جو ایک سنہو ر و عرف ساعر تھی میوی سی
 میر نظام الدین علی شیر کے۔ ماہ میں ردہ ہے ہر ایک حق مراج حق شوہر ادیدی میں
 اکثر مطارد ہو کر مانتھا۔ ایک ماہ یہ اس کے توہرے یہ رباعی تھی۔

یا ایں سم پیرہ نے گشت مرا کاواک تدہ چوے ا۔ دست مرا
 کر گشت سوے او سے خواہم کہ یہ اگر د لھر سا انگشت مرا
 ایں ایں بے عواسین یہ لکھا۔

ہم جو ایں سہہ سار گے گشت مرا رر سے مودار و کھر ریت مرا

قوت بہ حیا کہ یا تو اندر دست بہتر بودار پشت دو صد شت مرا
 حواہر الحجاب میں مجھے اس کے یہ ۔ ماعلیٰ ہے ۔

ملاہمہ مار و غمزدان کشت مرا تاجید رنی طعمہ مانگشت مرا
 شہا بہر پشت سوسے مس حواہر کی مگزار کہ واکرشت اریشٹ مرا

حرف تائے ہندی

ٹپسیری۔ کوئی طرافت ناک شاعر ہیں دکا نام اور حال معلوم نہیں یہ پلٹن
اُن کی طبع وقاد کے دریاں بامداد کا رستے نکلے ہیں جو بدیتہ پیش کرتا ہوں۔
حب وہ آتے ہیں میں رو دیتا ہوں حب وہ آتے ہیں میں رو دیتا ہوں
عمر سے بہتی ہے الفت محض کو اور ایدل سے سدا ڈرتا ہوں

تری مرقہ میں او ظالم مری کسیر جلتی ہے مگر میں ہمارے کی بھی تدبیر چلتی ہے

ٹپٹ مار کا اودھ پنج سالق کے ایک نامہ نگار کا مرضی اور عارضی تجاویز
ہے۔ جو حدیث کی غزل پر جسٹہ کداس ہے۔ اور خمسہ کی مستالی پر یہ دھیسب عبارت درج
کی۔ ہے۔

یہ آداب عرص خراب میں۔ دیا اور اسکی مضامانی ڈھیر یاد ہساں اُنکی کھوڑی
کی مخلوق نے ناک کھائے کہا۔ یہ کالی میں دم کر یا ہے۔ حب میں حد اطر سور وں طبع
نصیر دے گا۔ تو سر کا ملات تا باہاے حیاں کیوں جھوٹے گا۔ رہا چھوٹا کہ اُردو سے مہی
میں شاعری کچھ اُدے یا مال منتقل میں۔ ہم ہا۔ کیے پکارے کہتے ہیں کہ کئی نینہ سے ام
اس سے دلدادہ ہیں اور شعر کہتے ہیں۔ یہ سب تہو سے کہ کیے والے کی راں میں کئی
دور کیوں جاسیے ہمارے عیاستہ فرماں حدیث کو ملاحظہ کر لیں کہ دل لکھا
ہے جسکا ایک ایک شاعر رٹی کھوڑی کے مالار کے دگر کے واسطے ہمارے لطیف

اور معان سمجھا چاہئے۔ ماضی کی ساعری سے محاورہ کر کے
 حال کی ساعری ر حضرت، وجہ موصوف نے ثابت کر دیا کہ ہمیں شعر کہنا آتا ہے۔ اور
 اس سے بھی اگر اُن ماحول کی تسلی نہ ہو تو نہ سطر و خواست منتقل شاعری بھی ہم کر سکتے
 ہیں۔ اگر نھب و سلامتی و مسار ہے تو کسی آئندہ عمر میں سے درخواست بھی شاید کوئی حصہ
 نظم در ماطریں کر دیں۔ میں موجد پیشیت کے کلام کو نہایت غرض کی اطرست دیکھتا ہوں اور
 مایکد میں حاشیہ لگا کر دو مارہ ماطریں کی خدمت میں یس کرنا ہوں۔ دوسری حیثیت
 سے یقین ہے کہ اتق حسد سے کوئلہ کی طرح کلک کر جاک ہو جائیں گے غزل سے بدل پر
 حاشیہ لاجواب یعنی جمنہ و دماں شکس یہ ہے۔

شہ گ یہ دمدم مری گردن لعلی ہے دوا لگی کی ہر شہ روراملی ہے
 گنٹی میں خویشی دہشت نکالتی ہے معدن میں آگ عشق کی تہوڑ جلتی ہے
 بی بیٹھوں کی دھوکہ لگی رہے سہیہ پر جلتی ہے

شکوہ میں درد ہو گیا وہ خاک اڑائی ہے اڑی ہے یا ن پانسی یا بی کمانی ہے
 ہر درد میں یہ دم کہ ملن میں ہڈی ہے گردوں نے دروغ میں آوت محالی ہے
 ملی عم فراق میں باتوں کو ملتی ہے

اگر انی لیکہ تر ڈا پھر خاک آسرا سہ سہ کا سیکے سما ہی کیا گلا
 اٹھو تو سہیجے کہ مال ہوئی ملا چھیدک آئی ہے شکر حد اکاوا کیا
 اس راستے سے اک کی صورت نکلتی ہے

سب فراق میں اندر کی ماریں سہ دو ہیرو لوٹ سہ ہیں سحاریں
 المدا کہ تمام ہوئی آٹھا میں کروٹ بدل رہے ہیں ہر ہاجر یار میں
 آنتوں میں زور شور سے ندی جلتی ہے

یہ عم کا حال ہوا سو کہ ساگر قاق یہ جس اتفاق سے یا سوئے اتفاق

حکام کا رسیا کہ دے پینے تارک
فرم بھی کھیے ایک سے سو تک ہزار تک
ملنا نہ تھا ملا نہ اُھیں گھر میں باز تک
داسوں کا دسرسا نہوا کہش باسک
سج پنے کہ ، نصیب کی کہ ال نگلی ہے

یہ رسم کی حالتیں کیا ہیں
حل مل سکے ہڈیاں ہری دنگ آرا ہوں

دہ رو بقیں جو پہلے بھینساری ہوں
شر و مکہ تھیں عشق میں یہ بھی لا ہوں

لو آج نیلیوں میں مٹی تلوار چلتی ہے

رافضیوں میں عیسائیوں کی ساری بنیادیں
 حور نگ تیرے مسہر میں وہ لکے طرعیں
 یہ اچھی سوچھی عقل کے روش میرا عرص
 نقد بر مار پیسے لگائی دماغ میں

کچھ کچھ تپ، فراق طعنت، ہلٹی۔ ہے

سروی سے ہر کام سرسرا علاج ہے گری میں ہر سچا حکم امتیاح ہے
 اصحا بوا یا حال نہ کل تھا نہ کج ہے رسات آبی پھری گریٹڑ مزاج ہے
 پھر پیٹ میں فساد ہے پھر ماضی ہے

ٹیسٹو پورسٹاؤ۔ اور دھیریم سالق کے کوئی طریقہ متعارف نہیں ہیں کی ایک نظم
(ہمد و ستان کا جھک مگا ٹیٹو) کے عنوان سے ل سکی جو مکہ ہایت طریقہ۔ نگیں
لکھی گئی ہے ادا (تل کر ماہوں۔ ہمد و ستان کی) جاسم اور ہمدور سکی۔ یہ مہمیں اور
ایک قصہ ہے۔

ما اسی لڑکے آسے آسے حم حم آسے
تجہ دار سٹوڈنٹ آسے
رج بہادر کمانڈر آیتیں
ہری اسج گرو سس خاتیں

بچہ اتنا کیوں چلا تے ہیں آئے ہیں بھی آتے ہیں

ٹیسو آج مات یہ ہم نے ٹھکانی لاکھ ہوئی ہمکا یا مانی
تینک تکسم مات تھی ہے رقی رقی حال سہی ہے

ہندو سب ٹیسو سا راست شائیں گھر سے بھیک سگائیں
مٹھنگی ماں عمر گنواوا آدھی دھری جو ہم یادوا
ایس جو گناہ کچھ آں جیدہ جییں اس جا پاں
کہو کہاں سے اسہم لائی دوسرے کی جو لگی ٹھکانی
جھنجھی کوڑی گھراں ناہیں کہو کہہ کی کھیر سائیں

مردت کند و ہمت نہ شورجائیں اور کسی کے دوار سے جائیں
اور کسی سے مات نائیں جہاں سے وہاں سے لائیں

ہندو سب بچہ ہمارے سننے ہو سننے ہو بھئی سننے ہو

ماراری لڑکے بچہ ہمارے جیتے ہیں دیتے ہیں بھی دیتے ہیں

ٹیسو جھنجھیا ہماری ٹری کھانی کھانپتی لی لی رانی
رانی کمرہ کرتی ہے ہمارے وہ کرتی ہے
جو کوئی دوار سے ہمارا ہے ٹیسو کو وہ سمجھاتا ہے

راہ سسکی سہ سہت روتا سہتہ اور کہتا سہتہ
عقل گناہ ہی کچھ ہری کہو تو چھوٹے کچ کچ کری

بار اسی بڑکے کیسیلو کو دو دھاسے دو مرنی سہے مر جاسے دو

صورت رخ دو ارے سے کا لالہ سچ سچ کہو کا یا لہ

ہندوستان ہر کا ملی ہیں اک مانی کا جھوٹے لیکھا تھائی

صورت اچھا اچھا دیکھیں گے دیکھیں مار گے ٹھہر دیکھیں گے

ہندوستان اسے مدہا ہم کا گن کیا ہر سے کرم ماں کا لگو دیا
یا ہری دیکھا کرم کا لیکھا جاسے چھپتے پھٹی دکھو دیکھا

اما کا ہے کچھ کٹی ہے یہ اٹھی حای
 جھکو کر شے کی اک روید کرنا کہیں
 یر حقی سے تر یا جو وہ بہانی ہے
 ڈھونڈھوٹے تو لگی کوئی اور جلد الیں

عمر بھر سال میں چلنا پڑا ماشاد کو
 مارا کھی کو مرے ہوتا آئے اس داماد کو

سوتیں جو مرا غم سم کرنی ہیں
 مرے جو مٹے یہ کرم کرتی ہیں

حرفِ حمیم عربی

جان - میرا علی نام تھا۔ میرا من لکھنؤ کے بیٹے تھے اور اب غازی پور علی خاں
 لکھنؤ کے ساگر دیکھے۔ اگرچہ وطن لکھنؤ تھا۔ مگر سب فکر معاش آخر میں تنو سلیں درباری
 میں ملازم ہو کر رام پور میں جا رہے تھے ہر سب جلیق ربدہ دل جسدہ بیتالی - جہاں مریج
 ادبی تھے جس تک لکھنؤ میں رہتے فکر معاش میں مبتلا رہتے آخر ۱۸۵۷ء میں محمد ابراہیم
 وطن کر کے روزگار کی فکر میں دلی گئے۔ مگر یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی پھر پھر مال گئے مگر یہاں
 بھی بے نصیبی ساتھ رہتے۔ آخر آج وہاں کی کس اور اب کلب علی خاں راجہ کی قدر دانی
 رام پور میں لے آئی اور یہیں مسددا رہتے لگے۔ تا ایک سال ۱۸۵۹ء میں ۳۰ سال کی عمر
 پا کر پیوہ جاک ہو گئے۔

خاں مرحوم نے استاد ہی سے تحقیق کی کہ مسو کی بھی خراں صرف خاص کے
 اُسے کسی دوسری صفحہ کتب میں کوئی نسخہ نہیں آتا۔

آزاد مرحوم نے اکتھیات میں لکھا ہے کہ - یاس اور انسا اس کے موجد تھے۔ یہ قول کچھ
 صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے کہ یہ بھی کا پتر اس سے بہت پہلے رہا۔ میں جلتا سمجھتا ہوں۔
 ہاشمی خود کتب کا ہے والا مادر اور اس کا ختم تھا۔ وہ اس کا موجد ہوا اس کا حال ۱۸۵۷ء میں ہوا
 آج بھی ملکا پوری سے دوسرے بھی گئے لیکن نہ کرہ شعرا سے دکن میں ہاشمی کے نام سے فعل
 کہتے ہیں۔ مولانا آزاد سے غا اُتد کرہ مرثا و نخس صا سر اے عمار د لکھی رہاں
 اُتد و ماول کسی کار و ارج الہ راندہ حال اساتہ دما اور اس کے بعد سادہ اماراں
 رکھیں گے خواہ اس سے کہ اس کی طبیعت کو خود اس صفحہ کلام کی طرف اشارہ ہوا تھا

خواہ انتشار اندھاں کے از صحت سے اس نظم میں اسی رماں آوری کی کہ گو پاس کو پاس
 شکار کرایا " اس کے بعد اُن کو معلوم ہوا ہو گا کہ خود سید انتشار نے وریب لطافت میں
 سعادت یا رخاں رنگیں کو رنجی کا موجد قرار دیا ہے۔ لہذا بطریق مسامحت دونوں کو
 رنجی کا موجد قرار دیدیا۔ اس طرح تذکرہ مہر جہاں تاب میں بھی انتہائی کورکتی کا موجد
 بتایا گیا ہے مگر یہ اقوال ایسے ہی ہیں جیسے الی دکی کو انھوں نے ریختہ کا موجد قرار دیا تھا
 اور اب یا یہ حقیق اس سے ہوا آگے بڑھ گیا ہے۔ بہر حال ہاتھی سے رنجی کی ابتدا ہونا
 اگر یہ مٹے مٹے لسان اور نگہ بھی پاسے جاتے ہیں چنانچہ حریت العلوم فی تعلقات السلطوں
 میں لکھا ہے کہ اس میں کا موجد رحم معاشرہ ہمارا درلی ہے اور اس کے کچھ تر ہی لکھے
 ہیں مگر یہ سہروردیک وہ کچھ اس میں شمر ہیں۔

ارے ناداں تیرے سخن کو کیوں رٹھایا ہر
 رت بچھٹائی گی میرے نصیب کی کہتی ہوں
 بعض حضرت امیر خسرو۔ بلوخی رتہ اللہ علیہ کو بھی موجد قرار دیا ہے۔ لیکن میرزا
 کے ہاں یہ اس کے میں دوسرے کی رنجی کو لکھا ہے۔ مرزا دلی ہے۔ مولانا عبد السلام صاحب دلی
 سے مراد میں اسکی ماہ کا فی بخش کی سہ اُن کی بھی کہتا ہے۔ جس بھی ایک صنف کا
 کسی حوالہ سے حل ہے، ہنر ہاں مناسب ہے اس میں کسی اور قول جس تذکرہ نویسوں کے
 اسکا سبب کو پوچھا گیا ہے۔ موجد ہاں کہتی ہیں اور سے مسترعاویہ کام لیا گیا ہے۔
 اور اسی دوسرے رنگیں اور لسانی کی روانی اور بے تکلفی انہیں باقی نہیں رہی۔ مراعات الغیر جس
 نے لکھنؤ کی شاعری کے دفتر کے یکا کر دئے ہیں اس کے یہ ال بھی موجد ہیں۔ اور بعض دیگر اس قدر
 سے مراد ہیں کہ پڑھنے کو جی میرا جاتا ہے اس کے کام میں احسان، فاضل، و سرور ہے کسی دہشتی
 کہ موجد ہاں کا دیواں جھسا قانو ہر گیا۔ مگر اسے لکھنؤ لوگوں سے جس کے اسکا
 تجا کا کر کے کا بیٹے کمال دے دئے اور جیوں جس لکھنؤ میں اور اسی لکھنؤ کو چھوڑا ہے۔

حال صاحب محل مشاعرہ میں بالکل رمانہ راس بیسکر جاتے تھے اور اس انداز سے پڑھتے تھے کہ سننے والے ہنستے ہنستے لوٹ جاتے تھے اس میں سبک نہیں کہ مادہ دآورد اور دآورد تکلف کے اُن کے یہاں بیگانی زماں۔ لکھنؤ کے ورمہ سرسری کلام غور لوں کے محاورات۔ رسوم و راج کا اس قدر ذکر ہے کہ مستعد میں بس کسی کے یہاں بھی نہیں۔ میں نے اُن کے کلام کو اول سے آخر تک نہ متدد مرتبہ دیکھا اس مرتبہ بھی انتخاب کے لئے لورا دلوں دکھنا پڑا۔

ہمائی سب سے سرکشی قسم آتی ہو ضرور کوڑا کروں گی حمہ کو سید حلال کا

بھستی کسی چراغ ہے بے کی تھوکتیں میں نہ م کی حب کٹوری میں بھگو نظر پڑا
سات شریوں کے ہو العدا تعاقب کسے میں گناہ کے دو ہاؤ کٹر پڑا
حسن مردوس کے بچھے مر لکھ ہوا رہا برسوں کے بعد پھر وہی آ تو نظر پڑا

لگا بیٹھا میں حس یہ مورب رہ گئی تھی کہیں سا دلہ کر یہ جام ہے صبری کی سبک
دہل درگور حیاں کے کھنسی جو نام العت کا کسی شمس کے دس کو نہ آزار یا ہو سکا
وہ تھے استادوں سے حال صاحب کو کھڑک گیتا کیا یہ ام روس، بھی بے تری بسہ اکا
کلوارنی : مرتا ہے لہا اُنکی دیتیں یہ قاصی کے گھر میں کیوں نہ ہو جیہا تیر کا
مران سوٹ رٹسے خالق مراد مال پڑھا ہے اس کے حلق میں بھید تیر کا
سوم میں سے جلا ہو بسے جو جوہر کیلہ جیاں وہ تجھے ٹیکے کر کی بکیر بکیر جلیتا
رہ گیا کس سو م کا بیٹا جو حلق ہے سا تیر ہواں ہوا پ کو یہ جاہ ہے سوال کا
ساس سادوں کی شکتی میں قریاں گئی ساؤں شکتی مجھے مگوا دو سواری مر را
تم سلامت رہو صدقے میں بھتا رہے تھا تم کتا بسوں گی ابھی گرہ کساری مر را
یگانہ تھا کیا تھا وہ جس اسے بری جام کل سریر پڑا عا نچ بگوڑا اُتر آ

رہی کھانڈھیلانہ کھسکا راجیا چلے آئے
 حصہ کا مال تو بی یار کو کھلا رٹھی
 گزرت کی طرح کا ابھی لال ہو گیا
 یگانا اچھا نہیں ٹرھا سکے مال کا
 آرمہ دی کی حالت تہہ کو دل میری سوٹ
 حالی کے ہیمہ سادہ حال نہیں رہتا
 کھلتی ہے جھی پھوکر کھانڈھیلانہ کھسکا
 کیا ڈرنی ہر ماں سے شرم میں بھی رہی
 اک یہ طما ہے ہنگوڑ سو خستہ ہوں بدلا
 ٹس کا ہے چھانٹوں کارہیا ہے
 اگر مادر میں آتا ماکو دیکھ لو صاحب
 حداد کھانڈھیلانہ کھسکا راجیا چلے آئے
 کیوں نہ حالت سے میں ماہر کھلا رٹھی
 کوڑا اُن چھانٹوں سے کھیلے آئے تو یہی
 اہل مال نہ ہر ماں سے جو یہاں
 چیلے رہے یہاں نام و نام کا م
 حداد سے یہی کو دم میں ان کی کسا بدلا
 تھ اس سادہ دی سامہ دوا کی کرل
 نصیر اُن کی دیکھ کے ار وکل یٹھے
 مافی دمار کا خندہ ہی کھٹکھٹا
 ہوئی الیہ مرہا مافی کے کھنسی کی کھن

کسی کے گھر میں کوئی ہے خطر نہیں آتا
 ہمیں تو لاکھ کا گھر جاکر بس آتا
 غصہ سے دروے کا بے حال ہو گیا
 راکھ مل کے فوج یار رہ لگا ہڑال کا
 کھائے بھل تلوار کا اور بھول کھٹے مال کا
 درگور مرے یاس رزلا نہیں رہتا
 سریر کوئی چاہے والا نہیں رہتا
 موبان تری چرنی میں کالا نہیں رہتا
 مردوں یہ تو کوئی بھی کسا لا نہیں رہتا
 صدقے اس قتل کے جس نے مانی انگیا
 مری ماہ کیوں سے آس کا ہتھ نہیں کیلا
 یہ وہ حلا ہے ہر گر سہا میں جاتا
 اُدھری د ارگر ٹھکت آئی انگیا
 میں تو کوسوں کی مری سے ترانی انگیا
 اسی ارد کوئے کھٹکے وہ ائی انگیا
 ایک دو پولوں میں سہا ل ہوا
 تراہرا کسے رتہ دیکھوں کچھ میں ہمارا سیا
 جھوٹا شراقہ میں یہ راجی رہا کسا
 سچ ہی خاک کھلوئے یہ آمرہ بٹل کسا
 کوئی کل عروسے کا پھر سو کا چوڑا کھلا
 چاند کیسے ہاں سورہ پیدیا رکھا

حال صاحب ہے رات کو خانہ کے گھر
 کسے میں دیتی ہوں لاؤ خانہ فخر کی دیکھنا
 میں ان میں تھی دلہا لہا کے دستے نہ ہوتی
 رہو گی یہ کہ میں یہ حاکم ساری ہو گا دھکھو مکہ
 کھا پا جائے جو ہیں اسے پاں کا
 محرم کسلی جھیلوں پر بھرتی ہے سی
 کسکو کھالوں حوالی ہے میری بدو طرح
 اسے لو اچھر کا دل ہے اس میں سے پیر کا
 مساکھا اس سے کئے ہر آن آتسا
 کر بار بعد وہ نو نوئی دھوکے دھڑکی کا
 تھوٹی مری کھا تگی ہری پاں کا ٹرا
 تاک کٹائے میں بڑا دنگی لی سوٹ کا کر
 نامرد ہے نہ خور سے اس تک مسر ہوا
 سو کھا سو کھا گورا گورا
 کھلا ہنگل میں کر حال ان ٹرلوں کی خوش بجا
 لنگھتے کہ سا کی کل جسمی کا ظالم
 جو قوم ہے لٹو کر سی بڑوں کے فرق ،
 دل ملی کو کھو ملی مانگ ملی دکھا ہوں
 ہم اگر دو گئے نہ تن سے کو روٹی کیڑا
 جی کے واسطے جو کھالے سے کھالے ہیں
 مجھے لہرت ہے سورت گھوٹے تال کی

مجھ بھی یہ عیب نہیں کا سال کیا
 مکان لو کہ میں دل و دیکھ کی سیستہ جو اپنا را
 کیا عیب کیلئے تینے مرا حوام لیکر مرا بیکار
 پیاسہ مرد کی لولی ٹھوکی کر دیکھ لکھ لگا را
 مسہ کی کہیں کھلا سے نہ جیکار مال کا
 انگیا خلاف جو اس ہے ہا خداں کا
 دعائی پر و سہ چلا نہ حصم یہ اپنا
 بھا نکھو ٹو گھر میں خالق کے مری تقدیر کا
 مادور دور کرتے ہیں اسے حال آتسا
 مالوں کی نہ اقرار میں اسے ایک ٹھڑکی کا
 سھلی کا نہ سھلی کا نہ ہے ساہ طری کا
 دھنوں کا مے دیکھا اگر کمال مال ہوا
 قرماں اس حاکمے دا سال بھہ ہوا
 کمر کا گھر والا ہنگام
 ہر اک خاص کو دی ہیں یہ پیرا پیہ خور کا
 ہوا مارے مسہور ہلاکو ہنس اچھا
 خیر ماعلال کر دے کھکھار لو اس ہو گا
 ٹسڈ لکھنے گا ٹیے ادھی جلا ما میرا
 کسا حد کے بھی ہنس گھر میں کھکا ما میرا
 گھر والا گھر کو کتا ہو رہا نہ ہو گیا
 وہ انکی سکر کیا ہو لے لہ اقرماں کی ہو رہا

ہے دوا لی سے سہا آنکا دل آج کرات
 صبح کو دیکھا ہے سچ تمام سر کا ہر پہ
 تیسرے دل میں جاتے ہیں کسی کے گھر سے
 ہوا دل دلیہ ہو دے پیسہ بچھے دیکھائیں
 لئے تہن تازی کیے خور و کو مارا بھڑو نے
 جیتے جی ندی کو اٹھ دیکھا ہے سہرا
 سچ میں کہتی ہیں ہی کس ترا ہے داماد
 در میں روح کو مہرہ ری ہو گا مراد
 کار خاصے میں حدائے ہے کسے دل لدا
 رگیں کی رکھی ہے سخن میرا بچہ
 جھم میں حاجی ایک مسلمان تھا کہار
 دلانا سب میں مردوں کا فائدہ
 وہ دیکھ دو لگا کو سراسر ہوا کچھ آگے گویا تھا
 کا جی سا ہی کو بیڑ بیڑ ماسی کی کو کھڑا
 لیں وہ مردوں اسکا کچھ ان کے گھر میں لیں
 لگائی سوس نے اسی ہی کو جس طرح سے اکاں کچھ
 حدائے جا بہ ٹھٹھ پیٹوں بے گسی
 نصیب سدا ہمارے میرا جاتی تھکے گی کھانا انکی
 ہو بس ٹھہریا حوالوں کے تھکے کا مٹی ہوں
 سوئے گا لیاں نہ کھلا تے
 کیا را ترا ہے اچھی لی

گھر سے نکلا وہ در آج کا دل اٹکی رات
 سیر سے کاٹے جاتے آج کا دل اٹکی رات
 اور وہ جاؤ لو آج کا دل اٹکی رات
 کھائی کو کھائی کیا ہر کمان کی احتیاج
 کل گئی مری بچی کا ہاگ کٹا میں روح
 ٹھٹھ کو کیا لوگو جو کھڑا کٹا سا میرے لود
 رکھے موت مری بچی کی ہا میرے لود
 سو سا بچہ یہ اگر ہنگی جھا میرے لود
 بچہ تم ملے میں یا ہوا میرے لود
 فتنے کو بوق کول ہوا بچہ خوریر
 یہ حال اسے گھر کے لود آج وہ در
 لوٹے گھر سے یہ بچہ بچہ بچہ بچہ
 ہی لوٹی دس؟ کیا انکی دویا دل حیا کر
 ما اسکا صدام باڑہ حدائی لود کو تم نے ڈھا کر
 کر ڈھا اس نے کٹا کٹا کھڑو دے اسے سا سا کر
 کسی نے اچھے بچہ بچہ بچہ بچہ بچہ یا کھاکر
 سیلی ہوں ساتھ طبعی تھکتی اسی یہ مارا جلا کر
 وہ سکھ پاؤنگی جسے بھٹھا الی بچہ بچہ بچہ
 اس بچہ یہ بچہ بچہ بچہ بچہ بچہ بچہ
 بچہ بچہ بچہ بچہ بچہ بچہ بچہ
 کوئی کرتا میں کی کا پاس

مال سے ہنگامہ واسطے بیاری ساس
 حوہراں کے کھیلے ہیں ہوں ر
 لولوں گرد کر تو دیکھ کر ڈالے
 کافی ہے سیکسک کوئی حال نہیں
 آج مجھے ہے توکل اور سے مرا احلاص
 کوسر سہاسی کی نہ شایدوں کا ہمسر
 کیا ماحی بھگتادہ بھگتو مھلائے
 لکڑائی کے جو رکائیں کرتا ہوں کوئی حل
 کافی حوس سے کھلی دکھاؤں کی ماں
 ہر گز مئی آگے چھائی سر سے مھو مھو ہے
 رگسریہ لوتی ہی ہمسار ہوئی
 اسی ہر ہر لیستی کی (رما سے ہم)
 حوہ مال مایہ کا دینے ہو مائی ہر ہر
 بدلتے آٹا و آٹے
 حد اسر سے درختیں اور کچھ
 لالہ لالہ لالہ ہے وہ یہ کال ہوا
 ساس ہوں پرس حد لاتی کوئی تیرا
 تاسے کر لی یہ کھیلا کر بھرتی ہر
 لا اھلا انا ہر لالی کو اسے دوا بھول
 آکر حوسہ رما مہا اکر
 اکیلے اور سے ہر لالی ہر کو

اجمی دسا ہو اور چار ہی ساس
 چھوٹاں میں ہیں درگناری ساس
 ہے وہ حلا دلی ہمارے ساس
 کسی کو ہر چاہئے دو چار کی ملاشت
 اسی ہرائی سے ہوا ہے گھوڑا احلاص
 لا حار حال ہو گئی ایم سے عرص
 جسے نہ یو چھی ماس گھنی در کسار حوط
 مہری کیو ہر کما مہ سے سم غلط
 سمس لگا رہی ہے ہوا ہی مرم غلط
 ایک مادہ مار کروں کی رکر در مار حوط
 اور وٹا اور دیکھ سوس خاسے لاج
 کھنی چھوڑ کھنی چھوڑ مہو سے مرا عاتق
 اور ہی کہ ہو گا وہ جو دیکھ گھوڑا عاتق
 اے ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 عرصہ چلی چاہے گھوڑا امار سے دل
 کہ اس پر اسے دیکھ سوس سے ساس ہوا
 اس مرا ترا ادا ہر کسے ہوا
 ہو دیکھ لیا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 ہر اور ہر سے ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 اھیں گام کی لڑی ہوا ہوا ہوا ہوا
 دیکھا مارا اھیں ہوا ہوا ہوا ہوا

عجب طرح کی سچی دیکھے اس لئے کے
 نکلی کر، انہی ماس کی جان پر
 سستی ہوں ایک رو رلاتی میں مردوا
 جیسے بھانسنے پر بھیجے حاجی تمھارے اچھے بابو
 منہ سے کھاتی ہو میں تسوں کلاموں کی تم
 ماس کے سسرال میں دھاسے مسم عام تو
 میری ماسے نکالی تہی تھی مجھے چھیڑ
 لپے گھر لوہے کی وہ جا کے ضرور لیویں
 سیاہ عام کا تو کر بیٹے کو تیار ہو میں
 میں بڑی کیا امیر کے گھر میں
 اچان لکھو سے کل جاؤ گی میں اس
 سید اکل کہ ہے ہیں لو اکا ماس میں
 مری ہی حاتی ہوں تم مجھے تھلہد میں
 شوق گاہ کہ ماسکو رہے ماسے کا
 ٹھہرا سے لٹھیں چو جاو میر دیا میرا
 آسہ کی سب مٹری لگتی جو دم کھایا میر
 مھوڈ مٹی مھرتی میں سہائی کرایہ کا کھانا
 حصہ چھڑا کے موسے دل سے یا کروایا
 رہا تو تم بڑو چو لے میں چھو سے کھاتی کو
 انہی کو کھینچنے ایسی مغلانی کی ہاتھ میں
 جہاں ماس میں ہوئے دو گئی سچی کو سوار

گھوڑے سوم کی یگر ٹی آتا رہے ہیں
 کیا یگر ٹی کھائی ہر کالوں کی مایاں
 کیا ایک بھٹ میں مے ہمسائی و اماں
 گونے گونے مجھے میرا سے میرا سے اچھے بابو
 تیرے میں لیتے گئی ہو میں جاگ مارکیں
 پہلے ہی رو رہ کر منظر اقرار کیں
 بھینتی ہوں کہیں حاتی جی میرا کہیں
 اس کے ہنسنے زیادہ ہیں ماس کہیں
 حاجی کو کھانا کاسہارا نہیں لگا جائے میں
 بھینس گئی لڑھی بھینس لعل میں
 ادا قدام مجھ خسی کی ہونی سسر میں
 لیکن سہائی سب کی چوچوں کی دان میں
 میں ماسیت میں لھائی سبھی ماس میں
 ان سے جس ملامد سے ماس
 آری ہونی کہاں میں لے میرے کہ تم میں
 دل لگو اس گیا جھینگہ مگر ماس میں
 جھیا دلی کا گھر مھرتی سچ کر سہائی میں
 کیا اسی سے ہے سہ راہ رادہ، مجھ کو
 لائے میں درم میں ہوں لالائے وہاں کی کو
 کر کے کر دیا عارت مری لائے کے مار کو
 دل کو کیا سہ تو تھے لائے ہوا میری را کو

سوت کی پختی نہ کھائی بلکہ دیا ہے چلی
دل میں سر سے رہ گئے انہوں نے ریاں دو
کس کا کہے مگر نہ برسی ہے حل پیچھے
مگر ایسا دکھ مرد ہے مسکرا کر آئینہ
مسی کا طاق بھرے گویا جیسے لگا لگا
کیا دھن ہو دو گارے کو کرنا مسکھارے کچھ
جو نہ گن سکے کواری کھیا کہ حق کے ساتھ
راہ کو مسی ملی اندر میری ہوس کے ساتھ

دوسری محبت سے دھڑ میں چھاتی بیٹھا ہے
میں بھی برا ہوئی اس میں جھٹا ہوا ہے
سمیع اور کی اچھا تو میری معافی کہوں
تیل یا لی کے گنواں آج میں دس دیکھ
یہ درتہ کا ٹھکانہ ہے سوچو بیٹھی ممانی
دو چار ٹپا لہہ ہول دو بار تھکتا ہے
ڈرنگے کیونکہ یہ ان لوگوں کی ٹھکانہ ہے
حقو کر کی اچھی ہڑ کا کم نہیں ہو چکا ہے
ریحی بڑھ کے بڑبڑیے میں مسکھارے لہا
ماہے کا تار لاما نہ اکدر ہر انصیب
حلائی کی کال کی پختی کیوں کہوں
کیا ہو گا گل ہر اکھلا ہے ہوا ہمار
لھلاو نہ ہو کر میں نے دل درمیں
ماہنہ نہ جیسے کہتا ہے لوفی بچا کے
سنگا دو ٹھنڈے ڈول میکے کو جاؤں
میں بھڑے میں تم بھڑوگی اس میں چار کے
بھارے لئے کچھ سرائی نہ ہوگی

جعفر - دراموس سبک نام تھا۔ ۱۷۱۵ء بعد الملک اسراں کے درجہ عہد عالیہ کے
ایک بڑے ایہ تھے) متوسلین میں تھے رفتہ رفتہ اہل تباہی ماضی کیا اور مدتاً مادر سہام
کے عہد میں مرہ۔ سہ ہاری رطائر ہوئے۔ سہایت وکی الطیح اور دم میں سقے رطوبت، س
طرات کا نہ ہر جادو کھار والستہ نہ کہتے تھے تب بھی وہ مذاق یرتن سے تن سر سے کئی آشکارا

ہو جاتا تھا۔ یہ تین تیرا ہی قسم کے ہیں۔ جو عموماً کلام کے طور پر درج کرتا ہوں زیادہ کلام
 ذیل سے محفوظ رہا اسی رکھنا کی گئی۔

عسل کو اعمال سے رہت کھٹا بیٹی تاصح کدوں سے دسین میں جٹا بیٹی
 آٹھ میں بیس کہ باہر سے لے یہ جیمہ سیاہ و سفید و میٹا بیٹی
 بڑے کیوں ہر اک بات میں جیتی و جیتی صفا دانت کی دس سہی میں جیتی

جعفر زبلی۔ میر مرام تھا۔ امیں اقلاد، پہ کہ دہلی کے استاد سے ماہر لعل
 کے بہر صورت عند عالمگیر کے دور آخری کے مای گرامی ہر لال لٹے۔ اور ہر لال ہی اس دور کے
 تھے کہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے حید اور متہو بہ تحریر کی آپ سے کاشے۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ
 جس کسی امر یا رئیس کے ہاں لے جاتا وہ پہلے ہی سے ایک کاغذ و سرماں کی رس اور
 ایک پر جو لکھ کر اس کا رہ رکھ لیت۔ سرل مقصود در یو تیکر حسب دلخواہ خاطر تواضع ہوتی
 کچھ اُس کی نذر بھی کیا جاتا تو انہو المراد وہ مصلح کے تھو یا میٹر کا، دیران جانا تھا وہ تو
 کاریجہ نکال کر پہلے اس کتابت زدہ کردہ راستے اور اس کی رسام کی رسم کے مطابق
 اس کتابت کے اسرار کی اجماع سواری کرتے کہ حق و کھانا کے قول رہتا۔

انہو سے ملائے اور مال سے بانیہ کے وہ ایک قدم سے اس کے روپس یا اس سرست
 ساکب جہ سراج ماعہر رکھتے آئے پہلے اورادہ کرم داری پہلے انکچو سیدل کا کلام
 سے ماہر طبع مخطوطہ سولی و عود بھی کچھ کسا پا لیا سیدل نے انہو کی دیدی اس سے کچھ مدر
 کر، کاغذ سلاہ کیا کھلا لیں کو رک کوں کتا کا کئی تہا اس آئی تھی یا۔ یہ اسارہ
 بھی مادل ایواس مسلک لیا۔ انہو سے رہے جس میں کا کتابت مرام یہ جی جی
 سج۔ یہ عربی سے جیو "ساو اسس۔"

میدان ایک سراسر رنگ جیو سے ہی رقبہ مرم میں ہما کے ارکچر کے لاکر

اِس کو مثال دیا۔

میر جعفر نے ابو اسحاق اطمینہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ وہ بھی ایک پُرانے ہرال تھے لہذا آپ نے وہیں سے یہ رنگ بھی اُحد کر لیا۔ اور اس میں ایسے کاغذ لکھیں ہوئے اور اُن کی تعمیری اور ہرالی کا ایک خاص معیار قرار کیا گیا۔ جسکے لئے بہت سے لعا دوں کا حسیال ہے کہ انھیں کے ساتھ حتم ہو گئی۔ کیونکہ جہاں اُس میں محض اور لائینی ماڈوں کا ہجوم ہے اور کاسٹ کی طرح پڑھنے والے کی آنکھ میں لٹکتی ہیں اسی طرح اس میں بعض لطیف ایسی ہیں جو خواص کے ساتھ اخلاق و انساب کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ ہیں مگر اس میں کہ ہرل گوئی کی سہرت نے اُن خواص کو ماذکور ادا صرف ہرل میر جعفر کے نام سے محفوظ ہو گئی۔ مہیا کہ بیان کیا گیا کہ انھوں نے ابو اسحاق اطمینہ سے ابتدائی تعلیم کی گت پڑھیں۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ ابو اسحاق بیسے استادوں کے موافق ایک جاہل اساد تھے ہر وقت لڑکوں پر زہد دگرتے تھے۔ لڑکے اس رد کی مادر تہا ہی سے عاصر آگئے تھے ایک مرتبہ اپنے استاد بھائی میر جعفر پڑے شکایت کی یہ بھی استاد کے ستم دیدہ اور مات کشیدہ تھے وہ اُاسحاقی کا رویوں کے واسطے تیار ہو گئے۔ قلم کا حالتاں حہ سمجھالا۔ اور اساد کے دل پر وہ کاری رحم لگائے تھیں کوئی مرتبہ کبھی نہ بھر سکا یعنی بیٹے کو ایک نظم ثبوت ڈارا نامہ لکھے کہ اس سے لکھی بھرا دیکھ لکھا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مولوی صاحب کو حشر ہوئی۔ اور راجی طرح تحقیقات کرنے کے بعد میاں جعفر کو سبک پی دو گوشت ایسے مکت سے نکال دیا۔ نہ جعفر نکل تو گئے۔ مگر سند مار کوک اور تار یا نہ ہوا گو یا مار دین آگ لکادی نوراً ایک کچھو امامہ لکھا جس میں مولوی صاحب کی جی کھول کہ جو کئی گئی تھی۔ اس کے ابتدائی سد یہ ہوا۔

کستا ہوں کھوے ماسے کو مادر سستی سس مرھا کھو گئے مجھے اس سخن سستی

مستور رہے یہ مات کھوے رس سستی کھوے کو صبح جی نے رعادی تھی نفاقی

سس کا کردل میاں سا حال دتھی

یہ کچھ اناہ اس مشہور ہوا کہ سہراہ کام کس کے کالوں تک پہنچا اور میر صاحب طلب ہوئے جو نیک نظم میں ہجو کے ساتھ ہی ظرافت کی جو جگہ اور باتیں بھی موجود تھیں۔ اسی کے اثر سے خوش ہو کر سہراہ نے مورچیل کی خدمت میں جعفر کو دیدیا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ جعفر رطل نہایت اچھے ساعر ہیں تو مشہورادہ نے امتحان اُن سے ایک غزل کی فرمائیں کی انھوں نے قبول ارشاد کی اور غزل کہی جس میں کے ایک دو شعر یہ ہیں

ارغانتی حیار ہاں نخرہ کو گلو گلوٹ تاکے لوہ اس گری ازار جو ہے تو
تا حد کی مشورہ میں رنگ گلائی یہ رنگ تیسکے کا اڈن بار جو ہے تو

سہراہ نے غزل پسند کی اور اسکی مدد ملت میر صاحب کی سہرت ایک سے دو جید ہو گئی مگر حالی شہرت سے کام نہیں چلتا نہ دردت تھی کہ نقد و حس سے کچھ ان کی امداد کی جاتی مگر ایسا نہ ہوا۔ میر جعفر کا دل تلگ ہو گیا اور اس اُن کو مورچیل کی خدمت میں پہنچا انھوں نے فوراً اس خدمت کی کچھ لکھی جس کے یہ شعر یہ ہیں۔

نورہ اریں دوسو سہ در بھل دس دم ارد مدہ حاس در حلی
نورہ اریں مسکن درں مراخ رو و شب آوار بھس بیوں شیاخ
نورہ اریں مسکن یر شور و شر مرحلہ پر بطور جو و ڈور
پرس و حاساک نہ سر ڈوری رد و زدنتر اریں کو کری
جعفر اریں کو چہ دیں مرچیل سترم مصوری مکں ولوٹ چل

شہزادہ کو جب اس کچھ کا حال معلوم ہوا تو اسے مارا ص ہوئے۔ جب اُن کو نہ تر ہوئی تو انھوں نے شہزادہ کو کہے ڈالا کچھ لکھی اور دل کھوں کر لکھی ایک سہریہ ہے۔

رہے شاہ والا کر کاظم تن کہ عی نزد کردی جی دست
اس کے بعد کو کری سے بیزار ہوئے اور کس کی طرف جلد سے لکریہ قسمتی ہر گلہ
ساتھ لکھی بیانی کی رو کا رہ ملا صحیحہ ملا کر نہ مر لکھی۔

تنہا شادی اندر سرکہ جھڑا کیسے ہے اقدادی اور محروم کہ جھڑا کیسے ہے
 دیکھی تالودہ مادر ددعم آلودہ مجلس سدی و در در کہ جھڑا کیسے ہے
 از جہاں سلطان خود کزی پیرا ہوا دراندہ سے مال و مہ کہ جھڑا کیسے ہے
 اساعلم روشتی تم دلاکت کا سستی اکوں کجا آں سیم و زہ کہ جھڑا کیسے ہے
 اتفاق سے حسن رامیں پریشاں دور گار دس کی خاک چھانکتے ہیں ہانکتے کودوں چھانکتے
 پھر رہے تھے اسی رامہ میں خواب کو کھلتا تھاں ستارہ کی ہم پر گئے جھڑے اس موقع کو
 عیبت حال او تر کا ایک رقعہ لکھا ابابیر پڑا تر پڑا۔ ایسے یہاں ملازم رکھ لیا مگر صرف کھانا مانا
 کھانا۔ بکیر مقرر ہوا اور نہ کیرا ہمارے کے لئے کوئی پسہ ملا۔ سو راکھ مظلوم مر صدا سنت
 لکھی ہے

رحمان جاں سادہ گیتی سادہ رمید او حواں زطلل داد حواں
 حواں پر گئے درسا و ازار ہی آئی مسئلہ دنی دار
 رکشتا کی حواں میری۔ اسی ہیں کہ حیراں دہلاں محض کو کریں
 ابو سرائی بی کے موٹی ہوئی جل سج دشمن سری ہو ہیں
 حواں مارنے مارنے شہ گزشتہ دیکھیکہ حواں مال کم گشتہ
 حواں ہوا کہ عرضی مظلوم ہوئی اور لیسے ہوا دستے کہ حواں دور وعدہ اور اساتیر
 آئے اور ہواں سے بھی حواں ہوئے۔

سر صاحب کی زندگی بہت مجلسی اور ملوک الحالی یہاں دور کار ہوا میں مسر
 ہوئی۔ مگر وہ رامہ کی رودسیوں سے عامہ اگر کھٹی پچ اچھے سوئے ملکہ خاتون آرا
 اور تملی سے ان تمام محنتوں کو رواشت کرتے تھے۔ اسطرح آں کلام خلتہ ساری دہاں
 کسی کی مدح درم کا یا سدر تھا۔ دہاں چھوٹا کی یا کسی کی جزیرا کر۔ تہ ملکہ
 ناگہ بہتہ اس سے تقریب واد ساطہ مہور ہوا تھا۔

اُن کی طرافت اگرچہ ہرل کے درجہ پر ہو گئی ہے اور حوس طبعی سحر اس کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ سحران ہو طرافت ہو ہرل ہو کچھ ہو اس درجہ کی ہے جس کا وہ اس طے طے اہل کمال نہیں دے سکے اُن کے ایک لفظ میں طرافت اور حوس طبعی کا ایک جہاں یو ستیدہ ہوا ہے۔ وہ جیسے مزاج و جدہ روئی کے جو گرہاں اتنے ہی اخلاق کے دلدادہ ہیں اور اخلاق کے نکات بھی کبھی مولویوں کی طرح بیاں میں کرتے مگر اس میں بھی اساندار حاضرم رہتا ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں ایسا کہتے ہیں کہ دلیر مسرت اور محنت کی بارس ہوئے لگتی ہے۔ اسکی درجہ حاصل یہ ہے کہ گو وہ ایک محو ہے۔ رگیں مزاج ہیں مگر علم و فضل دونوں سے ویسے ہی آتا ہے جسے اس زمانہ کے ماکمال ہوتے تھے عربی اچھی طرح جانتے ہیں فارسی کے ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ اُن کے ماہر کابل معلوم ہوتے ہیں اور اس نے مکلفی سے اس کو اسماعیل کرے ہیں کہ یہی اُن کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

یہ جعفر کہ ایسے واقعات جہاں کی بہت سی ایڑ مار لفظوں کا دار و مدار ہے بے تداویہاں جس میں سے ہم چند کہتے ہیں۔

لطیفہ جس زمانہ میں یہ جعفر کو کلمات کے پیاں پہنتے تھے ایک روز یہ اتفاق پیش آیا کہ مراد اسمان کی اہلیہ مراد سے اس ہو گئیں میر جعفر کو جہر ہوئی یہ جانتے تھے کہ مراد کی بیوی اور بیکہ گھرائے کی عورت ہے اور یہ دلیل ہیں انھوں نے یہ قطعے کھوڑے جو جھوٹی ہیں سامان تفریح کبھی بید و لصاح کبھی غرت کبھی۔

جعفر درجہاں معاد اللہ ہر کہ محتاج ماں رن مانند
مواد کہ صسط مانند۔ گرچہ عہد و اہرہ مانند

جعفر معالیہ کہ رن نہ کہد آہ آں رن رست مرد کہ جہر
آہ رن۔ بے دلن نہ دل ماد خود پیے ماں خراب و رسوات

سرل کوئی در افتادہ نہ وہاں پریشانی دل و دین ریت و سیال خندہ و دہم صدفانی
 بے نوبت گھٹے مضر جہاں ایں ارفطرت چراکے کن عاقل کہ مارا بیدنیانی
 مرا سلمان کو حب یہ حرم ہوئی تو بہت مگر طبع اور کو کلتاش حال کے ماس ہوئے میر حفر
 کی سخت سے سخت شکایت کی مگر انھوں نے معاملہ کو مہسی میں ڈال دیا اور ڈال دیا۔
 ایک موقع پر کو کلتاش خاں نے عظیم کو سخت سکست دی۔ اور بہت کچھ مال عنیت
 پایا۔ جب مال عنیت تقسیم کیا تو آدمی حال حرائہ شاہی میں بھیج دیا اور آدھا سپاہیوں میں
 تقسیم کر دیا یہ چارے سپاہی تو تھے ہیں کہ کچھ ان کو بھی ملتا میر حفر کو سخت رنج ہوا۔
 لو اس کے ماں یوں کر کہنا کہ بھگو بھگا حصہ دیکھئے۔ کہا تم سپاہی ہیں۔ مرد میدان نہیں مگر
 حصہ کیسا۔ میر اس وقت تو حفر کا موٹس ہو گئے مگر دوسرے دن ایسا نصیب کیا ہوا
 رسم نامہ لیکر بیوی کے اور لو اس کو سایا۔ جو یہ ہے۔

میں آں رسم وقت رؤس تم کہ دہ ما پڑا دست خود شکم
 کم روں اور حیا تی نہ تر ر آرام دمار اس سر مور تیر
 کستم گون لہ را در کسد گس حدر اس در آرام نہ سد
 یوستم اگر خوشتر جنگ را ہر بیت دہم یوسے لنگ را
 نہ صد حملہ ماں لگس نہ کستم قطار دود مور رسم ر م
 اگر رسم حصہ در دال بھاتا قند بہیت و حوت میں در حیات
 رورم شرح سماں دود را شگام نہ جیگال فالود را
 دریں دور تانی رسم مہم تا سا نہ گرہ گراں لکسم
 نہ ہگام شتم و تزد تلاق کم عرق انگشت در دال ہاش
 میں آں ہوا دم کہ در نرد ر آرام کہ تہت از منہ گرد
 چہاں لکسم رسم نہ حام را کہ مارم قبل رسم و مام را

من احم که گراسپ جلال گشتم
 حق رسایم از غور آب دار
 اگر رستم تیغ تدبیر را
 تهن منم گر گشتم تیغ حشمت
 احم که نه گشتم ار گور خسرو
 نه نام و نشان محض بر دره
 منکرده ارم، دراهم شدم
 سر نمکان بر سر دار به
 سر رسد دل شوم از شتاء ال
 چونید مرا شوم تهر تهر کند
 اگر نگارد صبر من سبیل
 یا حشر این قصه سر که اوه کن
 چهل خانه نموش ویراں کم
 شکلا و حقرا شت هه گام کار
 سترم ستر تیر قصه بر را
 تراسم بر دهر یکشتی بستم
 نه گورتی کنم سینه خدایر
 چو گور حشر ادره من ملد
 کم در پیوسته در کام شوم
 نه بر دار نه ملکه در عار نه
 چرا نه مار و سا هین دل طائران
 چو از گرنه رش که کر که کند
 گر نه چو از گردگان اع ذیل
 سمه چاه چای راه کن

افغان کی ماسپتہ کہ میر صاحب حصہ نہ کرے۔ رح سار سپتہ کے اُسیدقت حمر آئی
کہ معای روح معطر ہا ہوگا۔ دستہ ہوں۔ گنگا یا محمودی را کر تار ہو گئی کو نکلتاں حال کو
ٹرا منہ نہ ہا۔ اور ای گنگا نہ میر مانہ کہ ہو گلاوا یا۔ اس طرح میر صاحب کو سیلے کے
دستے بیٹھ گئے۔ دربار لکھنویں۔ یہ ہے۔ اس میں راغنی ساں استعفا کا ذکر تھا۔ دوسری
میں لا کر کی را گیا۔ یہیں سیاحہ دوسری نظم یہ ہے۔

نسو سان ذکر کی حب کا ٹھٹھہ منہ سے نکلا کر
 ہر دور محرابِ اٹھ کر سارہ کار کیا دگر تریا
 دس دس محراب میں آگے دس دس تھی یہ لہنے
 ایک مرتبہ ہر اس سب کے ہاں عورتی ہانپی اور کچھ بھی اتنی سر ہاندہ میں یہ نظم کہی -

دلاور مفلسی سب سے اکر رہ
 بہ عالم کے کسی سب سے اکر رہ
 یکس اور زر کا جیرہ شیم کر بوجھ
 بھٹی بگ مادہ کر سب سے اکر رہ
 اگر شلور ساسد کسکو غم ہے
 لگو ٹا مادہ کر سب سے اکر رہ
 ایک وہ لوگوں کے صلاح دی کہ کوکلتاش حان سے عفو جرائم کی درخواست کر دو
 انہوں نے ہرگز منظور نہ کیا اور یہ نظم لکھی۔

اے لوگر! میں تخیل آٹھورہ تاکے
 شربت قند و گلزار کورہ کورتاکے
 کچ کلاہ و ترپ شاہی عروہاہ ڈال ڈا
 یا ہلہا نقوہ و دریں کٹورہ تاکے
 کل تخی ہالنگ معطر رماں زار کیا
 این سہماے رمل بھگل لہسکوہ تاکے
 بادشاہ و سخاہ اور نگریب کوٹ و کن میں فتح حاصل ہوئی تو آپ نے ایک نظم فرمایا لکھ کر
 دوسرے کیا کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں مگر نہ تہ سربھی کارگر نہ ہوئی اور دربار تک رسائی
 نہ ہوئی اس کے بعد یہ نوکل کر کے بیٹھ رہے دو چار سطر ماسکے یہ ہیں۔

رہے شاہ ارنگ و باک ملی
 کہ در ملک دکن ٹری کھل ملی
 راو دے سکے لہو و دھوم و دھام
 کہ ہل چل ٹری سر سیر و موم و سام
 دریں سرسالی و صف و علی
 چٹائی دھما چو کڑی درد کس
 رہے شاہ دنیا ہاں کہ وقت فنا
 نہ لہ نہ تلمد نہ حسد و دغا
 کر سست ہمسار میدان پر
 سب و در تار گھساں ر
 اور نگریب کی وفات پر میر صاحب نے دوسرے لکھے ایک ہمسات میں ہے
 دوسرا ان کے رنگ کا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں۔

اور نگریب مر گئے سکی خاک پر لگے
 تخت اور جھوٹا دھڑ گئے آخر دنا آفرما
 تو احد کی ماد میں رکھا اور نگل مارا
 حریف گنیں لیا دیں آفر دنا آفرما
 اعظم شاہ کی تخت اسدینی رکھی ایک نظم اسی ہی لکھی۔ مر گئے سب دہی۔ آخر عمر میں یہ نگ

ہلکا ہو گیا تھا۔ اور محاسن و نکلیات اور سوجیوں کے تین مصائب اور سیرانہ خدمات زیادہ ہو گئے
اگرچہ طریقوں دی تھا مگر پھر بھی بہت فرق محسوس ہوتا ہے یہ دو طبقے اُسی رنگ کے ہیں۔

حصہ بر سرِ عرضِ جنال جہدِ پائش و جہدِ کمال
راکہ اس مائے نکر و دسا رہنہ نقد و جس طبلہ سر

تذکرہ جمالیہ کا وید میں لکھا ہے کہ جب اعظم تاج تخت نشین ہوئے تو متوجہ کے ساتھ میرزا
نے بھی سکھ لایا اور وہ نہ صرف بادشاہ کو پسند ہوا بلکہ حاض و عام کو پسند آیا بادشاہ نے
العام میں جلوس فارہ۔ اور با بھی۔ اور ایک لاکھ روپیہ دیا۔ مگر ان کے استعنا کا یہ عالم تھا
کہ گھر ہوئے بھی نہ پاسے اور تمام روپیہ راستہ ہی میں صرف کر دیا۔

یہ صاحب کے کلیات میں اگرچہ فحش سب زیادہ ہے پھر بھی وہ انواع و اقسام طرامت
لطم و نشر سے ملبوس ہے حاجی

(۱) گفتگو نامہ مترجمیں اردو کے محاورات اور ضرب الامثال کا محل صرف ہمایونی
سے تیار کیا ہے۔

(۲) رفعت مترجمیں تیار ہے۔ اور طرح طرح کی سوجیوں کا وہ عالم ہے کہ دیکھنے
والا رنگ رہتا ہے۔

(۳) عدالتی مکر میں شراپے حاض و الحاض رنگیں۔ جہیں تلار نے۔ طراس بویا
ہے اسے علی پر بھی کچھ ہے

(۴) سمرات نامہ مسکو شاہی یادداشتوں اور ترکہ کے طریقہ مرتب کیا ہے۔ اور اس
میں ضرب الامثال کو اس صورت سے صرف کیا ہے کہ بے اختیار قہقہے کرے کوئی جانتا ہے

(۵) مصطلحات نامہ۔ یہ لغت کے طریق پر ہے۔ نامہ کی رسم و رواج اور ضرورت کی موافق
اس میں الفاظ کے معانی سال سکھتے ہیں۔ اگرچہ اسکو دیکھ کر میرزا صاحب کے کمالِ طراعت، یہ ایمان لا نا
ٹرتا ہے مگر انکی ایجاد کا سہرا علانہ عید را کافی کے سر ہے۔ اُنکی لغت بھی ان کے کلیات میں

شامل ہے۔ اس کے علاوہ اور اقسام کی نثریں بھی پائی جاتی ہیں۔

حصہ نالم - جس میں ظرافت - واقعات - تجویزات - رقعات - دستورات العمل - یہودیہ
حر - نسخہ جات - مسئلے - غریبات - مورخیں نامہ - کچھوے نامہ - مسدس - نظم نامہ - مرانی -
سیس نامہ - تفسیریں قطعات - اردو فارسی سمجھی کچھ ہیں۔ اور ہر ایک اپنے رنگ میں
لاحاظ ہے۔

اگرچہ انکا کلام ان کے رنگ میں سراپا انتخاب ہے مگر ضرورتاً تو اس انتخاب میں
کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ قطع کرے یہ بعض ماطرین کو تاہم قلمی کی شکایت سدا ہو۔

انتخاب دستورات العمل نظم

ہر دل کہ ناشد جنگو - در حال شکوہ	دارو - ہر گھوٹنگو اس مارے لکارو
خورد لاکا گر لودیر جو دڈ لک لک	دو گھوٹا لک لک لک لک لک لک لک لک لک
خوار چیکے چال میں سسکی بھر چال میں	کالا لک لک لک لک لک لک لک لک لک
خوار چیکے کال میں کرسے جو بچہ دل پر لک لک	خوار چیکے کال میں کرسے جو بچہ دل پر لک لک
گھوڑا خواہ ساری رشتہ عامہ لک لک لک	یاد دہ یاری رشتہ عامہ لک لک لک
سدا چو چل تنگ جی ہنسک لک لک لک	دما دما سے سرگ لک لک لک لک لک

حصہ - لک لک لک لک لک لک لک لک لک	شادی - لک لک لک لک لک لک لک لک لک
دو پیارہ و کتاب - مات لک لک لک	راں ساگ نام - لک لک لک لک لک لک لک
گرا سب صفا مود رو - کار تو	لک لک لک لک لک لک لک لک لک
آوار تیر مردہ - رسد لک لک لک لک	آوار لک لک لک لک لک لک لک لک
تزلزل و حیرت مود لک لک لک لک	لک لک لک لک لک لک لک لک لک

ہجو مرزا خدا یار بیگ

رہ تدرت پاک یہ وردگار کہ مرا خدا یار مارا بھٹاڑ
 کردل اب تہ تہرو مارا کو لگی آہ مہری خدا مار کو
 خدا یار یہ صبر پیراٹا کہ تالاب یہ نہ کھیڑاٹرا
 دست حر لیاں گرفتار نہ نہ تش و میرس ستا و میرا نہ
 چہ مرا سیم رفتار دگھار او چہ آرا ز سیرا و دستار او
 تڑاڑ سڑا سر لگی لائیے تنک حال مرا لگی بھاگئے
 یکڑا نہ کہ حسب مرڈا کیا کہ نہ اس کا تال گسٹا کیا
 در لیا چہ صوبہ دستار او نہ یا حاتمہ یوٹیاں دا او
 چو این اسہ بیا حال ماتمید دواو دواو سایہ رسد
 رہے حال اما سرات ماک کہ کو آجھٹا یا لکڑے شتاب
 جہاں میں نور آج میں لومڑی کہ گیدڑ کے سمہ یہ خیمڑی لومڑی
 خدا یار مسکس دھما یہ ہم کٹا لیا کے پچھتے یو ہا جھٹا

اٹو دواو دواو اس چو کی لوپس

نگ لساڑی اروسے مکو رود کہ ارغف علق مردا ڈرود

مرح شامزادہ محمد کاظم بخش

سواسے خدا او، گیتی پہاہ لوی رارٹ و اکا تھسا و جاہ
 را گاہ لوہر کہ طہا یہ طاکد خدا لیس سبک لہنہ خیر سٹا کند

و تھک کر ماسن میں چیتا کرے غیاپ تپا تب کے بالے پڑے
میں ارضیت جوں چولی دکھو سیم نہ چوری سر ایل منگلو سیم
مرا طاقٹ ملکر ادا کھا است تن و توش آکس چو کالی گھنا است

ایک مرتبہ قمر السائیکم نے میر صاحب کو اپنے دیوان کی معرفت میں رویہ انعام دلوئے
اُس نے صرف پانچ دینے باقی خود حور دُرد گردئے انھوں نے ہوکھی جسکا یہ اثر ہوا کہ
قمر السائیکم نے اپنے دیوان فتح علیاں کو دست ڈاٹا اور میر صاحب کو پورا روپیہ دلا دیا جو
کا ایک شعر یہ ہے -

دلائے تیس ایکس یا یح فتح حساں کی اکی بکھلے

روح حسن معشوق

حضر چہ ہسی با ستہ دکن با کئی دلی جس جس و حمر مل گرفتار جو ہے سو
باتیر انا کانی دمر جی قسطل امر در فنگے مارہ اسے مارو ہے سو

جوانی کے جانے کا غم

در بیا کہ جس حیلار دوس کر اے تیلے کا کھر موسس کر
اے ہاے دوس جلا حاسے سے نہ حارہ کم ہاسے سے ہاے سے
مرا عشق دانگیل یں ار تو لود شب و در الیل یں ار تو لود
طیل تو لود ایں کلیل و بھلگ میل لود ایں الوری و ترنگہ
حوالی رس چوں ستید ایں ہاں نکو گفت در گرتن ہو تم عیاں
کہ اسے کل ٹیرویج ہو کہہ یاں توئی میریاں و مسم میمان
دلی کہ مہماں نگیر و سہار کھر ایک تپ یا دما دو - پچار

رو صرکن ما ٹرہا پا پہ ساز
اڑیں لیس کس یاہ عہانت درار
ٹرہا با دود معصرت حواہ تو
دود تالب گور ہم سرائ تو
حوالی د حوس ٹر دھکاڑ میں
کہ آحر ٹھکا ما اسی عاریں

تصوف

در قدام و قنود ارکش نفس نور عوط
در حدت حق ماری کیکوہ باشد
دارد حسرا زلرتیہ جیاب عداوت
آنکس کہ شکم سیر بہتاکوہ ناستد
رشتیہ تاتقیہ تاتقیہ منہ دل
تارفتے تو درواچہ سیر توتہ ناستد
بے سود بود توتہ نہ شسی دیہ پیری
مسطوحیں توتہ پیکلوہ ساشد

روح عالم گیر

رہے حکمت ستاہ اور نگاہ
کٹاوسے لڑاوسے نہ من دفرس
لہارے داموں سے دھواں عول کیا
بہر ماو کرے ہوں یوں کیا
عک ادب این کورٹ جی پورا ست
کہ ہر سرح ادب مثل منہ سراسر ست
یہ گوتم اپن فائے پہ لگاؤ
کہ انگست را یس دے ٹکاؤ
لگا کوٹ کو مورچہ جاس کر
یکالا سکدر کو انگلا سے کر
رہے مادستہ اجڑ و دیو ہوت
بللی و ولی نصیب جیار یوت
اریں میں سے بیٹ ماحلف
یسر خود حلف نہ دگر تلب
دگر چہ یار احسن تہاہ را
کہ گر داند ادب سے تہاہ را
گس را چہ طاقت کہ ماتاہ مار
نہ ہنجا در آمد پودہ کیہ سار
چہ لیتہ کہ ماسسہر پہلور ر
چہ لسیو کہ مالہ دہا ہور ر

چہ خست کہ مار ہرہ دستری	سجود آمد دعویٰ ہم سری
چہ گیدڑ چہ لٹری پیتی لیگ	چہ چھبگر پتیہ پیش ہنگ
چہ چٹل کہ دعویٰ رانی کسر	چہ کھٹل کہ پیر چار یاد کسر
چہ فطوہ کہ سر مار دریا خود	چہ درہ کہ انپار مرصا خود
چہ چھبگر کہ سر کوہ حکر مد	چہ بیڈک کہ رمیل ٹکر مد
چہ حمتید شورہ چہ عہد الروں	کہ دیٹے انا فقو کہ سے چوں جوں
چہ مداحی بیڈت چہ مرا خلیل	یک دھاری شاپ گرد ذلیل
در آفاق بسیار حکر دم	ہفتاد و ہ فرقہ ٹکر دم
نایح حسن و سیر پوتو دلوار	مدیدم دریں سیر گاہ غار

سپیش نامہ

مصور حسان ماہ گسی پیاہ	رسیداد جوان ڈٹل داد خواہ
جوین یزگین در قباؤ ارار	سج آئی مشکلی دلی دیار
آدھی راساں سج اٹھی کھلی	یو دیدم کہ فوجاں جہاں کی حلی
لڑائی پڑی حوال سہارے	اں کا حلا مہو جلا میرا باست
حوال مارے مارے تہب کہ شہ	دے یک حوال از سیاں کہ گشت
کڑدروں جوین اور اکیلا نم	دہ لال ہاتھت تاکجا میرم
کہ درمہ اس قناد ارار	یکہ دل کیا ناس جو دل کے تکار
ٹرا پہلواں است اور سیاہ	کہ ارادہ حوال خورد دا
حورا کاسس حوال کہ ترن مار	سود سر گویا دہرہ طر مار
جاسا اصل خان امدار الصدور	حوال ارے میں رکھیں تھور

محمد امین حان ٹریس سارو دھول جوال سے گئے جو کڑی مار بھول
چوستہ داد خاں جی ٹیئے تتریا دار بیس خواں کھول ڈائیں ارار

حوالی مگر رد در حضرت حال پیرری بیس آند دولت د مال
سرد مھر مسکین سجدان مال ماند کہ دست بعد انزال

جعفر زگر کو پناہ مان کے رہے واسے تھے ۔ سا اتھا ہر مال اور سفر سے تھے گھر
یہ دو شعر مل سکے ۔

ار حرام ان صم تنہا یا یازار کس مکشہ زار مارک عمر لاروئیں کس
حوں رد جاں کیں رو صلت کیں حوٰں آسیا سے جاندار مناد و جال کڈیہ آسیا

جگت ۔ جگت ہو بنی مام سے الہ امان کے رہنے والے قوم کھتری سے ہیں جس
فرستہ ۱۲۱۲-۱۲۱۳ سال کی عمر ہو گئی پہلے رلو ۔ مہر میں لارم تھے اس منیاک میں ملارم
ہیں ۔ شاعری کا ابتدائی عمر سے متوق ہے اور سادہ ، اچھی ظراست کہتے ہیں اگر یہ طراک میں
سج اور مراسات الہ طر صلیع جگت نہیں پھر کھلی اداوار رہا بیت نہ کہہ ہو بے ہیں ۔ لوس
بعض طر لہیاہ گارسوں میں آپا کا کام چھپ چکا ہے ۔ بعض اسے کھی آپا سے تڑپ
دینے حطیت کے لکاؤ کے واقع تمام طر لہیاہ رنگ پر مہی تھے اھیں است آپا کے کلام کا
انتخاب کیا جاتا ہے ۔ کلام میں سبب عدم محبت متقی بعض جگہ جالیار ، مالی حاتم ہیں ۔
مگر عیب کو دیگر است کرنے کے بعد ہا یہ عمدہ احاسانی رہ ماما ہے ۔ وہ ہوا ۔

ٹری کھنڈ مار بولی کے چھپیا ہر اس تلو ایچ کے لوا کے ہا کھس ہکا ملو اڑی
ٹری کاتر سے ہرا قہ کڈا پیکر ہتر کھو ما کھر رسو نیال واسے ٹریسے ان کڈیہ کرا

گھوڑی وال چادی کا کہیں بھگواسے سے آؤ
دسا درپان ال بھوجی رہے کہہ کو سا گلو میں
کھوڑی پوری رٹری وال موٹھا در رنی تیکرے
یڑ گیا اور ہر باگھر میں اپنے کو ب پکوان
گر ج ہم کہہ سکتا نہیں ڈری کھاتر بھٹی ہری
ہیں تو بیٹ کھڑے اچھا اچھا کھا ماکھلاؤں
بارل لنگا دو بیٹ بھوچی گاں باری ہواں
ہماری گود ماں بٹھلا سے کہے گا باہمی سداؤں
عید اور نکاس رکھا رہا کھڑے کھڑے ہواں
ملے ہرے بھی کھلا ماں اور سو بھو میں ہواں
مگنا سدا وارو مو اکی ات اچھی ہی اک بول
چڑے ہی سوک سے کھڑے کھڑے ہکا یواں

خدا عارت کرے اس کستہ دل کو
نہ لکھا ٹاٹ کا ٹکڑا کھنڈ کو
ہم تن پاس کر دیا تو سے
سستا ماس کر دیا تو سے
دو لوں رجسار عیاس کر کے کھنڈ
اسا مرے واسطے سرکار سے بندہ چلے
دہم کاکے دوسروں گلچ رشک کا
پدرہ دول ہوتا ہے صاف ماؤ سے
جہاں مار س کی کرنی ہو کیو اپنے دھال سے
کہ اپنے کھیت پر لکھا سرری چشم گریاں کو
حتم سے میری استکبار کی
کاتھکاروں نے کاتھکاری کی
ایک دس رو یا ماسے اسماں میں ماؤں
میں ٹیٹھوں سے خود کھا کھکو
میرے لڑے لڑے لڑے لڑے
سداؤں سے لڑے لڑے لڑے
خود دیتی ہے بیکلی ان تنوں کی
نئی فیش کی یہ جیسی کھڑی ہے
یہیں جاتے ہیں سب اسکی گروہں
تھاری رلف ہے یا ہنکڑی ہے
نرج الور ہے اس کے ہے عیان حال
میں کھڑے ہیں کھڑے ہیں کھڑے ہیں

اگر عادت سے ' آمادی کی
میں پہ پہ پہ پہ پہ پہ پہ پہ

شک کرناک پر انگلی کو رکھ کر
 کما اچا دہے میری ادا کی
 غم ہجر اس ہے با بھاگن کی آتش
 دل ویراں میں ہوئی سی حلا کی
 ہوا اس سیم تن سے جہ سے سوما
 اسیدں سے مری چاندی کٹا کی
 جیت جھٹ مار دیتا ہے ایک کر
 جری عادت ہے یہ اُس بے وفا کی

نہ ہو کیوں کم سسوں کے نہ رہت دیدار میں لبت
 مراد دیتا ہے جب پانی تلک بھی کو بھرتن کا
 مثل نقا کے اکرانے لگا وہ ماہ لبت
 اب حلت کا بھی اڑا ہوش کبوتر بنکر

کیا ملن میں آدہ بیدار ہیں مجھ پر
 لمرہ دے کچھ کم میں شعلہ ہیں مجھ پر
 یہاں سے ہیں یہ ظالم ہی آدم کے لوہے
 سفاک ہیں و خواہ ہیں حلا ہیں مجھ پر
 چاہیں جسے کا میں جسے چاہوں سے کھائیں
 حالن کی حدائی میں لڑاؤ ہیں مجھ پر
 مارے کوئی لاکھوں کو مگر واندہ کیا ہے
 مشکل ہے ہی صاحبہ دلا ہیں مجھ پر
 ہے گائے کھانے کا میں ایجاد نہیں کا
 شاگرد خودھاڑی میں تو اتنا ہیں مجھ پر

ہر تہہ رطل لود آہرہ
 چار مائی بھی کال رکھتی ہے

مدد کے بعد مائی ہی ہمیں تہہ وصال
 دو چار سو برس تو آئی تھرہ ہو

روٹا ہے تھکے ہل لہم ہاے مارہاے
 کرے لگا ہے جرح ستون ہاے ماپ ہاے
 مالا سے طاق وصل کی یاد ہوئی
 تھا فی سے لگا کہ لولا ہم ہاے ماپ ہاے
 جہل ہے مٹ گئے ہیں نہ تہا ہاں ہر
 اور ہر ہاے کیا کہہ لے تو ہاے ماپ ہاے

جمیل تخلص۔ جمیل الدین نام۔ پنج حیف الدین جو تھا میسر صلیح کرمال کے تھے
تھے ال کے فرزند احمد تھے۔ اسہ الی عمر سے شعر و شاعری کا شوق تھا اور استدلال سن ہی
کے زمانے میں ہمایہ دہری اور طبار تھے۔ جیسا کہ صاحب تذکرہ گلستان سخن اپنے تذکرہ میں
لکھتے ہیں کہ ہر جید عمر اس کی ہر زیادہ تیر و برس سے متجاوز نہیں ہوتی لیکن ذہن کی تیزی
برق سے اور طبیعت کی خوشی شعلہ ہوا سے زیادہ ہے اور یہ کہ حادثات سن کا انقضا غالب ہے
اتحاد میں مصدا میں مدہ انگیز شمع آئینہ بیتنر مادہ تھا ہے یہ چند شعرا کے کلام سے
انتخاب ہو کر نذر ظرافت و شہزاد ہوئے ہیں۔

رواں حوسے فلک کا دہاں ہوتا تو اک حمار دہانی یہ اسمان ہوتا
جڑا ہی لیتا ارگے یہ اُس تملک کو حو آج کو میں زبردست پہلوں ہوتا

ترے کو یہ میں آئے ہیں سا ہوں بزرگو ہا میں ہسکری سے ایسی چکیدار پتھر ہاں
رے علم سے ہما ہوا سماں عترت کا کہ کھل اپنی نہاے شل ہو سیتھا پتھر ہاں
کسا میں نے کہ اگر تو دیر چو کاٹے اسی کی واسطے اتنا ذلیل و جوار پتھر ہاں
زمن ہر کچک لگا کہنے کہ یوسف ہر کچک کہ ہر اک کو دکھانا جلاؤں دیدار پتھر ہاں

اسہ عاشا ہوں پر ہیں یہ ضر فکھل گوری ہے پاکہ کافی ہے
سیم کی طرح دل گزار میں ہے پیر اسد ہے یا کھٹالی ہے
کھودتی ہے ہر اکہ کا سینہ تری مزگاں ہے یکدالی ہے
آنکھ پونچھے دوسے حواس وہ لب اک جوالی ہے اک سوا لی ہے
زلب سلکھی رہی تو ہے وہ گما ۱۲ اور اُٹھی رہے تو جالی ہے
ہم غریبوں کا لیسرا کیا اک انی کھٹی سما لی ہے

مت پڑا مایہ حقیق اُسکا اُس کی گائی ہیں سہانی ہے

جوشش۔ ان کا اصلی نام رحیم الدین تھا۔ مگر لوگ رجو رجو بچارہ کرتے تھے۔ اور اسی نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ تذکرہ مخفیانہ میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ بڑے لکھنے والے تھے مگر صرف کٹش بے حارکتے ہیں کہ یہ ایک ماراری اور غامی آدمی تھے۔ بولیوں میں کو حلو مارا میں غزلیں گانے پھرتے تھے۔ اور بلیاروں کے ساتھ خوب ہلچلتا تھا۔ شاعرانہ میں مدہ و بھیریت تھے۔ مصحفی نے ان کو اربا شاگرد لکھا ہے۔ ان کے شعر طریا نہ تو کا ہوتے مگر توفی طرح کا پتہ ضرور دیتے ہیں ایک شعر اسی انداز کا ملا ہے۔ ہوا گرچہ و توفی کے ساتھ ان کا پس کیا جا سکتا مگر اہل تذکرہ نے معنی طریق پوچھیں۔ سے مسوس کیا ہے مگر ہے کہ اور بھی کلام اسی انداز کا ہو گا۔ مجھے مل نہیں سکا۔

یہ عکما تھیں کیا کیا الم کذرا لولا کہ ابے تیرا دتہ ہی جم گرا

جو کر۔ حسن معرام۔ چ لکھوئے، رہے داسے ہیں ایک تریب خادماں سے تعلق رکھتے ہیں نہایت رنگیں مزاج توح رہاں یا راستیں طبعاً، خلیق زندہ دل آدمی ہیں اور یہ دور سے سورج خالص کرتے ہیں۔ گو طریا۔ شاعری کا طریقہ یادہ ہیں ہے مگر اپنے احساس کی سادہ گرامر سے آپ کی خشکونی بھی درجہ کمال میں پہنچی ہوئی ہے مجھے ابھی خاصی لاقاب ہے۔ مساعروں کی صحبتوں میں آپ برابر ترکیب ہوتے ہیں اور قریب ہر ماعر اور شعر ہم آپ کے نام سے واقف ہے۔ آکل معراج الادب میں جو لکھو کے ایک مخصوص طبقہ شعر کی انہیں ہے۔ آپ بھی ترکیب ہیں اور ہر ماعرہ میں اپنی طراست سے مامعین کو محظوظ دلاتے ہیں۔ اس وقت ۱۹۲۲ء میں آپ کا ہر حال میں بدلیا برس کی ہو گئی۔ مجھ کو رسم گل کی ترشیپ کے وقت میں آپ کا کلام ماحصل کر کے کے لئے

آپ سے ملا تھا اور آپ نے ہایت اخلاق سے خود یہ کلام غایت کیا تھا آج ثمنہ مذکور
سے کلام کا اتھاس کہہ کے اس تذکرہ میں درج کرتا ہوں جی جانتا تھا کہ اس تذکرہ کے لئے
جدید کلام حاصل کروں۔ مگر فرصت کی قلت ہے اور لکھنے کی غفلت اس لئے اُسی پہلے
کلام کو تہذیب مگر سمجھ کر لکھتا ہوں۔

سو کھے ہیں مال کھڑے سو گوارے بھوڑا سا تیل بے لے یراع مزارے

جس میں انکی کوٹھی سے پیدا ہوا تھا
اگر خوشی کی لہر تھیں اور جو حال تھا
کسی کے کاں بھینٹے تو کوئی لگا ہوتا
نفس میں آبا وادہ مٹکا تھا بھٹتی
میں دہلا اور وہ مٹے کھیل کے یہ کہا تھا
حسین حقے سدی تھے مائے تھنیاں انکی
گر رتن اوتے کو ہا یہ رسل کی راہیں
کے دس گھر کے کھیلے پر کام آجاتا
سیر کے لئے تھو کہوں کی جو تھیں گستا

کہ ان کی جھوٹ کے ادب ہمارا آشیاں ہوتا
تو لی لیل کے اوپر ادب سا سیر سا ہوتا
اگر زندہ نہ تھا تہاں تھیں محفوظاں ہوتا
کہا نہ یہ جلا دیتا یہ آستیاں ہوتا
جو آتھانے وہ اپنی قوم تو بھر میں کہاں ہوتا
حسین میں یہ اگر ساراں دھجیاں ہوتا
اگر خود مادہ لیلے کا محو ہمارا ہوتا
مرا دل دل نونا کا شالی کیا ہوتا
مے صیاد جو کر کا اگر آج آتیاں ہوتا

عاجز ہوں میں گریز اور شہارے
حاجت ہوئی تو لہا سائیکل یا رک
گندیاں دیکھ کر کی لہو کی لہو کی لہو
دعا سے میں مرسہ جھوٹ کا لہو استغفر

مے سکل کے بھاگتے ہیں مزارے
کچھ کچھ لکھو دیکھ سائیکل مزارے
اللہ ہمیں یہ رکنا ایسا مگر اوسے
چلے۔ مگر پڑے۔ نظر اہم مارے

اولاد ہے آدم کی ماما کہ ہے سودائی
 کہا ہے قلا ماری ہیں بٹے تماشائی
 صبر و مدد عمل سے میل پتی تماشائی
 عسائی گراں حال سے باری خستہ تماشائی
 کوں کہیں ناک کچ نہ دے کو جلانے ہو
 وہم اُن کا دم رحمت کا دم آیا بہت نیچے
 کھت کو کنگھی سے رحمت ہی ہینا تھی
 یوں لیلیٰ مجنوں کو ہم عمر چڑا ہے ہیں
 حبیب سے آتا ہے تم کو کھسکے ہستے ہو

دہ تیج نہ لگے شہتہ لب دو تانے
 صبا کو کا منہ ہے مے جھہ کہہ کا دس
 چراہ مرے صبر پر خارج ہوئی اُسکو
 دیکھوں تو کرا ہے دلک برد کا کاسکا
 لوٹے اے اس حول کسلا (ح) کھلے
 لب و لہجہ کو کھلا جاؤ اس کو کی سی آگے
 جو کہ ترسہ امداد فرات کے تھرق

حاشا گیارہا اکیہ ٹٹا جو صم جانا
 حاشا تو لہ کا دھت آئے چپکے کھل جانا
 اٹھ حاشا کو دیکھتا رہ رہ جانا
 اٹھ حاشا کو دیکھتا رہ رہ جانا

ساقی سے مرے کی ہمت ہے جو نے لگے
اک باتھیں خواہے اک باتھیں پیا
اے دل سہراں جو آج ہر جلوں کی
عشاق کی بھل دی کوئی حیرت خانا
دھڑکنے مراد لگی کچھ کہیں سے
ادنی سا کرشمہ ہے دو ہاتھ اچھل جانا

سہ قوی روٹی کھٹے کا یہ مطر حسرتاں ہے
کہ سارا چوک ہے اور ایک کراہیاں ہے
ادھر دریا سے فوں جاری اُدھر اناڑوں کے
یہ کوئی درگشا ہے یا میں کو سے جاناں ہے
اخص حلاوت سے سرگوشیاں کرتے جوشی لکھا
تو میں یہ کہہ کے بھاگا اپناں کچھ اور ساں ہے
عجب کیا ہے جو جوتی ہو کر تو سناں اپنا رانے
اگر سب تلکے پہلا ہیں گریاں ہے گریاں ہے
دھرتے میں جویاں چلی ہے خیر و غایت دل کی
تو فرمایا کہ۔ دلیہ تو ریب طاق ایساں ہے
کیا ہے گدس امام بے لیلی کو بھی مانگی
رہیں کے اسطر فاما ہیں سب اہل اربا
تو کیا یہ ملک بھی غلہ لگور غریباں ہے
ہزاروں ہی بڑی ودائی اسے کرشمہ دیا
مسماں جو کر یہ دیا کیا ہے دیوانوں کی لانا

وہ دل سرد کیا ہے جس طرح اس کی تار جی ہو گئی
مارا حوکر ہر گنا تھارے چھو کر ہی ہر گئی
جو حال آتا تو یہ حالت تھری ہی ہو گئی
بہ ہر گئی الوہیں گنا تو طے سا دھولگی ہو گئی
شرکیہ، رم، انا سا کرنا واکہ دل کے
وہ آتے ہیں جھانکے ہر سے۔ دلی ہو گئی
لگا ہوں سے تھرا، ڈر بے طاقت و رو ہو گئی
اسے تو آپ ہی تیار کیسے اعاد دیا وہ
دکھائی انکھ کے دھکوت اسٹھی ہو تار ہی ہو گئی
میں سنا ہوں کہ عشوق کی معدوم ہو گئی
کون سے گئی کو در آتے تھو قہ صلت یہاں
خدا کو مار مار کر اسے کی قسم تار ہی ہو گئی
آپا ہے اوہ ہر سے دلی ہو گئی ہو گئی
گزار جاسے گئی کو در آتے تھو قہ صلت یہاں

طوب کتبہ کر کے بھی مقدس بنیں ہزار
خرد عیسیٰ نہ ہو گا میری کی وہ گدھی ہوگی

ورسے یہاں کے لئے ہے یہاں کیلئے
یہاں ماں کیلئے ہو راں پچھاں کیلئے
کبھی یہاں کیلئے اور کبھی اہاں کیلئے
میں صاف کیا کہوں لئے کماں کیلئے
لگائے یارہ جوتہ لڑلہ دست نہ ہو
یہی تو ایک دست ہو اس کماں کیلئے
میں چمکے لایا ہوں ہرام گھاٹ کے لٹھے
ہت حقیر یہ تیکے ہیں آشیاں کیلئے
ہرار عاشقوں کا حوں کیجئے لیکس
کہاں وہ باس جو تھی تیں راہاں کیلئے
یہ کوئی گھیل میں ہے در اہیاں رہے
دیا ہے دل نہیں جو کرنے امتحاں کیلئے

جو نیندہ یا بھندہ یہ مذکور نام ہے نہ تخلص - مگر او دھڑپنچ میں کسی معقولہ والا محمول لکھا
شاعر نے اسی نام سے ایسی غزل دی تھی لہذا محکم کو بھی مجبوراً اسی صورت سے لکھا پڑا - حال وغیرہ
معلوم نہیں غزل ملاحظہ فرمائیے -

دل سوئے دلر مار وار ہے
دراہ کیا منقلب رہا نہ ہے
حور و کسی ہے دو میاں کو ظلال
مرد و عورت میاں رہا نہ ہے
سکو کیسے ہیں ہر محو سوس
مہری سٹہ ہریا کا وہ رہا نہ ہے
آجکل کے حکیم ہاں عطلہ ار
سب کے گھر میں ذاتی حادہ ہے
مسی اسد رہ گہری تقویٰ ہے
اُن کا منصف کالا حیل خا نہ ہے
عیر کی آنکھ میں سور کا ہے مال
دیکھنا سب کو دست مبارک ہے
جمع اک جا ہیں عاشق دستوں
صبح و صلیت کا یہ دو گاہ ہے

تل میں اُن کے گورے گالوں پر

آما صد تے کو کالا داہ ہے

حرفِ جہیم فارسی

چچا تجلّص ہے اور ام سیدِ خاق ہے۔ دلی کے ایک پسر اسے ہیں۔ مگر تجلّص
ایسا اختیار فرمایا ہے کہ تمام دنیا کے چچا بن گئے ہیں طبیعت میں انتہائی طرفت ہے۔ آسیا کا
مناظرہ ہوا دودھ میں جاسے کا ہونا ہے۔ سرِ دست حیدر آباد میں مقیم ہیں۔ دو مضمون آسیا کے
مخصوصات میں سے ہیں اور شاید کہ دونوں خود آپ کے تلخ و طعنے پر مبنی ہیں۔ آسیا کے مطالعے
حیدر آباد کی دوستی کے خطرناک نتائج ادا کیا۔ چاندنی رات کی جو ریاں اور جگہ چاندنی آ
چوروں کے آم کا رامہ ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت چچا کو اس کے خلاف سائلہ ہوا
آسیا کی ایک غزل رسالہ اردو سے نقل کی جاتی ہے۔ وہ ہوتا

کھلا کیہ تو کیوں بنے لگا تھا یا ساری	مٹے لو کے خود ہی آری تیرا لیں اشار میری
ادھیرا ہی تھک گیاں سی کا قدر کرتا رہا	تسہ متاں میرا کر ہوئی جی یاں میری
حماں بیچ عروسی ہے تو اب الی خاص ہے	کر کلام آگیاں لبت جو سے عیاں میری
ہاں کسی کس کا شک خطی و خبری	دو تیرا توبہ لو اس حکیم بچاں میری

چرخِ کیمین بیچ مقرر علی نام تھا قصہ ردِ ولی کے رہے واسے حق مگر مصیبت مگر گناہ تھا
ان کو لکھو کا رہے والا کہتے ہیں اور علی الزعم سے تہذیبوں کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ کیمین نے
اول اذل مصائب غلیظ محض ہرل اور تفریق طبع محمد لکھنا تہذیب کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ کیمین نے
اس قال کو حال مایا اور اس گدہ دہی سے اسکو لکھو ری سادہ گویا بی اس کے ہرل میں
ریح گئی تھی۔ ہام اس پر کب پہنچا اور ایسی سلی کیلی وضع رکھتا کہ اصحاب اسکو پیچھے چلاں

مستور۔ صحبت کا اثر مستور ہو گیا۔ یہاں صرف تمہارا اور خیال نے یہ تاثیر کی کہ صحبت کو برے بٹھا دیا
حق یہ ہے کہ چاہتا ہوں کہتا تھا استہائیں کرو گھسیا۔ آخر الامر لال بیگ کی صحبت اور گوگا سیر
کی صحبت میں سے متوقین شہر کے مقام اس پاکیزہ سے کانگ کر صدر بازار دکانا کر اس سر پر رکھے جو
بطریق یا تریا کے محل کے کسی کو نہیں پہنچا۔ پر اول منزل کی "عرص" یہ کہ چارے سردیک بٹریں سے
اگر چہ رنگ جانتا ہوں اور مرا اختیار کیا تھا۔ مگر اسے طرے کے آداب بدل گئے۔ گواہا لے
کو ایسے دیوان کی ایک نکل اور لا جواب صفت سار یا ہے۔ اور اس علیط کی جھیلیوں سے لکھ
راں تا عری کمال کا ایک رنگیں گلہ ار رہ ہمار معلوم ہوتا ہے

کس مال پر رنگوں سے ساسہ نہال کے مختلف شاگرد ملے جس سے دوہا ہے
مستور اور اسے استہائیں کے رنگ کے راق تھے ایک کا تھلے گورڈ۔ اور دوسرے کا چھوڑا
دیا حکام اگرچہ معلوم نہیں ہوسکا گا۔ دو دربار خارجہ میں گئے ہیں۔ جہاں کے تہ کر رہیں
روح کروں گا میرا وہ ہے کیا دیوانہ کرکین کا ایک ایسا مکمل انتخاب میں کر دیں کہ ان کے
صدائ کے دیوان کے دیکھنے کی لہر اختیار مانتا رہے۔ کہ کہ اس دیوان کرکین اس تھانی
صورت میں چھپ گیا ہے اور وہ ماہر تھانے ملتا ہے۔ مگر میں قدیم اور مکمل دیوانہ سے
انتہا کرتا ہوں جس میں ہے۔ وہ درہم میں جو وہ دیوانہ میں یا نہیں ہیں انتہا میں
اور وہ کرتا ہوں گا جس میں یہ کہ اس وضع کے الامرام نے مادہ محاورات کی
وہ دیکھئے۔ اور اسے ان کا اسرار سکھایا دیا ہے۔ مکمل اللہ و تواتر اسے ملے ہے
گوہا بھی چھی ہوئی کہ ان کے گھیر آدھت
آج سے ہی رہتے ہیں عیار و شریں ترک کہ
روستے میں تھلی بھسکی کو کوئی بیوڑ دو
دراہم پہنچے تیج کا مستور پسند ہے راق
ناچار کہ میرے رنگ میں رہا
گدہ ہمارے بھی نہ دلا ہوا کا رنگ

موت کی دہاڑے مدد میں سمجھتا ہوں ہے
 سنگین ہو گئی ایسی مری صورت مزع
 دست پر دست چلے آتے ہیں بے جلد خیر
 دست رو دار ہواں ناگوار سے آہانے نہ
 تنگ آئے ہیں نیا کی گواہی چھی ہے
 ملک ہر طقت تلے ہوں پٹکیا لگی
 ہوا کی کھڑی میں صرف ایسے کالہ کی جا
 سارے جرج سریشٹ ککستان کھلی
 ہمارے اس سامنا ہو گھر جو اسے ہم
 بہتہ رہتے ہو بیت الخلا میں تم چریں
 دماغ کو یہ حق آتی ہے اس کے موت کی لا
 سٹے کی طرح سے گواہیتے پھر میں کسک
 کیڑے چرکیں حب مد لے ہیں
 میں کھتے ہیں عیسر بہکو را
 کس تحریکے تر ہیں سیب دق
 سرم حاماں س یاد ماہے غیر
 تیرے بیمار کے تلے غوار
 طبع چرکیں بھی طردہ سا بچا ہے
 سنگ دیا جو ہیں کسٹ دو خا کھتے ہیں
 گواہی چھی کے موا کچھ نہیں حاصل اس سے
 گور کی لہر سے معطر ہے چرکیں کا دماغ

کسکو دھمکا تا ہے چرک کے دو دھار اقبال
 ہکدے ڈھٹتے جو دیکھے مرا الا خدا قاتل
 تیرے بیمار کا اب حال ہے تیرا قاتل
 قتل چرکیں کو نہ کر گود اچھلو اقبال
 ہوتی روح خشن جو میں اس صاف ہے ہم
 جو کیسے جھوٹ کو نشت دیر آقا ہے ہم
 یہ جانتے ہیں زمانہ کے انقلاب سے ہم
 گئے تھا کو نسا شو کشت نشان نہیں معلوم
 ہمارے گئے کی کیا داستان میں معلوم
 جہاں میں کسکو تھارا رکان میں معلوم
 کبھی نہ سو گھیں اگر نہ کوئی نگاہ نہیں
 حال اپنا کھا اوپری کتاب ہیں
 عطر کے مد لے موت سلطے ہیں
 ایسے مہر سے وہ گواگتے ہیں
 نہ تو گتے ہیں یہ نہ سڑتے ہیں
 ہر طرف سے اتارے جلتے ہیں
 لوتڑے دمدم مدلتے ہیں
 گو کے مصیبتوں میں ڈھلتے ہیں
 گو بھی ملی کس طرح سے وہ چھپا کھتے ہیں
 گودہ کھلے ہیں حوامیہ و مار کھتے ہیں
 تجھے امید یہ اسے ماد صا کھتے ہیں

سمجھتا ہے اُسے گزشتہ بیدارگی میں
 قیدوں سے تو قارہ ملا ہوا سفید رنگ
 اٹھائے گویا کونکہ خونِ شمع جھپکا
 طلب کئے لئے لکے کر دیا مجبور یوں جھپکا
 دیسا کی مختصرت سہری گوشہ نشین ہے
 سندوں کو کسا دوسرے اگر دیکھے تفتیبہ
 چرکین مرے کو بچے میں ہے رائے
 پھر گفتگو سے یوں لگی آئے رخ میں
 گو میں مہاجر جو ہے جھٹکے گئے کمال
 تو نے آج وہاں خیر دہن چھوڑ دیا
 غطر کی دوسرے معطر ہوا بلبل کا دماغ
 ہے متوڑا اٹھل اسک عید اس میں لے
 پاؤنی سلہن چرکین سے لولاہ شمع
 موت کے کتا ہر جسے اپنے کو میں لگ
 چرکین عرصہ میں گل لگتا رہے ہیں
 کونا ہوں عرصہ حال کو کتا ہر گوہ کھا
 کاش کھورے سے ہونمت کا ترے رید
 گردن سنج یہ مردوں سے رکھا مار گماہ
 گوہ کھا پوچھ رہوں کو کھچھوٹا ہوں
 کوہ مار میں پھولا ہے جو کو کر تیشا
 اُسے رتو حاسہ کی دیوار پہ کھل کچھ

بے جازہ گر مثل جرس مراد کتے ہیں
 مصائب نکریت اٹھائیں یاد کتے ہیں
 سعادتمند رکے خدمت استاد کتے ہیں
 چلا جاتا ہوں بگتا پاؤں جابا کتے ہیں
 رعبت نکرے کو پہ کبھی رانگ کماں کا
 یا حانہ میں عالم ہو کیا لکی کی کماں کا
 مہتر کو یہی حکم ہے اتن مت حاکم کا
 پھر گور بند یار کی گفتار سے کیا
 دوسرے طلب حویا سے اغیار نے کیا
 گل پہ پیشاب کیا منے میں چھوڑ دیا
 گوراک تو لے حواس عید دہن چھوڑ دیا
 موت بھر جانگا یا کیرہ تری پشاک میں
 دس گیا ہو گا وہ گھر کے جس دنگ میں
 اس روت کی آج کو کوئی گلستان نہیں
 رہا ہے یا نحاہ دلہا سے ہیں
 ہوتا ہے در دوسری کتا رہے ہیں
 تو بھی حیرتیں ملں یا پاؤں کا کر سید
 کھا داٹھو لے کو اچھا کیا یہ حیر سید
 صو دیا ہوں میں عقل و جرد کر سید
 لسلو ہو گا یہ پھر ایسا گل تر سید
 لید گر تو ر ملک کی ہو میں سید

و صفت گیسوئے مجرب بر سر چو کین
 جمن میں پہنکا اس گلِ ناز سے کئے تھے لگو
 لطرٹے جسے وہ باتوں کو دست چھٹے
 اگر میت یا حاکم یا چریں کا مکان ہکا
 نہ ندر گور بچلے گا لوحاں جسے جانگی
 اگر لعل لب بھی کہئے تو ہوتا ہے کسایے
 ملکے اڈالا کیسے کہے، ہنسے والوں کو
 ہک ہک سے بار بار دہنہ لہے لہے کے
 حور گو تہہ تہہ میں تے سرو قد کے یار
 موسیٰ کی بھالی ہے یہ ذوقیاسا میں
 کھانا پیاد تباہ کیا نہ کیونکر سد ہو
 کوس در لہے کا دھلا کھایا کھپٹیں ہو
 عمر دیس کا ہوا گل اوتیر جس چراغ
 میلہ ہے گو گایر کا چیر لوں کی سیر
 دستوں دلیں ہکو یہ یاس دہلا
 اردہ وصل آسے جاسے فراق
 ہک چیکے حوں عاشق ماساد
 بھلا کیونکر آئے دست چو کین مجھ کو کا
 ہزاروں سچ کٹیں پیشاں دہشت گہرا
 یا جانہ دہیں ہو گیا گایر کس مارا
 پیدا مول ہر اک نام کی جاسے کمر آہرا

گو کسے مضمون کے غیر سے بھی ہوتا سدا
 گلیدین کے نور اس کے نہ اسے بلبل کا
 کبھی جو مانع سے مل کر وہ گل حاسکلا
 وہیں تکین لی ہوگی دیر آرم جاں پرکا
 یہ گھوڑا توں سوجہ والے غم ساں ہوگا
 حیرک بد نامہ مسابھی کوئی لے نہ رہاں ہوگا
 ستر اس پر جس کی کھلا کاسو آکر آنگ
 مراد طوق میں کے ریب گلو کر س
 دینا سا بھی رہ جاسے لب آنجو کریں
 خون سور کا ہے آئیں مادہ اجڑ نہیں
 دلیت کا جس سے مر اٹھایا نہ نہ نہیں
 شیش صاحب بختسا بدوئے کچھ نہیں
 کٹھنوں میں ہتھوکی گئی کہیں دوسری چلی
 چلے لوار گئے مے مار کی طرف
 موتا نہ اوپر ہی مرے دیوار کی طرف
 ہیک ہیک ہیں متلا سے فراق
 اکیلا گنگالا یہ حرات
 دے دے دہر اپنا دے گنگا کو کا
 سن کر ساری نام ہوگی زانگرا
 کدوئی سا کر آئی کچھ چلے مارا
 کہوں یہ کہیں در بہدر مارا

بیت الخلاء سے یا میں کا غیر جانکے
 بیوے اچھے ہر اک شجر تنک عباں
 کیا کہیں تجھ سے کہ کیا ہو گی چکیں کی کیا
 مجھ سے جو چرکیں، وہ نمسا ہو گیا
 لائے کر دد عیسر بھی
 وصل کا وعدہ کیا میں لکھا میں مائے نے
 خواہش رات گئی سویر کیں یار کہ
 بیچ نمی کو بیڑی پور، نہ ناما ہٹل
 سامنے آئے کہہ گئے کہ گویا ایسا
 نے کہ قسم دتاں کہ ہمارے ساتھ کے
 قہر سے اب یہ حال ہے صا بہ
 شہزادہ سہرماک ر ی
 زندہ کہتے ہیں کھنسیاں اسیر
 اس کے چرکیں جو در لکھاں لگا
 سے یہ کہی جو آواں لگا
 ترس کر، وہاں کے حاور لگا
 خربہ لگا میں تیرا عاتق ہوں
 جو انصاف میری رہے بہت ہو گیا
 رد و سب کے سے تم شیکہ دھوئے تھے
 سارے اعلیٰ کے آواز پر کشی کر مائیں
 ایک دل بھول رہا اس کا سید فاقہ

دہشت سے گرسٹہ اس باجکا
 تھا لوں میں گویا سے جو کھنڈا کا
 پانچاہ میں مدن کی کے عیاں تیرا
 رعب سے بیٹا بہ خطا ہو گیا
 گور کے مامد ہوا ہو گیا
 تیرے مڑ گھاں سے جبار آگیا یا خاندان
 چاہئے بھگ کی ہڈی سے مائے اتار گئی
 ہو گیا ہر آجکل اُن کو ہل سہرام کا
 گواچہ مانے گا مہر کی لینا نام کا
 مرض اہلار کے قاتل ہیں ارمان لیا
 یاد اٹھی مثال ہے صاحب
 یہ مڑی ہی ہوتا ہے صاحب
 لیٹ ہی گئے کی کھال ہے صاحب
 یا تھا وہ سب لگاؤں کا
 سیر و مائیں دکاؤں کا
 مر سے بھی کھئی ہواؤں کا
 کہ بھی تیرا اگر اٹھاؤں گا
 آگے آگیا یہ دیا کا ہکا چا گیا
 مہر و حور تیرا ہر لڑا ہر لڑا
 سارا سارا ہے گمنا ہر لڑا
 ہما گور تیرا دل اس کا

یہ دعا ہر روز دس چوبیس کی گواہ ہے
 میں بھی اس مہتمموں حاکم الہ آباد کا

چینال۔ اس مجلس کا ایک مختصر دیوان میری نظر سے گزرا جس کے متعلق تحقیق کرنے پر بعض احباب سے معلوم ہوا کہ حساب الوداع صاحب غلیس کا یہ دیوان ہے موصوف لکھنؤ کے ایک باکمال شاعر نے بعض طبع کے لئے لکھی کبھی اس رنگ میں بھی طبع آزمائی فرماتے تھے۔ غنائی طبیعت کے استعمار اور ذاتی وجہ سے طبع احازت نہیں دی کہ اس قسم کے کلام کے ساتھ اپنے نام مای کو ظاہر فرمائیں۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو۔ مگر سعدی۔ اوری۔ عقیدہ رکالی وغیرہ حضرات حوالہ سالہ افراد کا طبع رہا ہے۔ میں سے تمہارے جانتے ہیں وہ بھی اس رنگ میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں اور طراوت کو بھی اسے کمال۔ کا ایک حروف کچھ کہے کلام کے ساتھ سائل کر گئے ہیں اس حالت میں اگر لکھنؤ کے ایک باکمال کام بھی امرہ طرف میں شامل ہو تو کچھ نقصان رساں نہیں ہو سکتا اسی لئے میں نے اس مدکرہ میں نام یہ وہ ڈالیا کچھ ہنر۔ سمجھا۔ بہت ممکن ہے کہ میری تحقیق صحیح نہ ہو۔ مگر کلام کی جھلکی اور متانت مارا جھکا۔ یقین دلاتی ہے کہ کسی ذوق کا یہ کلام ہو ہی نہیں سکتا طراوت کی جھلکی۔ خوشی۔ محاورات کا استعمال ہر ایک دیکھنے والے سے حسب کے کمال کا اقرار ہے لیکن نہیں رہ سکتا جیسا کہ انتخاب دلی سے آپ خود ادا فرمائیں گے۔

اثر تھا مارم جہس پار میں کا
 یہ نامہ پرستہ میت میرے پار میں کا
 گلے میں ڈال دے میرے عشق کا بیٹہ
 دھواں سکتا ہے ہر اساتھ لے کے
 مے یلگ کا ٹھل ٹلا کئی من کا
 کہ اُسکے در پہ لگاؤ جس سیگس کا
 کہ میں سے دیکھنا طوطی تیری گردن کا
 کہ کیوں گال ہوں دل ہونہ پہ اچس کا
 لگاؤ ٹیل ہارے جسے بیس لے دس کا
 اگر مٹاں اگر میں مال حور لہے

بڑھی ہو صد مہر و قسب اب بیکروری
جیسا ہا ہوں وہاں تھا ہے دس کا
وہ آج قبر کو کھدوا کے لیگیا تھتے
نشان مٹا گیا ہے رجم سے دس کا
دعا حیاں کی ہے یہ اُسکا مسیحا ہے یار
چراغ اُسکے چوٹیکے ہمارے دس کا

نیکی ہے تعالت بھی عن سے سرگراں بھی
کھٹل ہوں راج خست کا دہو رابع حوالا کا

دیکھا پھر تو سیکے گی دھیلے دھیلے علی باب
اور ادب بخود کچھ میں دوسرے علی باب
آتی ہر فصل چراں کچھ کو میں برگد کے چول
دیکھا ابہ جا کھیکے کو دوا کھیلے علی باب
اے جہاں ہرگز نہ اُس کے کتیاں کو کھینا
آج بخول میں لئے سٹھی ہر دھیلے علی باب

نہ تو ایچھے ہیں نہ تیار ہیں آب
نہ ہیں اسبار نہ اُس یار ہیں آب
بے تھے آب ہا بے لاعر
اے تو تھے کہیں تیار ہیں آب
دیکھے ہاتھ سے ایسے نہ تر آب
نہ کہے کوئی کہ کھوار ہیں آب

شاد کملاں ، آنکھ ہمارم تمام رات
دور رہی کسمبلی سوار سی کام رات
گانی خود کے ان کی کہاری کام رات
ڈھولک کا کہے ہم نے گاری کام رات
بھر بھی نہ قطع غل خست ہوا حیاں
اُسے جلالی زور سے آری کام رات

سب قصیر سراج میں گزرتی تلوار کج کل
کو کیوں مڑھو کھلتے ہیں ہم دار کا کیا کھل

روٹی بنا گئی ہر ہونچہ سکو حلل آج
اٹھ کر نہ رہ کر کھانا ہے کھٹل آج

کل بایں کے گھراؤں گا کوٹہ دل کا ہر وعدہ
کھلے کیلئے بھوک کے لیتا ہوں علی آج

صحرائے عشق میں ہیں مجھ سا تنہا
سرِ تمام کرتا ہوں تیمور کی طرح
پنگلے کی طرح سسٹن میں چہرہ اسفید ہے
چیلے لگا ہوں چالِ ایشور کی طرح
دیوارِ یارِ میجر کے گرائی ہے دو کو سو
ایٹھس اٹھارہ ہوں میں دور کی طرح
ہاتیں کر رہے آگے ملندی یہ آپ سے
کٹڑوں کے ڈھیر کر رہے ہیں طور کی طرح
دیکھا نہ ماکیاں میاں کو کبھی کرناک
اٹھے دئے گئی وہ انیسور کی طرح
اصی ہوں سر کا دروہا ہو گلہ کا درد
بیراجیاں ایک فقط آپ کو ہیں
چولے سے ٹیگئے ہیں لیلوں کے ٹھہر چیلے
پالوں کے نام سے وہ ہو بچا ہے ہیں پورہ
یار کے رشتے مولا کے قریب کچھ حال ہیں
جو نہ ملنے تھے مکاں یارِ ساساں
دوسرے حیا کی کیا حال ہے
گوئیے کو کچھ بھی جو میں ہے گناہ کا
کدہ ماسے گھر نہم کا ساں گر تو جو ہے
مکس ہو بھلا یار کی فرقت میں کہاں
گر جس محبت کے خریدار نہ ہوں گے
س طرح سے نصیب گئے ہتیاں بھول کے
ہے ملکاتِ دل نہ تو اس سوچ کا قصہ
آتی ہے اصل محرمِ جاو گھر گھر مانگے

سے تمام کرتا ہوں تیمور کی طرح
چیلے لگا ہوں چالِ ایشور کی طرح
ایٹھس اٹھارہ ہوں میں دور کی طرح
کٹڑوں کے ڈھیر کر رہے ہیں طور کی طرح
اٹھے دئے گئی وہ انیسور کی طرح
سسے جھکوں مجھے جو حال ہے کر کا درد
حیواں میں بھی ہوتا ہے باوہ کو کر کا درد
بھولا ہوا ہے لیوا گلہ کا درد
تار ہو رہی ہے دیوارِ میجر کے اندر
کڑج آبادی نظر آئی مجھے جگل کے پاس
مرکے اندر وہ معمارِ حاص
سی ہیں سگنا تری ملوارِ حاص
لاول سے نہ صر ہے نہ متیطانِ حاص
حتمی ہیں یہ امیں ہے میدانِ حاص
کھج آتے تہیں ہیں کوں کچھ حاص
ہو جائیگی ساری دلِ مصطر کی کالِ حاص
ہو جائے آبی دلِ مصطر کی کالِ حاص
ڈرتا ہوں ہو جاؤں کبھی ہر حاص
ہر حاص میری رت نہ رہا ہے پاؤں شمع

کس حرم چلتی ہوئی کڑی محنت ماری
 دل ٹیسکا کیسا میری حال سیٹ گیا ہے
 اس درجہ ہوا ہے تری درخت کا گڑبڑ
 دل چیتے ہیں جوہ میں کھاتا ہوں دل
 اختصار یا جیس داغ جیساں داغ
 حسیط سے مارا تا ہے پو تر کی طون
 ہر جوہ شیریں تو خود آئینگی شکر کی طون
 ٹپٹے ہوئے ہیں تمام سے دیوار غلامتی
 کچھو آئیں نہ کیو مگر عرق نیلو دعاقت
 مستحق کو دیتے ہیں ای طرح سرعاعتی
 حوصلے لوتی میں کسے برک سارے انگ
 لے جیساں بادہ کو سدھاتے ہیں سارے انگ
 کر گئی بھاگے میں سے حوصلے، قاتل
 اس سے ہم بھرتے ہیں اپنے سے کمال قاتل
 کس سے ٹپٹے ہیں یہ رادیاں ہم
 کل، رالے تری تلوار ہسم
 سیتے ہیں یہ درستی ہمارے ہم
 وہ رہے اس سیار اور اُس یار ہم
 دل لیسے جاتے ہیں تلوار ہم
 ناک بھر ہے لگی رد مال ہم
 ڈال دے کہ سے کی وال ہم
 چلک چھوڑا ڈال دے سال ہم

کس حرم چلتی ہوئی کڑی محنت ماری
 دل ٹیسکا کیسا میری حال سیٹ گیا ہے
 مروضہ وہ شاید مجھے متہر کر دیں گے
 درخت میں بھی جاتے ہیں تے دل میں ہم
 عید کے دل یوں نگے لیتا وہ مجھے دڑ کر
 بے ستوں پر ایک اور ایک بچہ پڑا کر دیں
 گھیرے ہوئے ہیں گھر کو تے بے خطر عاتق
 جتنے ہیں عرص سب کو ہر گھر کن کا جتن
 عاتق کا چنانچہ غل غل ہمیں مارو
 یادیدہ جانتے ہیں ہر گھر کو وہ یاد نظر
 رات بھر رہتی ہر گھر ٹپٹتی ہیں ریتاں
 تیری آمد میں کچھ ایسی ہوئی بھل قاتل
 سینے میں مال کو کم کاٹتی تیرے اسیل
 تنگ گئے ہیں لپٹتے ہیں یا ہسم
 دل کا وجود، ٹھکانا رہا
 رکھ کے کہے یہ سارے سارے
 رات کاٹی جاگوے چلو کی طرح
 قصر دل کی کچھ مروت کا پتہ صد
 پھر انھیں رلہ ہوا ان سال میں
 ہے اگر مراد کو تیرے کا مستحق
 لوریا، نکاس اورے حام تیرا

وانت بٹوٹے تو پھر پاؤں کساں
 کھائے روٹی بھگو کر دال میں
 جمیب کے آتا ہے رقیب رو سیاہ
 کچنہ کچھ ہے آج کا لا دال میں
 آج یوں وعدہ ہوا ہے وصل کا
 رات کو آنا مری سسرال میں
 ہے یہ اسے فریاد تیریا کا یہ
 حیونٹیاں لپیٹی ہوئی ہیں کھال میں
 اب جینی میگم حوال ہیں ملے چاں
 اپنی شادی سمجھے اس سال میں
 اسد رمالو سے گڑاں مل
 سر سے پانک ہو گئے ہم آئینہ
 شکل تو اسی نظر آنے لگی
 کیوں لگا یا قسد آدم آئینہ
 یہ محلوں پوچھتا تھا ساراں سے
 سیاں یہ اوسط تم لائے کھانسا
 یہ لعل کہہ رہی ہے ماغیاں سے
 لدا بگتے ہیں انڈے آشیاں سے
 تراکھی کی تیرا گر کروں میں
 حویں جھڑے لگیں لاکھوں ہاں سے
 عہد میرے کتا تھا - نفس
 مری پسلائے جہاں کا آسمان سے
 داما ہوے دما تو کھلا حال
 رمیت ہو گئی - پائیاں سے
 سے اُس سے رہا پسما کو کما جمع
 شے کی آت لا بھر اہل سساں سے

تیرے وقت سے کہیں رو وصال چھوٹے
 سچ ہے یہ مائیں روٹی سے سہاں اچھا ہے
 جس کے چہرے پر اور مد ہوا ہے صیا د
 تیرے تشر سے مری جو کھو کا مال اچھا ہے
 ہمال عسات کی لیتی ہے تپا ہوا اور
 سر کے وقت تو آلو کار لال اچھا ہے
 اسے جیاں وہ ابھی سر اس لو کالیں لکھیں
 گزروں آپ کی بکری سے عراں اچھا ہے
 وہ ساؤرے کے مل کے گاہے جاتے ہیں
 مایاں جیاں میں کڑھو لک کھاتے ہیں

چھوٹی کوچی کوئی طرف سورج مراح مایوں کے رہے والہ ہیں بکری ایک، دال یا لہ
 اوتھاس رہا جس سے جسد سرتا اس کر کہ لکھنا دال زیادہ مال لہا اور حر کاوتھا

مل نہ سکے مجبوری ہے۔

ہوتا ہے ونبول وعتیہ بیڈت میں مولوی میں
کیا کیا کیا۔ میں نے اسے یار تیری خاطر
تم قس عاشقان سے پہلے یہ سوچ لیا
جو سس قسہ توں کو شاید کوئی حلقہ ملی ہو
سرکار عشق میں بھی ہونے کو، رڈ کس
صد انقلاب در آئی ہے معرفت
وہ دل بھی آگیا ہے رڈ کس کہ حسد
اوند کا کریم ہے اسے جو کچھ تھی وہ نہ

اور فی حال حاکم اترا ہی ہیں، ہی میں
چا دل یکساں جا کر مر گھٹ یہ کھوپڑی میں
الوہ بول جاے دنیا عاشقی میں
بیری تو عمر گداری لیس لو کیسی میں
اب ہر ہوس کا اندہ آجائے گا کی میں
تہدیب کے حامی خوش شہسپہ میں ہیں
دلہن قس یہ ہوں گی لوشاہ یا لگی میں
یہ لاجواب امیں اتیں اتیں کھویری میں

چیم خوش سستی اتال جیس مام ہے یوتی صلح آماؤ کے ہے دلے ہیں ریریا
تس رس کی عمر کوئی گرا آپ کی ساعری کی مرست کم ہے۔ میرے ملاقاتی ہیں دوچار
مرتبہ کے اعرار آجیے تھوڑا سا کلام محبت کیا۔ کلام سے یہ جلتا ہے کہ اگر عشق سمجھ گئی
سام رہے آ آج بہت حلقہ اٹھا کیے لگیں۔ مگر اسوں کا بہت کم فرماتے ہیں اکثر اب بھی
تو کہ رہا ہے، وہ رہا۔ رع طبع ہوتا ہے۔

وہ مزاکرات بھر تیرے حلقے میں رہا
جاء نکلا عید کا اک دہوم رندوں میں مچی
کی وصفت ایک آنہا زلے ادا دے
یہ اراتا سے دل نالان لو کو وسیع خاک
اسکی رسی کا۔ دردی جسکی ہے ضرب التل
مرد ماہر رست طور سے ہی ہے مرنا

سام ہی سے جو در دلبر پہنچانے میں ہے
کوئی میخانے کی محبت یہ کوئی میخانے میں ہے
رندگی کا کچھ مراحل حل کے مر جانے میں ہے
یہ ادا دے اہوا مرعا اسی جا۔ یہ نہیں ہے
اک سرادورج کے اندر اک سر لائے ہیں
فرق ادا باقی رہا ہے میں۔ مردا لیں ہے

ماورئیس لے لیٹے سے کہا سنی
 سا تھرا بیٹے مرے کھلڑ کو نہ حیراں کرنا
 نایکو فکو سارک ہو یہ حد ستا ہی
 ہر مسلمان کے بچہ کو مسلمان کرنا
 لیکے خوش خوش لے جیلم و آئینہ
 کام نہ رکا نہ اسے حضرت انسان کرنا
 ہو مبارک بچھے لعنت کی کچھ نہیں
 قیس کو عتق کیے برے یہ نمایاں کرنا
 کی ہیں اُس نوخیزے حیلے بے غیہ نہیں
 اس چہ خوش کو کھی درواہاں رداں کرنا

ایرولیں عتق کا حب اڑا بچھے
 اک تل دیا حسن دکھائی دیا بچھے
 ہے صاحبانِ تن کو لارم سر دتی
 می سی ایک مس سے ہوتی غتھا بچھے
 عنوں کبھی ہوں اور کبھی کو کہیں نہیں
 اس عشق لے نادا ہر ویسا ہے
 کتی ہے شمع حل سے پرانا نہ ہی
 انیر حد کی مار لگی تھسا بچھے
 طالب لے میرے دے یہ ہو کے ہو کرنا
 کچھ السامہ یا ایک ہسا بچھے
 یہ قہقہے ہیں کیوں سے اتعاریر بچھے
 سمجھے ہیں آپ لوگ کوئی نہ سمجھے

یہ بچی کے دست ہیں اچکے لگا جھوں
 لیلے کا مکاں کھد سے کچھ دور ہیں ہے
 جو میں سے حکمت قدرت کو بخ ملے
 منصور کا پروا دا کھی مہو نہیں ہے
 لونی پس ہندی مخلوط اصد مار
 ہم حمد کا کعبہ ہے گھر جو ہیں ہے
 در آئی گئے اک رور مری آہ کے گئے
 کہ تلمعہ ال ترا کھرتا لہیز ہے
 ٹھڈی سے جلی جاتی ہو کھٹے چوٹا ہے
 دم نہ لے کھوڑے کی ہے گو لو ہیں ہے
 اچاں عے ذرخ نہ گھر سے کرنا
 کھانہ مرے درواہ سے کچھ دور ہیں ہے
 ہر سن ہی میں صی حوالی بھی مرے پاس
 پھر کدلی مرا وصل آہ کو مسطر ہیں ہے

حرف حا حلی

حالی۔ مراحہ الطاف حسین نام۔ حالی تخلص۔ آپ کے والد خواجہ ایر بخش صاحب کا سلسلہ نسب حضرت عبدالعزیز الصاریؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ یا بی بی کے رہنے والے تھے جب مولانا حالی کی عمر نو سال کی تھی اس وقت ان کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کے بعد ان کی تعلیم و تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ جس کے کامل ہونے پر مولانا حالی ملک کے اُس مشہور اہل قلم میں شمار ہوئے جس کو زمانہ کبھی بھلا نہیں سکتا۔ آپ کے مفصل حالات جابجا ملتے ہیں اس لئے ہم یہاں۔ آپ کی سوانح حیات سے بحث کریں گے اور وہ آپ کی حکیمانہ شاعری سے بحث کرنا مقصود ہے۔ بلکہ ہم اس شخص کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ظفر کے تذکرہ میں مولانا حالی کا نام دیکھ کر اہل نظر کو ہکا بکا اصل میں شغب بگا ہیں اس راز سے آگاہ نہیں ہیں کہ مولانا حالی وہ ادیب یا شاعر تھے جن کا مرتبہ تمام اصناف میں یکساں ہے۔ جس طرح وہ مثنوی شاعری کے استاد کامل ہیں جس طرح انھوں نے ملک کو ایک شاہراہ اور پیرنگا دیا۔ جس طرح ان کی خدا داد قابلیت نے ایک اختراع کر کے شعر گوئی میں جدید طریقہ کیا۔ اسی طرح انھوں نے طراوت میں کمال دکھایا۔ مگر طراوت کو سمجھنا یا ہل گئی۔ یا فواحشات کی حد تک نہیں جانے دیا۔ بلکہ مدیہ گوئی اور مذہبی نغمہ گوئی رکھا۔ جیسا کہ طراوت کی تصویر کھینچ کر دکھا دی اور اس مناسبت کی وہ صورت سادی چہرہ پر ہر اردو شوخیوں و قزماں کیجا سکی ہیں۔ حماسک غور کیا جاسے مزاج اور جدلی کے یکپہر جسم کی بے تعداد تصویریں نظر کے سامنے بھر جاتی ہیں۔ اور طراوت سے بھی مخصوص و طراوت حاصل ہوتا ہے۔ بعض جگہ عزت کو اس انداز سے طراوت کا عمدہ دست

کیا ہے کہ دیکھنے والا اساتر ہوتا ہے کہ اس کے آسویں ساتھ ہی کل آتے ہیں ہر ایک
 شادی جو ہوئی غم کے پہلو کل ہے جب کوئی ہنسنا ساتھ ہی سو کل ہے
 وہ لوگ کثرت سے بیٹے کے یہاں صرف الفاظ کے رنگ و روغن سے طرفت کے
 محکمہ کو چمکایا جاتا ہے اور اس کے احصل سے سخت غفلت کی جاتی ہے۔ مولا احوالی کے
 یہاں وہ قالب بچان اور محکمہ بے روح نہیں ہیں۔ ان کی طرفت کو گد گدیاں کہئے یا
 چٹکیاں۔ دل و دماغ اس سے مسرور ہو جاتا ہے۔ اور روح کیف لسا طے محمور۔ مگر
 ظاہری مناسبت کبھی جانے نہیں پاتی۔ میں نمونہ کے لئے چند شعر لکھتا ہوں۔

ہوئی ریحانِ ہوائی کی بہارِ کریم	طبع رنگیں تھی مے عشق کی جستِ الی
اینی رواد تھی خوشی کا کرتے تھے	دو محل لکھتے تھے ہوتی تھی ہر اسرہ جالی
اس کا لعل تھا۔ یا بہت حوالی نہ انگ	سر پہ سودا سے ہی عشق سے نل ہو جالی
گر عز لکھتے لکھا لکھتے عز میں آخر	رہی حیرت مہموں کھکھاسے والی
ہاں مگر کھینچے کچھ عشق کا عزیز کیا	لائے مار سے اوروں کے لگا ڈالی
کھینچے وصلِ صہم کی کبھی مرضی تصویر	کیجئے دردِ جدائی کی کبھی لعلِ الی
یر یہ ڈر ہے کیرا ہی بھی ہی ہونہ تل	تصہ جوں یہ سوڈینسہ کہ دلالی

کہتے ہیں ایک امیرِ رادے کو	تھا خدنگ انگلی کا شوق کہیں
حاصلتیں خواہ میرِ رادوں	لاری ہیں وہ سہیں بھی سہیں
واہ واسعتے سہتے یاروں کی	ہو گیا تھا ہمسیر کا استہیق
العرض ایک اور صحرا میں	حکمہ سہتے ساتھ سر لہیرِ دریں
مستق تیرا فکری میں تھا مصروف	کر رہے تھے دوستاں تھی میں
آس کے دیکھا داک طریقہ لے حال	وہ ہیں ہوئی نہ دہیں ہشتیں

حاک کے کھولے سے بھی یہ پڑتا تھا
 کچھ برتنو جی طریق کو سوچھی
 حاک تو دہ یہ ہو کے چاہیٹھا
 ماوک انداز پولا چپلا کر
 عرص کی چارہ کیا ہے اسلے ہوا
 دوسے اس نے زیادہ تیر دل کی
 ٹھکو ہر بیر کے ست جہت میں چھو

اہل حل، عقد ہل متفق اس تیر سید احمد خاں کو کافر حاکما اسلام

سید احمد خاں کے اکہ کر سے یہ پوچھا لایا
 آئی بھی نام نہا تیرا راکہ ہوم چلے
 حتم دور کیا کاشی بسکہ دسہ وسیع
 سکے مرا اگر ہو یو جیتے الے او سے
 سید احمد خاں کے اکہ کر سے یہ پوچھا لایا
 آئی بھی نام نہا تیرا راکہ ہوم چلے
 حتم دور کیا کاشی بسکہ دسہ وسیع
 سکے مرا اگر ہو یو جیتے الے او سے

عادت تھی اکہ پیر کی کراقتاد ال
 مدت ناما سکے نہ بین دیکھی گئی روس
 دلا کہ عادت اس سے کہ یہ عادت
 پہلے دیکھا گو اول سے ملی بھی رو رک
 جیسے پہلے موال اس قوم یہ ہار
 اکہ کر سے سوا کسی سے تھا مانگتا
 پوچھا کسی نے اس سے کہ اسکا سپستہ لیا
 جیسے حاکم تالہ مجھے لیکھا وال دا
 آتا تھا ناما میں، رہنے کیا کہے مرا
 سر سے یہ سطر یہ بھی اس پر رہا

ایک سرے یہ مسک سے کہا
تو حویلوں رکھتا ہے دولت جو بھڑ
پہلے مسک لے کہا ہے سادہ بچ
آج ہی گویا نصیب دہشتاں
کب تک اسے ماواں یہ چٹال وزر
ہے سدا دیا ہی میں رہا سنگر
رر لٹا مارا بیگاناں اور اس قدر
آب کا دیاسے سپہ عرم سحر

فقیر تہرے اماں کی حوکی تھریب
کہا فضیلہ اقرار مالساں ہو ضرور
کہا کسی نے کہ نکلا تو اندول کتیل
تو دی سیاح سے سکھو آٹ ماسٹال
جہاں ہوا تو تصدیق و غش اعلال
ہیں ضرور فضیلہ کا میں استمال

کہہ رہا تھا کہ اک آزاد کہ ہر پیر ہلب
انہیں حاجت ان تارا راہ ما
یہ میں رابطہ حسن فہم میں انکھتی
نہ ملاؤں کے لئے قلم نہ صدق نہ میل
ایک ملائے صاحب ستن فرما
اتفاق اور اتفاق اصل میں کچھ حیر ہیں
واں نہ مل سکے ضرور کچھ کہ تو کم کاڈ
کہا آزاد ہے تیغ کا وہ نہ مانہ اگر
رہنے جو ہے اللہ کی عادت معلوم
دولت و محنت ہو ہر حال میں انکے ہمراہ
یہ انہیں حرف مدد میں نہ ہم ما خواہ
اسکی دیاسے یہ چھوگرہ کی عورت چاہ
مہ راں کے لئے فور نہ لشکر سہا
کہہ اور اس قدر اسباب کہ پیرا ہو گناہ
درست درشتاں سب ہاتھ سہرا سید
پراگئی فصل کی مولا کے جہاں ایک نگاہ
کر دیر اور اگر ہر جماعت کو ستاہ
اسکے حب کیا ہو دیکھا ہو تھوں کے ہمراہ

باروں لے کہا مصر لگا ہاتھ ہر اس کے
وہ خطہ ملعون تھا ہی جسکی روات
دعویٰ کا تھا مہر ہے مہر چلایا
تبادل میں خدائی کا خال سکے سما

یرجی اُسے اک ماعی طاعی کے علیٰ ارحم
 کہتے ہیں جس کی سلام جہستی بخفا
 کی سلطنت مہر کی ماگٹ کے حوالے
 ماعی گئی یہ ایسا ریل کی روپوں
 فرمایا کہ روپی کی جگہ لوٹے اگر اُٹھ
 اک بدہ مفید رکھتوں گا حدایا
 حسیر بڑا تھا خرد و مون کا سایا
 ماہل کے پھیریں اہالی کو طعنا
 یہ حادثہ آؤ سب کسانوں سے سایا
 ہوتا یہ نقصان کہ ختم لے اٹھایا

اتامے و عطا میں ہے تکیہ کلام اعط
 گویا کہ جس اُسکی اس سے بھی ہیں ہے
 قدر قلیل ہے سب مال و مال دنیا
 جو حصہ فراہم اس کے ال دیا

حوشاد کرتے ہیں آؤ کے ح لوگ
 حوشاد میرا اُن کی یو بسا تم
 کہ جو ہم سے سیاں کیں چھلتیں بیک
 تھاری ہر دم اے اباب دولت
 وہ گویا مسکو کرتے ہیں علامت
 نہیں اس سے تم میں ایک جھلت

یو جیہ کسی دام سے سب کیا ہو کہ تر
 لیکن خلاف اسکے ہو رت کا حال ا
 فرمایا کہ جس ہر حال مرد ہمار
 اور سر یہ ہے عورت کے جہاں سر شاہی
 ردوں کی حکومت ہے جو ملک کی رت
 ہاں ملک ہو سر سر اور آدو حیت
 قصہ میں ہو وہاں عورتوں کے دولت کوست
 سمجھو کہ ہے اس ملک میں درج کی جات

سے کے حد سے ہوتا ہے سر کو مال
 کہ ایک ملک میں سہ بیسیاں عار و کار

دلی کے لوگوں میں ماری حوض کیا س کے قیمت کو کسے ہے ۱۱

ہر دم گر غلطی سے کسی کی پڑتا ہے تو اور بھی آستے دیتا ہے افعال و رفتار
یہی سبب ہے کہ ہوتے ہیں طلب ملول جو چل بسے کوئی اس کے علاج میں سار
وہ جانتے ہیں کہ تھوب جانگی چٹا ہیر کیا ملال کا ایسے گراس گلہ انہما

رباعی

یہ کہتا تھا حال ہے دیں یہ زباں
کی مرص کسی نے کیئے اب کیا جو صلاح
یہا حاصل امتحاں کی دیر ایماں
فرمایا کہ بھائی جاں جی جو تو حساں

ایضاً

جو عشق طلب دل کے ہماروں کا
ہم کچھ نہیں جانتے یہ رانی ہے صبر
یا گھر ہے وہ خود ہر آراوں کا
اک متعلقہ دلچسپ ہے میکا روں کا

لو جیہا جو کل انجام ترقی و تسر
باقی رہے گا کوئی اسساں میں غیب
یاروں سے کہا مرعیاں سے ہنس کر
ہو جائیں گے جھل جھلکے غیب بہر

اے معصوم مسرور ہے یہ عابد سے کہا
عارف نے کہا یہ ہاتھ اٹھا کر سوئے حرج
کر میرے ایسے حق سے فراغت کی دعا
محتاج کر اسکو حلد سے ماہدا

سے تک کہ بہت دس اٹواں پٹکا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے
ہو ناہیں موم کا اسایاں پٹکا
سنئے ہر کسی کو حسب سلاں پٹکا

بکھو جس سلطنت کی حالت درہم
یا تو کوئی سیکم ہے مشیر دولت
سمجھو کہ وہاں ہر کوئی رکست کا فہم
یا ہے کوئی مولوی دریا عظم

یاروں میں نہ یا یا حسب کوئی عین گناہ
جھوٹے کو ہمیں ملتی شہادتی سوقت
کا فرما دے اعطی اخص اور گناہ
لا تاپے حد کو ایسے دعویٰ نہ گناہ

کنا فقہا کا مومنوں کو سے دس
مومن سے ضرور ہو گا مرقہ فیہ سال
سستے سستے یہ ہو گیا ہر کہیں
تکھیر بھی کی تھی فقہائے کہ ہیں

وعدائے کہا کہ وقت سستہ ہیں اہل
کی عرض یہ ایک سیٹھ ہے اٹھ کر جھوٹ
اک وقت سے اپنے ہیں اہل تو اہل
ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اہل

حجۃ المذیبا ایک مانی عسایت اندر مانی کا علیہ تھا۔ جس کا اصلی وطن ہمارا پور بھٹا۔
گر آسودہ کی سمیت اور ایسے بیٹہ کے جو کھانے کی ضرورت سے دلی میں قیام رہتا تھا اور
یہاں کی خاک یاں سے وہ اس دھاکہ پر پھر رہا۔ طبیعت میں ہر سے قدرتی لگاؤ تھا
مراد یہ نفع سودا سے اصلاح لیتے تھے اور اس وقت کے تمام مشاعروں میں ترکیب ہوئے تھے
دہ رماہ کچھ آجکل کا سا تھا کہ لوگ اس کے ہیلو ہیلو پیٹھے سے مار کرتے۔ بلکہ وہ لوگ
س کے قہر داں تھے۔ جو کہ یہ ایک خوشگو خوش زبان شخص تھا۔ اسی لئے ٹپے ٹپے۔ ہاں
ایسے شاعروں میں بلاتے تھے۔ بعض شعروں میں اللہ کے دال پر اسے یہ کہہ کر کرتا کہ
اور پارسے اور جی کھول کر داد دیتے۔ مولانا محمد الدین رحمہ اللہ کی داڑھی سرحد اور منگل
کو خطا لگا کر لکھا اور مولانا ہی۔ بیعت رکھتا تھا مولانا نے سر کا نام پوساک

اور دس سار دیر ہی تھی یہ فخریہ اُسکو دیتا تھا۔ اور ہمیشہ ایسے دامن حال اور وضع قطع کو دس درویشاں سے مرہب رکھتا تھا اسی مایہ ازل محلہ اسکر شاہ جی کہا کرتے تھے۔ تمام تذکرہ نویس اس کی بیٹنگائی کے مصرع ہیں۔ سیاہ صحنی ایسے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ اچھا شعر کہتا تو اس کے خیال مال سے زیادہ باریک ہوتے تھے۔ سٹرایفٹ فیلز نے لے تذکرہ میں لکھا کہ سنہ ۹۲۷ء میں اسکی عمر ۳۵ برس کی تھی اسے حارط لہذا کا انتخاب یہ ہے۔

دور چنار کے لیتا ہوں مگر حوالہ کے	ہنتر اس شعل سے حمام ہر کیا ہوگا
کیوں جھکوتا تھی جو تاج کوں گردوں	س مائی کا مٹا ہوں کہیں سرہ رگڑوں
آکھل کے حورو دیکھتے تو ہیں پیکھنے	ان تکاب حمام ہی ہونگے نہ حمام تک
خطا آئے بھی این رسائی نہیں ہاں	حمام کس طرح سے ملیں کیا نہ کریں
بیسویں پریمیاں پر اسے گھڑے مالی	ملا غام کو جس رور تم حمام کہتے ہو
آس و ج کے کہتے ہیں سکایا کر و جام	یہیں حانیگے اک رور اور اچھا ہے
کل میاں حمام سب کا مولے پھیرتے تھے	آج اس کو یہاں کی بھی حجامت ہوگی
لگ جلتے داس ترح سے رہتے ہیں تو ہے	تھکھلائے کہتا ہے کہ حل دور نہ لے

میرزا
درویش
میرزا
میرزا
میرزا
میرزا

حجام کسی دلی کے رہے والے حمام کا تخلص تھا جو عاری الدین خاں کے در کے مندر رہتا تھا۔ میر جس نے اپنے تذکرہ میں اسکا ذکر کیا ہے یکس نام میں لکھا۔ اور خیال ظاہر کیا ہے کہ عالمائے کس سے اصلاں ہیں لیتا ایک سر مو سا لکھا ہے۔

کام کیا رور۔ یہ حجام سے
سینج کی وارہی کو قصر کر گیا

حرف۔ میر جس مرزا نام میرا شرف علی مرہوم ریس ڈھاکہ کے واسے ادیر علی آتسا

اور غلام حیدر بچپ کے شاگرد تھے ششہاء میں ساح کے، کرہ سخن شعر کی ترتیب کے وقت
مدہ و بکیریت تھے شعروں میں طریقاً۔ رنگ بھی شامل رہتا تھا۔ موندہ کلام

بھٹی غم دکھا کر ایسی وہ محرم تہ پہلے کسی مہیار مہرم کی۔ جالاک تہی ہے
تھیں صورت کا عہہ ہی نوبان لگی محبت تھیں احس ہنگامہ تو کسی جاں سہی ہے
ایک مدہ کی بھی حال تھی۔ کی اب موتی حدائی ہو جسکی

حریف لالہ استیام لال سائیکل میک ساکس لکھنؤ کا شخص جو درود و ہودہ کے
ایک طریقہ شاعر ہیں۔ موندہ کلام ہے۔ رادہ حالات معلوم ہیں۔

ترسے عاشق جسے نے اس کا ہوا ادا کوئی دعویٰ مانہ تھا کوئی سہی مانہ تھا
دنا جہے دیا حال ملی کے کیے کا کھن جھپٹے تھے لوٹے محو قلم کا ساز تھا
سکڑوں دنا تھا مادہ تھے تیس سیر سہ کو مادہ لیا اھی کہ کوٹھ کو ر باز تھا

مار ہے دل ام۔ اسکا تہ اس مجھے بیٹے پہلے کہیں اب کچھ سکھو توں مجھے
ایا کھاس ر لالہ امکس دلس اچھا اچھا کوئی بے دیکھے حرکت تھے
گا لیا اب سیکے جو یا ناں دیا کرتا ہوں ایسے دل نہ تھے ہیں گراں گوشہ مجھے
ڈر گاد نیر۔ اس اسکی بھر یا کتہر حسنا دوس ہوں کہتا ہی ہیں ہوں مجھے
اس کے ہستار بھی کر مگانہ لالہ تہ چلن کٹا کھاتے ہیں دہیا تے ہیں جو ہوتے مجھے
روکے کہتے ہیں کہ عید آگئی اس سریر حریف آپ لادیکے زربھ کی مانتے مجھے

خبریں۔ ایک بھتی گو کا تخلص ہے اس کے انداز کلام سے معلوم ہوا ہے کہ اس سے
میں یا لیس برس اور ہر کے شاعر ہیں۔ بھتی میں رادہ لطف میں ہیں۔ جو اس کے معاصر ہیں

رنگیں یا جاں صاحب کے یہاں ہے۔ مومنہ کلام یہ ہے۔

بہا گئے میں تھے حویلیوں کا رہنے
سمندر ہنکھائے حسن پہ کیا ہی بہا ہے
ہوئی ہڈی گڑا کر دل سے غیظ ہے
گھوٹے پہ آج باد کے سمندر میں وار ہے
سمندر ہی بتاؤ تکیہ کیسی ہے کلی
آرام تگوا درہ اکہ دم قرار ہے
سو کھا ہی اس نے یار مارا قریب کو
سمندر میں حزیں سے تم نگاہ کو دردا
لاٹن کھائے مسخرے کے کڑا ٹپا کہا رہے

حکیم مولوی محمد سمیع ارادۃ اللہ جاں نام ہے آب انصاری ہیں اور لکھنؤ کے مست ہور
حاند اس طیارہ اگر گئی محل سے ہیں۔ قابلیت غری دارسی نہایت اچھی ہے۔ سیک ٹیسٹ پلسار
حوق خلق ہیں۔ دونوں رنگوں میں سرکتے ہیں مگر رنگ طرہا طبعیت پر زیادہ غالب ہے
اور اس میں ایسی خود تشبیہ بہتہ دھاتے رہتے ہیں۔ اگرچہ راقم تذکرہ کے عیاست فرما ہیں
مگر یہ معلوم نہیں کہ بقدر کس سے امتلاح عمر میں استعداد دیکھتے ہیں۔ ایک دو مرتبہ میں نے
خود دیکھا کہ حضرت طریب احمر رواروی میں سر مشاہدہ دکھائی۔ آپ کے کلام میں تنوخی
بھی ہے اور تنوخی کے ساتھ انک حاسن تم کی تمارت بھی انی جاتی ہے۔ اسوقت آپ کی عمر
تھماتیس اٹھائیس برس کی ہوگی۔ اگر پوسن عسکاری رہی نہ تبیل بہا میت
کا سیاہ ہوا۔ مومنہ کلام یہ ہے۔

لو کھا آپ کا امدار اسے اللہ۔ یہاں کھلا
رستاں بھی رستاں کھلا مکان بھی لامکان کھلا

دو تپتیں میں چالاں ہر احوبیت
سکے ہم حویلیاں حویلیاں
لامل کس چلاؤں گا میر کھیر ساقی
سے یلائی مجھے ٹوٹے ہوئے تارے
رد کے دس حصار کئے رہا کہ سا
ٹنڈر ٹوں کھیسے کجا ستاق کھیا سے

قلہ رسول میرا دیکھ کر سے کہا
مفعول واعلامتھا غیل و ساعل
نے دیکھے آپ کو پہلے آ کر میں
کچھ اور پھر یسریٰ تمہیں خاں میں

مارڈ مارڈوں کوڑا دتا عشق کے اطمینان
ماتا اندر سیکڑوں گل میں تھے مجھ کو بھی تھے
لنگر کھوں کی لیلیٰ کا کوئی کھائی نہ تھا
کیوں کہوں کوئی شکر کیک شام سہائی نہ تھا

قیہ میں صبا دیکھیں سے سنا ہے کیا ہے
مار میں تو لے لگا آتا ہے کیا ہے
T O L I T

رسہ کیوں سو بیا دل تیرا ہی میں
دیکھ لیتا ہوں جو اکھیں میں لے دے گھٹک
حتم ہے یل راز تیرا ہی میں
یہاں کھاتا ہے سسکا کو چو تانا ہٹک
میں کتنا سہا ہوں، وہ لگا ٹی مار دھون
ہم کو لڑھی ہر سہہ جو بھئی تیرا ہی میں
اسد اسد دھڑکی اسی میں ہی ہم
یہ رہ کر کتا ہے، یہ رہ کر کتا ہے
پیلہ رہ رہ کر اور رہ کر کتا ہے
جو لٹا ہی نہیں لچر رو کر کو وا غلیت تاجی
ہوتی ہے دت میں ہر دور دھڑک
پراع سر سے لے کے کھائے تھے ہیں
ہاں کی ٹوٹی ہوئی گلی دکھائی تھی
یہ مار گئے کہاں محفل دل اڑیں
ٹوٹی دکھانا کہہ کا کچھ میں اسے حکیم
دو آؤ می اور میں کہہ ہی چریائی
دیکھا آؤ صرا اس رہ رہ اور اٹھائی
تو ہم بھی آگ میں کئی سو سال کرتے
ٹوں کی خاک اور تاجہ خمار سے
عدو کی رسم یہ ہڈ سے جلانے حاتم ہیں
ارکھا گوہر دیتا ہے اچراں دکھک
موند جو بھی پھر اٹھے دریاں پیاں لکھ کر
ناؤ آئے تھے حار صبا الہ دکھ کر

حرفِ خا

خضر سبرواری ایک ناموند قوی پیکل اور ہیلواں تھا حوٰش و خج میں ایسی زندگی
نگہ راتا تھا۔ سرکشی کتنا تھا مگر رہی او ماشاء رنگ، لطرہا تھا۔ تراب لوشی کی دھج
سے ہر وقت نمود و سرور و بد بوشتں رہتا تھا عرض کہ ان کے تخلص کو دیکھتے ہوئے یہ کہ
نورس طری سے اسرصادق آئی ہے صبح برعکس ہمد نام زندگی کا دور
نور لڑوں کی صحبت اور صورت سے ہا یہا تنفر اور امارہ کی طرف راغب تھا۔ یہ
دو شعر کو تائید میں ہیں۔

رہا برل اگر رر سے بہت اہم در حر کو ان رر د سر مست مدہ
موسے سر لاف امر و اکھ نگار ہر رستہ دولت است از دست مدہ

خلیفہ - رحمی حمام کا تخلص تھا و دلی کا رہنے والا تھا۔ راگ و نچہ کا ٹرانسویں
زنگیں مراح مدہ صبح حوش طبع طریف تھا۔ بھکڑ اور صلیع حکمت میں طاق تھا۔ تر کرہ نگہ ستار
کی تر تہ سے پہلے مرچکا تھا۔ ایک مرتبہ کسی ہیلواں کی جو میں کچھ شعر کہے تھے ادھیں میں کا
ایک یہ شعر ہے۔

اور باد پشے ہے پچے سدا ہر ان کے - تا لوگ یہ کہیں کہ کھنچی پہا نہیں ہوا

خلیفہ - دلی کے رہنے والے ہیں۔ استعداد ملی معمولی ہے مگر شعر و ساعری کا
شوق معمول سے کچھ زیادہ ہے متنی حمد و کلام کیسی اور مسائل لوی کے شاعر ہیں

کبھی کبھی مصائب طریفانہ بھی نظم کرتے ہیں۔ (قلم نے ایک مرتبہ دلی کے ایک متاعہ میں
 دیکھا تھا۔ اب بچہ دنیا چالیس برس کی عمر ہو گئی۔ ایک نظم ہمارا مین (سے کچھ بندھل کئے جاتے ہیں
 زمانے کے غیب مدلی ہے رنگت کہ کالے بن گئے گوروں کی جھوٹ
 ٹھہری کٹائی اور کار کی ریت ڈوہیلی ہی جھڑپ ہے نہ عادت

اُٹے پھرتے ہیں انگریہ می ہوا میں
 کسے روکس کسے میت سے تھامیں

مگر ہر شخص ایسی جون میں ہے ہوا میں بھر رہا ہے دونوں میں ہے
 سخی تالی کی گری جون میں ہے اکڑاؤں کوٹ میں تیلون میں ہے
 بڑا دل کی وہی یا لیں پُرانی
 سروں پر ٹوسیاں ہنس کا دانی

یونیفیشن کی ایسی چڑھ سی ہے شکستہ ہاتھوں میں پاکٹ میں ہی ہے
 سخی کا لال قسم کا دھنی ہے وہی کرتا ہے حوصلے میں ٹھنی ہے
 کوئی کتسا ہی بیٹے غل مجھے
 مثل ہے ایک جیپ سو کو ہرائے

سیرا دل بھی دھرتے ہیں کسی کے بارے سے ڈرتے ہیں ہیں
 مرگول کا ادرا کرے ہیں ہیں بڑا ہی جال میرے ہیں ہیں
 تکلف میں ہیں تکلیفیں سراسر
 ڈٹے ہیں ماب دادا کے راز

کسی لیڈی سے گریا ہے ہو نہیں یہی کے یہاں آسے ہو نہیں
 اڑے پھرتے ہیں اڑے ہوئے ہیں محبت کی قسم کہ آسے ہوئے ہیں
 ہمیں مطلوبہ دم کھر کی حوا دی

یکڑی لالی لی لی کی کھائی

بدل کرو پیس رو ری بنایا طیسے دن کو کھس گھر میں بچا با
 فعل میں ہاتھ دے کر اٹھایا سسہ باز پر کوڑا لگایا
 حیر عٹو ہو سے ہیں سادگی پر
 رالے ہیں رہیتے ہیں بھومر

بہ عرہ ہے نہ تو جی ہے پھل نہ می ہے نہ سرمہ ہے نہ کا چل
 دو بیٹ کا تھیلہ ہے نہ آتیل نہ چوڑی یاؤں میں ہی نہ بھال
 رہنے کان کے اندر نہ یانی
 نہ پاؤں کی لہر لگیں یہ لالی

کھس کا جسے گدرا یا ہوا ہو جو می ماں سے آنا ہوا ہو
 بدل سری سے یکساں ہوا ہو پراندی کا نشا چھایا ہوا ہو
 کمر میں ما سے نہ ہی کسی ہو
 نہ یاد تاک پھولوں یا سہی ہو

لہری کی روحانی کا ہوتوں کمریتلی ہ (اجی) وار گردن
 کرسٹ انگیلہں سے سیکش کٹے میں ہاتھ ہر ہاتھوا ہن دامن
 دکھائے کھیل ٹیس کے رالے
 کھیلے میدان میں گیکہ میں اچھل

باروٹھ کر پاسے وڑاں سر کسی سٹری سے سائے کر س میں
 نکال سے نہ سڑاؤ ساڑا کہ پہا ہس کر کے نہ کرٹھے دہرائیں
 حکم میں سنگیاں سے گگدا کر
 جہاں دل یا لو کہ سجا کر

طراست کے رنگ میں شعر کہتے تھے بعد کو فنا تخلص کیا۔ اور میں شعر کہا شروع کئے۔ اس رنگ میں نہایت عمدہ شعر کہے گئے تھے۔ مگر قصہ نے مہلت نہ دی ۲۲-۲۵-۲۸ برس کی عمر میں ۱۹۱۷ء میں انتقال کیا۔ اول اول میں مقرر صاحب حمید برادر حوریارے صاحب رشید مرحوم سے اصلاح لیتے تھے اُن کے افعال کے لحاظ سے صاحب نظم کو ایسا کلام دکھایا۔ آخر میں مخیر محمد صاحب ہمارے متور سخن کرتے رہے راقم تذکرہ کے بے تکلف دوست تھے گھنٹوں شعر سننے اور سناتے تھے۔ خود بھی اور خود دینسی مزاح میں زیادہ تھی مگر نہایت سخن سنج واقع ہوئے تھے۔ وہ کیسے ہوتے چند الفاظ تبدیل کر کے اپنے نام سے سادیا کرتے تھے۔ کم رو۔ میا نہ قد۔ سانولا رنگ تھا۔ سانسے کا ایک دانٹ ٹوٹ گیا جو ہر وقت ہایت بدما معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے جب ہنستے تھے مسعد پر رومال یا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ کلام صلیح ہو گیا اور اس طراست کا صرف ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔ جو لکھا جاتا ہے۔

میں ایک سار ہوں گرائے طرلوں کا وہ چھڑے لگا تو میں حاموئیں ہو گیا



حرفِ دل مہلہ

داؤد مولوی محمد داؤد ابن مولوی علی محمد صاحب وکیل عسائی متوطن امر دہمہ
۲۷۔ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ کو مقام امر دہمہ پیدا ہوئے اور سترہ جولائی ۱۹۱۹ء
کو مقام فتح آباد انتقال کیا ہیات قابل وکی اور ہیں کھے۔ ۲۴ برس کی عمر میں علی گڑھ
سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کر کے کالج میں کسی عہدہ پر مقرر ہوئے اور بعد ازاں تحصیل
مقرر ہو کر مختلف جگہوں میں ہاییت قابلیت سے ایسے فرائض کو انجام دیا۔ شاعری کا ترقی
دوران تعلیم ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ حوترقی کرتے کرتے مرتبہ اعلیٰ رہا ہو چکا گیا۔ قدیم اور جدید
دونوں رنگوں میں شعر کہتے تھے۔ طبیعت میں چونکہ وحی کا مادہ زیادہ تھا اس لئے کہیں کہیں
وہ ایک ہلکی سی طراست کا رنگ اختیار کر لیتا تھا۔ انتخاب کر کے تھوڑا سا کلام درج کیا
جاتا ہے۔

ما صبح کی گفتگو سے مرا کیس میں ہے دم	آستے ہیں دیکھئے تیرے ہماری سے
بھوڑا اور بے سن رہا ہے دیکھئے	ہم بھی تو راب حراما کہ ہے تھے دراز سے
سُکریام بڑے مرانام یوں کہا	وہ ہی نہ دُبلے تیرے کیف مرا سے
معلوم ہے مجھے رُٹے استاد ہیں جاں	یوں دیکھئے میں سیدھے سے ہر گار سے
خود مجھ کو تجھ سے سن رہا ہے کیا کہوں	حالی بچا ہے ایسے سر پران کے وار سے

کیا تری سے ہے پگھلا رہا ہے جس آدمی	آپ کچھ کہنا ہے تھوڑے کچھ بھلا ہے مگر
ایک ہی سے تیرا حال یہ جو نامور کھا	بچھا اکل لے مگر نرنے کو کہہ دے کلام مگر

ہاتھ کی بھی نہ تھی لیکن میں معلوم کر لی
ہاگے اس وقت وہ سکر پریشان تھا
میں شرفاء کا خیالوں پر کتنے تھے
کہہ گئے گھر کے لوگ بہن کی خال کا تر

ایک دن کچھ آدمی شیشہ ہوئے
اُن میں تھا کہ خمس ایسا بھی کہو
ہونے میں جانا کہ ایسے لوگ سے
جھوٹا کتنا تھا کہ تیغ کی طبعی
ہو رہا تھا تذکرہ ہر قسم کا
ماؤں باتوں میں کہا سنیاں ہے
سر سے یہ اشارہ سب جہ ہے
انک کے دل میں یہ تنک بیا ہوا
اس کی کچھ ملاطبت والی کے بیٹھے
اُسے لہجہ آواز ہوتا تھا ال
رہو کہ کھیلے ہوئے یہ بیا ہے
ہونے کو اس کی عمر میں تو
اس کا دیار میں اُن کا واس
اس آواز میں ہے وہاں ہوا
سُن کے یہ نہ کہتا یا مہر
اک کہ میں ام سہارم وہاں
میں نہ ہی آؤں گویا کہ رات
اُس رات میں تو کھے وہ آدمی
رہتے تھے گھنگرے ہاتھ
کر دکھا تھا یہ سب لکوں کا سحر
مگر اد دل سے کھانا لاس
انسانی اتم تھیں نہایت رات
کہ سہم تھے نہ تھے ہر مرد
میں ہاں ہاں ہمارا ہوں سال
سے اس کا دل ہی تھا مگر
دینم جھوٹ کہتا ہو اگر
سورج کی یہ اُس سے قصہ مختصر
حد صبر ہم یہ بھی کا سہ کر
نکھار ہم ام جہ کوئی شہر
رو نہ ہوتا تھا قسط
سے اس میں اُن کی داستان
کو لیا ہوا اچھی تو سہرے آہ
اُن کا ہوا یہ بھی سہر
ایک یہ سہر کہ پہن کوئی سہر
تہا مارا جاتے تو سہر یہ کہ
گئے ہاں کہ گویا اسے کیا سہر

دینگ۔ حافظ سراج احمد رام تھا۔ مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ مگر ہایت میساک
پھکڑ تھے۔ تمام شاعری اوماتا شاہ اور میسا کاہ رنگیں ڈولی ہوئی تھی ایک تعریف اہل
اندراج مل سکا۔

ستیج حی کا بھی انتقال ہوا کوئی دسیا میں مسخراہ را

دنگانا تخلص تھا ریختی میں۔ مگر متین اور عاشقانہ کلام میں مجبور تخلص کرتے تھے
مستی اسد اللہ نام تھا۔ علی حال کے عرف سے معروف تھے۔ مقام چھپرہ ضلع مگلی کے باشندہ
تھے۔ ہراں کے آباد امداد کا وطن قدیم دلی تھا۔ مگر ولندہ فردوں کے عہد میں کچھ اسباب ایسے
ہوئے کہ ترک وطن کر کے یاں کی سکونت اختیار کرنی پڑی۔ اور یہی قدیمی وطن ہو گیا۔ جہانگیر
دنگا ماہیں پیدا ہوئے مگر چونکہ والدین کو تعلیم و تربیت کا ہر وقت خیال تھا اس لئے
چھپرہ میں اسکا انتظام کافی نہ دیکھ کر ان کو کلکتہ تعلیم کے لئے بھیجا یا۔ اور یہیں تعلیم پائی۔ دنگا ما
کو استاد عمر میں شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا اور اسے تعلیم و تربیت ہی میں شعر و شاعری
کی طرف جھک گئے۔ کلکتہ میں اسوقت مولوی عبدالغفور ساج ایک کامل الف اساتذہ
عہدہ ڈپٹی کلکٹر ہی رہا ہر ماہ مور تھے۔ جہاں انھیں کو انھوں نے کلام دکھا م شروع کیا
اور مجبور تخلص اختیار کیا۔ مگر رنگین طبیعت نے صرف ایک رنگ پر قناعت نہ کی اس لئے
دوسرا رنگ ریختی بھی کسا شروع کیا۔ اس میں بھی ساج کو ایسا رہنما اور استاد مایا ہایت
یختہ متقی اور صاحب دیوان تھے مگر کلام اب مایہ ہو گیا۔ جو شعر مل سکے وہ درج
کرتا ہوں۔

راہ کو اک گڑھے مٹ کھڑے	مھی میں یا کے بے حجاب مجھے
مجھیاں لیں گلے سے لپٹا کے	کیر لہاراد میں دا اب مجھے
سس کس ہر اد قس میں دس	کر کے چھوڑا مگر حراب مجھے

دل جناب جو دھری عبدالرحمن صاحب صدیقی سداوی کا تخلص ہے کبھی کبھی
رنگ طراست میں سفر کرتے ہیں۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

ہوا ہر تنوع دل کی کھینچا اڑانے کا	بنا کرتا ہوں ڈور اُس کے لئے جاگ ریاکی
میں اس بار کے صدقہ کین مار اُس سے	ہمارے قتل کیے کو کبھی کبھی ڈھکی
سوال وصل پر جو دیم انکار رہی ہے	میری حال کی دل چاہی گدول ہو تیاں کی
سیرتے کیوں ہو سید پاک سے پیر لیا کوٹھو تو	مہماری ہر نگہ تجھی ہنداری ہر دوا مانگی
میاں محول لے ڈھیل کھینچ مارا توں جوتیا	اٹھا کر پردہ محل اگر لیلی کبھی جھانکی
ہیں راضی کبھی نہ رہے جھولا جھوسے دل	مگر ڈری ہو سدا سرفردین لہ عالم کی

دلسوز نام حیران حال تخلص دسورتھا علیگڑھ کے رہنے والے قوم کے اہل تھے
شاہ نصیر مرحوم کے شاگرد تھے اور لاپ طرباں حال ملعت بیگم مرحوم کی راقص میں مدگی کرتے
تھے۔ شراب بہت پیتے تھے۔ جو ماتحتی وہ درجہ اعتدال سے رہی ہوئی تھی طراوت اور تندی
کلام میں بہت تھی۔ گلاب کلام ناماں ہ گیا۔ اور کسی طرح ماحرود ملاش بھی نہیں ملتا۔ دو تیس
سور مل سکے جو درج کرتا ہوں۔ دلسوز نے ۱۸۷۸ء میں مقام سے لور اتھال کسا اور
وہیں ماقول ہوئے۔

وہ لو کہے ہیں رار دل ایسا	مت کسی اپنے پار سے کسا
اور یہاں دلکی سیراری سے	رور دو تیں چار سے کسا

سہیں گے ہم اگر لاکھ ترانی ہوگی پر کہیں آکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

دلپیر۔ سورھاں نام کسا۔ یرنگہ کے رہنے والے تھے اتدا نے عمر سہم غرولہاری

کے دلدادہ تھے۔ مگر ہمیشہ ہی اُپچ کی لپٹے تھے اور اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی ایسی بات کہوں جو کسی نے نہ کہی ہو۔ چنانچہ اسی اسامہ مزاج کی مدد سے یہ رنگ اختیار کیا کہ شرفا و طبقہ حواص کی رماں کو چھوڑ کر اس طرف کی چھوٹی قوموں مثلاً گڈی۔ گوجر۔ جاٹوں کے روزمرہ میں شاعری مستمرد و سرکشی اور اگرچہ یہ رنگ نہایت ہی مشکل اور دشوار تھا مگر دلیرانہ اس قدر متفق ہم بیوی بھائی کے شہداء میں طہر بہادر شاہ آفری تاجدار دہلی کے دربار میں کچھ مدحیہ انتہائی راز میں پیش کئے اور بادشاہ نے ان کو بہت پسند کیا۔ دلیر کو انعام اور خلعت دیا گیا۔ بادشاہ نے مالک اور دوق وغیرہ سے بھی اسی راز میں کچھ کہنے کا حکم دیا مگر یہ کہ ایک شکل اس ہی اس لئے ان لوگوں نے انکار کر دیا اور یہ بہادر دلیر کے سر پر ۱۸۵۷ء تک اسی رنگ ہیں تانری کرتے رہے۔ مگر انقلاب سلسلہ کے بعد سے اس رنگ کو ترک کر دیا۔ پتہ بھی ہو کہ وہ اس رنگ میں نہیں۔ عریں۔ قطعے شوی۔ سبھی کچھ کہہ چکے تھے سبھی وہ۔ ایک ماہی اچھا۔ ۱۸۵۷ء میں اس میں تہہ ہو گیا۔ اور اپنی زندگی ہی میں طبع کرنا آخر کار ۱۸۶۹ء میں فرما دیا تھا کیا انتخاب کلام کے ساتھ ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے کہ ماہرین نے لطف میں اضافہ ہو اگرچہ اس کلام سے اصل ہی زیادہ تر وہی رنگ لطف اٹھا سکیے ہیں جو مراد آباد۔ ہمارے دور کے درماں آباد ہیں۔ کیونکہ دلیرانہ روح ان ہی دوا کی رماں ہی ہمیں لگتی۔ بلکہ ان کے طرز کلام ان کے طریق معاشرت ان کی دماغ قیام۔ ان کی صورت آدمی اور لود و مان۔ ان کے عادات۔ ان کے اطوار ان کے حالات وغیرہ کو کئی رماں کے ساتھ ہی ساتھ رکھا ہے۔ یہ ایک انتہائے کمال ہے اور اسود سے صرف رماں حاسنہ والا اُس سے پورا لطف میں اٹھا سکتا تھا وقتیکہ ان کی معاشرت اور تمدن سے اچھی طرح ماہرہ۔ اور یہ حال ہو کہ وہ لوگ جس کی یہاں ہے کس کو نہ پرکھا کرتے اور کیا کہتے ہیں۔ مگر کچھ بھی سو کہے پر نہیں نقد و نقد لبت اور موسیٰ کے نکا۔ ان میں حنا۔ اور لبت و مقہجہ دیکھئے کہ کس قدر مدد کے ساتھ

اوجھیں حد مات عوام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی ہیں۔

ہے مر کھا لک ہے مرے مالک	تو بایر ہم تیرے بالک
اے میرے حلق اے مرے مالک	لواپ ہے اور ہم تیرے سجے ہیں
راتوں مارے دنوں جواوے	تیرا امت کوڑا یاوے
تڑاؤں کو چکو مار ڈالسا ہے اور دن کو بڑھ کر چکا	پیرا بھید کوئی ہیں یا سکا
تھسا ٹھاڈا کون ہے دوھا	حاکمی جگت کرے سگ یوجا
تھسا روست دوسرا کون ہے	حسن کی تمام دیا پرستش کرتی ہے
لو ہی لاٹھے میگ ملارا	تو ہی لوادے لوڈا مہارا
تو ہی گھٹا سے پانی رساتا ہے	لو ہی ہماری کھیتی اور بوڑے لٹا اور کٹ کر تاپی
ہے مرے صاحب کمس ہمارے	پیارے کھوٹے کا گد ہمارے
اے میرے بھتے داے اللہ	ہمارے اعمالاے مدی کے چاکر دیئے والے
دلیرا ہے تیرا داسی	تو ہی دیکھا تاتی ماسی
دلیرا علام ہے	لو ہی اسکو تاری ماسی روٹی دتا ہی

نعرہ

سی محمدؐ رب کے پیارے،	حکب پر حا کے راج دلائے
صداے پیارے رسول محمد	تمام دیا کے سردار
رب کے پیچھے حکمیں آئے	ہماری کھاطر دلوا لائے
وہ اس کے پیچھے ہوئے دیباہ آئے	اور ہماری خاطر منع لائے
حسن دیوے بے کولو اندھیرا	کرا اڑھالا جگمگا گھیرا
اس سنے سے دیا کی تاب کی جاتی رہی	تمام دیا میں ادھالا کافی ہو گیا

گراں سپرہ کھدا کی مانی ہیں سسائی پڈھ کے جانی
 تڑاں ستر لہف جدا کی مانی اچی راں سے پڑھ پڑھ کر پکڑ ساسی
 یاپ کئے اور میں سوارے ہو گئے ہمارے کل تارے
 جسے مارے گماہ جاتے نہ پیکیاں ڈھکیں اور ہمارے حمام فاندے ہو گئے

منقبت

ی لی بھاٹھ ہمارے مانی عمر دھرم میں ہیں کیلی داتا
 ی لی بھاٹھ ہمارے مانی دیں دویا میں میل تخت کر پالی
 ہمارے نبی کی ییاری جانی جاکی سبک حوراں کمانی
 ہمارے ہی کی ییاری سیٹی جس کی حوروں نے سبک کہاںی
 ماپو کی امت جس مکسائی مالک ساسے دے دے دہائی
 جسوں نے ماپو کی امت کی تخت کرانی خدا سے رواد کر کر کے

مدح حسنین

س حسین بی بی کے جائے امت کھاطر سر کٹوائے
 مرتا اخس احسرتا، حسین بی بی کا لیکے بیٹے جسوں نے امت کیلے سر کٹا دیا

مدح چاریار

بی صاحب کے چاریا ہی جہاں ملکوں دھوس ٹٹائی
 دل اللہ کے چار یار ہیں چار حای ہیں جسوں نے تمام دیا یہ اسلام کی دھوم مٹائی
 کر دئے لکھوں پیم کے بندے ٹر مہم ہو گئے مار لیں گے سدا
 لاکھوں دریں کے سدے سادینے مایا کرں کو پاک کر دیا

انتخابِ لیاات

آج رات ہمارے گھر بس جا
 آج رات کو ہمارے گھر رہ جا
 پار پیر کو کاٹش کے ہے
 چار رہ رات کا گراما کا
 میں کروں تے چٹا چاٹی
 میں دا تراہ حرم ان کا
 تو مے مولا جی بھی جا لے
 تو مے مولا حور ہا تا ہے
 ہاڈو لگے سوڑاں دہس جا
 ڈی رہ دی معلوم ہوتی ہر آکھ میں
 ڈی مگر کے سڑ کے لیس جا
 صبح صادق ہر سے ہی آٹھ جا
 نو سا نہڑ سوں سا تھر گس جا
 اراں سے راں ملائے یڑا رہا
 تو ہی کہیں رہ حال میں ہیں جا
 کہیں اراہ ہوا تو ہی حال میں ہیں جا

کے مہارڑی مار پیر پھیل دی دیکھا
 کہا ہاری گردن سا کھاسی لکھ لگا
 اک مٹھی دے پیراں لکھا لکھا
 اک رہ وکر حان مال دی
 کہم دلی مہارڑی ہر کر گچھا
 کسا موں ہارہ اری کرے گا
 سو ریاں دایہ لکھا لکھا
 مار لیر مہس
 کا ہے کاٹش مارا کا ڈھیا
 کیوں یہ ارا سد نکال رہا ہے
 بوسوں ڈوڈھا کھار کا ڈھیا
 مٹھے ڈوڈھا کھار واصل کرنا
 جنگلاں چنگلاں تارا کا ڈھیا
 جنگلاں جنگلاں کا نکالا ہوا
 ٹاگرا مٹھے اوہ ساڑا کا ڈھیا
 سرں کو ہم ہے ٹاگرا کے نکال پیا ہے

تجھ مایا پیارے پران نخل گاہ
 تیری حدائی میں پیارے حلق دیدن گاہ
 کاٹ کے ایسی ناط لبوں میں
 ایسی گردن کاٹ کے
 مہاڑی اوڑیاں سیٹر ہلاوے
 ہماری طرف اشارہ کرتا ہے
 مار کے ایسی مار گستا
 ایسی گردن گستا ماروں گاہ
 میں لوٹوں تو دیکھ تماشا
 میں لبوں لوٹوں گاہ اور تماشا دیکھ گاہ
 یو مہاراساڑا اور، الہاسا
 یہ ہمارا سارا اوت۔ ماسا

آجا مہارے یار ہما آجا
 آجا ہمارے یہاں مہاں آجا
 بیت کہ کیسے مست کسی کی
 ایدوست کسی کی مست کرنا
 ہے س اوت گیو کے یرو
 اسے دل اوت تیرا کیا گیا
 ماہیں رہو میں سری لسا کا
 دسمیں سے لسا کا یں ا
 حد بیری یابل سے گی
 س بیری یابل سج یروا۔ دے گی
 حو محوں دست ہوڑاٹے گا
 حوں اگر مجھ سے عشق کرے گا
 حوسرے میوں کا حوڑاٹے گا
 دہری انکھوں میں کالہ ہوگا
 دودھ دی میں اما کسا حو
 جسا ہی یاسپ دودھ دہی کسا حو
 یہاں کچھ دے کوٹھی ماسا
 ست کوٹھی میں لہری میں حو حو
 مہارے ہی اویرو ہوسا حو
 ہارے ہی اویرو ہوسا حو
 یرگ حو حو حو حو حو
 اس کہ۔ حو حو حو حو حو
 میں تو کوڑوں کاڑاٹھاؤں گا
 میں حو حو حو حو حو
 دے لہری ہاٹک ٹھاؤں گا
 تو کھمے یلی کے یاس حو حو
 میں تو حو حو حو حو حو
 لو میں اشارہ کے مارے حو حو

کا کا کا نا تاؤ کا میں لاگو نہیں کاؤ کا
 میں جیجا کا ہوں نہ تائے کا (ڑھائی)
 مانگ آئیو پھلکا مانڈا یو تیرا پھوڑا ناؤ کا
 پھلکا حلا پسے آیا ہے یہ تیرا پھوڑا نائی کا لڑکا

مٹھ خٹوریں دو گئی دوارے بیلو کا پلہ کھوسے سے ہے ہماری چادر کا
 میں سے معتوق کے مٹھ کو چھلس دوں گی جلتے جلتے میری چادر کا پلہ کھینچتا ہے
 ہے رے موسوں نے کے ستم یاڑے گھاگرا کاٹ گھیرا سدر کا
 ارے رے چو ہوں نے کسا ستم ڈاسے ہوں سدر کا گھگرا کاٹ ڈالا

ہوڑ کرے پیٹ محوں ہت تری دا کی لویج باھ ہتکڑی ساٹھ مس کی ماڑوس کا کڑا
 محوں آجاری سراہی کرہ ہت تری ادی کی دم باہے باھ کی ہتکڑی ساٹھ مس کی چوڑا کڑا سوکا

لارے کلاڑے کے پھول سراب سیسا دے جیسوں گڑاب
 اسے کمال کے لڑکے سراب پھول بلائے سیشہ گلاب کی طرح سج سج جگہ لہا ہے
 یاؤں مانگ کا کھ میں جوتی ایسی دارو پیو راب
 بادیر گڑھی اور سرر حولی حاب اسی شراب پی جاپے
 کاڑا کا پھر حسیک کحات دیجی روگہ نہ چھوڑے مات
 کالا کار عشق مد داسا ہے مدں کے درختاں سے ہیں چھوڑا
 دلیرا سر سہرا مانا ہو چلو رے کھائیو جیڑی رات
 دلیر کے سریر سہرا مار ہو کھائیو جیڑی رات پیڑھی سج

یوڈھا لوسو یا نی لوسی ٹھاسے رسے پڑھے ہاتھوں ہاتھ
ٹھا لوسو ٹھا لے رسے پڑھے ہاتھوں ہاتھ

کرے ری جمد کی راج ادھی ٹھلی ادھی میماج
اوجاری کی لڑکی سو راج کرے جیدوں میں وہی ٹھلی ہر وہی میماج ہے
سوج مارے۔ عے اڈالے عد لگ رہوے کوٹھی راج
عیش کرے را اڑالے حب تک کوٹھی س راج رہے
یو دلیر جسم کا کھ کا کد ہیں نہ دیکھا ٹھکے راج
یہ دلہ ہمہ مجلس ہی رہا کھی اس کے ٹھکے میں عہ۔ دیکھا
چھورا رہو نہ میووری ایک رہے مکدم اتا کے ادا
کوئی لڑکا ہوا۔ لڑکی ہوئی مقدم لسی توہری صاحب کے ادا ہے
کدے رسے مارے ساکھی راج مدے کرم کی رکھاں راج
ادھر راج راج ہارے کرم میں کما کھ ہے
ا کے رد کر اس کول عرواں دل کوٹھے راج
ماہ اچھلو کھا کھا راج اپ کوٹھی راج سے سر ل
ایسی روناں کھا کھا کر اچھلو حامد ہر اچھری کلا راج
کے دلیر جو ماہ اچھوٹ جیسے ہرں قلاپ ہرتے ہیں
آ عرواں اسے دلہ جھوٹ ساک سر پر اردو جوتی راج
وہوے لہ کی دیاڑی لویج سر۔ راج جو۔ نہ مارو
سد سسل دانی دم لاگے ٹی سہاڑی لویج
ٹری سہانی معلوم ہوئی ہے

بچاں پر بیٹھ کر کوئے اڑاے
 گریہا بھیری اور ساندوں کو بھٹکا یا
 سب سوں پھیلے یہ موصل چنڈ
 کرس نہ کھیتی بھریں نہ ڈانڈ
 س سے اچھے موصل بند
 نہ کھیتی کریں نہ ڈانڈ بھریا
 میاں تیرے بڈے بلوک
 ایاب میں ماں میں دو ٹوک
 میری آنکھیں سڑی ظالم ہیں
 ایک اتارے میں دیکھ دو کڑے کر دیتی ہیں
 گورے گال مکا کے پھلکا
 بھقاں دیکھتے دکھا گئے بھوک
 گورے گورے رخسارے کسی کی روٹی کا پیڑ
 پادوں حق سر پایاگ
 پادوں میں جو ہیں سر پر گڑھی ہیں
 اسیں ڈوے مہارے دکھا
 کے لاگو ہاگ میں سواد
 ہمارے اسیں ڈوے ہوئے ہیں
 پھاگ کے مہر میں کما مے کا ملہم پڑ
 چنے کا کار، اد ٹری حوار کی روٹی

دو میاڑہ - یہ وہی مشہور و معروف رومسار کا طرہ ہے جس کے پھر کتے
 ہوئے لیجئے آشک رماں روحہ اسم ہیں جو دربار کمری کی ریست اور ماد تاہ وقت کی ہر طرف کی
 دلی چہاں اور لہریج ولساط کا ٹکڑے دار کتہ اصل نام ملا عبدالمومن تھا خاک پاک دلی کے رہتے
 والے تھے آپ کا دلی محمد نام تھا، طریقہ کے نام دلی سے لہرہ دتے تھے ترکی حاسی سولی رماں
 ہمایہ تا ابھی جاتے تھے۔ مگر پھر اور بہر ریست اسکا رماں رماں لہی کا راں لیجئے تاہ علوم اور
 تمام دھاکل اسکا رومہ آگئے تھے کوئی ماس بولی کسی کوئی سترا، مگر کہ نہ بولی کر لیجئے
 رنگ حاصل یہ دہ سال کر ان کو دیکھ یہاں سے ادا کر مارا کہ ادا کر دے مرزا با
 اکبر کے جلس حاسر تھے۔ مدکم ماس راجہ سر طر سے پیسے نہ لگے رہی لگی دو، راجل ا

جیتتی ہوتی ہوئی پھینچیاں کہتے کہ راجہ صاحب اور تمام سے واسے ہوٹ چاٹتے رہ جاتے
 تھے عرصہ دراز تک ممبھ میں مقیم رہے۔ اور اصلی وطن آنا و احدا کا بھی تھا۔ وہاں کے
 پوچارپوں اور پٹنوں سے ہمہ سانسہ اور گفتگو جاری رہتی۔ اسی وجہ سے وہاں ہندی
 میں بھی شاعری کرتے تھے۔ مگر بیشتر مکہ سخن کی حدی میں اتفاق ہوتا تھا۔ ابوالفضل سے
 مشورہ سچ کرتے تھے آخر عمر رہا ہڈیا جو روح قصہ جیسا سیر صلع بھوپال میں ہے
 دارد ہو سے۔ کسی سے یو جیھا کہ اس سنگ کا نام کیا ہے خواب ملا کہ ہڈیا۔ کہے گئے کہ
 سر اس دو بیارہ ہڈیا سے کلک کیاں جاے گا۔ اور آخر کار میں یو بدھا کہ ہو سے
 ملا صاحب تصنیف تھے اور کئی کتابیں اسے یادگار ہیں۔ جیانیہ اتراک عالمگیری امت ترکی
 ماری کے لطائف۔ الرامہ۔ المامہ۔ سب ملا جی کی تصانیف ہیں۔ اگرچہ اردو مال ہیں
 ان کا نام ہوا ایک امر یا اریاس ہے مگر محترمہ کروں میں یہ سمر ملا کے نام سے ملے ہیں
 اس ضرورت میں سوا سے لکھنے کے اور ہمارے پاس کیا چارہ ہے۔ اس لحاظ سے کہ عہد
 اکری میں شاہان داس کے ماں اچھی حاضری اردو رائج بھی نقل کرنے میں مال بھی ہیں ہے
 وہ کورا کورا لڑکا ماس کا طرح کورما
 ستوجی یہ لڑکا ہے، مگہ ٹکلی ہاتھ ل کر
 ا۔ ر۔ کیا کرا، راج جی کے جھے
 دو بیارہ ار دل و حاد ار مال پڑا۔ اسم
 یا پیم رما، ک جاکھ بیٹھے
 دور بیارہ کی دلداری کر۔ ہے
 دویا داس کاں ہر یا پیم کر۔

۱۹۰۲ء کی لاہور میں محمد نام ہے۔ لاہور سے کہہ رہے ہیں داس کاں اکبر میری میں اس

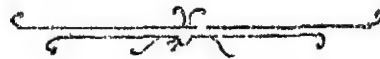
اے شخص میں اسے حیدر عندیپ روغیاں رنگ میں تو تبسیر اس تھے
 قدس یا اگرچہ مقابل تھا تلخ کام شیریں مایوں میں اگر بھر بھی اس تھے
 تھا حامہ ریسوں میں تو کچھ سوج کچھ ٹوند یہ سچ ہے دھوپ چھاؤں کے آفتاب تھے
 تھا مذکرہ رپورٹ کا دہسکی کا زمیں میں گو مست جس صورت کو یہ تراب تھے
 ٹیکسی تھی لیڈیوں کی کمر بھی خوب وال گنگھی ٹٹوں روں حلقے لاجواب تھے
 کرتے تھے جس کی ولایت میں کو رستیا بے پردگی کے ماب میں لیکر جاتے تھے
 داؤے ہوئے تھے رنگ قدم و حد میں حلو میں ہر طرح سے لہو گلاب تھے

وہ لوانہ طالب علمی نام تھا ماس میں قیام تھا۔ اور یہ نمونہ کلام ۱۹۷۱ء ۲۸ ستمبر ۲

بک مدہ رتھا۔

ماہ سے دامنوں کا ہے آپ کی ہر کاری سوئی سے بچ کھڑا کر کے مجھے اازی
 محکمہ حیرت سے لڑائی کیلئے چھوڑا گیا گالیاں دیئے ہیں وہ جس کی ہر ماری
 ہو گیا نارال کو اس نے جس پر جس سے سوا خونہ کسا تھا کما سسہ ہے اسے ساری

۱۔ ۲۔ کا کیا دعویٰ ہے آپ کی ایتنے ہوم کے دم یا میں مدہ سیر ہو



سرف الہندی

ڈاکٹر نام ولساں معلم میں صرف اس معلوم ہو سکا کہ کوئی صاحب راہیور کے
رہتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ہی ایک صاحب سے یہ دو شعر طیفانہ سنائے
اور پھر جیسی گنگے میں کاٹھن علی علی علی
خاکا ہے یہ کہہ کر اسے مارے گئے

ڈاکٹر نام ولساں معلم میں صرف اس معلوم ہو سکا کہ کوئی صاحب راہیور کے
رہتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ہی ایک صاحب سے یہ دو شعر طیفانہ سنائے
اور پھر جیسی گنگے میں کاٹھن علی علی علی
خاکا ہے یہ کہہ کر اسے مارے گئے

ڈاکٹر نام ولساں معلم میں صرف اس معلوم ہو سکا کہ کوئی صاحب راہیور کے
رہتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ہی ایک صاحب سے یہ دو شعر طیفانہ سنائے
اور پھر جیسی گنگے میں کاٹھن علی علی علی
خاکا ہے یہ کہہ کر اسے مارے گئے

ڈاکٹر نام ولساں معلم میں صرف اس معلوم ہو سکا کہ کوئی صاحب راہیور کے
رہتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ہی ایک صاحب سے یہ دو شعر طیفانہ سنائے
اور پھر جیسی گنگے میں کاٹھن علی علی علی
خاکا ہے یہ کہہ کر اسے مارے گئے

حرف ال معجم

اگر رتخ کر یا نام خطا عاری آوار یا لاری عاری اما و صلیح یہ رکھتا ہے۔
 ہا بیت یا نہ لیس و حیدر حوت و صلیح و لیس و صلیح یہ رکھتا ہے۔
 و لیس مس فریب قر سار و رانہ ملاقات ہو کرتی تھی رکھتا ہے۔
 دو لول رنگوں میں مہر کرتے تھے۔
 اور پھٹکے میں سے ہدیتہ پاکہ۔
 جھٹکسا پانی حانی تھی۔
 شام میں عمر ۲۳ سال۔
 او ایسا ہو گیا۔

۱۱۱۱ د ۱۱۱۱
 ۱۱۱۱ ۱۱۱۱
 ۱۱۱۱ ۱۱۱۱

۱۱۱۱ ۱۱۱۱
 ۱۱۱۱ ۱۱۱۱

۱۱۱۱ ۱۱۱۱

حس کے حاصل ستاروں کو بھٹاتا ہے
بھڑکے کس کام کام کا کھوتا مٹی صوفی
بادہ تندرست ہے جھکوز زیادہ ذکر
کوئے ٹٹیکہ میں دیتا چو تازی صوفی

کام آتا ہے نکیرس کا پیرہ ذکر
نہیں رہتا کسی مردہ کفش چو کاخوف
قابل رشک سے آزادی مار گیسو
زیسیروں کا کوئی ڈر نہ کسی در کاخوف

سکال کوئے جاننا اب کٹھکے ہو گئے ذکر
جودر ماؤں سے بچ ماتے ہیں یہ ٹانگے پتیلیں

فوج حکیم منشی محمد اسماعیل خاں نام ہے۔ دہلی وطن ہے۔ ایک سالہ میں محلہ
بیان گنج دہلی میں مطلب کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد لودھی سعید الدین احمد خاں طالب مرحوم
کے بال اہرم ہو گئے تھے اس کا معلوم کہاں ہیں۔ پہلے افضل الامار میں اس کے مصال
طریق صمیم کے بکلا کرتے تھے۔ اس میں بھی طرابلس کا چٹخارہ ہوتا تھا۔ عمل میں بھی طرافت
شامل کر لیتے ہیں۔ اور دونوں رنگ ملا کر سامعین کو جھوٹا کر لے ہیں مسئلہ اس میں دلی کے
معتمد ستاروں میں سے ال کو دیکھا تھا اس وقت پچاس پچاس برس کی عمر تھی انتخاب
کلام طرافت یہ ہے۔

نگہ میز بکسار دے مجلس جھمکے جیسے آ رہا ہے
اُجکا ہے اڑا ایسا لگا کھنگرے مینا
شراب پاک و کدور دریا پائینگی
کہیں جنت ہو و اغدا تری ہشیر مینا

صدا۔ جو خواہش اور کچھ ہوتی تو کیا ہوتا
درائے ایک بوسہ یہ تمہارا دم کھلتا ہے
سجوں میں کھی رہے ہم رہ رہا
یہ آئیے ہی یا لوں کہ پالوس ہو گئے
میں نے کھائے کھر سے جو اس سحر میں پانڈ
چھلٹی سے ماؤں ہو گئے اکیلا ایک سر کا پانڈ

جلی کا یاٹ ہس کے پھر اس پر راستہ
میں سے ٹھکسی کا مری پر وہ کھل گیا
سوں کی جستجو میں بوجھانی بہت سی خاک
صد تشکیر یا مروت عوث قتل سے
جاندی کی ہری لاکھ کرن ہیں میں مذبح
معاں میں کہ میں کھول رہا ہوں کے یاؤ

ذکی - کھنڈے کے پہلے ہلے ہیں۔ غالباً مولانا انوار مرحوم کے شاگرد ہیں۔ طراست میں لکری
ہر کار رنگ شامل ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی سائیت ہنر کے والوں میں شمار کئے جانے ہیں خصوصیت
سے ٹیپے کا انداز ہا ہی سہی ہر لفظ کی لکیر مدہ تصویر کھینچ کر دکھا دیتے ہیں۔ توحی مصاہیر۔
صعانی رماں و عیرہ آپ کے کام کا جو سرا علی ہیں۔ راقم الحروف کے دوست ہیں۔ عرصہ سے
مستبیر لیتاں اور گاری دلی میں قیام ہیں اس کتاب کا نام یہ ہے۔

دھڑک ہو گی نہیں راسیہ سمجھا دیجئے
لہبہ ریتج کی اللہ میں تھیر جاؤں
دی ہے سومتہ حساب یار کو بیٹی میں ہے
س کہا میرے ہیں میں لیتا حایاری
وصل ہو جاے حیر اس لئے کرنا ہو قوط
لے دکی گر گئیں رلے سے حواں کی لکیریں
گالیاں دیتا ہے رور کا دریاں ٹھکو
دیکھئے کو حوٹ کھول بھلاں ٹھکو
ت کھلائی ہیں کہیں دھیلے کی کھٹاں ٹھکو
کہا لیلی نے کہ بھی یاری گی اماں ٹھکو
ورہ ٹھیک کا بھی ہیں اللہ ماں ٹھکو
لڑاے لکائے حار گلستاں ٹھکو

تسا حکم حدیں لیلی کا سار ماں کے لئے
ہ آیکے کس لئے صیاد مالس خیر ٹا ہے
نہا دے جسے جسے بھی ہیں یہ کہتا تھا تیس
کہ کھیا حلد کل چل حشر کو ہا کے لئے
ہ کو سس میں لھا میرے سال کے لئے
دو روتہ تو رہے جانے ہیں ماں کیلئے

کھلاکے قفس کو میلی نے اور الٹی دی کہ ہوگی فاقہ سے لیجا یہ اپنی ماں کیلئے
 یہ حال سے تیرے کتے کا انتہائی عالم کہ کتے لاس یہ لڑتے ہیں استخوان کے لئے
 اس پری کی محبت میں گھوم جاؤ غیر کہ میرا باب بھی لڑو تھا تیری ماں کے لئے
 کسے لگاؤ کے تم تیر مر گیا عاشق وہ فاقہ سے ہی اب جلیل جاں کے لئے
 اے حال حال تناسے گیسہ کہ سرگئے وہ کول سے گدھے ہیں جو کچھ پیٹ جگئے
 ہلاطم میں مباحی ہے لوسوں کی آر د سدا کھل کے رہ گئے تیرے عاشق ہو گئے
 سونے میں سے گیا کوئی رقص تراش کے وہ ٹیسے درگاہاں ہوئے تھیں کتر گئے
 طفلی میں کھوہ کیا کہیں عاشقوں کی ہر روؤ گئے کہ میرے کھلوئے گدھے کے

ذلیل - لہ مارا م تھا - میرا سلیمان شکوہ مارہ کی کسر بھی ہایت موج یز طبع
 سحر گونی کا شوق تھا - مگر خلص کی رعایت کو ہیتمہ مد نظر رکھتی تھی - یعنی رختی کے فتن شکر کستی
 تھی دو شعر حراف ہیں نقل کرتا ہوں -

مٹے کی بھی سنی ہیں مارح کیا ہو ایسے لڑتے چہ دم کہ اُترانی ہوں

منے اللہ رکھے اپنی اماں میں مرزا ہمسی یروں کو بھی دیوارہ سلیمت ہو

ووقا - سادہ دو قار کے مشہور تھے سادہ ہے کہ سارس کے رہتے ولے تھے بخار و
 الحال تھے عار سے پہلے طرف الدس احمد کے یا سا یہڑ میں آکر رہتے تھے - ایک سے تعزل کا
 ہے - اسے نہ دوس کی ٹر سکھے یا طرامتہ حایئے

سنے ہام کے ہیں یہ سید پیرت کسی در کے
 ہم ماٹ کے روڑے ہیں ادھر کے کہ اُدھر کے

دوقی - یہ عبدالواحد نام تھا و دوقی تخلص سید محمد اشرف سدر گاہی کے صاحبزادہ تھے
 بگرام وطن تھا۔ ہایت شیریں کلام - اور لطیف الطبع تھے۔ ان کے والد سید محمد اشرف صاحب راہبوں
 کے جو لڑائی لاہور میں تھا حاکم تھے۔ اتفاق سے وہاں کے کچھ سرکش لوگوں سے جنگ ہوئی دوقی بھی
 وہیں تھے اسی باعث سے اس معرکے میں شریک ہوئے۔ اور اسی موقع میں تاریخ ۲ محرم الحرام
 ۱۰۸۵ھ روز جمعہ بعد نماز عصر لڑتے ہوئے مارے گئے۔ مولف حجامہ جاوید نے غلطی سے
 انھیں کو راہوں کا حاکم لکھا ہے۔ مگر دراصل یہ حاکم تھے جیسا کہ تذکرہ سروآرد کی عبارت
 سے ظاہر ہے دوقی مرحوم ازہ و فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور میں اشعار میں ایسا تخلص اُحد
 رکھتے تھے چو کہ شیریں کلام سے ان کو ہایت دوقی تھا اس واسطے اسکی تقریب میں پورا ایک زبان
 کہہ ڈالا جو شکرستان خیال کے نام سے آج بھی ملتا ہے۔ اریں غزل روائی ملے۔ تنوی
 عیس۔ ریح سعد دیرہ مساکین موجود ہیں۔ اریا یک شعر سے الاساطیر الطبع کے کلام کا مرآۃ
 ہے۔ جسکا انتخاب ہدیہ ماہوں کیا جاتا ہے۔

آیا بود تو اصرار صحیحے نما کند	آما کہ یردہ از نوح لور یہ واکند
لارم بود کہ حق غریبی ادا کند	مال از تور ہر مژدہ استندہ کند
اہمال در تادال فرنی پرا کند	در کار حیر حاجت بیج آتخارہ کند

یہاں رہیم بدہ لعل آسما کند	اخیار از شاخ در ستار جدا کند
مار و گرہ کیلہ بدام جہا کند	کیبار یوست راز سلق رکشدہ اید
رکام دل رحمت بردار ہا کند	ہر گام آن شدہ کرا میراں انہرا
بو تفس لید و غلص جو را وعا کند	آوردہ ام بر سے شہا شہرتہ امار

شیریں سعدی و اللہ فکر شدہ گر - ختم شدہ یہ رعوں شدہ گر

چیناں راوشا دست کی دامنش میں ماشر و سکر حبیم سترندے گر
حکوا لافرو دے مداح اس ہمہ قوت دوقی ہمہ احرامش برابر سترندے گر

نقل گیر بر ماں یکدوسہ چایچ و شق ریزہ قند در دہاں یکدوسہ چایچ و شق
در قیوح لور کس شتر مستند تقدما نکلاک چمچہ نزل راں میاں یکدوسہ چایچ و شق
میدہ لفر سہ را اگرچہ نقل گفتہ اند ایک مدائشہ ریاں یکدوسہ چایچ و شق
سناہا سلام گفتہ گرفتار کمال سوتی دوسدو ہم بے کسی یکدوسہ چایچ و شق
صحن میرانہ عھد و کاسہ پیرانہ سبب شیر حوسہ مایدم بھال یکدوسہ چایچ و شق
مصرعہ لھر اطمہ دہ چوش است دوتیا خررہ لے خوش خاں یکدوسہ چایچ و شق

نہ سہاول ردوقی ہمہ بیتاب می گردد کہ از یاد راجی عوچ و تاج می گردد

پہیں ہر سوسہ حیاتی نہ دیدہ ہالہما کہ سے وصال شکر حالتہ را لایستہ
عرض ہر موسم رسالت اولاد ہندی آت دگر نہ ایسا ہمہ تہید مروت مار لایستہ

چراہہ نیشکر ارمی بگرد مالہ کہ آل او ہمہ مقبول آمدہ و منظور

در تہاے ملاقات شکر لے دوقی اب گردید دل سیرہ الفت ہو گند

حرفِ رائے محلہ

راحت۔ دہلی کے کسی نامعلوم ریختی گو کا تخلص ہے۔ مادہ خود تالاسی حال نہ مل سکا
کلام مل گیا۔ جو حاضر ہے۔

حسے وہ ماسکا سخیلا دل کو ہے کھایا ہوا
انگ لگتا ہی نہیں گویاں مرا کھایا ہوا
میں ایسی اڑی جو ٹی نہ تھک کر آئے
یہ مردو انگوڑا تو لٹھ ہے گوار کا
رد و گی تم تو وہ آجائیکا بیٹا پھر الھی
تم جو حیکی ہو رہی ہو لکے جو اچھ گیا

رد و دھ لیے کا ارادہ تھا خود ڈایا تھا ہاتھ
لوری لی انگیامری دکھو مے ہر کی بات
جو روٹی میں اس کا کچھ ہیں کرتے خیال
گھر میں آکر صاف کہہ دیتے ہوں ماہر کی بات
گو گئی ہری کب تک لک لگو سی ٹھی رہا
سہ کی باتیں سوں ہے کہ میں لوری بات

لونی پو آں والی ہو کر لال جوڑا سوں میں
ٹھک تو کھی یہ بڑھایو چلا آنا میں

کھلا تو تیرا ہونی یوری آرزو تیری
دھکا مالال سا بیٹا جی سو تیری
لحاظ آیا کسی کا نہ ٹھک کو عصمت جان
علام سے گئی پکڑی حمیں تو تیری

یہیم۔ ایک قیم ریختی گو لکے جو ولی اور رماں کے معاہدے تھے۔ حریت المسلمین
فی شغلکاس المعلوم میں انھیں ریختی کے طر کا مختصر اور نوہ بتایا گیا ہے۔

اری ماواں میں اپنے سخن کو کیوں بٹھایا ہو
 رشتہ کار یہ کہ جو چاہے کسی نے دوق پایا ہو
 بہت کچھ ایسی ہیرو بصیرت والی کہتی ہیں
 سکھ کو رات ہوئی ہے یا نہ کو جو بھایا ہے

رہنما۔۔ خیرات علی نام بھا۔ یہاں کے رہنے والے تھے مگر عمر بھر دلی میں میام اور
 مقام رہا رہایت تنوع رہا دل طریق الطبع تھے بات بات میں لطیفے اور چٹکے کہتے تھے
 خود بھی ہنستے اور سننے والوں کو بھی بہروں ہنساتے۔ عرب کوئی کا شوق تھا۔ میرمنوں سے اصلاح
 لیتے تھے۔ مگر طریقہ رنگیں اچھی مامی دست نگاہ رکھتے تھے۔ مگر اکثر شعر عربی اور جنس کے
 درجہ تک پہنچ جاتے تھے۔ یہ حد تعریض حالات کے ایک قدیمی قلمی میاں میں نکل آئے ہیں
 سے نہیں۔ اور غیر مدب دووں رنگوں کو چھوڑ کر یہ شعر جو طریقہ لکھ جاسکے ہیں اہاں کر لے

نادر کہ سمجھ میں احقر شمار ہو
 تمام حراق در کا تب جو کمدار ہو
 رسوا یہ لیس دیا ہے تو کیا ہوتا
 دل ایسا انکو نقد دیں دوسرا دھار ہو

منزل کی بھی دست دراری ہو تو کون
 میں خود تری ریلوں میں گروا رہا ہوں
 تیرے تو نہ بچھے تھے سیاہی کے گھیر
 کچھ اوٹ سے کم حضرت راہ بھی ہیں لیا
 میرزا کے سلی کوڑا ہے گا ستر
 اسی سی کسر ہے ہیں کوہاں کمرہ

رہنم۔ لکھنے کے ایک فالو اور طریقہ کا کارفرمی مخلص ہے۔ جس کی قابلیت اور استعداد
 علمی رہایت محض ہے۔ طوطا صرف طوطا نہ کہ محدود ہیں بلکہ اس سے گریہ کر رہا ہوتا
 کی حدود میں پہنچ جاتی ہے یہ ہے یہ اصرار اور اتھار چیدہ تعریض میاں جاسکتے۔
 لیکن اس کے ساتھ ہی معروا دیا کہ نام یا صحیح یہ ہرگز نہ لکھا جاسکتا۔ کلام ہی مست کم
 دستیاب ہو سکا۔ کیونکہ ایسے اشعار جو صاف سے طوطا یا زیادہ سے زیادہ چل

تک ہوں ان کے یہاں بہت کم ہیں بلکہ کچھ اس کے واسطے گرم مازاری اور یاد دہانی ہے۔ ہر صورت خوشنظران اسقام سے پاک ہیں اور محکمہ مل سے ہیں وہ رچ کر تباہ ہوں۔

ہارک را بیہ علیہ ہنگہ راویشو کا کھنسی ہیں اور وطن حساب اور افاقہ
 ان کی والدہ ہوتیں وہ نہ عشق مرا حد دراز کہے عمر ان کی مانی کی
 ٹھلائے پھرتے ہیں وہ بیٹا چھوٹے سے درای گوشت کی کوئی ہے یہ گرائی کی
 گر رہی ہیں شہساز کی گھڑیاں ادھر رہی ہے سلاخی مری میانی کی
 شدت صعب کا کیا ذکر کہ اگر نہ شرم چارہ سار آئے مہارے سے کھڑکے نہیں
 ہے سر ہا کا اٹھوں سے میل ہو کر کیا اٹھ میرا رہم اپسوں کا دعویٰ کریں

رشتہ کشک۔ ان کا میر علی اوسط امام تھا لکھنؤ کے ہایت مشہورہ معروف شاعر تھے
 تاج امام حق ناسع مرحوم کے ہایت تیار سا گرد تھے راں کے روبرو مست خلق تھے۔ ایک
 لعنت ماں کی ترتیب دی تھی مگر اس کے وہ مار تیر۔ ہو سکی۔ دودو بان عظم گرامی
 عظم سارک غدر سے بیشتر طبع ہوئے تھے اب کیا یہ ہیں۔ میر سکوہ آمادی ان کے
 ارشد تلامذہ میں تھے رشتہ کشک بہشتہ ۱۲۸۰ء میں لمر، سال انتقال کیا۔ اگرچہ نہایت
 متین اور ممد تھے۔ مگر ان کے بعض شعر طراوت کے بھی یا بے حاشے ہیں۔ اسکی وہ
 صرف ہی معلوم ہوتی ہے کہ اسوقت کے لوگ قنات کے ساتھ طراوت نگاری کو بھی
 شامل رکھتے تھے۔ جو شعر لکھے جاتے ہیں ان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نادانستہ
 طراوت نہیں ہے بلکہ قصداً اس طرف قدم بڑایا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز نہ لکھتے

جا دل الماس آستہ ہو مگر رفقت یار میں ملاو ہیں
 میرے کھانے سے کیوں چلکے کتا یاد رونی ہے ماں یاو ہیں
 اور کیا ہے ترا لٹاب دہیں اگر قصداً جو او ہیں

اب کے حارے ہیں درالہ دآہ
اس طرح کا کوئی الاؤ نہیں
یہ رہیں غل وہ ہے اسے رشک
حسن میں درہ کہیں بھراؤ نہیں

اسے مایہ حیات بھی ٹھکڑی ہے
یہو ثاتری رکائی کا توڑ نہ کہ نہیں
یار یہ گورے ہیں کہ مرتے عدائے
نگلے کی کال پور کے گورے کہ نہیں
سدرۃ لاغل سار کسی طریق الطبع نے سرستاہرہ یا ستر فضل رتاک کو مخالف کیا
اور یہ شعر پڑھا۔

چھوڑے دور سے دکھاؤ نہیں
رشک میٹھا ہے بس ملاؤ نہیں
سے والوں نے وہ محکمہ اڑایا کہ محفل عشرت گونج گئی۔

رفیع الدولہ۔ دکن کے ایک خودسند بیوقوف رئیس راہہ کا تخلص تھا۔ اگر حبیب
اس کا تذکرہ کر یا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ مگر چونکہ تذکرہ روروش اور تذکرہ آفتاب
عالمیاب میں ماطوس کی دیہی کے لئے ان کا ذکر لکھا ہے۔ اس لئے اجتماع میں نے بھی
نہ لکھیں یہ لکھنے کو ترجیح دی۔ حسن راہہ ہیں انگریزوں نے دکن میں ریاست پر قبضہ
کر لیا۔ رفیع الدولہ کلکتے پہنچے۔ ان کا بگورہ روضہ اور دوسرے محرر انگریزوں نے
ان کی سجد دل دہی اور تعلیم کی اور معقول مشاہرواں کے اخراجات کے لئے مقرر
کر دیا۔ جو کہ ریح الدولہ کا مارع ملا ہوا تھا۔ ان کی دہی یہودہ اور لائی مائیں
حاری تھیں مثلاً آب حماں کہیں کسی جلسہ وحیرہ میں تشرکاء ہوتے تو لہر تھویر صدر
کی کرسی پر خود ہی رونق افروز ہوجاتے تھے۔ کوئی ٹرے۔ سے شادی ملی سلام کرتا
تو آب آکھو کے اسارے سے سلام لیتے تھے۔ پھر ٹرے اور مائے کے لئے ٹرے، ٹرے،
آدمی بھی اُس سے ہی حضور سے مارت کرتے اور جو کچھ اُٹھتا تھا دسرت لست لکھتے تھے۔

دوسرا خط یہ تھا کہ ہر سال مست ماحولہ اور روٹاں رگہ اصحاب کعبہ کی روح کو تو اب بولنے کے لئے تقسیم کرایا کرتے تھے۔ تیسرا خط یہ تھا کہ اپنے دیواں یعنی اپنے متنی کو جس سے اکثر ایسی باتیں لکھوایا کرتے تھے کہ تب الوحیٰ کہا کرتے تھے۔ یعنی اپنے کلام متر و نظم کو وحی اسکانی جانتے تھے۔ چوتھا خط یہ تھا کہ آپ تعویذات تھے اور کبھی بھول کر بھی موردوں پر مارتے تھے۔ ملکہ آب کے کلام کو رنگ طریحہ میں سائل کرے کی ٹپی دے یہی سہ کہ جو کچھ خود یوحا اُس سے صادر ہوا ہے وہ موردوں تک نہیں۔ بڑے ہیے والوں کے لئے ریحراں را کہسریہ انہوں نے حب ایادیاں ایسے ہدایاں اس سے ترتیب دے لیا تو اب گور و ریحراں ہر سال کو ہر شا بھیجا۔ اُن کے لئے ایک سامان تھوڑا سا اور مولوی سراج الدین صاحب کے پاس واسوکت ماضی القضاۃ تھے بھیجا کہ اس کا دیباچہ لکھو۔ پچھلے تقییل حکم کے لئے انہوں نے ہدایت لیلیہ اور طریحہ رگہ میں دیا چہ لکھنا چاہیہ قاضی محمد صاحب قاضی ناں تھے اُن اصحو کہ کو نقل بھی کیا ہے۔ اس سید شہر نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

اُنکی دالستہ مند ہی داد دا	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
ارد رقی و تخیلی و راقی و افسانہ	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
حم عدرا کہ ہمدادہ و ملک در	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
وسہو حلاج ہوا و دارا باختر گوہر	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
صاحبزادہ عجب مرشد و ہمال شد	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
سلاح جنگ کہ سپرد شہر آبد	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
صورت لور کہ ارمی و کلکتہ سیار	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا
رزانہ کلکتہ را آب لسیا	اُنکی دالستہ مند ہی داد دا

مہر کردہ عالم سخن گلزارے سناس ہمداد و ہمداد و ہمداد

رنگ۔ حریف خاں مام عرف مررار نیگیلے۔ تذکرہ خجانیہ میں ان کا ذکر
مختصراً لکھا ہے مگر یہ ذکر میں کیا گیا کہ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ صاحب تذکرہ
مذکور لکھتے ہیں: "استعداد علمی رسمی بہت تھیں طبع کے طور پر شعر کہہ لیتے ہیں جن میں
مستز مسخر کا پہلو مد نظر رہتا ہے۔ انتخاب کا ام یہ ہے۔"

سکول اختلاص دل ہوا جسے اسے دیا کا	سوف عاتقی ہے چاک کچے کھاں کا
چالاں تڑکیوں ستم ایجاد ہوگا	کیا خوں کا دعویٰ ستم ایجاد ہوگا
دارط میں ہوا ہے گا آخر کو گرفتار	حاضر جو عدالت میں تو حلا نہ ہوگا
نہ آنکھیں پر ہتھار ہی آگیتے ہو راندل	یہ لڑلاؤ کہ افیوں اس قدر کھاتے ہو کیوں
گھر بیٹھے دیدنیج کی ترے رکے بھیس	قدرت کے گھٹے گھر کے راجہ یا رہو
ہار یار ہو آج تلکری چٹا رنگا	سب یہ کہ تل رخسار کالہ کی تلکری
روشنی مجلس کے فہم کا سا اقامتی جی	کوئی گائیکے یا بی ہو گا دوسری تلکری

نیگیلے۔ محمد امین خاں مام تھا۔ جو سور کے رہنے والے تھے۔ مگر قصہ سے اپنے
چچا محمد جعفر خاں کے اس حویلی یوری میں خاریتہ رہتے تھے اور ان کی بھری میں کام
کرتے تھے۔ نیگیلے مرحوم اتراں میں اور عاتقاہ تاعی کرتے تھے۔ اور تخلص تھا
اور حضرت داغ دہلوی کو ایسا کلام دکھاتے تھے۔ ۱۸۹۰ء سے ان کو طرامت گئی کا
شوق ہوا۔ اور نیگیلے تخلص اختیار کیا۔ اس طرح کے کلام میں بھی فکر و سبب صاحب
تھی۔ سہایت ایسے شعر کا لیتے تھے۔ گڑبڑ امت ہی میں رہا قدیم بھی شامل رہتا
تھا ۱۹۰۰ء میں معقول عمر پا کر انتقال کیا۔ ان کے احباب نے ان کی یادگار میں
ایک ست ٹرا ستا کر کیا۔ اور اس کے اختتام پر ایک قصیدہ جو نیگیلے مرحوم کے
قصیدوں میں یادگار قصیدہ تھا۔ جو کھٹا وغیرہ لکھ کر شعر کو تقسیم کیا گیا۔ نیگیلے کا کلام

اگر بہت عالی یا یہ ہیں ہے۔ پھر بھی کافی دیکھ رہے ہیں کلام ہے۔

پیشی میں نہ اُن کی چھینٹ چلے یہ کہتا ہے
لے پھرنا ہے قاصی ہاتھ میں کنگیر میچا ہے
اگلے شیخ جی ہٹے کی اکثر متنبہ تھے میں
کیوں دیکھ آئے ہیں ہوتی ہوئی رخصت میچا
کمر دکانا مستی میں کھلا لنگہ مرک آیا
کہاں اگر کھلی ہے دیکھئے نقدیر میچا
کبھی ٹھٹھا اڑاتے تھے کبھی گود ڈھٹاتے تھے
حصص ہم رہ سچھے تھے وہ کلمے میر میچا
ٹراپے میں حوالی کا مرا ملا نہیں ہے
رنگیلے اب روج کو اب کر دو قیر میچا

لیم صبح کے یاوہی کیا دھڑکتے ہیں
جس سے حب تھے گیسو لے پھرتے ہیں
دہیں بہر قدم پڑا لیاں بنتے بجائے میں
ہیکر وہ سا حواہاں چہرہ نکلتے ہیں
تڑا کوچ بھی لک ٹھنڈی سڑک ہے سیرا لکی
رٹنا نکلتے ہیں کبھی رٹنا نکلتے ہیں
جٹاں اُن کی سزا اور اُن کے ستھیکے
ہتا سے دو گھروں کے درخت نکلتے ہیں
سارک پڑے وہ کو لکی لکی ٹھسکاں لکی
سچہ وہ چائے کے لئے سٹھکے ہیں
رنگیلے دوڑتے پھرتے ہیں کچے گول کرہ ہیں
اُنھیں تو دل میں بھی کھڑوں کر نکلتے ہیں

اے سہ سہ تہی صبر کیا کی جھپکار
دکھنا ہوں اُسے ہیں بھی تو ڈھٹا ہوں

رنگین۔۔۔ مراد سادہ مارچاں نام تھا اور رنگیں تخلص کرتے تھے۔ اس کے والد مراد
طاسب بیگ ساٹھ برس کی عمر میں روم سے ہندوستان آئے۔ او۔ ہندوستان کے قنصل
امداد دوسرا کی سرکاروں میں ملازم رہے۔ رنگیں کی پیدائش مصدقہ ہند میں ہوئی
لیکن انھوں نے لتو و مادہ ملی میں پائی۔ او۔ عمر پھر میں رہے۔ سیر و ساحت کا شوق ابتدائی
سے تھا چنانچہ اسی سلسلہ میں اکثر مشہور مقامات کی سیر کیا۔ ۱۰ سال کچھ حاصل۔ تھے

کبھی تجارت کر کے لیسراوقات کریتے اور کبھی لوگری اور لارمت اختیار کرتے۔ جینا پیر عرصہ تک
رراسلیاں شکوہ راہراکرتا فانی کی سرکار میں مہماہین کے ذمہ میں مسلک رہے۔

میں شعر کا متوق ابتداء عمر سے تھا۔ شاہ حاتم سے منور ہنن کرتے تھے طبیعت
ہمہ گیر واقع ہوتی تھی۔ میں عاشقاہ۔ ماصحاہ۔ نظر لیاہ۔ سبھی قسم کا کلام موجود ہے۔

ریختی کا موجد بعض بعض لوگ انہیں کو اتے ہیں مگر یہ بات تحقیق سے دور ہے۔ ان کی ریختی
میں حقیقتاً غور توں کی رماں اور رورملا حذامات و غیرہ موجود ہیں۔ جاں صاحب کے طرح

ہر سراپا آور ہیں۔ اور ہر فواہش سے گھر سے بوسے ہیں۔ کلیات رنگیں کا نام لورتی ہے
حسن میں حار دیواں موسوم بہ ریختہ۔ ہیختہ۔ انگیختہ اور دوسری کتابیں ایجاد

رنگیں۔ درسمسامہ رنگیں نامہ۔ مجالس رنگین وغیرہ موجود ہیں اور انہیں کے ساتھ لک
متنوی موسوم بہ دلیر بھی ہے۔ جو اسوقت کی بہترین رماں ہے۔۔ صرف رماں لک

اس سووی کا طر رماں۔ لہ۔ لہ۔ لہ۔ لہ۔ وغیرہ سب نامیں قابل داد ہیں۔ اور یہی وجہ ہے
کہ اسوقت کے تمام نامکمال شعرا نے متفق ہو کر اس کی تعریف کی ہے۔ بلکہ فرات سے

تو مصرع اربع یہ کہہ یا ہے کہ ہے۔ مدر میر۔ بہتر ایک دیوان انگیختہ را طراوت
اور ریختی ہے۔ اسکی صورت کوئی ربا و میا معلول ہے۔ جانتے ہیں کہ ان کے کا درجہ

اسس مارہ میں اتنا ہے کہ لوگ اُن کو نہ حد ماکہ تعلیم کرتے ہیں سب سے بڑی بات ہے
کہ وہ ماوردی کے بھی حد اعتدال سے باہر قدم میں رکھتے۔ اور اس صفت

خاص میں اسے تمام اندریاں متا رہیں۔ سعد الشارے ہی اگر طبیعت ہے کہ
یاقی تھی مگر سچ یہ ہے کہ وہ طر ایا یار تھی کے رنگ میں رنگن سے بڑھ نہیں سکے۔

داری مری حاد ہیں حال ہوتا تھا کا

اپنا کچھ پرستہ لنگوں ہوں دغا ہے

کس عہد میں ہوں رہتی قدیر کا

سہی کہیے جو کار رنگیں کی ماہر کا

ٹھیکہ طوہاں نہ رکھ جاہ کا چل دور دوا
 جھوٹ سے سمجھ کا تیری جا بگاڑ نور دوا
 ایک تو مشکل ڈرائی سی تیری بچا سی
 تیرے یوں گھومنے کیسے مجھے منت گھوڑا
 اس لگائے سے خبر نہ کھائے سے ترے
 تیرے تالوں میں لکھی پڑے ماسور دوا
 ٹرٹا رہی ہے تو کیا صبح کو کل رہ تو سی
 پڑی پڑی تیری کر رہی ہے مجھے جو دوا
 دوستوں کو مے دمن تو کیا ہے تیرے
 اور کہہ جا رہی ہے کیا ہے مجھے مہر دوا

رات مالتوں میں پہلی تیرے گہری آتا
 صدقے تیرے کسی ڈھکے اُسے لاری آتا
 سوچ اس کا۔ ہو کر ٹھکڑا تو کھیر کس لہو
 حاشی تو ہمیں کیا یا توڑ ہے ہمارے آتا
 آٹھ آٹھ آسور دلائی مجھے اس کی چاہ
 روڑے سے ہاتھ میں لے کر کھولے لاری آتا
 ہوئی جو ہو سے سو ہو صدی ملے گی ترٹی
 وصل کی آس سے زمانہ اس ہاری آتا
 اٹھتے ہی صبح کو اڑھاتی ہے تیرے کس کس
 کہو جس سال مرا میں تیرے واری آتا

جیل چل کر قسط صاحب میں چو لانا کھر چو
 دگا ماہرہ رستا ہر ہندو ہر ہندو کا
 کر دیں مراں میرے سوار کو حالی کی کرنی پر
 دگا ماٹھو سے آٹھ سکتا یہ سچ و فرس کا
 ہر کر سر کیا کر ماتہ تو جھیت ہنس ہنس کر
 راجی ہر نا ہے جھک کر دور تیری دگل
 حوالی سے دو چیل پیہ اگلی سب لاری
 وہ کوں انسان آخو سن ہیں لگے گھر کا

کل جو مغلانی سے پیکیہ مرد ڈری آگیا
 ہو گئی سب بچا دل سے گھوڑی آگیا
 رے گئی کھول کے تو تیرے دگا ماساری
 ایک کئی بیوت سے کو کچھ ڈری آگیا
 ٹھیکہ کچھ گھاٹ یہ رہت ہیں مغلانی
 ہنگام سے بھی ایسے دھوڑی آگیا

میدانی ہیں محبت دوانی آحب
اینی ہننی کوئی کہ ایسی کہانی آھا
ہاتھ ریتے ہوئے کسے ہچھلے کا دھ
دی ہے یہ کسے نگھے ایسی نشانی آھا
آل اس کے کہ جو دوسے لئے ہیں تھے
شکل لگتی ہے سڑی آج ڈرائی آھا
عمر ہے نگیں کوہ میل دیوئی اسکے پیچھے
محبت مراد ہوتی میری جوانی آھا

چمکا ماکو اور ٹھکرو دیکھا خوشی لے
تو بھر کیا گرج کر ہو اچھوت جوھا
عصہ ہے کہ رنگیں کا دل بھانڈے کو
یار دور کرتا ہے کر تو ت جوھا

دانی تھی چوٹی گھر آکے میں کل چور پڑا
ہوئی باجی وہ مل چو کے گھر مور پڑا
دل دھڑے چوٹی آئی تیسے گھر میں
کل دگا مائے آسے سے ٹرا سورا پڑا
کوٹھوں سے خود داتوے لگائی ہوئی
لاہتلی میں مری دیکھنے یہ چور پڑا
تیری خاطر کروں کتنا ہرنگا پارا
قہر اس مات کا لیکتا تجھے در کوہ پڑا

ہوڑا کو ایسے وہ آتے سایا ہے ہوک
کیا مری میرے دھڑے کاہ سما ماترا

تپ کو اس جتنی میرے غصہ پا لاکا
تھپکے چھپے سوہ دگا ماکامری کا لاکا
حصہ لہر کو کا جویری بھی حواں جتنی کے لہو
پیٹا اسے حسہ آگیا سہ سورا آگیا
کس ایسا ہر دو احسیر کہ اترا ہے تو
کوئی پیدا کیا نیا بھر چاہتے والاکا
اسے دو اکس سے کہوں گیں کی چوٹی لاکا
سیر دہلے میں اسے مات بگا لاکا

سرے گھر میں راجی آئی کسب
میں نگوڑی بھلا سہائی کسب

صبرِ اسٹیٹتی ہے وہ
 کل رانخی تھی میرے پاس کدھر
 سب کو لولی تھی چار یا تکی
 اڑھے میٹھی تھی میں ررائی کس
 پاس اُس کے گئی تھی دانی کس
 پاؤں میں میرے ہوج آئی کس
 اور مست گواہی تھی ملائی کس
 آرمی اُسے تھی دکھائی کس
 یمن حاوے گی یہ مرانی کس
 اُسے مسدی مرے لگائی کس
 دہڑی لیے کو میں اُسے کس دم
 کھا ماکھا یا تھا میں نے اُسے کہاں
 کی تھی تسبیں نے کس جگہ لکھی
 ہرگز آئی میں ہے ساج کو آج
 گودھ کر ہاتھ پاؤں میں رنگیں

بھسے ملے کار و ماچھے راں ہوں
 ناک میں دم تھا چڑا ہے حوائے آنا
 تو ہے لے دیدے گھر کوئی تھاں ہوں
 عشق کے مدین پھر سد مرٹاں ہوں
 اے دوا جاں کوئی ایسے کے مراں ہوں
 اٹھلا میں نے اُسے سخت کڑا ہے رنگیں

کھاتا نہیں ہے ٹھکڑ گوارا اراد
 ہر مائی پر یہ وقت پڑا ہے کہ تیرا
 حاکر دوا وہ لچھے کالاری اراد
 مٹس کے بھیجتی ہے سکاری اراد
 آیا ہر مادہ صاب تھے واری اراد
 کیا کس کے مادہ تھی ہے تو باری اراد
 مادہ ہوں جو کھینچ کر تو پکھیتی ہے وہ مجھے

رہ کر دیتی ہے وہ کھائے کو لڑکھٹے در
 کیا گئی گری ہوں میں ہی کہھاؤں ڈر
 آج سے میں ساہر اُسکے کھا اکھاؤں دریا
 اور ما کر ساتھ لیے اسکو لاؤں دور مار
 ہودہ دل یا چیں نہ پکھکرائی وہاں
 واسطے لیے کچھ اس سے تیں گانوں دربار

اُس نے ہمسائے میں اگر گھر لیا تو کہا ہوا اب اُسے آوار میں ہی ساڈوں دو دیوار
دلیر میرے منتہی ہیں نگیں کی ہمارے جہاں اُسکی سحر آئی ہوئی ہمدانی لگاؤں دیوار

کروں میں کہاں مکے اراستہ رور تمہیں جانتے ہیں وہی اراستہ رور
کہاں کہ سوں کاں تو اُڑے گئے تری سستے سستے حکامات رور
گئے ہیں یہ گھر میں سب جھگڑاڑ کیا کر رہ گئیں اراستہ رور

کرتی حالی کی تجھے بھائی ہے ہلکی ہلکی کیوں مے واسطے ماحی بے سلامتی سیوار
لودا ایک سچہ اندر سے احرار قادری آگئی تھی لودہ کے لائی سیوار
رکستہ سہ یہ بھی گئی بیول سست میں بے رگین بستی جو رنگائی ایتوار

ای سدی میں ہے چاہ سے حق حتی گوئیاں کی ہے سادہ سے حق
تیس دل میں کسی سے ملی نہیں ہوں طامات کاہ گاہ سے حق

وہ حرفے مے گھر میں تو جھجے حافے لوٹ عاؤں گھر اُسکے تو مجھے کئے وہ یاں بیع
دل کا بیت دی بھی کھت اُس سے آنا کیا بیع تو مال دل و ایماں دیع
آج رکیں لعل لالی ہوں میں دگر گھر سے کچھ مہیا ہی ہیں تن کا ماں دیع

ہلکاسات کا نہیں ہو کا دی رکھتی ہے گاہ گاہ کا متوق

اس مے نکھا کوڑا پیار کیا خاک انساں کی اماں سے جہاں ہو کا خاک

کتنی میں کتنی تل کی ۱۱ اڈیل ڈال
سوکھے میں مال سر میں گئے تیل ڈال
یار استبدادئی تو ہرگز نہ ملو نصیب
مدی کو یوں تو جائے تو کلاموں میں ڈال

سو تو کچھ کھوج نہی کو جو اس مات سے کم
لوتی مجھ سے دگما ہے بہت راستے کم
ماں کرتی ہے عین ایسے وہ جو یہ دوا
گات میری بھی راجی کی نیر گات کے کم
بھٹتا رو رہے رنگیں مجھے بی عام سلام
اد میں آگاہ ہوں اس جہد و کلا کے کم

کوئی میں کر عوس سی لال مرعیں
تھے دونوں دین میں بھر جائے آؤں

گر کے کی مجھے کچھ بھڑک کر ماحی تو بھر
ٹھنڈی کڑالوں گی میں ہاتھ کی سا جھڑپا
اس عوس باقی ہیں رنگیں کہ میں نے مارا
سہیاں رنگ کی ہیں ہار جھاری جو بڑیاں

تسقلیں یوں چڑیں لہر میں تہا ری گیاں
اد میں کوٹھے سے اس طرح اتار چاؤں

وں لوتی ہوں دل طرا حاک جاٹ کر
گوئیاں کی طرح جھاڑ کی سیل میں ہیں
ہیں درختیں بھری مری رگے گیں کوٹ کر
رنگیں تری طرح سے رنگیلی میں ہوں یہ

اس توتہ سے ہوا کچھ تپے رہ کر اگ لگاٹھ
تھر کیس ٹکی ٹپے درگاہ کی گوئیاں
ہے دل میں ہوں ایسے تو رنگیں کی ہوں ہے
جو ہنس ہے لد دولت کی کچھ ہا کی گوئیاں

لیسے جا ہی جو اس کو میسری
کچھ ہی اس سے بھلاکت تک ہوں میں

نیتنا ہے وہ سو سو مار آکر
بچی اس سے کھلاکتا ہے ہوں میں

خو ہوں تھی سوات ہوں کمارو
چلوے چلو میری ڈولی کمارو
بچھڑاؤ گری سے مرھاؤ ملے
لگے ٹکڑا لسی ہی گولی کمارو
مار ہوئے ہوئے دیکھتے تھی
کلمی سے مسک میری چولی کمارو
مرے مہر کے بس اڑاؤ دیکھتے
ساوہ اپا یہ بولی کمارو
اکسی کرے بھلے مالیں کللی
یہ جیسی رہاں تم لے کھولی کمارو
جو ہیں اتری ڈولی سے منہ دہی تھے
پٹائی مری سب ٹٹولی کمارو
درا کھڑ کو رنگیں کے خنسی کرو
یہاں سے ہے کیسے ڈولی کمارو

لو تو مہر میں اب لکھا جاتی کہ
سختیہ حم ہے لاو ہی میراں گئی
لے وہ آؤ گئے کیا ہے تائے کہا
مدی ہر گر میں سے ناکیں نکال گئی
ٹس سٹو یٹھی او ہی میراں گئی
مت ساما کھلو دو کا ماتے قربان گئی
سے تاکت مل بھی کچھ کچھ تھا
ہاتھ مٹی ہوں رہی بات کو کوئی نہ گئی
رہاؤں سے تری نہ جیساں رہی
یاں ترے آنے سے ناچی تھے میراں گئی
ہر کس کا اکھڑا رہا ہے
کچھ لو گھبراہی ہوئی مھرتی ہے اسان گئی

کل ماہ کی یاد آتی ہے
راجی روح کل حالی ہے
کوڑا حاسے مری اکھڑا کا
سدا کیوں ارا کہ میں آتی ہے

آں دل سے یہ ہمت دھرتی جاتی ہے
یری کالی اجی لہری جاتی ہے

میری جھو جھو کی جی کوئی ٹرام دے ستوار
لوچھ سے اسکے سمجھی وہ مری جاتی ہے
سائے سے مری کو کاکے سے ہٹ دانی
میری صورت سے وہ ہر یوگٹی مری جاتی ہے
میری پردا میں لگیں کواری آٹا
اسکے پاس ایک ہی رویری جاتی ہے

کل وہ لکڑ کر سد ہائے گاسا ہی ہے
چلنے لادے تو مجھے اسکی نستانی مادی
اور کو کیا کسی اونٹنے سے تھے دل کی گلیہ
لئے گرائس کا تو پیغام رانی مادی

اسا ٹرا ہی منسا ہے اک اسکی ناک پر
حتی ٹری دا مری انگلی کی پور ہے
حایہ کہ ہو گیا ترا میٹھا رس شروع
کہ کاکچہ اس دلوں تری جا چکا تو ہے

میں کو وہ ادڑ سے کی سس کل کی ڈھی
ماچی ٹھکے اور تھا ۔ مٹھا جمل کی ڈھی
بھیجا ہے کوٹ کا ۔ ڈو بیٹھے چہ خوش
اور آہ اڑا مٹھیں بسل کی ڈھی
گرہی کے مارے ناک میں اما ہے ہم مرا
آنا ادڑھا دے لائے کئی ہلکی ڈھی
رماس اسکو کہتے ہیں جی اس ہماریں
سر رہا کے ہولی ہے اول کی ڈھی
ہی نہ لکڑ کر کو سے کو کو دور
کوئے تک جو مٹھا کی ڈھی
کھاری نہ لگا ۔ لکڑ لگاؤں
سر مرے لٹری میں ہلکی اور ڈھی

صدا دیا مجھے رنگیں کے دام ہر حق
کئے آئی کرے اک مری دانی کی

نہ لکڑھی لو میں ہے ردوا اسکو کوئی
آٹا ایلی ہے حوس یو داکس دے
ریو کی کوئی ایکی رنگیں کی یہ ایجاد ہے
مٹھ چڑاتا ہے ہر لکڑا کس واسطے

سکلا عید کا جامہ جو گھر سے حکروالا نکلا آج کیوں نہ بھڑوں میں اپنی گلی اوڑھ لانا نکلا آج

مٹھکورو تاد پکھنکر لولی دداری ہنکر تیرے صدقے ہوئے مرعادوں میں جی بھار ہنکر

ہر بیسے میں کڑا ہاتے تھے مجھے بھول کے دن ہائے اسکے تو مجھے ٹل گئے سمول کے دن

اسکے یہ عہد ہے کہ حو مارہ وفات ہو تو میرے ادر تھے دو گادوہ مات ہو

دل ہو حوں اور حاکو بھاگ گئے اس تری مصی کو آگ - لگے

رو نلی سید محمد حس نام ہے تکیہ صلح راس بریلی کے رہتے داسے ہیں ہمیں ہی سے
تباہی کا توحی ہے یہ سادہ میں بوسے سب لغرض امتحان کے لکھو آسے تھے تو مجھے ملے تھے
اس غریس لغرض اصلاں دکھائی تھیں اس عرصہ سے علوم میں کہاں ہیں رہا تھا۔ اور میرا
دولوں رنگ کے تھرکتے ہیں۔ طبیعت اس متوحی ہے۔ اگر اسی طرح کہتے رہتے کسی وقت
مست اٹھا کے لگیں گے۔ جید شفر لھا۔ رنگہ کے مو شا درج کرتا ہوں۔

سدر عہد ہا ہے اگا طی بے کٹاڑی ہے رہیں ہو گئے گا آگے چلے گا گسماں جھاڑی ہے
حرم سے حج کیلے ہیں سحر عوں کی صدا ہے گلوں پر سیاہی ویرہیں اور باہو میں ڈاڑی ہے
گڈیٹے ہا سمول کا آج بکری گے وہ سادہ اس آس ٹھہیں ہا لہو میں کھاڑی ہے
وہ ڈیو ڈیو بھول کرتے ہیں کہے ماریں گے محلہ والے کہتے ہیں گدھا کوئی ہٹاڑی ہے

لہو آتی ہیں لو آماں کی ٹھکائی ہوئی ہائے دیا کیا کروں سری تو مولائی ہوئی

لے لیا میں کیا کردہ سڈی رچیا کے لئے
میری حوتی سے جو دھرتی چنگدائی ہوئی
لے لے دریا پہلے تو میٹھ کوئی دیکھے گا اگر
رکھی رہا نیکی ڈیڑھ ہی حور سڈی ہوئی
دو لٹا کھائی آ رہے ہیں لکھنؤ سے شام کو
ماچی آج آیا ہیں کچھ چکی مٹی سڈی ہوئی
سیریں سے کہے لگے فریاد کھیا ایک دن
یہ تو تیار دو کہیں اور تھی ہوا ٹھلائی ہوئی

کس کھٹے کسین ہے کسین مہا بٹھیں
حد ہر دیکھو ادھر ہی غائب ہیں

ریاض مسی ریاض احمد نام ہے حیراناد صلح سینا یور کے ہے والے ہیں
منشی امیر احمد صاحب امیر میانی کے تانگر ہیں اس وقت ستر بجتے رس کی عمر ہے۔ راجہ
کے حال پر ہایت عایت دہاتے ہیں اور میں بھی اُن کو عمر لہ رنگ ماسا ہوں۔ ریاض ایک
ردہ دل سیک طبع خوش و صبح الساں ہیں۔ آب کی شاعری رنگ قدیم میں مہات ہے
ملکہ میرے ردیک دار کے رنگ کو ریاض سے اچھا کہے والے تھی امیر احمد کے تانگر دون
میں مکر حضرت ریاض کے کوئی صاحب ہیں میں۔ محس ہے کہ یہ بات اُن کے لئے قابل احوار
ہو مگر بھر بھی رامہ اسکی قدر کرے گا۔ اور کرتا رہا ہے۔

رامہ حال میں شاعری کی دیبا دل گئی ہے۔ اور اس طبعیتوں کا رجحان اظہار کی
راس حسرتوں۔ ترکہوں اور سداوتوں۔ سو رنگدار عمر فطری کی طرف ریاہ ہے۔ مگر ریاض
کے یہاں قدامت کے ساتھ وہ اسقاط وہ متوجی وہ جگہنگلی وہ دل کستی اور ردانہ مصماں ہے دقتی
کی اظہار ہے کہ رامہ نے اُن کی شاعری کو حمزات ریاض مطاسات ریاض کے نام سے
تالیع کرنا شروع کیا ہے۔ اور آج یہ اُن کے استوار کی سوچی طرافت اسرہد کہہ کر اسے تذکرہ
میں ان کا حمزاتی ردانہ۔ معاملہ سڈی کارنگ لکھے اور اس رکزہ کے لئے اسباب کر رہے مرمور
ہوں۔ ہر حید لخص حضرت کے لئے یہ ایک حراک غیر مہمونی تھی تاہم اُن کی مکر مطاسات ریاض

مردی سے سہری تذکرہ کی ماکامی کا باعث ہوگی۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ریاض کی شاعری
 یہ سہرا سے قائم کی ہے اور یہ ضرور ہے کہ کچھ عشق کی تصویریں اُن کے ہاں کم ملتی ہیں۔ بلکہ
 اُس کے خلاف بعض بعض شعر غزل میں ایسے ہوتے ہیں کہ جس کو مداح لائق کا محرک کہنا
 ماریا ہے اور یہ اصداغی کے خلاف ہے۔ یہ ایک معاصر تذکرہ نویس کی رائے
 ہے مگر پھر دوسرے میں اس کا اشرار کر دے۔ میں راضی یہ کوئی الزام نہیں رکھتا۔ البتہ
 البتہ شعروں میں ان کی فطرتی توجہ نے اعتدال سے نامردم رکھا ہے اُن کے مہذب اور
 سہرا طوائف کے دائرہ میں لاتا ہوں۔ وہ ہوا۔

ر آیا ہمیں عشق کر ماہ آیا	فر سے عمر کھر اور فر ماہ آیا
یہ سہرا سے میں نہیں ہی یہ ملوئی کیسا	ہم اڑا اسے سدو اچھوتا کیسا
ماہ نہ چائے ہم حشر رہنے کے جس	آئے آئیے اے دعوہ فردا کی ما
دوسرا لا ماہ کی کس رکھ ساید	میر و مول کا ہے داعی سے تھا کیا
درا ملوئی کھینچے سے لگا لے اں کو	اں حسیوں سے کسی مات کا سکو کیسا
ترقی سے رہے رہے عشق پر آہیں مارا	کہ کس ہو تو ہوں تو کوئی ہر دور رہا
ر نہ صبح دل کے سکوا رہا تار	اں کا شکہ ارہ گما میر لکھا تار
دست بھٹک اس طرح اکے دے پھر اریاں	میں نہ گریا جدا میں ہوا مساحا تار
یہاں سے دے رہی ہوئی اک کہ الی وہ	ہم حقیقت سے کھنچتے تھے تہا تہا ہونگا
یہ دن چہرہ کا ہو۔ ہلکا وہ چہرہ ہو	اے محوئے کجھ اس قول قسم سے ہو کتا
عشق داراں کو کہیں آئے نہ رہے	یہ مسامحہ آج کا یہ کاروس کیسا
یہ سو کر دے سویتے تو تھی صفا	حسن نام دیکھنے کی ترگہ کہ لکھی تھا
یہی دوس اور تمام نہ فردوس	سکر دہنی کے یہ مرا علی کا تھا
سراں کے ار سے الگ رکھا لئے	اکیلا رہا ہے اک کا قاتل کل گیا

میرے گھر تزل تزل کر کے یہ ساماں نکلا
 بیچی داڑھی لے آرد رکھ لی
 آستیں قیس کی مرہاد کا داماں نکلا
 قرص بی آسے اکڑاں سے آرم
 حاکم رہ جائے گی یوہن جیہیں پر
 مرا بھی تلخ ہے کچھ بڑھی جو تنگوار ہیں
 کچھ اں کی ریت ہمارک کا استار ہیں
 بڑھاپے میں کیوں اڑی رگوں اسے ہیں
 اس بات قتل پہ ہیں کچھ اٹھی ٹپکی ہیں
 ہم گل جلاں کے ہاتھ کی کوئی رکی میں
 کہ اس کو تھیں سے ملتی ادب بھی تو نہیں
 کچھ نہ کچھ حصہ رہتا تو کھلی ناہیں
 ہاے یہ دور کی شکل اور یہ کاروں میں
 ایسے میں کوئی جگمگے جو آج سے نکلیا ہیں
 آتے ہیں اک رنگ لے لے جیاں کے
 یہ اور حشر میں لیے آ رہا ہے
 کہاں نہ آج مرگہ دستہ جو آہ
 وہ سر سے لے لے لے کو تو رکھ لے
 کار دریا میں یہ کھسا کہیں نہ
 ساتھ ہی آکے قلیاتے گھٹا ۱۱
 سو رہیں ماس مے جو اس قدر عالم
 ٹھنڈے پانی سے دھو کر کے نہ لڑے
 آنکھیں پھوٹیں جو آدھرتا کر کے کوئی
 دانت گوریں ہے دھرتا روز نہ تھاں
 عمر کیا داڑھی کم سی تہا لیش
 سم سم میں سے ماں بھر جاڑو میں
 دانت گوریں ہے دھرتا روز نہ تھاں

ہمارا عیب کھلتا ہے کھلتی ہو چھٹی توں
 عادت وہ بڑی تہ پہنکھائے کوٹلائی
 سچ صاحب راہاں سے کی
 کاتب اعمال سکھے کام کے
 یاں آداب رنگی ہو یاں صغ حوں
 اُتر گئی سرارا سچ کی یگرٹی
 سچ جی گر گئے تھے حوص میں نغائے کے
 ماس پر میکدہ میں ٹھکڑا یاں سچ
 یہ کیا مذاق و مشقوں کو آج چھٹا ہو
 جی پٹر کر جمع رہا کوڑا ہوں رہاں
 صغ سے ماگلی ہے ایسی عمر کی
 ہمارے کام کیا کیا حاتمہ احرام آملے
 بے بے کے سے مطلق سے اترے ہو لے
 اور جو کوئی حیت کی آحاسے
 مل گئے دو دو شریک لراہم کے
 حب چلے صاحب چھکے ہم سدگی کے واسطے
 گرہ میں دام ہو گئے ادھاری ہو گئی
 ڈوب کر خشمہ کو تر کے کراے سے بکھلے
 پھر بھی اپنے تری سحر کے سارے بکھلے
 ہجوم حشر میں لے آئے ہیں ملا کے
 کہہ مسجد کے عوض ہو بہر مستامیری
 سکدے سے اب میرانی حایسگی



حرفِ ناز

نازع۔ یہ مجلس تھا جناب بنتی محمد میں صاحب مآثر بدلولی کا۔ اندازِ خیال
میں کچھ ایسے حوس کی احساس کی دریافت کچھ ضرورت رہا کہ کچھ امر اس کے حق کو اپنے لئے طراوت
کے رنگ میں بھی تعریف کرتے تھے۔ اور نصیحتیں اس رنگ میں مبتلا اور لا جواب ہوتے تھے۔ اب
طراوت گوئی بالکل ترک کر دی ہے۔ مگر متیں اعتبار بہارِ بدلولی کی جھلک ماتی ہے
مارتھ ایکس پتہ متقی رود کو اور برگو شاعر، یہ لیاقت اُردو فارسی تقدیر و عرصہ سے
کا ہے۔ سرمدیوں کی کافی ہمارا ہے۔ حتیٰ کہ نصیحتیں احیاء اور رماط کے آسپ
اثر بھی رد کرتے ہیں۔ اور انہیں متعلقہ فارسی ہے۔ آپ کی قصہ ہاں ہے کہ ایک ارادہ
دہ، ترک کرنا بھی نہیں۔ ایک دیوالی والوں میں ہے۔ یہ تھا الحاق، ریل
کے پیر گم ہو گیا۔ مگر کھولنے سے عموماً حلقہ کی مدد سے کام لیکر رہا، اس کو جمع کرنا
راجہ مراد علیک تم کو سو رہی گئی ہے۔ اور گویا ہے۔ رشتہ واپس برابہ ہے۔ حتیٰ کہ نصیحتیں
اداس مولیٰ والی ماں، اچھے حالے میں اور کھڑکیوں میں اس شخص سے ہوا نصیحتیں ہوتے
دہلی میں زیادہ ترقی نام۔ اس عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم ہیں مگر کچھ بھی نہیں لیا ہوتا ہے۔ ریل
کاں نور۔ دہلی چلے جاتے ہیں اور وہیںوں والی کام بھی نہیں لیتے۔ راجہ علی کے
اور اس کی کہ رائے ماہر تا گرد حضرت کی مرحوم سے موت کرتے ہیں، ٹھیکے عرصہ سے
ملاقات ہے۔ مگر بھی ان کے اتوں یہ جھانچا ہے۔ اور دار کر ہیں۔ ان دنوں کا
سا ہوتا ہے۔ کلام طاعت کے لئے میں سے ہر شے کو سامد کی یاد دہانی طرے کلام
اسی۔ انہی سے ہے۔ آخر کار جناب نور علی میں حال رہا۔ ساریں تاجا ہاں ہے۔

جو ایک وقت میں اس کے سرفیظ ظریف رہے ہیں تھوڑا سا کلام مل گیا حردرچ کرتا ہوں۔
 درمن کی عمر موقت تھا یہاں رس کی ہوگی۔ مگر طبیعت میں حوالی کی ستوحی اور دل میں اوکل
 سنا کی اسکی ماتی ہیں تاہل اور حانہ داری سے شخصوں سے مالکل آراد تھا گو شہ عایست
 میں مدگی سر کرتے ہیں مومہ کلام یہ ہے۔

مٹی ہے درن لایع سے لایع ہے
 ارار صغ کی میانی ادھر گئی ہوگی
 ریب مایع کے کلر ہی کے مل عمل
 جو اس کے دسہ مار کے مل گئی ہوگی

سہ اس کی مدو کا اعلیٰ یا ترانے
 ماہوں میں مے گھٹ گور شر آئے
 دہ شے یہ کہتے ہیں کہ کیوں سے گئے
 جو سے صراں کا جو آئے ادھر آئے
 گھٹس یہ طسب کہ ہم جوں طیبیت
 لے حضرت دل آیکے جس کدھر آئے
 گر گٹ کو جو ماروں سے شے جو سے کھا
 سرگی عالم کے کر شے لٹا آئے
 دکان دلی عاشق سراف کل وہ
 دپسے کے لئے مرہم راج مگر آئے
 لکشتہ سہی ان مطائی ہی دکھاوے
 ماہ میں میرے عاشق سے حرکت آئے
 وہ مار گیتے ہیں راع کے آئے کیا آئے
 اڑا مارا اوند کا مارا اوند آئے

لاسن بر سادہ ا (د) لہا کا قوس
 ان گھلاں گما سب یہ ہیز لہ ہے
 پاکر سے سہی و طار کا کرو
 میر لہا مالوہ میں مہر لہ ہے

ہر جس کور ادا دکا یہ تھا
 داہا ہی کی سماج معاروں کا
 و لہ لگی سے شہر اداع لہ
 آلیس لہ جو ہم سال کا
 سہی مایع کہ لہ کی سراری لہ
 یہ لہ مار لہ لہ آج کہ لہ لہ

میرٹھی ملا سے یہ یونہی کوئی کیا رہاں راع نگہ سالی میں

زانی۔ دکن کے ایک مشہور ہراں تھے۔ میر غلام حسین افق تربانوری انھیں کے
تاگرد تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے تعلق تھے۔ کلام ماود و ملاش بھی دستیاب ہو سکا
ایک مرتبہ ایک شخص سے کچھ شعر سنے تھے اب وہ شخص بھی ہیں۔ عموماً خاموش ہوتا ہوں۔

زمیر۔ سید افرحیں ام ہے۔ ساہے کہ متک گچ لکھنؤ میں قیام ہے۔ نہایت فاضل
اور فاضل شخص ہیں گو مجھے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ مگر ساہے کہ یہاں یہیں سال کی عمر ہے
ایک علی مطہر وعل کرہا ہوں ماقی کلام ایک صاحب سے ربانی سنا تھا اور لکھ لیا تھا۔
زیادہ حالات معلوم نہیں۔

ہم حیرتے رحم کے سید پرگنہ کے یاس	سگ حارا کی ہر اٹھی ہوئی بل لکے ہیں
یادے یادے ہیں کیوں بیلے اگر جاتے ہیں ہم	ہوکتے ہر لہو چلے آتے ہیں بل لکے یاس
ماکے ماکے میں مہ گال یہ ہے یا س کے	اک ہر اڑی مں رکھتے ہیں سید لکے یاس
کیا تائیں ستر کہیں کر جگہ ہیں جاگہیں	دل کے دیڑل کے بچے دل کے اندر لکے یاس
یادے یادے ہیں بیاکے ہاں کالوں	اگیا بیتال ہے گویا یہ مال نے یاس
مگر طلسم اختلاج قلب انگا لے وہ	یہ سلیپہ پیری انگا لے تو ایسے دل کے یاس
ہے میں یتیم کے بچے یہ لٹی سہی ماک	یا کھول کا کھدیا بچے بٹہ سہی کے یاس
میر تاپے اس وقت ریڑ اس کے ج کے ارگرد	گھو تاپے ماجا راسہ مہ کا لکے یاس

حت تک ان سے تارک کی ہوا کھانی تھی گدہ گاہ تیج می مست کس مائی نہ تھی
یہ سب کس واسطے یہ سلام را پائے لطر سیرہ خط عارض صامیہ تھا کائی تھی

کوں کستا ہے کہ غالب کی ادھیری قریں کا دکا و صحت حایہا تھے لائی نہ تھی

سرس جوئیں ہیں اُن کے آپہنیا ہستی یا بھٹے بھٹے ہاتھی بھرتے ہیں کھلی ہیں

زیرک - گو ندرام نام تھا اکابک عمری یڈت دھتے جو لکھنؤ میں رہتے تھے۔ متعرتاوری سے اتنا ہی دوق تھا اور فی شعر کے ہا بیت اچھے حاستے والوں میں تھے۔ ایک مرتبہ ہندو علی بن کے کشمیریوں کی بوج میں ایک قطعہ کہا تھا اتفاق سے وہ قطعہ زیرک کی لطر سے بھی گزرا انھوں نے اس کے جواب میں ہمت سے قطعہ کہے بعد متعرتاوری کے قطعہ کے اور کچھ شعر زیرک کے قلم کے تعریج طبع ماطریں کے لئے مومتا لکھے حاستے ہیں

اشعار قطعہ حریریں

ترج قوی سوار من کہ دار دست	اور ترم و حیا میرا ریتاں طلب
ہم حامی ددراک لو اعلیٰ اس	باقی دلہ و سادہ دگر اربا طلب
دجسب نامہ مثال رہ رہ خلق جدا	درکاست لعل اریل رسا دست
کس ہا یہہ لو طرہ دایا کشمیری	درماں چورہ صفت رند و اربا طلب
کک اس تو مید است و نو کشمیر	رنگر دہ چور سراج را یہ فقر
یہ کہ سہ دوا دستاں سو حق	رداں لہ دودہم راہ لودنا یلب
لے بیت سب اگر ہتم اہل کد	لعداوت چور آید محو نیک سب
دست چور داس و مردست رنور	اسحاوت چور عارف رتھا حاستہ
حرد لطمے کہ کد جامہ آہا تحریر	ہرج و رسالم آراہہ میاں احرب
سر کسدارن زارت پیش چوں چو	در ردار کدہ یا ماں لہ صفت چو

کشت و پا حاتمہ مامد بہ یکے ارعجے
لنگ و عامہ تمنای مرد از اہل عرب
تمای زاد دیا سے دنی کسمیری
کاش این تجہ ستروں ہدی الیس عرب

جواب زیرک

شیخ سیطان کہنیزں مام و خطاں آید
در سخن یافتہ ریں مرد زمان منصب
سچیا آب نہ در ختم وہ مرد دارد
حاکم و ساحت محریہ چھلت رب
قلنتاں چوں نہ ہذاق و دساں لہاں
میہاں ہمتہ رامد نحو السن ہر شب
ہمچو بریکان دلش غیر دل را رہیست
چوں لکماں ہم ستودیتس کسے نہ مطلب
حادثہ اش بے بہ فلک ہست بڑے ریں
سر سر حاتمہ انداز چو اسل ہست سب
ساکن و پرسد و راہر تھانہ ہست
غور کی بودں اور راہیں سب
کست و شططست اسے تیج گواستادت
کہ عاریل لودیتس تو طفل نکست
فتہ بارادہ ایراں رود و دت سیار
ماورب ام حناست شد چوں ہست
چوں تو مودی سرورادہ گرہ لوطں
سے سوراہ نہ دید است و لوت غرق
مرد مدحوہ رہاں دل بے آید
مداگر در حق بریکان تو نگوی یہ غم



حرف سین

سب رنگ - قاصی عن المعنی نام تھا مدایوں کے رہنے والے تھے قمر صاحب
سناگردوں میں تھے طراوت گوئی کا توفیق تھا اور ہدایت ایچھے شعر اس رنگ میں کمال لیتے
تھے۔ حمد سحر مل سکے ہیں۔

فصول کس لئے تکلیف ہو پکائے کی	لگاؤ نہ تاک کیں روٹیاں جریں کی
اسی سے قوی مے دس بھیری جھاڑو	تری لطر میں کھی ہے مال جانے کی
اگرچہ گنج بہاتی ہیں یہ اس لکین	ابھی تک آباؤ عادت ہے سر کھجائے کی
دہر دگی میں یہ لے گئے بھ دل ہیرا	اسے اُن کو مگر ہے میرا کھس جرنے کی
سارے میں بے تم میں لڑ کا کھاتے ہیں	یہی سر پہ ہے یہیوں کے ہو لگانے کی
سارے سید میں آج اُس کے در داٹھا کر	ابھی اہیں ہے رنگ کے سناہ کی

سچا دوسرے میں - یہی مسرود معروف، داستانِ چمکی ادارت میں ہندوستان کا ہر دھرم و فریب
احرار اور دھرمیہ سال ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۳ء تک ہر ماہ کتابیں اور آں ان سے نکلا رہا
مستی محمد سجاد حسین مرحوم کے والد مصور علیہ صاب ڈیٹی کلکٹر ایچے حیدر میں لے کے بعد ان کے
راز ملک حیدر راہ میں مولیٰ حج کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ مستی صاحب موصوف ۱۸۷۵ء میں قائم
کا کوری سلسلہ لکھو پیدا ہوئے ادا اہل عمر میں ریرنگارانی لواب و انہیں صاحب لکھو میں
سایہ پاتے رہے اور ۱۸۷۵ء میں ان کے لکھو کا احوال ماس کر کے کچھ دنوں کا کسنگ کا لکھو
میں ایف اے میں تعلیم پائی۔ مگر تعلیم سے دل اجاڑا ہو گیا اسی نے امحان میں تھریا کر کے

تلاش معائنہ مضیٰ آنا گئے۔ اور وہاں نوح میں اردو پڑھانے پر مقرر ہو گئے۔ لیکن طبیعت کو اس کام سے بھی کوئی خاص لگاؤ اور ماسست نہ تھی۔ اس نئے جدیدی دور کے بعد اس نے تعلیم کو ترک کر کے مفتی محوط علی صاحب کے مشورہ سے اودھ بیچ نکالنا شروع کیا۔ اور اس میں اسی حداد دہاست سے وہ طباعی دکھائی کہ جدیدی دور میں یہ اجبار رہایت معمول ہوا اور اسے ایسے مامور نگار آپ کو مل گئے جنھیں حال طراوت کہنا کسی طرح سے بیا نہیں ہے۔ مرزا محمد بیگ ستم طریقہ۔ ترہون ماتھ بھر۔ لواب سید محمد حال آزاد۔ سید اکرم حسین اگر لکڑاڑی۔ مفتی احمد علی شوق۔ مفتی حوالا بیست درق۔ یثذرتش ماتھ مرستار۔ مفتی احمد علی کھٹوٹھا۔ ابوالکلام مولانا سید ابیٹھوی وغیرہ وغیرہ ان مصنفوں نگاروں نے اور بھی احاد کو حار جابر لگا دیئے۔ اور انھیں کی بدولت آسمان تہرہ آفتاب سکر جمیکا۔ اودھ بیچ لے رہے۔ ان اور ابھر کی گراہا قابل قدر خدمات انجام دیں آج تک یادگار ہیں

اجبار کے عادی مفتی صاحب موصوف۔ بے حد طریقا۔ ماول بھی تصنیف کیئے آج بھی دسے طراوت کے لئے مایہ صمد ہیں۔ جس میں سے حاجی علول۔ انحق الدین سیاحی۔ میٹھی جھری۔ قابل ذکر ہیں۔ ریالٹ کے ایک انگریزی ماول کا ترجمہ ہایت طبعی اور دکتی اردو میں کیا جسکا مام طلسمی ماولس ہے۔ کوہ ماول ایک ترجمہ ہے۔ مگر لٹا جی اور دہاست لے اس کو قطع راہ سادہ ہے انک کسب سیات بیج جلی بھی ہستاد و خیر یہاں آپ نے تصنیف فرمائی جسے طریقہ تائیک میں ایک درجہ امیاز حاصل ہے۔

مفتی صاحب موصوف کو ایک مستقل شاعر کہنا یادتی ہے۔ مگر اگرچہ ان کی دد ار طبیعت سے نظم کے خواہر بھی نکل گئے ہیں جو نقد طراوت کے تاج کے لئے ستا ہوا۔ موقوفواست کم ہیں۔

آپ کی ستر کے مغرب پھیلاں بھی سحر سے کم نہیں ہیں۔ گرم پیاں ان کو لہارا کرے پیا اور صرف جیدا ستار خواب کی نصائیف سے جیسے ہیں درج کرے پیا۔

حیات شیخ جلی تمام ہوئی تو آپ نے یہ تبلیغ لکھی -

جیسے ہیں قمقمے جو سوجیاں ہیں طرف
ہر جو ہر سو فی المتل فرحہ گی شہد گی
سال تائیں تو ڈھونڈا ہاتھ کی لکھ
سج جلی آگئے، سیاسی ما سنجی گی

حاجی بجلول صاحب کڈے والی پر عاشق ہوئے ہیں تو ہجر میں کچھ استثنیٰ قہ شعر
بجلول کی زانی آپ نے لکھے ہیں - ملاحظہ کیجئے -

موسے دل کے موڈ ہے یہ پٹھو صمم تم
تس رار گھٹکر ٹھٹھیرا ہوا ہے

یار دل کو کیوں ہے واقعہ کھیل گیا
کیا امتحان عشق میں بس میل ہو گیا
تس ہو گیا ہے سو کو کے کا شامول کا
ایسے لوح میں عشق امر مل ہو گیا
استش عدم کو چیلے ہم واق ہیں
حالی تمھارا ہجر ہمیں رمل ہو گیا
دیوانی و صدارتی سے جھگڑے میں عشق
بجلول کیا ڈرے گا اگر میل ہو گیا

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹٹی لداں
دو ایک ہاتھ چاہ میں جٹل گیا
یہ یاح اب نہ گناہوں میں ڈوہ لکے
مٹھ کھوئے غم سے باب یہ بجلول رہ گیا

الہوں ہم سے لظروں کا دیا
ساکہ سانسوں کو لے گا بھیر میں یاد کیا
بجلول کے مختار راہ نام کا ایک شعر
بیر دم اٹھیں مائے خویش را
دہ حاس سار سا کم و نہ را
حاجی صاحب صاحب عدالتی طرف رجوع کرتے ہیں تو فرماتے ہیں -

مر یہ حق لغالو کہہ رہا ہے
تس نہ میں نے بدلتا کو دیا ہے
حاجی صاحب رب گد مہیا میں عذاب ہو جا رہا ہے تو دوتے ہیں

ہوے چکے ہم جو رو اچھے کیوں نہ گڑھیا
وہیں تہتے مثل ہیدک ہیں غایر عائد کرتے

سخی۔ تخلص سید پرور تلی ام۔ آپ کڑا صلح الہ آباد کے ماسد سے اور سید جلال
سحاری کی اولاد سے تھے۔ رمد شرب۔ آزاد و مراح۔ یار ماش خوش خلق۔ یاسد و صغ آدمی تھے
سار روزہ کے پاسد تھے۔ کھاکا اور دولل رمالوں کے شاعر تھے۔ بھاکا میں اور تخلص تھسا
اُردو کے کلام میں نہایت مستمتر اور رفتہ طراعت ہوتی تھی۔ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور
سینٹھ رن کی عمر پا کر ۱۳۹۳ھ میں وفات پائی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دوسہ بند سخی مانگتا ہے	ایک دیکھئے گا تو دس مانگے گا
اتنا کسا عاکہ بوسہ نہ کہہ	گالیاں دیں سر مازار یہ کیا
کہاں دن کو گھرے محل جائیگا	اجی جٹ پیٹے میں کل جائیئے گا
دس دل بیا آئیے یہ فائدہ ہے	درا اور ماسیئے میں ڈھل جائیگا
تج جی کہتے ہیں عسا کو مسرا	اسیے یو چھو تو ہیں یہ گاتے کیا
سر جو کراتا ہوں لا کہتے ہیں	سیرے دیوار کا حصاد احاط
ایسا میں جس کا نامہ اعمال	دوم شستے سیاہ کرتے ہیں
تو رہے جج جی سرا کہو	دیکھو وہ ستا کیں حد ہی ہو
دل کہلو میں سو کہتے ہو	ہم ہی لیں گے ہم ہی لینگے

سحر مولوی۔ اودہ بیچ سالق کے ایک مصوب لکھاری ہیں کا نام اور حال معلوم
ہیں۔ عمل یہ ہے صنعت معراش المعنی میں لکھی گئی ہے۔

ما سیر سحر عاکس بیا صرہے حارہ
جک حور شد عالم تاب کی تری حوا ہے
الکھتی زادی لکھ نام ہے بدیر محمد پیر
کہ ماقہ کو خیال لیلی مسر حراماں ہے

نجات میری پرودہ ہر کس نذر عساک
کہ تھکوا حواہش بدیعا مل کیش ہر آن ہے
ز دل کیش ہر ایک تہلے نہانی کا
مرا دل بھی گدگد چلی ہاے جاں آہ ہے
یہ کست کیش تیغ اداسے یار عاشق کو
کہ ہر اک نشت دل پرودہ آغوشِ باہ ہے
تشنہ بھست آؤ ماکھ اور کتنی ہے
کہ وقف سادگی ٹپے دل سپید دھواں ہے
ہیں بے رانہ الفت کسی حر و حیفانک
کہ ہر لک سہل کن راکل بدارینا ہے
میں احساں کس ہوں کہ پوکر تے لطف ہے تنگ
علم آوار گہا سائے صبا محب کو درواں ہے
دھاسے حسرت نگہ بیاں سبک ادا ہے
تھک کیا سو کہ حاجتیم مکہ سبجیاں ہے

شعر شیخ رمضان علی نام ہے سدید کے رہنے واسطے ہیں سید مصطفیٰ صاحب
تلمذ ہے۔ اہل کے متوالے ہیں اور اکثر اسی کی طرح میں متفرق رہتے ہیں۔ اسے تقریباً بیاسی عین
رس کی ہوگی تلاح کے بعد صرف دو شعر مل سکے وہ یہ ہیں۔

ایں بی کے کھائیں شیر کی ریوڑیاں کیا کھیلوں کے چلے پس منجہ ناواں
ہاں سے ساتھ بھی ماں کیا کیا تہیتا اور ہر تہیتا ہر کول کا اور ہر تہیتا کی

شعر یعنی میڈھارتی ناتھ سرشار صاحب آزاد۔ و سیر کسار۔ و عام سرشار
آس کے والد کا نام میڈھارتی تھا۔ جو لکھنؤ کے ایک محرم رستمی حادہاں کے رہتے تھے۔
سرشار مرحوم طریقہ شاعر تھے صرف تہا طریقہ تھے۔ مگر والی طبع میں ایسی اظہار
میں وہ وہ جیلے اور جیلے تھے کہ حاسے ہیں خود دوسروں سے مالار وہ کسا بھی شکل ہیں۔
اصل اول میں ادھر جج میں طریقہ مصابیں لکھتے تھے۔ اسل شمار سے بہت کچھ ان کی
طراقت نگاری کو ترقی ہوئی اور ایک عمدہ شمار طریقہ کی قابلیت اس میں پیدا ہو گئی مگر چند دور کے
بعد ادھر رج کے نامہ نگاروں سے علاوہ ہو گئے اور ادھر افسار کی ڈیٹری کر لی۔ چونکہ

سجاد حسین مرحوم ایڈیٹر اودھ قلع اودھ اخبار پر ہمتہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے اور سرشار کو
 جواب دیا پڑتا تھا اس لئے آخر میں دونوں صاحبوں کے تعلقات کچھ اچھے نہیں رہے تھے۔
 مگر انصاف اور حقیقت یہ ہے کہ سرشار نے جو کچھ سیکھا وہ اودھ قلع ہی سے سیکھا اور مادو
 اس کے کہ وہ سنگھ ماخدا رہ شر لکھنے میں مشاق تھے۔ ہر طبقہ ہر فرقہ کے حالات اور عادات
 سے باہر تھے۔ طراوت نگاری ان کا جزو تحریر ہو گئی تھی۔ مگر سجاد حسین مرحوم کی طرف سے
 اس کو ذرہ و انتخاب کی بھی نسبت نہیں ہے۔ رتن ناتھ سرشار جب طراوت لکھتے ہیں۔ تو کچھ پتہ
 و رواج کے نقشے کھینچ کر کچھ خاکات پیدا کرتے ہیں کچھ اس فرقہ کے حالات لکھتے ہیں اور ان میں مادو
 کو داخل کرتے ہیں۔ کچھ اصطلاحات خاص لاتے ہیں۔ کچھ ضرب الامثال سے ریت کلام میں
 لیتے ہیں۔ کچھ ہنسے ہسائے والے الفاظ استعمال کرتے۔ کچھ کلام کو طول دیتے ہیں۔ کچھ
 متناہر کے طریقے والے استعارہ مرقعہ موقع لکھتے ہیں تب کہیں جا کر عمارت میں ایک لطف
 پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بھی ایک لفظ کی بے بسی نظر ملتا ہے جو کو آدرو کا عیب صاف اور کھلا
 ہوا نظر آتا ہے۔ اور دوسری نگاہ خوردہ میں طراوت کلام کی وجہ سے ہر داستان کو سحران
 من لہد ہوئی داساں جلال کر لگتی ہو لگیں الفاظ کے قالب طراوت کے لعل و نگار سے مرید اور
 مر میں معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ لعلت جس سے زیادہ نہیں ہوتے۔ ان میں کوئی روح
 ہاں ہے۔ عام نظروں کو دھوکہ دے میں اللہ مدد کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں
 سجاد حسین مرحوم کی عمارت کو دیکھتے تو وہ عربی فارسی کے طبع اور دوری الفاظ کی ثقالت
 کے مادو بھی اتنی رنگیں طراوت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کو کوئی حصہ اور
 کوئی ببرد دی اور اندرونی پردہ اس سے حالی نظر نہیں آتا۔ غور کرنے پر اس کے لطف میں
 بار اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک ایک سادہ فقرہ بھی ان تمام رانکھ کو ادا کرتا ہے جس
 سرشار ایک ایک کر کے جمع کرتے ہیں۔ ایکاد۔ ایجار۔ اخقار۔ مصامت۔ لاغنت۔ ہر جگہ
 دوسرا خوش نظر آتی ہیں۔ ایک ایک پختہ طراوت کے ایک ایک فقر کا حواس ہے

فتویٰ کا تھی کا کون ماسے
 اسے تیخ تھے وہ اکی سو گند
 لاکھوں میں پہنے کھلے حرائے
 رندوں کی گرہ میں باندھ بیسند
 لے سھوسے لگائے حام مادہ
 کیوں شیخ کو احتساب ہے یہ
 کیوں قتلہ اگر کوئی پری جھم
 کھر جانی ریائے تافرق
 کھڑکاتی ہوئی وہ بوٹی بوٹی
 یارب کو حوب جھم چھماتی
 لٹائے گلے کسے مری جاں
 بی لویہ شراب یرنگالی
 گورے ہاتھوں سے لی علی جاں
 اس یاں کوئے کے ایکھاویں
 ادھر مودہرم ہوین ہو یا باب
 اور میں بھی کہوں اٹھائے غل
 ہائے کلام رد درم ہو
 کھٹکس ہیں ہندو سرم کو کھٹکا
 یارو دیاسے دوں ہے کس کی
 جٹل میوں کو دے تو دسکی
 لاکھوں میں پہنے کھلے حرائے
 رندوں کی گرہ میں باندھ بیسند
 اک لودھ ہیابی سہی ریادہ
 کچھ رہر نہیں شراب ہے یہ
 بامرد کرشمہ و خشم و حیم
 ہستی کتنی ہوئی اما الرق
 ابھر اسپیہ کچھری جوٹی
 ییاری ییاری کھیں دکھاتی
 حرکت کھوں ماں لومیں قریاں
 اٹھتی ہیں گھٹائیں کالی کالی
 میں صدقے لگا دو جھکواک ماں
 میٹھے میٹھے مزے اوڑاویں
 جو کچھ کسے سب وہ کھئے آپ
 تسلیم حساب قسبہ میں
 تہ کو کھٹکس سے وہ کرم ہو
 سیکھا اچھا ہے تم نے ٹھکا
 میڈم کی سیم کی سہ کی
 کسکی رہی اور رہے گی کس کی

یحیرل شاعری کا بہترین نمونہ سرستارے اس انداز سے دکھا ہے کہ اُس عجیب
 نے حرکت شراما جایا ہے خواہ خواہ ہرے کی ٹوک شاعری کا کرا سے یحیر کی
 داف مہوہا کرتے ہیں ۔

اے انھن ریل رہ لور دی دے عیہ جھیکڑہ دور دی
اے کاک جسدہ لید ریڈ دے رقی جسدہ ریگیڈ
اے رتک حرام ریل کاڑی دے روکن ٹانگن بیازی
اے درتک وپو رنگ دلال دے گولہ توپ تنگ کال
اے پیرگیاں ملک ایراں دے رتن خھر صفا ہاں
اے خوش اماں گہم ہانڈی دے قفل بوتل براڈی
اے ریگ رواں دست چھاق دے چکاری سنگ چھاق

ایک اور ساقی مامہ ہے جو سرتارے ایسے سب سے زیادہ دلچسپ ہیرد
جوئی کے مام سے فساد آزاد کی جلد حیارم میں لکھا ہے۔ جوئی فساد آزاد میں دہی
درہ رکھتا ہے جو سجاد حسین مرحوم کے مادل حاجی لعلول میں خود لعلول اور حذرہ پوریا
یا احمق الدیس میں بھولے لار، آب ایک حماقت کی سرسید پٹ ہیں۔ جس کے کھولے
یا کھلنے پر انواع انواع کی غیر ضروری اور ضروری حماقتیں برآمد ہوتی ہیں اور جب جوئی
کی ذات سے جوئی کی حماقتوں کا تجربہ کیا جاتا ہے تو وہ ایک حماقت بھر کی دل خوشکن
اور مضحک تصویر سکر رہ جاتے ہیں۔ ساقی مامہ کی لعل یہ ہے۔

اے ساقی متک ریگ شہام دے بھر کے ایم مایا کا حام
جس تک ہے دل میں حال تانی ٹپکا مسو میں ایم ساقی
جیسا میگم کا عاشق رار یعنی حوا سے مد یح سہار
رسوں سے ترس رہا ہے ساقی رہا ہے یہ آرد نہ ماتی
ساقی تسدح ایم دیدے اور اُس میں ملا کے ہم دیدے
تسے کے ییگ خواب ٹرھٹیں اور کڑوے کہ یلم ہم ٹرہ جائیں
تسے میں جو کئے ٹھوں استار یہ کہ اکا ہو دیو چھیم اسوار

کاعد کا ورق سیاہ ہو جائے دشمن میرا تباہ ہو جائے
 سطر میں ہوں رستے کے لٹخ ہاں اور روکش کا کل حسناں
 ہر لفظ نے حسرت کی دھن اور خواجہ مدیع شوہر ان
 ساقی حسینی کی سیالیاں لا آب اسود کا حلوہ دکھلا
 کر رحم بلا افیم حسینی نادرست نہ کشتم کہ نار نہیں
 ہو ٹوٹیں یہ آگنی مری حال رنم معز اسے مادی دان
 تو نے مراد میں ہوں رعوہ اس ملک کا کیا ہی ہے دستور
 ہے میری دعا کہ حال کن رساے تری دکان پر ہوں
 جمع رہے وہاں امبیوں کا دل مادل جیو سٹی مکھیوں کا
 یاری موت نہ ملا ہے بس اس کی انیم ہی دلا ہے
 مر حاد کا گرنہ، گا اہل سو گند مذاک یاک یحون
 پیاری ہے انیم خان دلا ہے پیاری ہے افیم تیرے تل سے

دوسرا ساقی مادہ زمان جوچی دخواہ مدلیا

پلا ساقیا مالے کی افیم کہ ہے شوق گلگشت باغ نعیم
 کرم کہ حقیروں یہ مائی ڈیر میں قرباں حاؤں ذرا کم ہیر
 پیاسا کئی دل کا ہوں ساقیا جھلکا کسا آب اسود کی ٹھکو دکھا
 نہ مطرب نہ ساقی نہ میا جنگ نہ چاند نہ انیوں کا بجاہ بنگ
 جلائے دم دایسین اسے کرم سر ہانے یہ کہہ تم ماؤں الانیم
 نہ تاجر کہ ساقی نہ شیک رنگ پلا جام انیوں انہی سید رنگ
 دم بیکہ، ویش بے رخ و غم ٹر ہوں یہ کلام فصیح بجم
 کہ پاتر جم ہے حصال تقسم کہ ہستم امیر کسدا ایمم

جو ٹیکے مرے منھ میں انیوں ماب تو کم ہو ذرا جو سستش اضطراب
 سچیاں زانیوں پر میخو رہ سیمیاں نہایت و شکر می خورد
 نگہدار مارا ز راہ مطا خطا در گزار و ایمم مسا
 نمار ہم غیر از تو مر یاد رس بدہ عام انیوں ماتی ہوس
 حراب دسیہ مستعد تو ایمم مدہ ادیمم ادیمم ادیمم
 مدیعاں اس اور وکلی سی رماں دم صبح ہوتا ہے بینک گدییاں
 ایک جگہ خواہ مدیخ (الہام) مدیعا معروف نہ حوجی ایک ڈاکٹر سے دھاپیں
 تو مارتے ہیں۔

خدا کی قسم مستکر کر تکر کر فردنی سے حالی ہے میری کمر
 مرا میچہ پاس ہوتا اگر تو کچی کر کے میں بھونکتا لگر
 جو بیٹک میا ہوتا میں بے جمر تو لکھے کی صہر متاڑا دتا سر
 دو چار جگہ حوار رلیا یعنی حوجی صاحب حلوائیوں کے ایسے پیچھے رہے
 ہیں کہ اسیت قصور میں تمام حلوائی کی دوکان میٹا کر گئے ہیں اور ڈکار بھی ہیں
 لی۔ اس رنگ کے شعر بھی دیکھئے۔

خواہستہ صد کی ہے نہ خواہاں کئے ہیں سیکہ یڑے بہ تے میٹھی لڑ ہیں
 کھلیاں رہ کدائے راگہ تھر سے لگئے انسون ہلسی میں مے اور ڈل گئے

حم اسے یار کردگوں گہ گار دس ہم می۔ غیرت تیر میں فنا دوس
 کیا ری کا کل چیاں کا کار اندازہ سیکو کس واسطے مل کر تیریں اظہار دے
 یہی خلاصہ کو نگاہ دے سب ہوسار ڈالوایا کہ بونہ اتے بونہ ایہیں
 یوسہ مائیں یوسہ گل کے استہار ہوسہ قند گلیں طے نہ کارو ویاہ تھا میرا

کیوں رمانے میں مٹھائی ہوئی سنگی انکی
 کیوں نہ عشاق رہیں جو پیش کی ہوتا گرد
 عرق آلودہ وہ ارد ہیں مرا ہے اسے دل
 لپٹیریں کی تھے یہ صاف صبری کی طرح
 کیوں ماقول میں حلاوت ہی حلاوت نہ پایے
 صاف صبری کا مرا ہے تری گفتاروں میں
 دہوم ہے چاروں طرف مہم کے مارا دیں
 جاکھا ہوتے ہیں مولود حاراروں میں
 برے لونی کے ہے شکر تری دیوانوں میں

استحباب کو نہ کاری میں رہتیاں تاقدم
 حوتیاں حسد لگا کر چاہتاں دیکھ لے

امیوں کی کم یں یاں سے بکھلے
 مرا کی ایچ اسیم کا رنگ
 تو قیر و گناہ دیکھئے گا
 سحان اشد دیکھئے گا

حلتک کہہ دل کی لے کلی ماسے
 ادوارے والے گت علی حائے

درست آنی لطر حب لویہ عاشق بے کہا
 کہوں سرکہ میں ہے گرد ہر اکامونی
 کتنا ہے چاچہ درنی کا کہنے کا طمان
 ٹوٹ سکا ہیں اسوس تہا سچھے
 میں سمجھا حسنی دیکھ کے حلو اسوس
 لستہ اموں کا ٹرا ہے یہ عمارت میری
 دہر گوں کا میں یہ ہے کہ تہا میری
 درق ہر سے کہنے کوئی ریت میری
 بڑھ گئی کھا کے مٹھائی یہ راکت میری
 حلوہ دکھلاتی ہے تانہ صاف میری

مہری کی لیا جیکے صم سیجئے ایمم
 ہے حائے لطف کھیت وہاں بیتکے ہیں

سر پہ۔ محمد عباس نام ہے مایوں کے ہٹے واسطے ہیں۔ جہاں قمر مایوں سے اصلاح
لیتے ہیں۔ نقد طریقی (جو قمر صاحب کے طرامت گوتا گردوں کے کلام کا مجموعہ ہے) سے کلام کا
انتخاب کیا گیا ہے۔ بحر نام کے دوسرے حالات سے اطلاع ہو سکی۔

میں نے اساتذہ سے اس فن کو اکثر دیکھا
بھونکے کاٹے ایتکے ہیں دیکھا لیکن
آٹکس ہیں بے کھمی ہم کی ڈری کیے سوا
کس طرف یا رکارڈ ہو نہ جاؤں سرٹ

ڈنگلی ہاتھ میں اور ساتھ میں ہمدیکھا
موتے میں بے اچھٹا گنگنا کر دیکھا
ہاتھ میں اُن کے بے ستمبیرہ حق دیکھا
ہم پور میں بھی کئی رور راہ دیکھا

خط لکھ کر کیا کرے کوئی انکی سات میں
ہر دل کی اصرار دھ با خط نہا تہ
دہا دہا با اصرار ہر دستن لکھا یکے
نہ کاٹے تل منجیر رور ہر ہوا

لا حول ہے ہم ہر خط کے جو اس میں
ہر تال آپ کیوں ملا لیتا تھا۔ میں
ماہرین ٹوٹ گنگنا دوں لکھا میں
کچھ کہاں لکھ سکتی ہیں جی کی قاسم

یہ کہ کو دام گا کر میں نہیں ہے
آٹکس دیل سے بھی ٹھہرایاں کیا عجب

لا حول ہے ہم ہر خط کے جو اس میں
ہر تال آپ کیوں ملا لیتا تھا۔ میں
ماہرین ٹوٹ گنگنا دوں لکھا میں
کچھ کہاں لکھ سکتی ہیں جی کی قاسم

رٹیا ہر دل کی مایوں کی ترکان میں
تھر تھر کا لوسہ کین کردوں مانی
کو آ کر یہ دہا رہی لکھتے دو ہم کہے
رہیں یہ دہا رہی لکھتے دو ہم کہے

کہ جیہ ماہر لکھا ہے کئی بیتان میں
گرا دوں لیجا کر کسی ستے کو آئی یا
چراغی بے سبب لکھتا یا لکھتا میں
اس میں سے کیا کر لیں ہر ترکان میں

کہے تھر دواں حریں ہر دہا رٹیاں میں
کہ جیہ ماہر لکھا ہے کئی بیتان میں
گرا دوں لیجا کر کسی ستے کو آئی یا
چراغی بے سبب لکھتا یا لکھتا میں

ملا دل ٹھہرے کا خوش قہر سرٹیک وہ کہتے ہیں خوش کیو ہمارے زلف جہاں میں

ٹھہرا کر نام لیا ہے تو یہ کہہ دو کہ خیر ہو
یر لے یہ ہو رکھتے یہ ہو گئی کی ٹرک یہ ہو
کسی کم عمر سے قدر محبت ہو نہیں سکتی
اکسی یوں کا احاسے جس کئے حاس
تھاری گول آکھیں لال ہو انٹول کا ٹھک
یہ کیا مدد کی صورت میم لائے ہو لایا
عز کی جھے تھجے کریں پھر کرتے بہر کہیر
ستاسے کام میں بھی دکھا دل کو لکھو
وہ کئے ماؤں ہی انکوں مایہ پھیکر

یہ کیا کہتے ہو تم ہر وقت شمس ٹھے حر ہو
کیس تو دید اس انوکے ٹھے کی تیسر ہو
انکر ڈھڑیل ہو دلہ تو کہ سے کھجیہ مد ہو
دل ہر بستر ہوا و کھٹیا اس کے سر ہو
یہ سہ ماہیں ساتی میں کہ تم دراصل مد ہو
ارے مرد حاتم آدمی ہو یا طلسد ہو
ہو اسٹھجے تھیں مسوق یا اس کے کو کر ہو
حویسے اتر میں جو ہوا دراکا گاسٹو
ہمارے ساکھک آئیں لکھٹیا ہو چوچر

سرس کو سب سے دور خود دے ایک جس مذاں شاسر ہیں لوری راں کے گواروں کی
لاریں تعریف کی مہارت ہے جیادہ اشعار دلی اسٹھ مایہ کے ہیں۔

ہم کام سامی مات ہے کا ہرے یاداں
کیا سانس
لیٹا کر سہ آج سے سلیے سار ماں
لیٹا کو کو تو روح اکیلا کھاں
لگتا جو کہ مد
گر دن ر اسکو
ہر ہی طے رات دل کا جو کیکے کھارن
کالا
ایسا
دل کر

دو درں سے ہکا دیکھ کے وہ ٹرڑا لاک
چلا سے دیب تسکو جھپڑ پجیاں
دوئی دانت گھس گے کسا لٹپے پائے
چلا سے ویٹے ہیں تھوڑا سا
سکلا
مارے ڈرں کے بھاگ یوں لپکے ہیں
دیکھوں لہو بھرا جہیں اُسکی کٹاں
کریں سے جو کا ڈیل ملا ہوئے ناٹسا
دہ یار چپ سکے بیچ بھلاک بھاراں
بعیت اندھری گھڑیاں ماکٹاں کے
گھٹس سے لاک ہے سرسین سنگاراں
سرکوب تارا ٹوٹا کرت ہے سکار تک
موتی پروت ہے حودہ مٹسے کے باراں
صبح
سے کے بال میں

سعدی - آپ کا اسم گرامی مصلح الدین تھا۔ مگر تحقیقات حدید کے مطابق علوم ہوسے
کرمس الدین آپ کا اصل نام تھا۔ ہر صورت آپ نام کے ساتھ ہیں بلکہ ایسے تخلص کے ساتھ
استغدر ہوسے کہ آج دیا کا بچہ آپ کو جانتا ہے یا کم از کم آپ کے تخلص سے آشنا ہے۔
ہست سے سرگوں کا فیل ہے کہ درمقورست۔ جو تہرب آس کے کلام کہ ہوئی وہ دہیا میں کم
کری کو لیسٹ ہوئی۔ آپ کی تفریف۔ او آپ کے احوال کا کھما تحصیل حاصل ہے ہر شخص آسے
کما یہ معنی واقف ہے۔ آسے طرح ہر صنف اور ہر رنگ کلام کے مادتاہ تھے اسی طرح صنف طرات
کے استاد کامل تھے۔ اگرچہ ہرل طرافت سعدی کے نام سے ملتا اچھی نہیں معلوم ہوتیں مگر
میں نے ایک قدیم نسخہ میں یہ عبارت دیکھی کہ حضرت سائے خود فرمایا ہے کہ مجھے بعض امارا ملک
لے دیکھ دی کہ تم طرافت لکھو۔ مگر میں نے انکار کیا۔ ہاں تک کہ میرے سہل آرا دادہ ہوئے کہ
تب میں نے نہ طرافت اور ہزل لکھی ہے۔ اگر سعدی یہ بھی لکھتے ہیں کہ واصل الرام سے
کو کہ میں سے لوگوں کے رویک ان کے کمال کو کہل اور مسلم آئے والی ہی دیبر میں

باب ہفتم گلستانِ دُشمن و جوالی اور ہرلیات

اُن کے ہرلیات رنگِ رامہ کے موافق سیکڑوں جگہ درجِ حق تک پہنچ گئی ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ جس رنگ میں ہیں متعجب الحجاب ہیں۔ بہت سی طر امعالمی ہیں جسکی تہ میں طرامت کے ساتھ نصیحت کے پتھر بھا جو ہر نظر آتے ہیں۔ بہت سی جگہ الفاظ میں ہیں مگر ایک ایک لفظ میں سو سو زعفرانِ رازی و حیدرہ ہیں اور ایک ایک سطر دیوارِ قلعہ کا نمونہ ہے۔ میں کو شش کر دوں گا کہ اُن کی ہر رنگ کی طرامت سے کچھ کچھ احباب کر کے لکھ دوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

رامہ کے رحمانِ طبیعت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے لکرا اور غلام کے لئے یہ قید لگا دی

علام آکس باید و خشتِ رں لودِ مددہ ماریں منت رں

لطیفہ۔ ایک مرتبہ رات کے وقت آیا کا معشوق آیا۔ گھر لے ہوئے اُسے چراغ

آیتیں سے کچھ گیا۔ وہ منگ گیا۔ اور چراغ کھانفت مرام معلوم ہوا۔ کہا کہ سودی تم نے یہ کیا حرکت کی کہ میرے آتے ہی چراغ کھادیا۔ آپ نے فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھ کر سایا۔

جوں گراے نہ میتیں سمع آید سیزش اور میاں جمع مکش

ورنہ کہ حدہ ایست تیریں لب آشیتیں یگیر و شمع مکش

۱۔ کوئی ایسا شخص شمع کے سامنے آئے کہ اسکا دکھنا دلِ رامہ کو اتنی کرے کہ

مکش ہو تو اُس کا کھار ڈال اور اگر کوئی معشوق ہے تو اُسکی آیتیں پکڑا دے جمع کو مار ڈال۔

یعنی کھا دے۔

لطیفہ۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک محبوب معشوق سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ اور بوسہ بابت تک

سوچی کہ وہ ان کو چھوڑ کر طلیہ یا حدائی کے مصائب لے اچھیں ہستی رستاں کیا۔ مگر کیا کرتے غم ہو گئے

رات کے بعد ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ وہ واپس آیا۔ مگر وہ رامہ سے دوسرا کاتی رہا تھا

ڈاڑھی بوجھیں کل آنی تھیں اور وہ ہمارا رامہ ران سے متزل ہو گیا تھا۔ اس دہ غم سے

اور کرتے مار دامان زنجب ہنگے تھے ۔ جس دستوراں کے پاس بھی ملنے کے لئے آیا اول
مادر استہ یہ لنگیر پڑے ۔ اور ہنگر یہ قطعہ پڑھا ۔

آمرور کہ خط شہادت لود صاحب لہران نظر راندی
امور سادی ۔ عمل مختص کس قسم دھند ریشادی

ماہ ہمار تو کھل رر دوشد دیگ مہ کاتش اسرہ حد
مد حسرامی و نگہر کئی دولت یار سیہ تھور کئی
یمن کے رو کہ حریار ستا ماراں کس کہ طلہ گار ست
ستوں کے سرہ لہ یہ آوارہ کہتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔

سرہ دراع گھٹا زہ شہادت داند آکس کہ اس سہی گوید
پہی اردوئے نیکواں خط سرہ دل عشاق میستہ حوید
دوستاں تو گمہ ار اسے ست لکے ہر سیکو د ہر د پد
ہر کہتے ہیں

گرد مت محال داتی رنجور ررین گد اشتہی تاہ دیام ۔ کہ مرآید
یہ کمر بھی جا سرہیں ہوتا رو ایکہ بھلتی کد کہہ ڈالے ہیں ہ اردو میں یوں کئی مائیک
جا کو حوسہ ہر تہہ ہیا

حوال کردم دستور مال رہ ترا چہ ستہ کہ مور یہ رگرداہ حوید آ
ایک کا قہرہ کی مار لکھتے ہیں
امرو آ کہ حو اد شیریا ما بلخ لکھارو مد حوسہ ارد
لہ ررلس آد ملاعتا حد مد دم سزومہ حوسہ اور

ا ۔ مکہ مذہول کی مدد سے لکھے ۔ ۲ ۔ اکا اسہا حواں میویاں دستور

آن روز گویم کجی که کس چو تو بود دامن دور بیامدی که کس چو تو مساد

اس ریش تو سخت ویر برمی آید موسے رختا نریر سومی آید
ما ایهمه چون ن قوی آرم یاد آکم به دهاں سومی آید

مرد کے غرقہ بود در چخوں ار سمرقند بود سیدارم
مانگ میگردورار میالسید کاسے درینا کلاه و دستارم
ایک مرتبه ایک کریه الصورت حادث کو قرآن پڑھتے دیکھا تو فرمایہ شعر پڑھے
گر تو شتر آن مدین منطوالی نہ بری رونی مسلمان

عدا این حانطان ما خوش آدار میا مرد اگر ساسے بخواسد

قلم میا تو درمشکس نمی گنجد که یرت که دید اس این و الیید
ترا دوا سیه کرد روزگار و پور مراریت قلم میرو دمداد سعید

حریت عمر سر برده و ذوق دخور وقت عمر پشیمان ہمی جور و سوز گند
که تو به کردم و دیگر گنجد خواهم کرد تو خود و گردن تو الی ریش خویش محمد

دایو کر صومہ داری کد اندر ملکوت ہیچو الطیس ہاں طلیست ماضی داد
ما کس است آنکہ مداحہ و دستار کس است درد در دست اگر حاتمہ قاضی داد

امرے کا زیاستہ در براست خوش لودار دخترے دریاست

بس قامت خوش کہ زیر عا در باشد چوں بار کنی مادر مادر باست

رہا بر دگے دہد نہ گراں کہ نداند شریعت رر دشت

دو سطور موافق روے دہم چہ خوش مستند ہم راودہم
ہر ایچہ آرا لود این را ہسیا ہر ایچہ این را لود آرا مسلم
بنین و حجرہ و گرما پے و کوے نصحا با ہم و در حانہ دہم
مقدم در موحررہ تا ماب دگر بار این موحرر آں مقدم
گراں حرفہ نگہداری ہمہ عمر نہ دینار تریاں ماتہ دہم
میں این یا کیرہ رو یاں دوسلہم اگر دمس شود م خلق عالم
عروسان مقع بے شمارد عروستہ را بدستہ آور ہم
کہ گریو کنی سلوارش ار پاسے تو پنداری کہ حور است شلم
محاسن نام و نگاریش ردار کہ محرم ن بہوشاید زخرم
اگر محکم بہ مدی عقد سلوار ہورت عقد صحت نیست محکم
وصال ددستہاں سچ است دیوار حدیث دہماں با دست و نیم
ہر آن کریشہ آدم را دماچار رود ریشہ فرہ نڈاں آدم
طریقت خواہی ار سدی سیامور رہہ این باست لے ہار تا جہم

مدہم امندہ سی سالہ چو تودر اسلام کہ قہاسے چیں آخر اراں شند

اگر دوست تو یک ہفتہ تھامے بہتہ دگرست ریت تا میاں باشد

اے خواجہ اگر افرو تکیسی حر جلق زدن کار دگر نگری
چہ حوشر ازال بود کہ ہنگام جماع ناچاہی فرو سری سرستیں را ہی

مرکب ار ہر راستہ باشد بندہ ار اسب خویش درج است
گشت قطعاً براستخوانش نیست راست مانند اسب شطرنج است

سگ - ایک شخص قزوینی کا تخلص ہے حوساہ عباس صہمی کے دربار میں طبعی
کے زمرہ میں ملازم تھا ہمایاں ادب گستاخ اور سوخ مزاح واقع ہوا تھا۔
ایک مرتبہ عیسیٰ خاں قوری ماستی اُس کے دروازہ سے گزر رہا تھا۔ اس کے ٹھلے سے
بہتڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ اتفاق سے میاں سگ کے دروازہ پر ایک کتا سوتا
تھا۔ عیسیٰ خاں نے دیکھا کہ یہ آیا کہ یہاں کس عہدہ پر ملازم ہے۔ خواب دیا کہ
اسی رہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا۔ افسوس کہ طر لیا۔ سگ کے اشارہ پر مل سکے مرنے
ایک سہ ماہ ملا

سحر آدم کہیت چٹکار دتہ لودی تو کہ سگ لڑہ لودی بچہ کار دتہ لودی
سگ کے تعلق بہت سے لطائف و طرائف درج کئے گئے ہیں گرا کتر ان میں سے
بیر مذہب ہیں اور بعض ہمارے تذکرہ کے مسال ہیں لہذا اظہار کر دئے گئے

سور خستہ آبا کا نام میر حسین کتیمی اصل میں اور دوزر کے ایک حوسا
ہذا حق حوسا طر امت کو پیر۔ ملا وہ تا مخری کہ آبا اکابر اور دوزر لہذا

جینا نہ ضیافت چچ لاہور مد توں نکاس آپ کی ایڈٹری میں نکلتا رہا آپ نے اپنی طرفانہ تلوی
کا ایک دائرہ نظر کر لیا ہے۔ استہان کی طرح بھی کلو و اسٹروٹسے باہر قدم نہیں رکھتے۔ ایک ایک شعر
استہان انگیز اور آتنق معدہ ذکر تیز کرنے والا ہوتا ہے۔ مومنہ کلام یہ ہے

بجز قلم جس سے جیسے کا دریا ہو کر	سکس غور شدہ لفظ سے کلیا ہو کر
اترے مدتاسار میں میر جو رانٹھا ہو کر	انجم چرچہ ہیں آسے یکوڑا ہو کر
تور ماتاب میں بتا ہو چور ہو کر	طلق لیکہ سے کہوں نہ کتا دا ہو کر
لطف کھانے کا حوایا بھی تو کھو کا ہو کر	سو کھی روتی بھی گئی حلق میں حلوا ہو کر
اب طبیب کوئی تندرستاد و ایسی	جیسے نسخہ میں لکھی جائے مفتا ہو کر
کہنے داس ہیں بھی حو تو ہم کھانے	نور دین چپ کر نری آکو سار ہو کر
معدہ پرانی کا جو وقت طبع سے ہوا	گٹا گئے معیت وہاں شج چھو را ہو کر
مرستہ قاب میں کی پرستہ اتنی رابی	کھل گئی ریش عیار سے کی تہا سار ہو کر
نوع اسباس کو حاصل ہوا پتھر کی جگہ	یہاں سے ایک میں حل حل کے ہر سیا ہو کر
اسی ہستی سے گزرا جیسے خود نیامیں شمع	قدر تمام کی ہوئی رگیا سے کستا ہو کر
زرد سرداریہ پر حکمران مصور	چڑھ گئے سکڑوں مال شمع قیا ہو کر
تھکے لڑا کر کسے راہ راؤ	یس گئے سیکڑوں اس میں دیا ہو کر

سفلی۔ عایینہ، حال نام کالے حال عرفہ تھا۔ ہر ایت مدلسح اور لطیفہ گو تھے
اگر کے سب سے واسے تھے ہر لگوئی کا سوق تھا۔ اور اسی میں کافی مشورہ پوچھتے تھے۔
عوائض لایسی سے اوقات بسر کرتے تھے ہر ایت حاضر خواہ۔ حد۔ پار۔ الی۔ مددہ دل کو
میں تھے۔ مایہ کرتے تو معلوم ہوتا کہ مہر سے بیول جھڑتے ہیرا انظر امت کی بددست
راہر لڑاں سکھ کاستی کے دروازہ کھول دیتے۔ ماری سار علی مرثاں۔ اگر کھیل سکھ

میں متاثرے کئے ان میں شرکت کرتے تھے اور اُس وقت اُن کی عمر چالیس برس کی تھی تنگ دست تھے مگر رمدہ دلی اور اُن باں میں کبھی فرق نہ آسے دیتے تھے۔ مرزا مہر آبادی کے تشریف لے جانے سے ہرہ یاب تھے طرافت میں وہ وہ باتیں نکالتے تھے کہ بے اختیار داد و بیادتی تھی نہایت اجاروں میں کلام متالع ہوتا رہتا تھا آخر کار فرسہ میں دیباے حالی کو چیر لیا کہ اسوہ اول مرتب ہو چکا تھا۔ مگر وہ شاید طبع نہیں ہوا اس لئے کلام کیا اب ملکہ بایا ہو گیا جو شہر مل کے وہ درجہ کئے جاتے ہیں۔

راہ دارے ملک الموت تری ماری کی	گھس گیا ماک میں مزد کی چھپر ہو کر
معشوق بچہ راد سے سہلی اندر اچھے	کیا انتشار ہو نہ کھل کل مل کو دیکھ کر
میں ایسی ماؤں کی یہ روز ماہوں ملے	اب لوگ دیکھتے تھے سینگ لگا کے ہیں
بادہ پیوں کہا ایسے میں بھل ہمار میں	نقدی تھی حقدور وہ گئی سہلے حار میں
انگور تیر میں ہے نہ وہ لذت امار میں	مسم مراہت حومری مٹھی جوار میں
اسے گل ترے دروں میں کاٹنا مار گیا	ٹھسے رامادہ کو چھپے پھولوں کی باریں
عروسی حردہ گیر شاعران اصحاٹھ	دہائی حطرح سے غیب سے ڈالیا ٹھٹھ
کہا کرتے ہیں فاسق میکو کو حضرت واعظ	ٹڑی داڑھی ڈاکر یہ ٹٹے اٹھیا ٹھٹھ
کھا لو گھر سے اسی حٹھی اما کا کالانہ	کچھلے پرہ سلین اور جو لچھے تو اٹھٹھ
کریں اسراف کیا درم سے اس قلم سالی پرا	ہیں تباہ دل براہر یا سہر قباٹھٹھ
چڑھا دگل مے مرقہ اے گل اہلو	یہ ایسے گنگا لیٹھا دیر میں جان کے لئے
تاؤ محفل کو بھگتیر و کہہ کر گئے بیگس	تھکتا بھرتا ہوں میں لے کر دان کے لئے
آیا صاحب کے میم کے مس کے	دل اٹھاؤں میں ارکس کس کے

سودا۔ یعنی مرزا محمد رفیع سودا حسی تیدو یا نی کی چار دانگ عالم میں بدہوش ہے

حس کی جو نگاری سے ایسے معاصرین کا نامک ہیں دم کر دیا تھا۔ ان کے والد کا نام مرزا محمد علی تھا جو کابل سے دہلی میں آئے تھے۔ اور پیشہ تجارت سے بسا فائز کرتے تھے۔ ۱۲۵۵ھ میں سودا کی ولادت ہوئی۔ اور زمانہ کے دستور کے موافق تعلیم حاصل کرنے کے بعد شہر و ستاعی کا شوق ہوا۔ شاہ حاتم کے سامنے نواسے تلمذ کیا۔ اپنے وقت کے شاہیر اور اکابر شہر سے معرکہ آزمائیاں ہوتی رہیں۔ اور دلی کے کوچہ کوچہ میں ان کی جوین مشہور ہو گئیں مگر چونکہ حامداں تیور یہ کاسیر غ اقبال پر اسے نام چل رہا تھا۔ اُس میں دوستی اکل پاتی رہی تھی۔ عروج کے درخت کی جڑ میں دیک لگ گئی تھی۔ اس لئے قدر دان مایوس تھے۔

اہل کمال پریشان اور جستہ حال تھے۔ ادھر یہ عالم اودھرام اور ورار کا یہ دستور یہ رنگ تھا کہ سلطنت کے مالک میں بیٹھے تھے۔ جیسا کہ لکھنؤ میں دربار الملک کا جواب آصف الدولہ بہادر کا دور دورہ تھا ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے مالک اودھ رہی کچھ چلے آ رہے تھے یہ را سودا کو بھی مشورہ اودھ کا رخ کر پڑا۔ فرح آباد ہوتے ہوئے یہاں آئے قدر دانوں اور اہل کمال نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور خولی قصب نے چند ورے بعد لوہا کے درمارنگ پہنچا دیا خطاب ملک اشرفی حس کے صحیح طور پر درخت تھے شاہ عالم کے دربار سے یا یکے تھے۔ یہاں اسی کے مطابق عرب افرائی ہوتی رہی۔ انھوں نے بھی ایسے قصبہ سے لوہا بہادر کی تقریب میں لکھے جو آج تک گل سرسبد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی معلومات شاعرانہ کا دائرہ مہایت وسیع تھا ایک ایک شعر ان کے سب سب جو امت دیتے تھے۔ جو آجک ال کے دیاں ہیں موجود ہیں اور انھیں سے اُن کی طریقت المراحی اور مدنی کا بیت جلتا ہے۔ جو آگے جلیک رہا کر میں گے۔ سودا عالم شاہ سے پیروی تک لکھنؤ میں رہے۔ اور ۱۲۹۵ھ میں یہیں میں مدح جاک ہو گئے۔

میر صاحب جو میر انیس کے رداد تھے ان کے رر دست حریف تھے۔ حد معلوم کس امت یہ چل گئی تھی کہ اودھ اور اودھ در دلول طرف سے عودوں کی بھر مار رہی تھی۔ مگر

زانہ میرا حکم کی محنت کو خاک میں ملا دیا سو داک کی گئی ہوئی ہجویں اب تک موجود
ہیں۔ جیسا چہ یہ ترجیح بند میرا حکم کی ہجویں ہے۔

حاصلاً صاحب سے کہہ چکا ہوں سلام	کیوں کیا کرتا ہے ہجو خاص دعا
آپ کو کتنا ہے تو سید ہوں میں	حد مرا پھو تو ہے خیر الام
یہ دکھا تو اب کیسکی ہجویں	ہو اگر ختم رسالت کا کلام
کوں ہے تیری سیادت کا فقر	حاستے ہیں حاص کے تاغوام
تیرے والد کو ہوئی تپا یکسال	تب حکیموں نے یہ تشخیص تمام
دق سمجھ کر یہ دوا تجویر کی	تر حشر ماقص کا دور انکدام
مولے ایک مادہ حرب سے لگا	ہر حجر اس شیر حر کا بھر کے حام
آخر کار اس مرے کے بھی لئے	دہ جو مادہ حشر تھی اسکی آئی کام

ریم سوزاک ید رہے تہ شمر یر

رحم مادر سے اُلٹ کلا ہو سیر

س تو تک لے نصف سال نصف	سے کیا سید ہیں دیکھے مگر
میں و کم تج میں۔ دکھا غل جمن	نظر کی رکیب کا ہے یہ ار
گھر سے اپنے کھا کے جانے کے ہاں	حاتے ہی مانگے ہے اسے مضر
عمل کسی ہے کہ کھلے یہ نہ کھا	حق کتاب کہ جیفے سے ہڈ
سید لے میر تلت آپ کو	کھا آتا ہو کے خوف و خطر

ریم سوزاک ید رہے تو ستر یر

رحم مادر سے اُلٹ کلا ہو سیر

ایک دوسری ہجو جو میرا حکم کے متعلق لکھی ہے، یہ کہیے۔ مٹا سہا یاد مانگتی

ہے طراست مانگتے، رلاں ہے۔

صاحب کی اہلیہ نے دھول ڈھونڈ لیا مودہ راق ساری ہسیا دیں کی جگہ یا
 بیٹھک میں بیٹھوٹے چوٹے کو سہایا تسلیج و اسیر غصہ کو کھانے آیا
 بلا کہ کیوں ہے صاحب کر کوئی مگنا
 صاحب نے تمہا کیوں تم سے راق کالی بے آج گولہا کی کل دنگے ٹھکڑ گالی
 کرے کی تکلی یا تو نے گوری ہر کالی لی لی کو اور تم کو کھر دیسے حالی
 کراوہ دے گی تم کو جس سے کہ سر بٹایا
 میراں پیس کے لوٹے پھر کیوں کیا کماچی میں اس سوا میں کچھ اور مرد باستا
 کرا اگر آیا چھوڑوں گا کر چیا جی گالی تو اک طرف ہی رہن رکھو بچا جی
 آگے ہے دھول دہیا میں تم کو کہہ سایا
 صاحب نے تمہا کیوں چھپیا کر کے کوری گرٹے تو گلے ہیں دھیل کی بکوری
 بیٹھا کرو مسد کو دھیلے کی ہیں گڈڑی مسج سد بولا ستا ہرے نگوڑی
 بھیسایا ہی لیکے چھوڑوں خاطر میں کیا ڈایا
 دھری میں مہ کو بیٹھا تجھ سے کیا کرے دو تیل کے کیوڑے آگے ہارے دھرا
 گاسے اپنی پرہ دیکھا بھس کا ہارے مہرا کراہ لوں بھیسایا جی میں تو آرا
 نہا جاسے گا تو بھڑے سیروں کو میں نہایا
 ٹرہا لے کی سادی راکسٹس لکھا ہے جس سے اس کی اتہائی ظراست کا پتہ چلتا
 ہے دیکھئے۔

اس کے ہر دم سے دو لہا ہر سرگوں اب کیونکہ تیل رے مقدس کیں میں لوں
 شاہ کروں میں دیس کو یا دہرے رگوں سی کی اماں باروں تو اس میں کیوں
 مسد کو کلنگ اسے لگاتے ہیں جی
 الفصہ شیخ جی کی جو حرمت حد اگنوں مارہ ریں کی چھو کر ماہا جاتے لائے

آسے دو لہن کے گھر سے دھنچ میں چھپا جیسا ہاتھ کتے کو خاطر میں نہ لاس

ایسے کتے کو تیسرا ہی پاتے ہیں تیج جی

تھے لکھ شے مات سے پاکی یا کر جتا سواک لیکھ جہ رو سے کرے لکے زما
اُس نے تر لای چوٹی سے کھو کر مہاں مشکیں لہور کی چڑکے کہا کیسے محاف

ٹھکھو تو کچھ ولی نظر آتے ہیں تیج جی

ایا ہوس میں تیج کو کھو کا یہ بندہ مشکیں ٹڑا لیج گئے جو سے کرے کتے
مال کے اس کے ہاتھ یہ ریس لگی اسکے ستا عمدے سے رہے آسے تھے ادا بھینچا ستا

یا پوسیں تب سے جو رو کی کھاتے ہیں تیج جی

جو رو سے تیج جی کو بچھوکتا اب ملام بھڑا و مخڑا دھیند رہے اں کا نام
حلو سے سب ملا تے ہیں کو تو قیام دیتی ہے تب بھٹکے لوگوں سے یہ ملام

بائی کو ای کیوں یہ ملا تے ہیں تیج جی

یہ تو ہیں دور سے حرس ہے سوچ چلی ماری کھو تو دھول کھیٹا ہی لیج لی
اں کہ تو حاسی سے کہ ہیں تیوں میں لانی کھلی ہے اں کی حورو کی تھلا طرح کلی

حوسے ہیں بدل میں ہاتھ ہیں تیج جی

حس دیکھتی دودھ کہ ہے سرات کی ہوا دس میں دن تھڑی کہ ہے منہ میں کھلا
آتی ہے اُن کے پاس لے تل اور تو را کسی ہے یہ رہا نئے گام آپ اب بڑا

ہم ٹھکھو تیج جی دے ساتے ہیں تیج جی

حس گھو مارو ہیں کے چیلے لی لکھتی چال آتا ہے تیج جی کے تھیں اس سدا چال
علامہ سے بھینک کے ہو جاتے بیٹ بال تب ہر مانگی سے یہ کہتی ہے وہ جیال

اے ہوا ہی چاہ تھاتے ہیں تیج جی

اکتہ ورت تیج جی کو حور سے جھالٹے کیسے لگی کہ ہم ہاڑیوں کے مٹے ٹ

اس بس دیکھی کھو گئیں پوکا نہ گر گئے ڈرتا نہیں ہے مجھے تو اپنے منہ سے

کمند دل ابھی دوا سے شلتے ہیں یہ تیج جی

ایسی ہنرے ادب حد سے بھی ڈرتے آکر کے تیج جی کے مصلے یہ ہلک بھرے

شاہ کو آکے ڈال دیا کیلے مالوں میں کہے ارب کہ وہ جھال خٹائی سے اس سے

درس ہمارے ہاتھ سے چلتے ہیں تیج جی

جو روکے ہیں شخص سے اس تیج تم سمو کچھوے کو تم نے دیکھا، مہا جیکے ہو ہو

میں جانتی ہوں تم کو کہ تم فیلسوف ہو سودا زیادہ کیا کہے ہے ماتا کو مگو

جیسے ہیں تیسے جوتیاں کھاتے ہیں تیج جی

کسی بولوی سے قوی دیدیا کہ کوا حلال ہے - سر واکو طرافت کے لئے ایک سال ہاتھ
آیا دوراً ایک پوکھ ڈالی - اور وہ وہ ادکھیاں سائیں کہ آج تک کے کھسے والوں کے رو گئے
کھڑے ہوتے ہیں -

لشکر کے تیج آج بھی قیل و قال ہے کھاسے کی حیر کھاسے کا رگہ خیال ہے

یوں دمل امروہی میں کرنا محال ہے حودقہ داں ہیں کئے یہ اُن کا خیال ہے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

حامی اگر لکے دل کا ہوئے - چاندل اور دوسرے میں کیا کہیں کہ یہ ہر مل

کچھ شکستہ ہاسہ کو - کی سٹہ دریاں ہسے جو کوئی بوجھے تو ہم کچھ نہیں ہاں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

یار دبو ہو تم اسی دیر خراب میں بیٹھا اٹھا کر دوسرا تیج ہتا میں

حلت رکھے ہے راع کسو بھی نہایتیں حتی کہ تہ ہیں ہدی کی اُن کہ ہوا میں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

مگر اے آج محمدن تیج کیا پیل ملاطیف لوگ کہ کھانا پیل

کتابت چاند حال کیا کس بحر اہل
ملت پر مہنگی کی میاچی کی سونل
اک مہر ایہ کتابت ہے کہ احلال ہے

فردی اک پنجابی شاعر تھے رسمی معلومات شاعرانہ بھی انچی حاصی تھی۔ اتفاق سے
اُس سے اور سودا سے کچھ بحث ہو گئی۔ سودا نے اس غریب کی اتنی ہجو کی کہ عاجز آ گیا۔ اُسے
بھی مہوراً ایک کمد تلوار ہاتھ میں لی ایسی سودا کی ہجو میں اشعار کے مگر نہ وہ اس زمانہ میں
مشہور ہوئے اور نہ کہیں آج اُس کا یہ ہے۔ سودا کے دیوان میں وہ ہجو بھی موجود اور
مخطوط ہے۔

حالاں میں کون سا تاج آؤئے گا کسی سے نہ کوئی آتا ہے آؤئے گا
ست ہی حال کھاتا آؤئے گا ساٹھی کو یہ آتا ہے آؤئے گا
کہ فردی ملک میں کتابت آؤئے گا

کیا ہے خرچ نہانے میں لکے میں نیر یہیں ہے اصلی دھلی میں رقص و ہر
خوار و لوم ہو سو مادہ یہ لکے ہے نہ جو راہ ماسٹر آتا ہر صبح و شام طر
کے ہے طلق وہ عاتاب ہے آؤئے گا

میں کارنگریوں اٹا دیجات ہو طار دیکھ کے کوئی کرتا ہوں بیٹ کی طار
وہ لوم سننے میں گر لھسے ہو کچا ہر تو اُسکی شکل کرں اور چا لور کی یہ
عجب شور مچاتا ہے آؤئے گا

عرس کہ اسی دارج ایک مولیٰ صاحب کسمیری کی جو میرا لقا کی خدمت مرا
فاخر گیس کا حاکم مولوی مدرت کسمیری کی (ٹاکی کی ٹڈیل اور تصحیح اس کے یہاں ہوتا
ہے) ہر لہو طوالت کے میں لکھی جائیں۔

اگر یہ یہ کہسا زیاذنی ہے کہ جو بھی داخل طرانت ہے آؤں کوئی تباہ نہیں
کہ جو کار کئی تمام مہر ایہ اور ٹھٹھل میں دلسر و شمع کے دریغ کا ہوں لا ہوا۔

اور اسی سے ایک صورت ظرافت کی پیدا ہو جاتی ہے یہی سب ہے کہ ہم نے سودا یا دوسرے
عجوگوں کو بھی ترکیب یاد کر رکھا۔ ورنہ ظرافت اور ہنوکا ظاہری فرق کوں نہیں جانتا

سموڑ می۔ بابا سوری فرزدین کے رہنے والے تھے۔ اگرچہ ایک سربردست شاعر
تھے۔ مگر ظرافت ہجو کی طرف طبیعت ہی راہل تھے۔ چنانچہ ایک قطعہ جو ایک شخص کی عیو
میں کہا تھا۔ ہے۔

لے خیرہ سب تمیز ریدق لوند نکا بے رزی و کاخ حوار لکڑ کوبل تکا
کہ چار و چوں کلام و سب سے جوئی لک عملیہ گر چو صوہ دسوں ماکیاں کرک

ہر صبح مادہ بر پشت تشنوں قسوں ہر شام مادہ پلک پلک

سموڑ۔ تخلص سید محمد میرام تھا۔ میر درد۔ سدا۔ و میر کے معاصر تھے۔ دلی میں
انکا محل قرار دل پورہ میں مکان تھا۔ ان کے ہر گوں کا اصلی وطن بھارت تھا۔ اور ان کے
والد راہنہ سرگ تھے۔ اور تیرہاری کی مستی کہاں کو ہو جاتی تھی۔ میر سوراہے نام کے
آرٹھ کی رعایا۔ میر تخلص کرتے تھے۔ گایرینی میر کی خاطر ان کو وہ تخلص چھوڑ
کر سمو اختیار کر لیا۔ اسی بات کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

کہتے تھے چلے میر میرت بوسہ ہر اسب اس جو کس میں سور سوری سدا اکل
دلی کی شاہی اور برادی کے ہاں لکھو چلے گئے تھے مگر یہاں بدتوں قدر نہیں اپنی
میر سدا چلے گئے سب دہاں بھی میر۔ تو لو اس آصف الدولہ اس کے ساگر دہو
مگر بوسہ زیادہ مہلت۔ دلی ۱۱۱۱ھ میں بیوہ ماکا ہے۔

در بزم ارات عالی طبع بلند حوصلہ۔ سک طلیت۔ خوش گفتار آدمی تھے

تو کہتا ہے کہ میں جو کچھ سدا کر دعا لایا ہے دستی تیری دعا کی

کچھ کہ تو قاصد آتا ہے وہ ماہ
الحمد لله الحمد لله
حصوٹے کے مچھ میں آگے کہوں کیا
استغفر الله استغفر الله

یار آتا ہے ترے یار کی اتنی سی
آرما ہے ترے یار کی اتنی سی

بھرتی بات سنتے ہی رو کر گرا گیا
طوطا ہمارا مرگسا کھو بولتا ہوا
یار گر صاحب رسا ہوتا
سیموں میاں خان کیا مزا ہوتا
چلترس یا عسب رکا تو
روستی مراد لے لیا ہے
چھبیا مٹھی میں کہتا ہے کہ میاں
ہاے ہاے میں لوجھو تو کیا ہے
حقدار انتظار لکھے گئے ، احتساب یا اکل اتحاو کے جواب میں تذکرہ نے کئے ہیں
تھے امیں ہے کہ میرے پیش نظر اُن کا دیواں نہیں ہے ۔

رہا اس عشقِ حبیب الیہ امام تھا۔ سراجہ میں الہیں سہما۔ پوری کے فرید
تھے۔ اتنے سادہ کے اٹھ ہی دلی میں جس پرستی کا مادہ پیدا ہوا اور سرور و گداز عاصفا
طبیعت میں خوش زں ہو گیا۔ وطن کو چھوڑا دلی میں آئے اور مرا غالب کے ساگر دہوے
اور مرزا مرحوم کی حیات تک دلی ہی میں رہے۔ مگر اُس کے انتقال کے بعد یہاں ہی
رہا اور پھر وطن مالویہ چلے گئے۔ اگرچہ بھلو کر الجھل رہے۔ مگر اہلاس میں بھلی بھولی
رہ گئی وہی آن باں آخر وقت تک رہی جو ازل میں تھی تا ایک ۱۸۵۸ء میں جمع حیات
صر صرا اعل کے چھو کول سے خاموش ہو گئی۔

آپ صاحب تصنیف و تالیف میں ہمایہ تاریخ عجیب حالات حکماء یونان و یونانیوں کی
شائیر القلوب۔ اور گنج شائیں گال مختلف علوم و فنون میں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ بعض
کتب راقم تذکرہ نے بھی دیکھی ہیں جو اب لکھی ہیں۔

ایک مختصر دیوان شائع ہوا تھا۔ دوسرا تیار ہے وہ تیار نہیں ہوا۔ کلام اگرچہ
میں زیادہ ہے۔ مگر اسی مناسبت میں طراعت بھی شامل کر دیتے تھے۔ چند شعر مل سکے جو
بدیہ ارباب نظر کئے جاتے ہیں۔

دھو سکے لو اپنے دل کا داغ دھو	سج مسک کو ہر گھڑی دھو تلپے کیا
توہ کا ارادہ تو ہمارا بھی ہے اسے	لیکن در آج اسے ڈھایا اچھی کچھ اور
آنکھیں یوں ہاتھ ڈھونڈتے ہیں	جسم عشرہ را کھیتی، ماق ناریں کیٹری
سکے پیاری سوراں کی حرارہ دد	لگا کسے کہ ٹر پاپا ہے حد اصر کرے
مردو سامان میں ہے مہیا ہوتے	دور فرغوں تو کیا اسکے بھی ماوا ہوتے

سبب۔ مولوی عبد کبیر نام تھا۔ تدا میں سے ہیں و لہذا تذکرہ خوارہ حادید سے
ایکسی بیاض سے حیدر شہر لکھے ہیں۔ یہ تہہ میں چلا کہ کہاں کے، ہمے والے تھے۔ اور کب کئے
میں بھی صرف استعارہ لکرتا ہوں۔

شاہ صاحب اسم دہ لار و اسم ہم شہر نہیں	دیکھ کر حیاں حرم اور چھولی آپ کی
ہم فریبات، والا ہے۔ ایک	کا ہوا طہارہ، صورت و لہالی آپ کی
کام نہ نیکے۔ تھے جو کچھ ہانے، کرے	کھنگ بھائی رام لہیوں گولی آپ کی
حاصل زادوں کے خلق میں اصل ہیں	میکہ کی پیاری ماں اور لولی آپ کی
مکر کرم، زباں لہجہ تیج جی مت بڑیو	کل میوہ سب سے ملن لہ لہ آپ کی

حرفِ شینِ معجزہ

شاہی گیلیاں کی رہے والی ایک فاحشہ عورت تھی۔ ساعری کا ستوق بہت زیادہ تھا۔ مگر اسوں کہ ایسے افعال کی طرح ایسے احوال کو بھی واضح سے غلطی نہ رکھتی تھی حتیٰ کہ مسقدر کلام اُس کا میری لفظ سے گدرا اُس میں سے ایک تو بڑھی ایسا نہیں جو محض نہ ہو اور اتحاب میں آئیے۔ لہذا صرف اسی نام پر لکھا کرتا ہوں۔

شوش۔ تخلص پہ مستی جس جگر صاحب لکھنوی کا۔ حسب میں یہ جیم کی بیوی لکھی تھی اُ بوقت آپ کو تخلص کرتے تھے لہذا وہیں آپ کا نام اور کلام لکھا گیا۔ اب چونکہ آپ توجہ تخلص کرتے ہیں اس لئے تذکرہ یہاں نام لکھ دیا گیا ہے۔

شرف۔ اسوں کہ فیسے آئیے ام سے اطلاع میں تاید اسے سریلی۔ یا مارہ کی کے صلح کے رہے واسے ہیں۔ پہلے کسی ریاس میں تھرتھ اب ہر مہینہ بٹھیک علاج کرتے ہیں اکہ لکڑ آتہر تہ ہیں۔ راقم الحروف کے حاسے والوں میں ہیں اکثر متاعروں میں ہر یک ہوئے ہیں کلام دولہا طرح کا ہوتا ہے۔ طراوت بھی اور عاشقانہ میں بھی۔ غرضات ہیں ملک کم ہوتا ہے مگر میر بھی نص نہ رہی آتے ہیں۔ آپ کی اسوت عمر حکیمانہ ۴۵ برس کی ہوگی میں نے دو بار مرتبہ آپ سے آپ کے کلام کے لئے استدعا کی اور آپ نے سدود کے ساتھ وعدہ بھی کیا۔ مگر اسوں کہ وہ وعدہ متاعروں کے وعدہ مکررہ گیا۔ دو چار شعر خواہد ہر ادھر سے مل سکے وہ درج کرتا ہوں۔

ماورئے ہوئے کھی میا لئے ہوئے آتا ہے وہ ایک ماسا لئے ہوئے

آج ہیں آج غیر کو لیکر وہ میرے گھر
سلمان انبساط ادھر اسے ہوئے

شاکئی سید اکبر حسین نام ہے۔ ضلع الہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ مدتوں سے پہلے
لازمت لکھنؤ میں قیام ہے پہلے اودھ احار میں مترجم تھے۔ اب حقیقت احبار میں کام کرتے
ہیں۔ آپ شیعہ المذہب ہیں مگر بیعت کے تقصیب اور نیک آدمی ہیں۔ ماری قادیانیت بھی
کافی ہے۔ اور حنگو کی کیشتی اپنے درہ کمال کو پہنچ چکی ہے طرانت اور عاشقانہ دلوں
رنگوں میں طبع آزمائی فرماتے ہیں اور دونوں میں خوب شعر کہتے ہیں۔ طرافت میں اکبر
الہ آبادی مرحوم کا اتار کر لیتے ہیں۔ اقم اثر و فک کے تسلسل ہیں۔ کلام عیانت فرماتے کا
وعدہ فرمایا تھا۔ مگر تاہم عدم العرصتی کی وجہ سے ایسا نہ فرما سکے۔ چونکہ احباران میں
آپ کا طریقہ کلام اکثر شائع ہوا رہتا ہے۔ اس لئے دو ایک شعر مثنوی احار حقیقت
سے نقل کرتا ہوں۔ شاکئی صاحب ایک یرگو ساعر ہیں۔ اس وقت انگریزوں کی بے رحمی

ہے تو ایسا قوم کی خدمت گزار کیجئے
اسے دبی درو کا دیاسین چہ چاہیجئے
دہم کے جلسوں میں خاک کر کے لہر چڑھو
یرا تر مہول احار و مژ چھایا کیجئے
اس سے جس وقت حل ہوئی وہی ہو
یا کوئی اسکیم حیدہ کی مہیا کیجئے
یاں مگر ہرگز نہیں ہے اپنا شرط لڑکی
وم کاڑھتا ہوا اٹلاں کھیا کیجئے
ہے ماما ہو گئے ہیں آج بھی جام قوی
اس ہمارے مجلس کا تو بدلاؤ کیجئے
یہ بہ یکس تو تانگی دیسہ سیکارم
اس کو ہر تہ گھوڑی بیٹھے روپا کیجئے

لالہ اگر یہی میں جس دانت ہے
معرفی ہندوستان کے متعلق ہوئے
ماب کو کہنے کے مائی ڈر
واہ کیا لائن نہ مالا آئی ہوئے

شیخ نے یہ کیا اللہ نے حیاتیں گڑھ وہ میرے دردِ قویہ کو تے ہے نہ لیل
چیر پیسے بھی نہ گدے تھے کہ پویشائی ان کا یکہ رنگا اور لے لیا اللہ نے نول

شمشاد۔ شاید علامِ بخش نام ہے ادا وہ کے رہنے والے ہیں طرانت گوئی کا شوق ہے
مگر طرانت ہرل اور فواہن کے درجہ یہ بیخ حاتی ہے حتیٰ کہ مجھے حقدِ رکلام آپ کا ملا اس میں ایک
شعر بھی اس میں تھا عیر مددِ العاط سے مالی ہر۔ نمود نام۔ اٹھا کی۔

شوقِ حادِ غلامِ رسول نام تھا۔ دلی کے رہنے والے تھے۔ ویسے ہی شعر کہتے تھے جیسے
پیلے رنگ کہا کرتے تھے یعنی غزل میں آدھے شعر مانتا تھا اور آدھے ایسے کہ حصیں دیکھ کر آح سامان
تفویج مہیا ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ طرانت کی طرف مائل ہو۔ قلعہ سے کچھ تجواہ مقرر تھی غلے
کے شوقیں جو اں لڑکے اصلاح بھی لیتے تھے۔ اور کچھ نے دے کر عیالیں کھلوا دیا کرتے تھے۔
دردِ مرحوم کو انھیں کے یہاں سے شعر سس کر چپس میں ستاعی کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ شاہ
اصیہ وغیرہ کے معاصر تھے۔ مگر کلام نہ ہے۔

مرانگور کا ہے رنگتے میں
ہر امار ہائی اس کی بھانگین
میں ہے اسکی بھانگین یہ را
ہے گلگوں مجسم یا ہسرا حوں
مراج اب جسکے صغریٰ پہا شوق
حسلی رمور کا ہے رنگتے میں
یہ معمول دور کا ہے رنگتے میں
یہ لشکر مور کا ہے رنگتے میں
کسی مہور کا ہے رنگتے میں
دل اس رمور کا ہے رنگتے میں

کر لکھ کر کان تم بنگو کے گا میں کھوسا لگی
عہ کیا کھوسا تم کا مجھے شوق حویں کل لگی
آہ کہ ہدم ماٹھا ادھر سے جنگ
آح رہ آسے یاس مے

قاضی مستعد سے مدد لیا جی جی کا رہا ہے
 ثانی حس کی آئی تھی میں
 شیخ بگھارے اسی تھی مہکتے لفظ کھا تہ ہے
 دودھ ملیدا

شکوہ کشفہ مجدد السہ مشرقیہ مولانا احمد حس بیرٹھی مرحوم کا تخلص ہے آپ کی
 فعالیت اور معلومات مسلم تھی اور ملک کے حمایت موثر شعراء و اہل قلم میں آپ کا شمار
 ہوتا تھا۔ عربی و فارسی میں فاضل سے مدد اور عالم سے مثل تھے۔ مدتوں ملک کے نظریات
 احاطہ طوطی ہر میرٹھ کے ایڈیٹر رہے۔ حس میں سیکڑوں مصوروں طریقہ آپ کے قلم سے نکلے
 اور ملک میں مشہور ہوئے۔ غالب موس۔ حاقانی وغیرہ کے مشکل کلام کی شرح کی طرف
 پہلے آپ ہی نے توجہ معطوف فرمائی تھی۔ آپ کا عاشقانہ مقصودانہ ہر رنگ کا کلام موجود
 ہے اسی کے ساتھ طرافت میں بھی آپ کو مدد ملی حاصل تھا۔ اور اس میں بھی آپ نے دلکاریاں
 کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ بھاشا کی محاورات بھی ہر ایسا کافی تھی۔ مگر کلام یہ ہے۔
 یاد رہی تہذیب پر مانتی پریشانی میں اس سے دودھ نہیں ہیں کام کے

شکوہ صراحت دلی کار ہے والا تھا۔ اس سال کا ساگر دکھار یا دہ حال معلوم نہیں
 ہوا جدید معرل گئے۔ وہی طرح کرتا ہوں۔

کہا ہی عاشق ہے بہت طاریہ ساڈ۔ دوز تا صاف چلا آتا ہے آوارہ ساڈ۔
 ماروں کی ترسے سانسے کچھ قدر میں کیا کوئی حاسنہ عاشق تھے اندازہ ساڈ۔
 بے گیا دل کو لعل میں واسکر ہے وفا ڈاکو میں ہے جو ہے
 سگا ہی کر دے تھے اسی گلی میں ایسا ہے جو بجا ہے کھڑی کوئی کھڑی چور
 میں عم سے گھلا حب لود و غیرت لولا کیا دیکھتے تھے اکو کہ ہر اکا دل چور
 ایسے دل محروں کو کہیں کہیں کیا دلہا ظالم کی لہر چور مگر چور دہیں چور

تہذیب قیس

لیلیٰ کے کہنے سے سے آخر قیس نے
 لے لی کے بعد ٹھٹھے لگا ایسی ریڈیں
 بیٹا مٹریں دیکھنا تھا انسا ط کو
 اور تھے یو کلڈ کے تہورم پر اہلم
 تھا کیہ کلام کی صورت راں بر
 القند اسٹرس ہوا بھر ہوا ایسا
 ہت رہتی کہ کچھ سیرٹری بھی یا سس
 لدن گیا لو اوک میں یا لی لگا مرا
 آن نظر تراوک کی کرسی یہ ایک مس
 مال ٹیکہ سر یہ صاف تعائیں ہیں مہر کی
 گردنک تہ تیجی طہی العللاہ کو
 بیل میٹے لگائے تھے تات کے سناج میں
 دیکھا جو یہ بجا رہے قیس کے حواس
 عوں کو دھکی کہ حلقہ موں دہکی وصال
 میری کم کوٹ سٹا بڑا مار دہ وقت ترقا
 شہسار ہے کلام کا اکسر کے یہ جواب

قانون قسمت

مجھے یو تھا یہ ایسی قسمت ہے
 دور کوں ہے گے مطلب ہیں
 کالی رنگت ہے کہا عول ہیں
 کالی رنگت ہے گر ہنٹا ہیں

شب ہی کو پہنچا سدا ایکلتا جاندا
 کالی رنگت کا تل ہی نقطہ زیب
 کالی رنگت سے گیسو جساماں
 کالی رنگت سے اس کے ہمدار
 کالی رنگت سے تیلیاں دونو
 رنگ کے ریشم سے مٹی کا حل
 کس طرح میں جگہ نہ آکھوں میں
 رب دیتا ہے تن یہ کالا سوٹ
 ہجر اسود کے مدہجی لوست
 مائے کبھی کے کالے کالے ملاسا
 گوری رنگت پہ گردہ باسکا
 رنگ میں سدا رہیں مطبوع
 ڈرتے ہیں داغ رص سے یوں رنگ
 سکر سے سکھیا سکر کی ایک
 درمیں اس سے دیکھو داغ
 تلیاں گر سیبیا ہوا میں
 رشتہ مدد میں حوالہ گر سفید
 رنگ لقمہ بڑا ہے گھوٹا میں
 اٹلے سے ہے سہا گئیں سیرا
 سچ سا زیہ کیوں تو ریختی ہے
 دلی صدمت رسول سے تقریر

کاسہ گورہ یہ کچھ نہیں موقوف دل کے آسے کے اور ہی ڈھس ہیں

معذرت انگیزی

ایک مرغی نے یہ مرغی سے کہا
ہنسکے مرغی نے دیا اس کو جواب
بولامرغا ہے یہ یوڈر کس بلا
پوچھا مرے کہ چڑھش یہ کیا
ڈاٹا مرے نے کہ انگریزی نہ بول
مرغا جھجھلا کہ پکیر پکیر یہی
وہ ریاں جو چورمانوں کی کوٹا
چھوڑا سکی ہے جھڑاس سے کہیں
صداسٹمہباز کا حسن کلام

لوٹتی ہے خاکیر کیوں لے تیر
حسم پر ملتی ہوں بوڈر اسے عین
بولی مرغی ہے یہ اک فیتن کی حیز
بولی مرغی بچہ کھرٹ وایز
بولی مرغی مرغی تیرے سر میں بچہ ڈینر
مرغی بولی چپ بھری رہ لے بد تیر
لولی وہ ہے خشکی ہر لکی کینر
جبتک ہے کوٹا تیلون اور کینر
مرحبا مارع فصاحت کی ریز

یاوری ولیم نے احمد سے کہا
لولا احمد اس کی اس حاجت نہیں

لوٹو ایل سے سیکو تیر
یڑھ چیکا ہوں میں تو صاحب ٹیر

حرف صا

صاحبقران تخلص امام علی نام تھا۔ باپ کا نام سید غلام حسین رموی تھا۔
 مگر امام ضلع ہردوئی کے رہتے والے تھے۔ حرارت اور التار کے معاصر تھے۔ ریختی۔ ہری
 ظرافت۔ ال کے کلام میں سب موجود ہیں۔ مگر اسوس کہ اعتدال کو بد نظر ہیں دیکھتے تھے
 لکھا اگر حکم کلام حق کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ نواب مصطفیٰ حاشیہ شیفہ مولفہ تدرک گلش
 نے خاصے ان کا ذکر لکھتے ہوئے لکھا ہے۔ ترم و حجاب از دلس مراحل دور۔ د
 طبعش ارادہ و احاطہ محور۔ چرند داب جامع این اوطاق نیست کہ سدا و اثنا
 کسے راہ بدی نام رد۔ امام رحمہوں ایکس نظر عشق و ہرلق خلاف عواں ما خواست
 حرفے حیدر ابوبک حاتمہ مصنفہ نامہ تحت کردید صاحبقران کے یہاں مصائب و دلکش
 کی کمی نہیں مگر وہ احتیاط سے اس طرح ان کے کلام کے حصوں کو گھیر رکھا ہے جس طرح
 کہ کلام کے کھول کو کاسٹنگ لکھتے ہیں۔ گلچیں کی دسریاں ہوتی کہ بے باکار انکی
 طرف ہاتھ بڑھاے۔ دیوانہ کا کاسٹنگ ملوہ ہایت ملائمت سے کہیں کہیں ملجا ہے
 چنانچہ میں نے سخت محنت اور ملائمت کے بعد ان کا دیوان تلاش کر کے ہایت محنت
 سے چند اشعار منتخب کئے۔ جو درج کرتا ہوں۔

مکمل یہ لگی کہنے مری دیکھ کے حالت	شہوت سے نہ کر چاگے کیاں ادھر آ
دیکر عرق مکوہ کا پاؤ ابدل لب	معدن کا ریب دیکھ بڑا ابدل لب
یہ رو چال سیکھی ہے مکمل نے ادلوں	ماری خود کھیتی مات سیا و ابدل لب

صاحبزادوں کو لعل سادل نگار سے
 ساج پیکل سے کتنی بھلی ہر حال سے
 رات روں سے اندر پہننے کی کچھ کر گیا
 دمدم لڑتی ہے کتنی محبت جو مٹھو مکہ کر
 چھپکے کو کر لی تھی اسکو بلانے لگی
 میں تو چپکے میں ڈر گیا جا کر
 آج صاحبزادوں کی آمد ہے
 جہاں آیا کوئی مجلس گھر میں ملتی ہو کر
 وہو نہ مالدارو بھنیس پہ بھوری کے یاہ میں
 جس کو نور تر کے یار و شتاب لوٹو
 سستے ہیں بسکڑے سے اور جلی ہی جج کو
 جینوں حصہ ہے سہی کی ہے بے سال آنکھ
 کملو مجلس سے کوئی ملتی ہے
 راہوں کرتے پیلا رنگ یا سست میں
 ایک میں کڑھتا ہوں ایسے یار حافی کیلئے
 پاؤروں میں ادھاس کتنی ہے اسی
 جو پوچھا کہ صاحبزادوں سے پہلے
 کالوں کی لٹ مانی اور میری بھولی بھالی
 اریک سادو ٹیٹ لارم ہے گرمیوں میں
 سر سے بڑا نوالہ کلمہ کو بھاڑتا ہے
 بس یہ کہ چاہے سے لوکھاتی ہو والی نکا

کملو نے حال کر مجھے سادو بدل لیا
 زمانہ چاہا کیا جب ملک حال رہا
 اس ہی گرمی کو سکین مہی سے مر گیا
 ریچھ والا کیا کوئی تعلیم چھو کر گیا
 خوش ہوئے متانت باطن سے شوہر گیا
 کوئی مالکوں ہی کوئی بچا
 جو کیوں پر بھٹاؤ عالیجا
 سراووں مار رکھوا ہے یا ملی پانچلے میں
 غیرت سے میل ڈوستے پھرتے ہیں جاہ میں
 آئی ہے حج یہ کر کے دوڑو ڈاب لوٹو
 اب لو سو سو پہ کھانے ملی جلی ہے حج کو
 جھوٹے سے میں اسکی ٹہری چھپا لال لکھ
 میری جھاتی یہ مددگ دلتی ہے
 حور و سیریں کہاں کہیں پڑا لکھ
 درہ رستے ہیں حالہ اور نانی کے لئے
 کھنٹی توپ اور توپ حاماہ حاماہ
 تو لولی کہ ایسے کو حاماہ حاماہ
 ہاتھوں سے کیوں چھالی اور میری بھولی بھالی
 اور حاماہ کر رہا لی اور میری بھولی بھالی
 ماتیں نہ کر رہا لی اور میری بھولی بھالی
 ٹوٹی ہے یا سہانی اور میری بھولی بھالی

جو دیکھنا ہے سر کو تھرتے مارتا ہر
ہو ٹوٹوں کی تپے لالی اور سری بھالی
صاحقران کی خاطر لارم ہے ماما
راول کی جڑ تو سالی اور سری بھالی

ہیں لگی جو مجلسوں کے ہاٹھ
وہ نہ کو کر جیسے عرو کی پیال
سحب وہ فحہ مال را دی ہے
بھڑوا تہیطاں حسکا ہادی ہے
اس کو یا لاسٹ اکہ زمانے لے
نہ کوئی دادا سے نہ دادی ہے

گر اسی کا نام گرمی ہے تو ہم ٹھنڈے سے
وہ ہاتھ میسے آئے احساں آیکا کیا
دسمم گالی ہے اور میرا رشتے میں تھتے
یکا دیل یار دیکھ کے مات کا کیا
جیکلا سے کہتے ہیں مادر کا اکھاڑا ہر
یہ یوں نہ نہ ماستق تو جائے گا دیوار
میں لے صاحبقران! جھکا کتے دوسر
کس کے لوسہ کا نشان ہے تو کہا جھکوا
یہ سدا تجھے اور یہا رہیں رہے کا
لے حرانیں کا گلا رہیں رہے کا
رات کہتی تھی گما حسی سے
دل ہے صاحبقران! یہ سیر
وہ سادگی رہی اب ماسور
جھٹے کھاتے سنگلو کا رستہ میں
دھم دگی رہی اب ماسور
زنگ حصے سے ہو گیا سیلا
جھٹے کی تھی گما حسی سے
آسکی ٹھنڈی کر لکڑی میں نہ ٹلا پڑ گیا
کل ہستہ ہستہ اسکے دام نہ لگا لگا
قد کر گیا سے دالوں کی رسی سنی ہر
چھانی یہ آسکی جب ہاتھ ایسا چاڑا ہر
مٹھے رنی سوا کھانا ہمیں کچھ
جھٹے کی تھی گما حسی سے
آسکی ٹھنڈی کر لکڑی میں نہ ٹلا پڑ گیا
کل ہستہ ہستہ اسکے دام نہ لگا لگا
قد کر گیا سے دالوں کی رسی سنی ہر
چھانی یہ آسکی جب ہاتھ ایسا چاڑا ہر
مٹھے رنی سوا کھانا ہمیں کچھ

بیوہاؤں کے نام مر مایوس
 اتنا رسوا کیا محنت نے
 کہا مکلوے کچ پھڑکے اسی
 حرکت تیرا ہوش میں نہ تھک
 گوسکھ سا کہ ظالم انجور ہوئی ہے
 دیکھو کھوری یہ موباعاشق ہے
 مرد کب چھوڑتے ہیں رٹدی کو
 رد رلاتا ہے مات کی یوری
 رات سگی دیکھ کر میری طرف کی گئی
 تھا ہی کا در کہ کل جسے تیا تھا مجھے
 میکے کے رہنے والوں سے لالہ کئے
 نہ ہو حرمال کب اس کا سے
 گھوڑا عباک سے ہے صاحب قرآن
 صاحب قرآن سے معلومتی تھی نہ خواہو
 رمانی تو نہ تھکے۔ بتا ہر گر
 کہا صاحب قرآن نور سے میں نے
 حفا ہو کر لگی کہے کہ جیہ رہ
 صاحب قرآن کل گئے تھے جیکلہ ماگاہ
 یہ حب ہوا اختلاف پر۔ بھارت
 صاحب قرآن ایسی اسطو پر لکھ آگئے سترہ اریہاں لو اب آصف الدولہ
 مر اسلیماں شکوہ وغیرہ کی سرکا دل میں ملازم رہے اور تاحیں حیات رہی لفرغت

اُن کے احلاق حامیر با یوس
 آسانی کے نام مر مایوس
 حوا انو جیتی ہوں بیل رہیل
 ہر حالہ راد تیرا مجھ در سے کم ہیں
 لیکن ہوے ذرا بکٹا روک داسٹ
 یا می بھینس جو با عاشق ہے
 گھوڑی کیسی ہو گھوڑا عاشق ہے
 کیا کروں میں بد و طرا عاشق ہے
 اس گھوڑی کی تو کچھ سوچنا چاہی ہوئی
 حوس ہوئی بس آج میں انکی سلامی ہوئی
 میکے میل بل میں گھوڑا لکھئے
 سل ترک سکتی ہیں غامک سے
 کپا بٹماے ہا کھو اسی تاک سے
 ہر گر میں میں الیق تیرے چوٹنے کے
 یہ سیرا تیرے مال ہیں ٹوٹنے کے
 ہمارے کچھ تو عیب بوسنی
 جواب جا ہلاں ماستد جموستی
 لیکن کسی یہ ڈالی تھوہ کی نگاہ
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ

گراری۔ جس کا حجاب ان کے کلام سے پتہ چلتا ہے۔ وہ ایک مرخان مرغ ہست
رنگیلے مراج کے آدمی تھے ان کے قال سے ان کے حال کو کوئی نسبت قریبی نہیں تھی۔

صفدر۔ آپ نے اپنے نام کے مزد اول کو تخلص قرار دیا ہے۔ مرزا یو آپ کا
مولد بسک تھا مگر بہت عرصہ سے لکھنؤ میں قیام ہے۔ اوہیں شادی بھی کر لی ہے
آپ ایک بیک مراں کھوسے مگر نہایت کم سن اور دو گویا شاعر ہیں۔ بہت سے
معروکوں میں آپ نے ہایت عمدہ عمدہ شعر کہے ہیں۔ اور حرفیوں کو تاب مقابلہ سے عاجز
کر دیا ہے۔ متسن مہذب نیک دل ہیں معلومات شاعرانہ بقدر ضرورت کافی ہے۔
میں چار کتابیں متاثرہ سخن۔ مرقع ادب وغیرہ آپ کی تالیفات سے ہیں جو ہایت مقبول ہیں
ہر صنف سخن میں کلام موجود ہے۔ آپ کے معاصر آپ کی طبیعت جدا دوسرے ہیئت آپ سے
چلتے رہتے ہیں مگر اس سے کچھ بڑھ نہیں سکتا آپ کی مستحق گویا کو تقویت یو بختی ہے۔
اگرچہ آپ کا کلام قدیم رنگ میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مگر کچھ بھی وہ بجائے خود ایک
جہت ہے۔ اور اگرچہ یہ دعویٰ دور ار کا ہے کہ ہمیشہ ہر متاعہ میں آپ ہی کی غزل چھی
رہتی ہے یہ غلط اور بیکار ہے۔ مگر ماہم اگر شعر اچھے ہوتے ہیں۔ متنی امیر احمد مرحوم
کے شاگرد تھے ان کے انتقال کے بعد حلیل صاحب اور ریاض صاحب جیر آباد
سے اصلاح لائی اور انکی اکثر اسی سزلں، ریاض صاحب کو دکھاتے ہیں راخترہ کرہ کے
عمایت فرما ہیں کبھی کبھی سکاں رسد لیا لیا۔ تم ہیں۔ صاحب مستعار آپ کے کام لیا ہیں
ہوتی مگر کبھی کبھی اس طبع کے بلور کر کچھ پیچہ فرما لے ہیں۔ مگر اچھے شعر حاضر ہیں خواہوں
نے سوسا، قصہ اریہ جو عسایا فرما لے، سیتے۔

کوئی فاسق ہیں یا آریاں والے ہیں
حاصلاتی ہیں یا لایا، یاد، اسما ہیں
عذابی ہیں یا عذابی، اسما
۱۰۰ مرہیا، جسیہ، اکوہ لرا اسما

بجلا میش کا ہو پردہ نشینوں کا یہ عالم ہے سر بازار سینہ کلو لکر نکھر سکتے ہیں
 یہ حیثیت سالے کی کہتی ہے اک کن کی بادی پی سنہ کو ہیں ام خدا ابیر سکتے ہیں
 ریٹ تھالے میں لکھی ہے تلاتی ہے قیسو کی سگی میں تنہ چھڑا کے آپ کے زیور سکتے ہیں
 جناب شیخ اس پرانہ سالی پر بھی لے صفدر
 متوں کے گھورے کو دیر سے اتر سکتے ہیں

لے تہ چھڑا کی گلی لکھو میں ایک محلہ ہے ۱۱



حرفِ صبا و معجزہ

ضاحک تخلص ہے مولانا میرعلام حسین کا جو میر حسن صاحب قنوی بخارا لیاں کے والد اور میر امین مرحوم کے پردادا تھے۔ علم عربی و فارسی کے حاصل تھے ماطم و اتر ہایت ایچھے تھے۔ درویش مزاج ایک سو توکل بدیتہ شیعی المذہب بزرگ تھے۔ دیبا کے تعلقات قطع کر کے تیس بیاتیں رس تک آرا دارہ زندگی بسر کی۔ موسیقی پر بھی مہارت رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا ستوقِ مدرّجہ اتم تھا اور ہمایہ عمدہ شعر کہتے تھے۔ مگر بادشاہِ رام کے رنگ اور کس میر سی نے دل توڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے قدیم رنگ عاشقانہ کو ترک کر دیا تھا۔ اور ہر لگوئی ایسا ستورہ لایا تھا مگر ایسے ہی رباں غم و غریب ایجاد کا اہم تھا میر حسن مرحوم سے لکھا ہے کہ وہ رباں ہے عوام سے لیا کرتا کسی نفس بے استعمال۔ اس کی مولوی ساحہ کی جو رباں اور مرارے صدا کی جو رباں ایسی ہی ایسی کہیں جسے اہل زمانہ سکھ بھڑک بھڑک گئے مگر افسوس کہ اُن کا کلام منافع ہو گیا۔ اور اس کہیں بھی نہیں ملتا جالیں بجاں شعر کی غزل اور نزل کہتے تھے اس کے شروع میں تھوڑی سی شرم بھی لکھتے تھے۔ ہر لکھ کا صرف ایک مطلع ملتا ہے وہی نقل کرتا ہوں۔

یا ایہا التلا کہ کرد جملہ مکہ کل تو کی میرا یہ فرو کا سرہ

ضاحک نام و مقام معلوم نہیں اودھ یح سائق میں دو شعر کا ایک قطعہ اس عخلص سے ملا وہی نقل کرتا ہوں۔ یہ اپریل ۱۹۰۷ء کے اودھ یح میں شائع ہوا تھا

اس زمانہ کی یادگار ہے جب لارڈ کرزن نے ہندوستانیوں کو چھوٹا کرنا تھا اور اسی مفہوم کے لئے اکرم خرم الدہ آبادی نے یہ راعی کہی تھی۔

چھوٹے ہیں ہم تو آپ بھی ہمیں میراں چھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جو بڑوں کے ماتلاہ
قطعہ مذکورہ صاحب کا یہ ہے۔

ہمارے لاڈ صاحب کے خواہ ہیں ایک غلط کل مصلحاں سعادت انگیز کہتے ہیں
راسخ ہمارے یا لسی در لاٹھ صاحب کی کہ دونوں ہی دروغ مصلحت آئیں کہتے ہیں
اور ہمارے ساتھ ہی ایک دوسرا غلطی ہی بخت میر مصلحت انگیز کے نام سے لکھا ہوا ہے عالم
وہ بھی انھیں صاحب کا ہے۔

کل چلتے چلتے رخ کو ملا چھوٹا راہ میں قلعہ بند ہو جسے کوئی نیست مہی
یو جھانکے ایسا ہی میں کیا ہے تیرا رخ میری طرف سے کیا ہے میری رخ مہی
کے لگا کہ یا تو سہا جی معاملہ درپ میں جا کے نہ کہے کوئی میری مہی

ضمیمہ۔ اوپر درج سائق کے ایک مامعلوم الاسم مامہ نگار کا تخلص ہے جس کے
یہ دو شعر مل سکے۔ عالم شاعر غلام کھانا۔

آس تیرا تیرا اسد اللہ اس مہم رو یاہ را حریف غسہری کہم
کو مرغ سدرہ کو رہا مہم طوسے نہ شاح مہر را زری کہم

حرف طاء مملہ

طریف - مستی حبس الدین نام تھا۔ صلح مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ صرف طرافت کے شعر کہتے تھے جس میں بھکڑیں بہت زیادہ شامل ہوتا تھا۔ ایک بیاض سے چند شعر لکھے لیکن سکے علاوہ نہ حال معلوم ہوا۔ یہ مقام دسک کا صحیح پتہ لگا

آج ہی گھر کا رقیوں کے ثناء و ثناء	ان کی دوا یہ حائٹھوں جو اُو ہو کر
ہمت خوش ناخس سے تھکے تھی	رنگیا سارا جہاں ج سبھا ہو کر
بلیاں بھی کبھی ہوتی ہیں سرِ مجھے	کام تھکے کا بھی کر لیتا ہوں کہ ہو کر
بٹ رمدار ہمت سے رما یہ میں طلب	جو عدا اس میں گئی مکی وہی گو ہو کر
لوچ کردہ رہن ل لوثی لوثی لنگیا	پہلے لوثی لنگیا تھا اب لگوٹی لنگیا
کردیا قلاش القضاے عشق سے	اتنا یہ بہہ کہ سدا کے روٹی لنگیا
دل کی حاض کو کمی اک ختم سا طے ہیں	حب و آتے ہیں کاب مرج لگا جاتے ہیں
مرا سر اس پہ سر رگد رہے	نہ خیر کا غم ہے نہ کھٹل کا ڈر ہے
مرے طائر دل کو کیا کیجے گا	فقط جو بچ ہے اس میں رہے دیر ہے

طرزی - ان کی نظریات شاعری کا ہر سہر طرافت ہے کہ انھوں نے دعویٰ کیا تھا کہ زبان فارسی بھی اس قافل ہے کہ عربی، ماں کا مقابلہ کر سکے اس کے اس کو بھی صداور قرار دیا جاسکتا ہے اور اس سے مختلف صیغوں کا اشتقاق لوح احس ہو سکتا ہے۔ اسی خیال کی ماپراہوں نے ایسی رمان اور شاعری کو اجاں کیا

اور صحت پر مبنی کر دیا تھا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کمالات اور خیالات اور اس ادب کے
نزدیک نظر اسے بس گئے اور اس کی شاعری سے طبع شاعروں میں ایک فرد کا انما
ہو گیا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ طبری ایک خوش طبع طریقہ المراج بدلہ سچ شاعر تھے
رمدان مادہ نوش اور ہستیاں اما روپرست کے لئے شاعر تھے۔ اور اسی مذاق کے لوگ
اس کو کلی گلی اور کوچے کوچے شہر میں گاتے پھرتے تھے۔ مودہ کام یہ ہے۔

درویدہ میں آ کہ ہی ارتقلیا	یر کردہ ام ار مهر توصیف و بعلیا
حروص تو مطلقہ نہ لہم نیست نگارا	گرد سیاہ عشق و رہیم فی التلیا
امں دلہ سے دلہ آہ کسوں چرا	تو عراں گلشن تثنیٰ یلینگی دل چرا
ما مسلما ناں مسکن کا دریں ہرچہ	ما گرفتار اں مستضعف فرنگین چرا
تا آفتاب چہرہ عیا - - - دُرا	اسے نہ ہاڑا حرا سیدہ کھرا
الا اسے کہ رخت ہی کسے د	دل میں در کھت ہی مستند
میں جسم اعدا سے تو طبری	دل خود را در آتش می سپند
ما ارمیے تو دیدہ خونیدہ ایم ما	تس احتساج طلی کہ چونیدہ ایم ما
تفاصت غمید و دل ہو لفظ تہیہ دایع	از عین و نہیں و قنات تو نہ نیایم ما
ا در وراق رسد تو ہا پیڈ ایم ا	کہ حوں کتاں ز جس تو ہا پیڈ ایم ما
اتادہ دل ماہ رخ سا قیار لطف	حل الشن زلف کہ جا پیڈ ایم ما
د سب رحمت لولود و سار سنج	ہر حید سے تہا گما پیڈ ایم ما
اگر بے لوہر گر سہرا میدہ ماتم	سکالوں ہر شہر کا میدہ ماتم
خو، و جواب سرسرا میدہ ماتم	اگر در کھت حورو و حوا میدہ ماتم
کز حملہ حیا کر اکم سہار می	را لہب تو مر - آ - مدہ ماتم

حرف ظا و محمرہ

ظراف شیخ نور محمد رام ہے۔ شاید محامد حسین گنج کلکتہ قیام ہے۔ سہولی سے بیٹھے لکھے آدمی ہیں اور ایک مہر میں گچ کے تیزوں میں دیکھا ہے۔ مرزا محمد دکی سے حق کا اسی تذکرہ میں ذکر آچکا ہے تلمذ رکھتے ہیں۔ بعض تصنیفیں بھی لیتے ہیں۔

صدایہ دیتے ہیں وہ تمام احبابی ہے	حرید دگھا کو سودا دکان بڑانی ہے
سکانش دل جو کچھ جلیسی لئے پھر لڑوں	نقصا سے کوچ کی آئے عمر کا کھیلانی ہے
ہاں لٹے کے یا بول کو نہ سہاوار	موسیقی میں مچوں نون ترانی ہے
مخاورہ سب کتابت صبح سینے کا	درا سا کیوں میان تشنہ تک پیرانی ہے
کھن میں تو اس سے لیے ماہ پھر تالو	ساہر حسیہ کہ وہ یہ دار فانی ہے
کھٹا کھٹا کہ آتا ہے غیر دل سے توفی	سی جو یا سکے وہ نہ کا مدالی ہے
بہت کہہ اسے وفاقت نہ کوئی ارپے	میں حسرتا ہوں ہاں سا اک کرانی ہے
اور حسرتا ہے کھٹے کوئی دکان کھلی	صدادہ دیتے ہیں تہرت لکھی عمرانی ہے
دائے دیکھتے ہو آکر از منہ بہت کا	صرد رنج جی جوہر ہمداری کا نی ہے
تمام لے کے سرکار لا کر نہ کہ	تکرم میں آپ کے گھوڑوں کے گرائی ہے
کہیں نہ اس کو اس لگی میں بچوت	نہ کیسے کہ لنگوٹی پری پرائی ہے
ہے صدقہ آب یہ آئیہ کیوں میں نے	غضب کی آپ کے طواف یہ جزا ہے

ظراف عیسا میرا ماما اللہ نام تھا لاہور کے رہنے والے تھے لکس جالیں ہیں تک

وطن سے علیحدہ رہے اور ملی یا بنارس میں قیام رہا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ نہایت عمدہ
ظرافت گو تھے۔ مگر انسوس کہ ظریفانہ رنگ کا کلام نہ مل سکا۔ ترتیباً تذکرہ نگاران
کے وقت زندہ و غیرت تھے۔

ظریف۔ بہ ظریف حسین، ام ہے ظریف تخلص ہے قصبہ تہہ شمع مظفر نگر کے
رہنے والے ہیں ۱۵۱۷ء میں دلی میں تھے۔ اب کا حال معلوم نہیں۔ جید شاعر ظریفانہ
ان کے دستیاب ہوئے وہ درج تذکرہ کئے جاتے ہیں۔

تھاری چاہ سار کا ہے عدو کے لئے	اگر یہ چاہے والے ہیں آج تھو کے لئے
پڑھی مارتیم سے ہم نے دلی میں	ٹکے کو آتی ہے مدھی بیان صو کے لئے
تائیں کیا تمہیں صرف کثرت قول	ہر ارجیاں ٹوٹیں ک آرو کے لئے
ارل سے تھے کی لیے فائدہ یہ نظر	کہ جتنے چاہے والے لئے وہ ہو کے لئے
لو جو غیر سے تو اس سے اچھا یہ بات	کھل کے چوکے کسکے لئے تلو کے لئے
تمہارے لال کا دامن کل گیا مریم	مگسا کے سورں عیسیٰ رکھو رو کے لئے
ظریف ہے رہتا ظریف کو یکھیں	تڑپتا رہتا ہے دلیا لکھو کے لئے

عجبت ای ہوئی یہ دروازہ ہوا پاں کا	جھکسا چاروا چھا ہیں تباہی لساں کا
مٹے مارتی ہے ایہ بکے بار کرتے ہیں	تعلق کشتہ گاہ ہے ملی اور انسان کا
سست ہی جو ہے ہر وہ کے باؤں میں میری	ڈھٹی ہے اگر دیوار سے بکے بھی چھا کا
جہاں بھیکہ کیا ہے اسے دامن محبت سے	اگا دوا بھی بھائی تم گریباں میں بھائی لٹکا
کھلا مٹھلی ہو کیونکہ کے دل میں گریں	اطاعت آل کی دیکھو اور غمناں لیاں کا

ظریف۔ بہ قبولِ حسین نام ہے مولیٰ گنج لکھنؤ میں رہتے ہیں جناب صفی لکھنؤ
 کے چھوٹے بھائی اور محمد حفصہ صاحب ہمارے سیکریٹری معین الادب کے ساڑھو ہیں۔
 تقدیرِ صورت فارسی اور ترکی سے آشنا ہیں۔ نہایت چلیقہ میک مراح ہیں اس سے
 پہلے تیجہ میتم خانہ کے سکرٹری تھے۔ مگر دو تین سال سے اسکو کئی تعلق اُس سے
 نہیں ہے۔ جناب ظریف کی عمر اب تقریباً ۵۵ یا ۶۰ برس کی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ
 آپ کی طراوت وہ طراوت ہے جس کا نشان طے بڑے بختہ کاروں کے کلام میں بھی
 نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ بہت آمد کے اُس کے کلام میں اور دہشت زیادہ
 ہے۔ اور لفظ لفظ سے مناوٹ اور تصنع ظاہر ہوتا ہے۔ قدیم نقشبندی اور استعارات
 عام موجود ہیں اور کہیں کہیں دائرہ طراوت سے علحدہ ہو کر کلام ہرل سے
 بھی متاثر ہو جا رہا ہے۔ مگر باوجود اُن کی بختہ کاری۔ مستاتی۔ بابتلی اور حلقی طراوت
 کلام انھوں نے جیتی ہے اس قدر ہتر نہادی ہے کہ تعریفِ حسین ہو سکتی۔ اُن کے یہاں کے
 ادنیٰ اور بیش یا افتادہ مصماں ایسے ہیں جس کا مقابلہ بڑے بڑے طرایب نہیں کیسے
 اور ملاحت طراوت گوئی میں وہ ہمہ دستان کے تمام قرارِ نر ایک ٹرا اور انھیں
 اُتیا۔ یہ رہ رکھتے ہیں۔ طراوت کے رنگ میں ہر صفا میں اُن کا کلام موعود ہے۔ اور
 اُن کے ہاں بعض ملکہ اکثر لطیفیں ایسی ہیں جس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ نہایت چلیقہ
 اعلیٰ درجہ کے محسوس ہیں۔ رماں اردو کے کچھ ہی حواذ ہیں۔ جیسا کہ رماں حال میں
 بعض جدید نگاروں نے جو ایک جدید روش اختیار کر کے اردو کو خراب کرنے پر کمر باندھ
 لی ہے آپ اُن کے خلاف ہمیشہ احادیث میں لطیف لکھ کر صدا سے احتجاج بلند کرتے
 رہتے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ جناب موصوف کا یہ کلام بھی درج کروں۔ مگر اب
 اتفاق ہی ہوا کہ اُسے حاصل کر سکتا۔ عموماً رنگِ قدیم ہی سے کچھ اشعار
 درج کرتا ہوں۔

جوں میں کیوں جلا میں ڈکڑ پھولوں پر
 شمع رات میں سو لگے لگے بجھتی ہو
 دُور توفیق میں معشوق کوئے بیگناہوں
 سبیل و آواز میں چھوٹے لہر بہا ہوا
 یہ دووں جاوے لکڑی سے کیا بکلی جائیں
 یہاں مراد و محمول شیخ جلی سے جوتے ہیں
 ارسے وانا سے بھرا۔ بھرا کام پر میرا
 حاضرت کی رشتہ فانی سنگا نصرت قدم میرا
 تیسے مالونکی بوست ناک میں آیا جو میرا
 کوئی علوت سر نہ ناز میں دیکھے اوچھ میرا
 شے ہر شے میں کا زور نہ ہے قدم میرا
 شتر گریہ کے ڈر سے آہیں سکتا جو میرا
 وہ کہتے ہیں غریب میرا وہ کہتے ہیں غم میرا
 مگر کشکول سال سے مشابہ ہے شکم میرا

فلک سا ہے ہمدی یں بلبل دل کا
 سارے ہر جواں کے معاملہ دل کا
 علم کم اھی دار وے درد لہجے
 علم میں حصیہ گریہ سے لکڑی کام لکڑی
 اتنے ہنس ہیں کہ ڈرواں انکو کسا جاتے
 حضرت جواسے کم کچھ حضرت علیؑ سے تھے
 لکھو دہائی انھیں تہو نہ کیا توفیق ہے
 جواں شیش محل ہے دوسر لادول کا
 پڑا ہوا ہے کھٹائی میں مصلہ دل کا
 کہیں تو حال لائن سے کچھ لادول کا
 جاٹا جاتا جو کتا میں خاں کوئی نہیں
 میر جی ساتوں ملک میں حق ان کوئی ہیں
 مایا کا بھی ہیں گراں کی مل کوئی نہیں
 ہر نگاہ میں ماں بے رماں کوئی نہیں

مستحقوں کے بیٹے آئی ہے یہ صدا
 شیطان کی حوامت سے ہوتا مقالہ
 یکہ الہی غم و رخ کی ہر کہہ عیانی
 اعیار کی حرکت اٹھا لھی تو گراں ہے
 ماحتر لہڑے میں تو یہی رہے کا
 میں اک قراء ہوں عرق حادہ سار کا
 کھل جاتا حال آپ کی رعب و رابہ کا
 اور اگر اٹھ آتا تو استراٹھے کا
 جسے ترے احسان کا جھیر اٹھے کا
 مرد سے کے اگر قمر کا حقہ اٹھے کا

یہ شے کچھ راہ نکال اس کے اک آغا
نئی ادا سے نکالی ہے طرہ استیجا
ترا جوا نہیں اور سر کی بھٹیاری
ظریف ہے وہ شمع کس قدر آزاد

جرا کھڑا ہے یہاں توچہ کا درایت
کہ خود کھڑا ہے لیٹاں ہمارے ہیں
کہ وال جوڑے یہ یاد رکھا رہا ہے
وسر کھٹا ہے لے لیت حارہ میں شے

حیالی ہجر میں مریض مریض غم کا دریا
دو لہجے سے سندھ مار کی غیر دل کا دریا
سج روش کی جھڑپ کا گایا ٹھٹھا
مری آہوں کی تڑکا وہ حالی غم سے بڑھا
مذہب ٹائیں یہ مہشوق خیالی کا
مریض ہجر میں کاکر اسد مہری سے
ننگا دیکھ کر انکڑہ ہر شے اپنے ماتہ کا
خوار ہونے کے جس گلے کے معنوں کے لیکر
یہ شے کیا ہے ہو عشاق کا وہ دل ہونا
گھر بھٹکا ہوا کچھ مایا اسکے گھر ہے
خوب نقد دل عثمان کو لوٹا تو نے
یا تو لڑی ہے یہاں کرکھی دکھلا دیں
ماقیماں وہ دریا یہ میرا پڑھنا
صاف لعلوں میں ہے ہلوئے دماؤ کا گھر
در دلائے کیوں کا یہ ہے میں تو بھر
وہ کہن ہر شے ان وفا دینے لگے

یہ کیا ہو سلاست کے کسے اتھا
یہی تو چڑیل کی لاسد کے سر سلا
قیامت ہے کسی شوق کا سچ اتھانا
وہ آنک لاث صاحب کی طرح دیکھ کر
کہ دروید کے سے دل کا لیا اور کھانا
وہ آخر تھمتہ مشق لطیف کا بر حانا
میاں غنوں کا چلا کہ فی سلی ٹھٹھا
طریف چھوٹا ہوا دو سارے کی حانا
اور وہ مالہ و مراد جوڑ وال ہونا
یہ ہے سہرے سا گھر میں گھر میں ہونا
شہدیں یہ جو اسے کہتے میں سیاں ہونا
یا تو باندھنا کہو تمہارے حناں ہونا
اُس کے ہرے کا وہ غصہ گلستاں ہونا
وہیں یار کا درجہ در غلطاں ہونا
کیا مے گھر میں گھر میں آہاں ہونا
مایہ کر بر اک کو دو گڑ کھڑا دینے لگے

چھوٹے عاشق اسے بڑا کر دیا ہے تو
 بیٹا ضبط آہ سے متاع کا یوں لالہ
 سکیا لیں مغھسورا عاشق کے سلنے
 اس کے ہماروں کا گنگا دریا صبر لالہ
 جب بچا ہے راجہ ہو سکے بیار نعم
 ترے کپڑوں کی لادھی حاجت ادا کرتے ہیں
 ستم بچا دیکھتے ہیں یہ کیسے مشق کو تھکا
 بگولہ ہیں کوئی مشق آندھی میں جھلک رہا
 سپہ سواروں کی تادی دیکھ کر ماتھو ٹھوٹا
 نہ واپس کرئی سلی گرام سہ لگا ہوا
 سید کیا تھا اسے اس کے ہر غلام آخر
 دیکھ کر اس سے بڑا کر دیا ہو گی
 صحت تو دیکھتے ہر جید ہشت و نہشت ہو
 یہاں مال رنج سے بھیل بھیم اس کے
 ادا دیتے تھے مرغوں کے آگے کھینکے تھے
 رقیب سے تو اس سے چھوٹا لڑے کا ارادہ
 مہی دیکھ جائیسا یہ بیار محبت کا
 کوئی دل تیاہ کو ڈانٹے کہ ٹھہر بھی
 حوالہ لگے کوئی تو ادھر ہے مڑا

ہو گئے کندہ ہیں لوسے و فادیتے لگے
 دھوکنی کی طرح سے نقشہ ہوا سب لگے
 وہ کھجا کر داد کو داد و فادیتے لگے
 جلدی جلدی ہال مٹھ کا لکا دیتے لگے
 ہو کے کھسپانے سھونک سکیا دینے لگے
 واکٹر شکر دعویٰ کے گدھے بڑا کرتے ہیں
 ستم بھی کیا کوئی کل بچے سے بچا دیتے ہیں
 کہ چلے گا سہوں کی خاک کچر مادہ تیرا
 سارے حصہ یہ بخانہ مادہ کرتے ہیں
 کہ کچھ بچیاں آتی ہیں جنت یاد کرتے ہیں
 حوکتے ہو نظر لیاں ہم تیرا دیکھتے ہیں
 کہ حوٹا یاد ہیں اس توجہ کے بچکاہ آتا ہو
 زمانہ یہ ہینکر فامہ مردانہ آتا ہے
 گلاب تدین بھگیا لڑ بھانہ آتا ہے
 تلوں کے پاتھوں میں حسب جھم سدا آتا ہے
 بیٹا آدرا مالک فی رحمہ کو مار آتا ہے
 آتے ہیں تاتیاہ ہے اس یا نام آتا ہے
 اوتھالی کے سیکن آدرا مٹھی آدرا ہے
 دمہ ہو دھچ ہیں اگر مٹی ہو مگر بھی

ہے جو کما مارا تر، اترن کا چوکا
گمہ ریح یہ نقاسا لیک ہے کہ ہاتھ مالاوار
سے لے لے سیر اس کے جو تسبیہ بھی مارک
کمر یہ کا حواں ہی تہذیب سے ملا
نہیں زالا ہے کہ دو غصہ مدارد
آتی ہے مدار صاحب مقدر کی ولا
بلسل کہو تم متوق سے ایسے تعرا کو

دلال زان ہے حواد بھی ہوا دھری
عسوق و معسوق حلوہ بھی ہو سہیجا
میسلی ہیں اگر آپ تو اک پائے نخر بھی
عسوق کے القاب ہیں چا مانی پیر بھی
عسوق وہ ہے جس کے دہ بھی ہو کمر بھی
ترک مٹے ہو واسے حلدی کہیں رہ بھی
ایک یہ پچ بھی جسکے ہر طرف پلو بھی

گمہ الی وقت پرتی ہمیں چیر کھا
آپنے الٹی ریح و دس سے حالی کی نقا
استعد ہے مختصر حاد معنیات کی طرہ

ماسہ لاتا ہے دل سے ماسہ زلہ کھلا
یہ یہ سمجھا حس کی دکان کا ٹکڑا کھلا
پاؤں پھیلا ہے فرحت کیلئے کھلا

ال، موئی ماتر کی کھائی اڑتے دست
کی زکریا میر کی پس صاحب حار سے دست
مار جا اور دیکھ کے طائر مل ہیں قہیم
دھوڑتے پھر سے براتق نشان لکھاس
حس کے دلکٹ طوایہ میر سے مد سے دست
کم حقیقت میں رہا عیار نہیں مٹے دست

اس دست سے ٹھکڑا کر ہی چلے دست
رہ دیکھ لکھ دیکھ متیک ہو گیا دست
رو سے کے جو ریح ہیں لکھ لکھ سے دست
آگئی جوڑی ٹرک میں سے پانکے دست
ہر سہ مار یا ریل کوئی ٹٹے دست
دیکھو دیکھتے یہ ہوں تے اگر سے دست

دو تک آہ رقیوں کو کھگا آن ہے
خبر سے ماتہ لیلی کی صدا آتی ہے

بھراڑ جاتے ہر ح سوقت ہوا آتی ہے
لسا آتی ہوئی غموں کی صدا آتی ہے

دو ہی کام آتے ہیں ستون کو دیسا نقطہ
 اخفا آتی ہے یا اُل کو نہ آتی ہے
 لہ آتا ہوا اس ٹیڈ کیل کا لہ سے
 تیسے ہمارے بیٹے کو دو آتی ہے
 رکب حصہ میں ملے ہیں گرگ کی طرح
 س کی اپنے کھاتے ہیں کلمات مجھے

ظ-ح- اور در-خ- سالنی کے ایک نامہ نگار ہیں۔ جو کا کوری کے رہنے والے
 ہیں۔ بہایت غریب و طریقت ہیں بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں چندہ کا جیسا۔ در-
 سور رہا ہے اسکو دی لگ جاتے ہیں حن کو مار مارا اپنی بھری ہوئی جیبیں خالی کر دیا
 بڑی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مصیبت زدوں میں شاعرانہ کو بھی ہیں۔ ایک نرل
 ماری ملتی ہے جس کے ساتھ یہ عمارت بھی انھیں کے قلم سے نکلی ہے۔
 "یا ایہا القوم ہوت۔ کوں لے وقت عمل بجا رہا ہے ارے بیاں تمھیں
 جاگ رہے ہو یا کوئی اور بھی ہے میں جاگتا ہوا سوتا ہوں اور لوگ حراٹے لے رہے ہیں
 سونو بھی شہید۔"

ماہل در گردن و حر در خلا لگدہ ایم
 بہت اچھا کیا ترقی پونہ کرتے ہیں عطا اگر اس کچھ طریقت سے سبیاں کل گئے ہوتے
 تو کام نہ لیا تھا۔ مگر گنخت گہ با حیل ٹیرا اور ہم لندہک گئے۔ در اہاتھ و تمام بوجہ پت سے
 ڈھول لامتناہی کے لئے سلاست ہے۔ آؤ حلدی آؤ اٹھیں تو تمھیں کچھ سائیں تہائی
 میں رونے کا لطف ہے۔ گائے کا ایک تان تم اڑاؤ تو ایک مالہ ہم کریں۔ حداء
 رنجاست شاید سمجھے کوئی چندہ مانگے والا ہے۔ در پت جس دے رہا ہے کچھ اور نہ
 لے مرے جوں توں خودی آٹھے۔ رہوار کو بھی اٹھایا۔ پھر سوار ہوئے۔ سوار کیا
 ہوئے حماقت سوار ہوئی۔ وہ یہ کہ قوم پر عرصہ آگیا پھر کیا تھا۔ کھلا سحر حلی رماں۔
 بچے و بھول۔ یک یحم۔ یک یحم۔ وہ ہم۔ وہ ہم۔ دہم۔ دہم۔ حلق خدا کی۔ ملک شہناہ

مخازی ای و روزه فتم کا - حال ، قال رفار مروں کا - و ہو ہوا -

ما دہل در گردن و حرور خلا ساکنہ ایم	کو تر متا صلاح را درین دنا ساکنہ ایم
ما امید از طاعت چو تم از صواب لگندہ ایم	کار و میا ہرج گرد دار سار - ج ، قست
تا ہما در قصص ایوں دترار لگندہ ایم	از رکوۃ و حج صلیۃ و صوم مارے گشتہ ایم
سایہ سمع ہست بحر اساطین لگندہ ایم	لگندہ بر صدہ آباد ما ستد تا ا
دل ، ریاض سیرین لگندہ ایم	مد و حریر بکمر سودا را ساد حسب تویم
مارتی لوسند و ما را کتاب لگندہ ایم	تا قیامت ما درین لقص قال سو سال
گر و غما سب تنویم اور اسیا لگندہ ایم	بیلواں علم محرب در علی گندہ آمدہ
ما دہل در گردن و حرور خلا ساکنہ ایم	آفرین نصرت سدی چو خوش فرمودہ ست



حرفِ عین

عالی۔ یعنی نعمتِ حالِ عالی ستیاری۔ اں کا نام اصل میں میرا محمد تھا۔ اور نعمتِ طاقِ خطاب تھا۔ مگر یہ اپنے خطاب کے ساتھ اسے مشہور و معروف ہوئے کہ اس نام سے غیر ہو گئے۔ اں کے والد کا نام فتح الدین تھا۔ ۷۰ ایسے زمانہ کے ایک سرسبز حکیم تھے۔ میرا محمد ۶۰ وصال ہی میں پیدا ہوئے اور ہمیں لٹرو نمایاں۔ مگر کسنی کے زمانہ میں ایسے مایہ کے ساتھ شیراز چلے گئے۔ مروجہ ۱۰ ضروری علوم سب ہی وہیں حاصل کئے۔ شاعری بھی وہیں شش درج کی جس میں ملا تھے جیسے۔ دی کے شاگرد ہوئے۔ حسبِ تہِ ارسے و ایں ہوئے تو عالمگیر ماہِ ستارہ ۶۰ و سال کے ۶۰ مرہ ملازماں میں داخل ہوئے حیدر آباد کی فتح پور میں کورمرہ مصاحبین میں جگہ دیدی گئی۔ اور عسکریہ میں کادول جی داروغہ ماہِ تیجیہ کی حد سب پرانور ہوئے اور نعمتِ حالِ خطاب عطا ہوا۔ عالی کا مرتبہ شاعری میں بہت بلند ہے۔ اور کسی طرح تنقید میں سے کم درجہ نہیں ہیں۔ مگر سب سے زیادہ کمال اں کو جو گئی اور نظراتِ نگاری میں ہے۔ لکھی جو کوئی کی ایک خاص وجہ ہے۔ عالمگیر ایک راسخ العقیدہ سی المذہب بادشاہ تھا اور بہت حالِ عالی تنبیہ مذہب رکھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ ایسے مذہب کے نہایت پلے سنے۔ اس واسطے یہ ہیئتہ درجہ جو کیا کرتے تھے عالمگیر کی ہاتھ نہ تھا وہ سب کچھ دیا سا تھا۔ مگر نعمتِ حال کی ایانت کا سکھ تھا اس کے دل پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ نال انا کھا چاہے ایک۔ مگر تہ مادساہ کی تعریف میں یہ قطعہ کہتا کرتا رہا۔

اسے عمر صورت و جمال سیرت کہ او کمر نگہاں تو ماد
 رور محشر کہ خود رمانی یسر لوسفیاں یار تو ماد
 بادشاہ اس قطعہ کو سکھ سکھ گئے۔ مگر یہ کہا (اگرچہ این کشتہ قمر ساق بد است
 خود جو کردہ است لیکن سعادت ماست نویسمد دریا ص خاص)
 ایک مرتہ بادشاہ نے ایک خنسی کرے کو جسکی داڑھی بہت بڑھی ہوئی تھی
 اور عمر بھی زیادہ تھی دیکھ کر کہا کہ اس کا کوئی نام رکھنا چاہیے۔ نعمت خاں عالی نے
 کہا کہ مصور الوکر نام رکھ دیجئے اگرچہ بادشاہ کو یہ بات سہایت ناگوار گزری مگر ہنس کر
 طالی دیا۔

عرصہ کہ اسی طرح بادشاہ۔ اور امراءے دولت پر سرار طعن و تشنیع کی بھر مار کرتے
 رہتے تھے۔ اور سب لوگ اہل کی باتوں کو مسخرگی سے زیادہ دقت نہ دیتے تھے۔ مگر حقیقت
 یہ ہے کہ انکی جو بے اقول بولانا ملام علی آباد مردم کے تیغ تیز سے کم ہیں ہیں۔ ان کی
 فطرت نہایت عمیق ہوتی ہے۔ سس قالونی پہلوؤں کو پچاتے ہوئے مشہور صرا لا مشا لولہ
 اور آیات سے صیر مجھ کا کلامی کرتے ہیں کہ قابل دید ہوتی ہے۔

ان کی تصانیف میں سے رنواں فارسی۔ وقائع۔ جنگنامہ حسن و عشق اور مہکات
 سب تہر رہیں کچھ طرہاں رعایت بھی ہیں حاکم ہیں ملتے۔

عالی بیلے ایسے میتہ کی مسامت سے حکیم تخلص کرتے تھے مگر کسی شخص نے ایک ان
 کہا کہ حکیم۔ اور حکیم ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے اے لے اٹھوں نے اس تخلص کو
 جمیور کر عالی تخلص اختیار کیا۔

ایک مرتہ نعمت خاں عالی نے ایسا ایک حنفی موضع گرد رکھے کیلئے جواب
 اب النساء بگم دھتر عالمگیر بادشاہ کے پاس بھیجا مدتوں تک۔ وہ معیہ دالیر کی یا
 اور رویدہ آیا۔ تو نعمت خاں عالی نے یہ رباعی کہہ کر بھیجی۔ بیگم نے پڑھی اور

اے مذکیت سعادت باختر میں در خدمت توحیدیاں شدہ جو ہر من

گر جینہ خریدنی است پس کو زین در نیست خریدی رہا بر سر من

عالی کی ہجو وں کا یا یہ اس قدر بلند ہے کہ اُن کا خواب اُس کے معاصر یا
یا متقدمین کے یہاں نہیں ملتا۔ اسیں شک نہیں کہ ایران میں سیکڑوں ہجو گو اور
ہزار گروے مگر نعمت جان عالی نے جو طرہ خاص ایجاد کیا اس کا کسی دوسرے
شاعر کے یہاں مثال بھی نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ اگر اُس ہجو وں کو مثنیٰ کے
لحاظ سے دیکھئے تو بھی اُن کا یا یہ اس اہل علم ہے اور اگر سفرنگی اور ہزل کی نوعیت
سے اس پر نگاہ ڈالئے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ٹرے سے ٹراہرہ بھاڑ بھی اس کا
مقابلہ نہیں ہے۔ وہ طرائف یا ہجو میں صرف ہزل اور مسخرگی اور الفاظ سے کام
نہیں لیتے بلکہ ہمیشہ اس میں استہانی مسمیٰ آفرینی کا خیال رکھتے ہیں جیسا بچوں
سے ایک قطعہ جو کا مکار خاں یسر جمع خاں وزیر کی کتب خانہ کے موقوفہ رکھا ہے
دیوان میں موقوف ہے جس سے ٹرے ہجو یہ قصیدوں کو تراویا بلکہ اسریا دی پھیر پا
ہے۔ ہجو طرائف ہزل کی نظر انداز کرتے ہیں جب اس کی ملاحظہ پر نظر ڈالتے ہیں
تو معلوم کا ایک دُخار دریا موزن لڑاتا ہے۔ ایک ایک لفظ کو فصاحت و
ملاحظہ کا حرائفہ کہا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مار و دیگر کہ خدا شد خال عالی سرات	انکال غزو تمکین باوقار و زین
مہر و شمس بدست گر کشادی رود	میرند بر توجہ از ترن حریفان کستیں
راوراپہ و سر رشید از سانی عروا	اند آہم بھیاں رگرو نش ماندس
لطفہ بکوت اسرافنا و دیگر قہ چار	قد رحم من جا۔ لالہ دہ بھی انہیں
ال سدا صرا و دایں سدا ز احتیا	ایں سخن ہم در میان نہ است بھیاں

زان طرف فتنہ - باشندین طرقت خاست
 گھٹا ہر مس جہان ز اورده کا پیدہ کار
 گھٹا ہر بصر متاع الفرج راسا کن است
 گھٹا ہر تہجیم ہشتم ہشتاد و ہند خزر
 گھٹا دھلی سکیم ہشتم و دو قسم آمد حلول
 گھٹا تو شکل عمرانی ہند سہ گر خواندہ
 گھٹا ہر دانشخار ساعتم معدور دار
 ارطیس ہر دولے خواہم بودیدہ گھٹ
 ساحت رغوئی رغوئی خان جو در خلیل
 گھٹا ایہا کمی آید کارار مس سہو
 حلقہ ام را بدر سہ کردی تو لہ جائہ فرا
 دھلہ مادر بزرگانی کار ملار اوہ است

یہ اور قطع نہیں ہے۔ بعض اشعار اس سے نظر انداز کر دئے گئے ہیں۔ اسکی
 تشریح بھی ایک مرتبہ میری نظر سے گزری تھی۔

پنج در خواب دید تھیاں را
 رہاں دیں دورد ایماں را
 اوصاف اسکے دل جو آئینہ ہست
 آں عین را ہیں کہ دید ساخت
 علامت عتاب بین گرفت
 سرستس روئے دین گرفت
 کہ چہا سیکنی تو اسے مردود
 نہ ہاں در کہ خدا مطرود
 ہم دیگر جو سنج رد کار
 تداراں سرتسب حودیدار
 چوں ترش خواب نہ چہا بست
 دید دین حودتسب حود است

قلمہ گو لگندہ کے محاصرہ کے وقت عالمگیر کو حسب ذہنیں یڑیں اور طرح طرح

کے نقصان اٹھائے یہاں تک کہ لشکرے سرو سامان ہو گیا۔ تو نعمتِ حاکمانی کے لئے ایک سامانِ تفریح ہاتھ آگیا اور اس نے طرح طرح کے تہذیب کے لئے ہمیں سے بعض اشعار منتخب کر کے لکھے جاتے ہیں۔

الہ است اللہ ورحمٰں صلے	مگر اکند رحمہ روج شاہ
رحیم است و غفار آمرگار	بدانم تہ ستہ حصہ ایں سیاہ
رحلہ مرد و طرہ رنج و جفت	جدا گئے ار یکدگر سالہ ماہ
ملک ماہ ستاہ خدا تکر بود	راں صحرک و خندہ بر قہ قہ

حیست عقار و یہ کسرت احمر استر فی	کیا نوکر نند یک ہفتہ بیتن و کس
مقد و ماق علیہ و عسرت صوری اظہار	ای مات نوکران بادشہ راد دکن
متبع مدوم دیں ہر دو بطر لہ و ستر	دام کاہ دواس و لہقہ فرزند و زن
الشفیل والعانیہ کہے کہ وزیر استکراست	الاحل حکم طیبیاں المرفض احوال تن
لم یقع چہر قلعہ لم یکیں یعنی یورتن	ہو سنیہ لہور سہ لہو لوب انداختن
صدق آں حریے کہ ہر کسرت گشت ماسدنا	کہ کس گفتار سے کہ سار دایہ دار و موش
طیسی آنکس کہ میگوید خلا یا سند محال	در حرارہ گرد و ہرگز نگوید ایں سخن
اولا و اں دل چوں لم حوصانی اند	میگند ایہا غل در دمر بخشی تن
من و عن ما و الی احقی دلی حر میگرد	لیکات الوفتیہ کہ کا افتد بدیوان دکن
کال صا صرح داسی احوال باقصاہ	ہمچو تدبیرات و تیر است در ملک دکن

دریں ملک حرارہ در کس انیسٹ سامانے	خونچ اتادہ اند اہل ہمدرد کچھ ویرا
بہر حد سے رسیدہ خلق را افراط ماواری	کہ مہمی ہم دار و ایں راں حرف بندہ

سیاہی ہم میدان قناعت میکند حوٹاں
 طیب از علم طب و دیا و میدار نہیں معنی
 بحکم رائد غیر افلاکت از فلک حاصل
 دس عطار شقاق است قوت لایموتی را
 بنامند آفتد رسوایہ ہم حراج مسکین
 جو طفل نے سوار ابرہہ روی مید و کتاب
 محاسب سال را سویت ماہ در وہ در دفتر
 رجعت گفت تباری اس کلویچو اندہ ام یار
 وریں لشکر نامم یار دم ما حویش می نغذ
 رگزیالی یکے یرسید از درت جہ ماد آیا
 مداسے ماتے ار جانہ رعاست یرسیدیم
 رجاے علعلہ شادی تنیدم گفت ہم سایہ
 اسی طرح قصائد اور بطون میں حاحاشاہ مالگیری کی تدیروں اور اُس کے لشکر و غیرہ
 یرہستان کہی گئی ہیں سترس بھی اُن کی طراوت قابل داد ہے۔ نعمت حال عالی ہے ۱۲۱
 میں حیدر آباد میں انتقال کیا۔

عارف محمد عارف نام تھا۔ ولی کے رہنے والے کتیری الاصل میر و میرا کے
 معاصر تہ سارک آمد کے شاگرد تھے۔ رنگ زمانہ کے موافق کبھی کبھی طراوت میں
 بھی شعر کہتے تھے ایک شعر مل سکا۔

درخت ررستے کہو کہ آں سٹے
 درہ عارف انیم کھاتا ہے

عاجز۔ کنزریا کے شاگرد تھے اور ریتھی میر کے معاصر۔ اسی زمانہ میں ایک شخص حافظ عبدالحلیم نام سے تھے جنکی شاعری و اسحاق اطہر کی طرح صرف کھانڈوں کی تقریب میں ہوتی تھی اور اسمیں ظرافت کا مکمل مرج لگا دیا کرتے تھے کبھی طرافت کو یوں کو ملا کر مشاعرہ بھی کرتے تھے۔ ان کے یہاں عاجز بھی سر یک ہو تے تھے۔ چونکہ عاجز خود ایک ادب و باش مزاج فرد لا امانی تھے۔ اس لئے حافظ حلیم سے خوب ہنسی تھی میر تقی میر سے حکایت الشعرا میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی کوئی مصرع اچھا بھی کہہ لیتا ہے۔ ایک شعر نمونہ طرافت مل سکا۔

دل لعل مارے لئے جاتے ہیں سب کے بچے طفل
تج سعدی تم بھی اب بیکر گستاخ دوڑیو

عبید زاکانی۔ قزوین کے نواح زاکان کا رہنے والا آٹھویں صدی ہجری کا بہایت مشہور و معروف شاعر و نقاد۔ ظریف۔ ساعر۔ ادیب بلکہ مورخ نظام الدین عبید اللہ نام لکھا۔ عبید زاکانی کے نام مشہور تھے۔ شاہ ابوالحسن انجو۔ کے زمانہ میں سیراز میں تعلیم پائی۔ اور ضروریات زمانہ کے موافق تمام درسیات سے فراغت حاصل کی۔ اور ان بعد زاکان میں آئے اور عہد قضا پر مامور ہوئے۔ چرکہ اس زمانہ میں رکوں کا طرا عروج تھا۔ اور تمام ایراں انھیں کی حکومت سے متاثر تھا دل کی خواہش کے مطابق کسی سردار کو ارادی نصیب نہ تھی۔ اسی حالت میں عبید زاکانی کے دل میں درد پیدا کیا۔ اور ایک کتاب موسوم بہ اخلاقی الاشراف لکھی۔ جو ایک ست کے طریق پر لکھی۔ اور اس کے اعطالعات سے اس پر آشوب عہد کے تمام حالات ماطریں کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ نمونہ کے طریق پر چند اعطالعات درج کئے جاتے ہیں۔

العالم۔ سید و ست۔ الجاہل۔ دولت مار۔ الجواد۔ درویش۔ انجمن مالک
الامراء۔ طالب علم۔ المتحجب۔ دوزخ۔ الشاعر۔ طامع۔ دہشند۔ الخطار

حوسب کہ بیمار دیکھا جاسکتا ہے + المحروم - وہ ہر شے یا رجو مستول کی مجلس میں بیٹھتے +
 القلبتان - سسر + البکارت - انہم ماسنی + الخلق - دستگیر مصلان + المسترف -
 چو - الکلب الاکبر - وہ مولوی جو کسی امیر کسیر کا ملازم ہو + العسر - جرات کو ڈاکہ مارنے
 اور دل کو لوگوں سے پرہ دار کی احتیاج مانگنے + القاضی + حوسب یہ لفظ بھیجے + الوکیل -
 حق کو مائل کر دینے والا + الرشوب - بخارہ لوگوں کی کارسار + الخطیب - تقریر کرنے والا
 گدما + الہ اعط - اور دل کو نصیحت آبیہ کو نصیحت کی مصداق + الیم - حوتنا دی +
 الطیب - حلاوت + الحم - کداب + الملك الموت - ساتی ریش دار + المادام اللات
 ماہ یسماں + الدہ القرین - دو خود دل کا توہر + مدحمت - مدھی عورت کا مال
 سوہر + الدیوث - حوالہ عورت کا ٹھکانہ توہر + الذات الحجب - ہمسایہ + الیق -
 سرپوں کی دستاویز + الشیح - اہلس + صولی + دوسروں کی کمائی کھانے والا کامل +
 الحاجی - کسہ کی حمد فی قسم کھانے والا + الیسائی و شیخی + تریوں کی تجارت کا سرمایہ +
 الیچ + پوچھ - تریوں کا وجود + الیمعر - نر کے آداب و تہذیب - العرور و
 الحماقت - سرپوں کی گھنگو + الدہ کمال دار - حد سے - ڈرے والا آدمی + الال
 مارا کا مستند چر + الشراب - پیہیلی اور اضطراب کا چقمہ + بھنگ - صوفیوں کو
 حال میں لالہ والی دوا + لہ دہ داں - شراب اور بھنگ + دولوں کا استعمال کر کے والا
 الموحال - مٹھوں کی ڈار بھی + ہشتہ والا + الالیعی - صاحب خاصہ کی رنگی + الیسی
 آوارہ لڑکی کا مایہ + الحریف - صاحب خانہ کا کھانی + الحوتی لہ العم - طلاق تاناہ
 انخانم - بہت سے عاشقوں کی محنت + البیگم - معہ ووسے جید عاشقوں کی جنتی +
 الساکاز - ایک عاشق یہ اکھا کرنے والی عورت -

عرض کہ یہ تمام لذت اسی قسم کے لذات پر مشتمل ہے مذاق کے پیرایہ اور طراوت
 کے برہنہ ہیں - قوم کی گھڑی ہوئی حالت - مطلوبی اور مدحیوں پر قماستیں کی

تصویر کھینچ رہی اور اس کو تارکچ کی صورت میں لے آئے ہیں۔ اور بہت سے مورخوں نے اس کو پسند کیا ہے۔ یہ طرز غالباً عمید زاکانی ہی کی ایجاد ہے۔ جسکا اتباع ملا دیویازہ۔ اور جعفر زلی نے بھی کیا۔ نعمت خان علی اسکولم کے سائے بیٹے ملا راقم الحروف نے بھی ایک کتاب لغات الطرغامی اسی انداز میں لکھی ہے۔ مگر اس سے درجہ بڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے عمید زاکانی کی اس کتاب کو میں نے دیکھا تھا۔ اسود سے لغات الطرغامی اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اتار اللہ اس پر اضافہ کروں گا۔

عمید زاکانی نے اس قسم کی کئی کتابیں لکھیں۔ جواب اکثر نہیں ملتی ہیں۔ ایک نظر یوں کے ذمہ میں شامل ہونے کے وجوہات مورخوں نے جو کچھ بیان کئے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ عمید نے ایک رسالہ علم معانی و بیان میں لکھا تھا اور خواہست حتی کہ ماہِ تہ و وقت کی نظر سے گزرے۔ مگر پیش رست مامتاؤں کے یہاں سولے مسخروں کے علم و دانش کی باتوں کا کیا کام ہے اسی لئے وزراء اور اہل علم کی سی سی اور کوشش کو بادشاہ تک یہ پہنچے۔ یا ہو کچی تو بیکار رہی اور کوئی نفع نہیں نکلا۔ عمید نے رمانہ کی جو کراہ دیکھ لیا اور ہاں افسوس کے ساتھ یہ قطعہ کیا۔

اے جواہر کس تا بقولی طلب علم کا نام طلب راتب ہر دورہ ہمالی

روم کی پیسہ کس و مطر فی آہور ناداد و خودار مہتر و اکثر بہ ستالی

اس کے بعد طرقات اور ہزل کی طرف جھک پڑے اور ایسے جھکے کہ اسی میں عمر

گراردی۔ اب ان کا کلام سنا ہے سدھم خوشادرج کرتا ہوں۔

در علم و ہنر جو میں مشو صاحب فن تا مرد عریاں لشوی حواری جن

جواہر کہ فتویٰ مول ارباب زنی کرک اور دکنہ کی کن دیکھو رن

شاہ الواسحق انجھ کے مقرر در ہر امن الہین سے ایک عورت ہاں خاتون نے

سے شادی کی تو عبید زاکانی نے یہ قطعہ کہا۔

دیر اچھاں تھیہ ہو فاست ترا از چہیں تھیہ تنگ نیست
سراخی و گرا بخو ا خداے جہاں را جہاں گشت

لطیفہ۔ ایک مرتبہ خواہ سلمان کو عبید زاکانی کی تہرت اور خوش طبعی پر رشک ہوا تو ایک قطعہ نظم کیا۔

جہنی دہجاگو عبید زاکانی مقرر است سید لوتی و میدینی
اگرچہ نیست رفوہی رتوار است ولیک میتو اندر حدیث فزوینی

تو سید پیر عبید کو بھی پوچھ گئی زمانہ مساعدہ تھا۔ مخور اُٹھا موش رہا۔ ایک مرتبہ اتفاق ہوا کہ بندہ برکیں خارج تھا ایک دربار پہنچا۔ جہاں جیسے بڑے ہوئے تھے۔ ذکر جاکر ادھر ادھر اپنے اپنے کاموں میں متوجہ تھے۔ کیراں ماہروایمی اپنی خدمات میں سرگرم و اداوتیں تھیں۔ عرب عسدرے ترک و احسام دیکھ کر دریافت کیا کہ کون یہاں اُترا ہوا ہے معلوم ہوا کہ حواہ سلمان ہیں۔ یہ آئین ہی یکے تلے کہ حواہ صاحب کے مالک سبیری طرف سے اچھے نہیں ہیں۔ مگر بھر بھی ہمت کا اور حواہ صاحب کی برم سرور میں ہوئے گئے حواہ نے اچھا کہ کون کئی کون ہو کہاں سے آئے ہیں انہوں نے کہا کہ قرین سے آتا ہوں۔ کہا کہ حواہ سلمان کا نام تھے سلسلے سواپ دیا کہ حی ہاں۔ کہا کہ کچھ اسکا کلام یاد ہے۔ کہنے لگے ہاں کہا کہ سسناؤ۔ عبید نے یہ دو شعر پڑھے۔

خدا ما تمیم وادہ یہ درخانا ما معال ما تہنق مسرہ

ی کہ دم جو معودتس مدوں می رزم موقدج و رستہ پدہ

یہ شعر پڑھ کر کہا کہ میں نے سلسلہ حواہ سلمان کا ایک داخل شعر ہے۔ سلسلہ

یہ خبر کبوں کہے ہوں گے میرا خیال ہے کہ یہ عمر اسکی بیوی لے سکے ہیں۔ خواجہ سلمان
 نے یہ سنتے ہی یہ بیان لیا۔ کہ ہونہ ہو یہ عید کا کافی ہے۔ پہلے تو یہی پوچھا کہ کیا تم
 عید پر پھر قسم دلائی۔ جب میں مصر ہوا تو عید نے اقرار کیا۔ اور نہایت متعجب ہو کر
 کہا کہ بغیر دیکھنے کسی کی چوکر اعلیٰ کا متعجب نہیں ہے۔ وائد صرف آپ ہی کے لیے
 اور آپ کے کفر کردار کی سزا دینے کے لئے میں بعد احوال ہاتھ اچھا ہوا کہ آپ یہاں
 مل سکتے۔ خواجہ سلمان نے بہت حد تک کی۔ اور بات گئی گزری ہو گئی۔ اس کے
 بعد دونوں بیت دوست بن کر رہے۔

مردم پیش خود تنہا ہستے قرض	کر عہدیں شعلے سن در بلا سے قرض
قرض جلاو قرض حلاق۔ گردم	آہل ادا سے قرض کم یا ادا سے قرض
دیکھ قرض دارم و اندر محفل قرض	دہر قرض دارم اندر محفل قرض
دعویٰ آئینہ گدایاں بسا دہشت	از بیکہ جہاں تم رہ رہ کر گدایاں قرض
گر خواجہ ترسب کہ در مصر دیا	مکمل بیگوار باز رہا رہا قرض

انوں کو زیادہ اسرار یا تو ادا نہ تھا کہ کس بجٹے ہیں ادا قلم ادا
 کرتا ہوں۔

فحقی۔ نام فتح اللہ تھا۔ ہر بات کہہ رہے تھے۔ ہزل اور ہجو کی طرف
 طبع۔ کامیلا ان بہت زیادہ کتا۔ ملا شہجی کی محفل میں۔ راعی کی تھی۔
 اسے تعقیب کس بول تیرا ایم
 اگور ہرید نو سیکو فی شعر
 ما شہر خود ترا قریب ما حستہ ایم
 اراہم و در مدیہ ادا حستہ ایم

شہزادہ گیارہ سو تیرے والے نمبر الدین نام تھی امیر الدین سلیم مرحوم کے بہت

شہور و معروف اور ممتاز شاگردوں میں ہیں۔ عربی فارسی کی لیاقت بقدر ضرورت
تعمداتی ہے۔ اکثر غزلیں رسالوں دھیرہ پڑھتی رہتی ہیں عرس صاحب کی عمر اب
پچاسن پچیس برس کی ہوگی۔ گو محکوبہ بہ معلوم تھا کہ آپ طرانت کی طرف بھی توجہ کرتے
ہیں۔ مگر ایک عمل مطبوعہ اسی رنگ میں اودھ پنج سالن سے دستیاب ہوئی جن کے
ساتھ کچھ طرانتہ عبارت بھی ہے۔ سندھ نقل کرتا ہوں رہو ہدا۔

مرا اودھ چھیا۔ روایت صحیح ہے کہ ایک روز چچیراں صاحبہم سدو اعف نامہ سحری
میٹھا عودعاسہ اصلاح قیم تھا کہ بچم کی جانب سے ایک لکھو ٹیڑا میرا میٹھا ڈیالا
توال ہاتھ میں سہری سہانی جوڑیاں بیٹھے لباس رنالے میں ستارے عہ اک ہ ظاہر
مرد طرانت کے حوی لہسہ زن مکارہ و عیار دھنی آدھ کا اک غیرت سی ہوئی مسیح شریف
بھیک کر قریب تھا کہ پا جامہ سے ماہر ہو جاتا۔ کہ یا سنج المدو کمکر طری رور سے
مٹھی میں دل کو کھٹکھٹ کر لیا وحشہ و ور ہو گئی اب اس قال درن جھیلے نے
یوں لالیتے اور سسٹا سٹا تے ٹٹا تے ٹٹا ہی ڈالا۔ عریچہ

شرافت تو بھگت بدکار بیوی	کھلا دکھاسہ رتو ہر کی کیوں با بیوی
ہیں اب جہاں میں فادار بیوی	کہ ال سے کوئی لائے عجواری بیوی
کرے ساکتا کیدیرے کی شہر	بکھلے کو ہر دم ہے تیار بیوی
اگر اس رمانے میں عباتر بھی ہو	نہیں بیش حالن گہنگا بیوی
نہ کیونکر دعوت کی مانگے تنوہر	ہست آکل سر بہ ہے بار بیوی
اگر کھائے کیڑے کی لکھیا کچھ دو	لگا سے وہیں خوشیاں چار بیوی
نیا گل کھلا ہے یہ مارغ جہاں میں	کہ تنوہر جو گل ہے تو ہے حار بیوی
اگر دیکھے مل سرو و سر میاں کے	تو دوڑے وہیں لیکے تار بیوی
ہندو گھروں کی یہ تعلیم سینے	نہ یا مد تنوہر ہو رہا بیوی

کہا ایک سیاست بیگم نے ہنس کر
 یقین کے ساتھ لائق فقط اسکی عصمت
 طرفہ داری و مکی تعریف جب ہے
 سارک مبارک بلا ٹالنی سر سے
 اگر میلے ٹھیلے میں جانے دو بیدل
 کماے کی حاجت نہیج میاں کو
 حیا الٹ کا دریا سوال تیج میں ہے
 کرے گا اگر تیل پانی کی خاطر
 نہیں تو کمری ہلتی جس دروہ کو
 ادھر ٹھک کے کاموں کو کیوں لے چیں
 حصم کی اطاعت نہیں مرض ہرگز
 میں عافیت ہوں سوچنا وقت سیری
 یہ اب داست کا ٹوناٹا رولس ہے
 تری پیٹھ پر سیکڑوں لوٹ جوتے
 تشریفوں کے گھر کی ہیں عیار بیوی
 گلے کی ہوشوہر کے جو ہار بیوی
 نہ دے ساتھ تنوہر کا ہار بیوی
 حواری جوے میں گئے ہار بیوی
 تو سوار نکو کرے پیار بیوی
 بلا سے جہاں ہیں ہوسیکار بیوی
 ہیں اس پار تنوہر تو اس یار بیوی
 رسیگی ترے گھر نہ رہنسا بیوی
 نہ ہو کیوں کمانے کو تیار بیوی
 ادھر جام پی کر ہر سرشار بیوی
 جبردار بیوی حردار بیوی
 ملی ہے مجھے اک طرح دار بیوی
 ہے دکھتا ہست ہی تو رار بیوی
 ترے مہو پہ لاکھوں ہی ٹھیکار بیوی

عرش - یحویب خاں نام تھا۔ قصبہ مدکی ضلع فتحپور میں ۱۸۷۲ء میں پیدا
 ہوئے آمائی وطن دہلی میں تھا۔ ان کے والد محمد راہ خاں اور ان کے دادا
 دارالسلطنت دہلی میں شاہ عالم بادشاہ کے توپخانہ کے گولہ انداز تھے۔ جب
 بادشاہ موصوف کی آنکھیں نکال کی گئیں۔ تو ان کے والد ترک سکوت کر کے اس
 قصبہ میں آ رہے۔ عرنی مرحوم کی ابتدائی تعلیم و تربیت مدکی میں ہوئی۔ مگر جب ان کے
 سر سے پاپ کا سایہ اٹھ گیا۔ تو یہ ضلع مانڈا چلے گئے۔ اور وہیں علوم رسمی کی تکمیل کی۔

بعد تعلیم پھر سند کی واپس آئے اور تاعری کا شوق ہوا۔ مثنیٰ جمیل الدین صاحب
 وکیل فیضیہ کے شاگرد ہوئے۔ چونکہ ہمت مارک خیال اور خوش گوشتھے۔ تمام
 معزز لوگ ان کی تعظیم کر لے اور اہل کوباستے تھے۔ عاتقہ تاعری بھی کرتے تھے
 مگر زیادہ تر نعمت گوئی کا شوق تھا۔ مولانا فضل الرحمن شاہ گنج مراد آباد کے
 مریدوں میں تھے اور نہایت عسرت و تنگ حالی سے سر کرتے تھے نقص طبع کے
 طور پر بھی طرانت کے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ بھوگوئی میں بھی کمال حاصل تھا
 کلام میں استادانہ سدیں۔ مارک خیالیاں۔ حونی اسلوب میاں بدرجہ اتم
 ملحوظ رکھتے تھے۔ آخر وقت تک شعر گوئی کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ۱۹۱۷ء میں انتقال
 مد کی انتقال کیا مگر کلام طرانت و بھوہ ہے۔

میں مدفا کو کمرست سمجھا عجب لے تکا ہوں جا احاطہ
 دور لگی راہ سے ہم آتا ہوں موجھیں سعید ہو گئیں سیاہ ہیں
 ایک مرتہ کلکٹر صاحب مخمور کو ایک طریقاً عرضداشت اسی عسرت و مکی
 کے اظہار کے واسطے لکھی ہے جس کے حید شعر یہ ہیں۔

اس صلیع کے حضور حاکم ہیں	عرض کیوں کر کروں۔ ایسا حال
چھہ پیسے گھر گئے کھاتے	حشک ردی وں گھاری ال
ہمیں ہدیٰ حبیب برکاری	د مڑی کی مولیاں تلک ہیں محال
مینہ کیا خاک لے راتوں کو	چار یا ئی کا ہے شکستہ حال
سوراب مری تہہ کامی کا	یا بی میا سے گیا ہے می تال
یان کی یاد حکمہ آتی ہے	مار کر اسٹ کرتا ہوں مسہ لال
جو یاں تک ہمیں مقدریں	دو لوں تلووں کی اڑ گئی بکھال
پسے چڑتے ہمیں حجامت کو	مال بھی سر کے ہو گئے ہیں مال

چہرے کا خط ہا ہے اک وقت
 سو عید داڑھی ہے صورتِ مثال
 سیہ کھن سے پھٹ گیا وہ بھی
 تھا جو کسل مرا سہاے ستال
 دود آہ، حکرہ سکتا ہے
 دل کو آتا ہے حقہ کا حوال
 گھر جو بد کی میں ہے سکوت کا
 اُس کی لکڑی ہوئی ہے صورتِ حال
 ٹوٹی پھوٹی گھڑی ہیں دیواریں
 بیٹھ جائیگی غالباً اس سال
 وں کو چھیتی ہے دہریا تک اوں
 ہیں جھپیں گھر کی صورتِ عراں
 آدھیاں دردِ تنور سے آئیں
 اڑ کے چہرہ ہو چکیا بیسیال
 مانگتا ہوں گھڑی گھڑی کی چیر
 ہر گھڑی ہے مرے لئے گھڑ مال
 عرتی مرحوم کو اٹھاؤ کسی وکسٹیر سے کچھ صدمہ ہو بچا - پھر ان کو تباہ کہاں
 کئی وہ وہ بچوں لکھیں کہ تو یہی تو ہے -

وکسٹیر ہے قوم کا محام
 مائیں سے کرتا ہے
 مارے حوالوں کے ہو گیا گھم
 جھڑ گئے سر کے موسے عسراں
 یاد مہتا ہے عمامہ کامل
 فرقتِ مد معاش کا ہے امام
 اس کے سد کی میں سگیا ہے تریب
 ماپ دادا کھے مائیں کے عظام
 اسے میاں جاتے ہو جو تم گھر کو
 اسی ماں سے ہمارا گھسا سلام
 مانی میری ہے آنکھ کی کافی
 جسے عاسو ہوئے ہیں تو نے رام
 اکہ والوں کی رہ کے صحت میں
 تو بھی چیلے لگا قدم ستہ گام
 ایسی بڑی کو کہتا ہے مادر
 کرنا ہے اس سے دور رسا کلام

اگر دعویٰ ہے کسی شہری کا
 ہمارے آگے آئے
 یڑے ہیں جوتے سر پہ چھڑ گئے مال
 یہی ہے دم دگنی کھو پڑی کا

مزارِ درد سے کا کیا جائے کینہ وہ کھالے والا ہے روٹی مٹری کا
عزتی کی بچوں اور بھی عود میں مگر وہ غصے سے قریب اور طراقت سے دور
ہیں اس لئے اور کیا استحباب کریں غمور ہیں۔

پ۔ میرا عرب مستند سی ام ہرل دہن میں جواب دہ رکھتے تھے۔
شعراے ایران کے درمیان وسط کے شاعر ہیں۔
میواں یستی حان میں۔ میں اسپاؤتیم یثیت مدارم عوتے ہمیدہ طیسیم

سفریٹر۔ یہ قلمد رکاشی کا تخلص ہے۔ تہاہ طہاسپ معوی کے زمانہ
کے ایک دردست ہرال اور طراک تھے۔ اتفاق سے بیوی بھی شاعرہ بھی ایک تہ
عزرتے نہ سفر گما۔
رسم راقحہ می گفتند دس اور مسکرم محمد اللہ مردم تا یحتم حو لیستیں دیم
عورت لے دوا جواب دما
رسم راقحہ می گفتند ویدی سرد ما استر دیدی دیدی

عکس۔ درالیں نام تھا۔ شامعل دلی میں رہتے تھے۔ نہایب
میوف اور مسخرے آدمی تھے اسیر آپ کی ہست کدائی اور بھی تہس ماطر
تھی فلیطرا لی الا دل کیفیت جلالت کی سی سائی نقویر تھے۔ بدھستی سے سفر
دساری کا بھی روح و تون تھا۔ اس میں بھی ایک سی مات نکالی تھی
حسب عمل کہتے تھے تو اس کو میں حصوں پر تقسیم فرماتے تھے۔ نہ مادہ۔ ستادہ
تہکرہ گلستاں سخن کی ترتیب سے پہلے روپوت قفا ہو چکے تھے۔ ایک شعر ملا ہے

مگر تھے نمونہ از حروارے سمجھ کر اسی رتھام و کمال کلام کو قیاس کر لیجئے۔
کیوں بے ادب تھے چلا تھا کیا یہ چھڑا لگو کس لئے آیا تھا تیرے گھر وہ لکڑا لگو

عشاق۔ ایک قدیم ہندو شاعر کا تخلص ہے زیادہ حال معلوم
ہیں صرف ایک شعر مل سکا۔

سرسر خط سے ادر ہوا حس یا کا آخر حصر الے کچھ نہ اکھاڑا ہوا کا

عشرت کسی رخصتی گو کا تخلص ہے جس کے دو ایک شعر تو ملے مگر تندرول
میں نہ نام ملا اور نہ حالات کا یہ جلا۔

ہدا لے دی ہے کیا طاقت لواراں جو انویں تیرے سر کی قسم ہوتی ہے کل سے نہیں انویں
بچے ایسی پڑی ہے میں مری جاتی ہوں لیکن بچا مومے سدا ہنس کیا تیل ڈال آیا بچا کلاویں
جس بھی ہیں کٹے بھی ہیں مگر کچھ جوتن تہ ہیں یہاں تک عشتہ عشرت یہ کامل کے بیٹھا کلاویں

عصمت۔ تخلص ہے امجد علی حاکم کا مورخنی ہدایت عمدہ کہنے تھے اور
حسن علی حاکم کھدوی شاگرد محمد علی حاکم میسجاکے درمید تھے جیہ شعر ملے
درج کرتا ہوں۔

جو کم سی میں دیکھ چکی مہر اے کیے بیٹھے گی کب ہر دے یہ وہ ایکے
لی تم نے کیوں کو اسے میں چائیں مولی سے دانتیں گئے دانتے امارے
رگس کی جھو کر کا دیہ ہوائی ہے کدوں کو سا ادید یا گہا امارے

بیٹھے بوا اچھا ہنس دو کی صحت کا کھلے گا لوجہ نے امجد علی حاکم عشتہ کا

یہ لیتی ماتمک ہرگز کھنڈ کا کسھی ماما
لوگوں سے شجے پھر آج ایوں لیکھائی ہے
تو جی طر میں گھسے دن لٹے آتی ہوں نہ
مگر کچھ پاس ہے ٹھکڑے ڈرہو کی عرت کا
میں ڈرتی ہوں لا اچھڑا سا ہنگامہ
کسی آنکھ آجکل میں دیکھا ہجھمٹ کا

عطا - عطا اللہ نام تھا عطا عطا تھا - عالمگیر کے زمانے میں حوت و حرم
دلی میں رہی سر کرتے تھے - دلی ہی رادولم تھی اور دلی ہی میں بیودھاک ہوئے - ایسے
زمانہ کے ماکوں میں تھے - اور عام صبح قطع دہی تھی - ٹیڑھی ٹوٹی لٹکا ہوا - جی جی
ڈھیلی ڈھیلی آستیں - کرتے کا دامن بہت بجا اور سرسل لگی ہوئی - ڈاڑھی حڑ ہواں
موجھیں مل دی ہوئی کد تھیر پر ایک رومال - انگلیوں میں کسی کسی انگوٹھیاں اور جھیلے
ہاتھ میں ایک سوٹا - میر جعفر ٹل سے ہیبتہ لاک جھوٹا رمتی تھی ہایت میاک اور
شور دست تھے - ایک مرتبہ بادشاہ نے مارا حق ہو کر قید کر دیا اور مدتوں تک
رداں حبیب میں اسیر ملا رہے - الفا قاکا ایک روز بادشاہ نے ایک مصرع کہا -

ع لستم حاک و حب المہ است

اسیر وہ سرا مصرع حسب دلخواہ لکھا تھا - مدت سے لوگوں نے مصرع لکھائے
مگر ماکام رہے - ساتھ ساتھ - حصر عطا کو بھی پوچھ گئی - کہا کہ اگر بادشاہ مجھے آزاد
کریں اور اس ملا سے رہائی دیں تو ایسا ہی مصرع کہہ دوں گا - بادشاہ نے یہ شرط
منظور کر لی عطا نے مصرع کہا ع کیے اور مگر تب میں ایر اسسا - بادشاہ نے
کھنڈ دے دیا - اس کا کلام بالکل جعفر ٹل کے رنگ میں ہے - میر تقی میر اور
میر حسن نے اس کو ادماست دصع لکھا ہے 'مکو' کلام ہے -

اے درد حسن کوکتہ - جی رحیم
رہ مزہ سہمتہ جیو آہوہ جی رحیم
دل رستم رستم می دھڑکے
رہا کتہ می طلسم احم

دستاویز میرد عدد و در دل
ہمچو بدڑی کہ در قفس پھر ٹکد

عقاب حاب مرد ایوی کے ایک تارگر دہیں عدد ہر کہتے ہیں طرامت بھی
سایت شستہ ہوتی ہے -

کہتا عقاب کہیر کے کی ٹپی ہوئی ہر
لے غیر نی لے رٹھ کے دیا چھو کہ جو
تسرم و حیا کے ساتھ دہن اپنے حساب
اتسی سی ماتیر کہ ہوئی شمع صحاب
یر وادہ حال دینے کہ تیار ہو گیا

وہ عودت کہ حکی ہیا کاہ تھا حوا
کو تار ہیں اس کہ یر کے کی ٹپی کریں
اتما حیاں ان کو ہیں لے انقلاب
اتسی سی ماتیر کہ ہوئی شمع لے حوا
یر وادہ حال دینے کو تیار ہو گیا

اس پر سے میرٹ حلقہ کا لے کر ہیں
غیر سے لے یر وادہ ہوا یہ بھی کوئی رارہ
ہیکے کوئی لے میان سات کا ہوس گیا
تم ہی سمجھو کہ وہ اک آنہ نہ دارہ ہے

اسا دیر کیا ہے آئے ہو کھس مند لے
دار ہی کی گھاس ہیکس کو کا لکائیے
ڈبے کی مھلی کھائیے مہکی اڑائے
القصہ حیرت بھی ہو میتس سائیے

حوا اس مٹی میں ہے اس حوں میں نہ ہو

اک یا نہ بھی آگے کو سلوں میں نہ ہو

جو بدڑی ہے اسی دھن تو رات چھوٹے
تو سمجھو کلی طرح ایک سے بھی سمجھو کو بڑے
توڑے ہس بیٹے ہا تو ٹاٹوں کو لے
ہو ٹوں کی طرح کھائے دانو کو ٹوٹے

بلکین مھول حیر ہیں اکو بھی موڈ لے

ماحق کھویں مریر نہیں انکو بھی موٹے
 صورت کا جس میں دھل نہ ہو چھوٹے دھام گھوٹے کے منہ میں می ہوم میں ہے لگا
 ہا کھوں سے قطع راہ ہو ٹھوکر سے ہو سلام اس سمجھتا ہے کہ اس کے یہ طریق عام
 جو حیر اس سے قل تھی رائے وہ چھوٹے نیچے
 عسک سے کام لیجئے آنکھوں کو پھوٹے

عمر - دکن کے رہنے والے تھے معتر حجاب نام تھا۔ مصمص داران تاجی میں کہ عہد
 یر سردار تھے۔ تنویر شاعری کا دوق تھا اور زیادہ تر طبعاً نہ رنگ کے شکر کتے تھے۔ را
 کے زمانہ میں سکے اور انھیں کو ایسا کلام دکھاتے تھے۔ ارج تکہ دکن میں صرف دو تنہا
 ان کے نام سے ملتے ہیں جس میں طراست کا ہلکا ہلکا رنگ ہے۔
 نس کہور لہ کو ایسٹ رکھو کیا امیروں کو مار ڈالو سگے
 ایک رسوا مست ہے تھرہ ماگو س کر کیا امار ڈالو سگے

علی - قلیحاق - اداس اصفا کا سر آ رہا تھا۔ اسی مذاق
 کے شعر کہتا تھا۔ ایک تعریہ ہے۔
 تعلیم نیچے پر۔ ہتھنگر ہو کس لود رتیر و سریا سے علی قلیحاق۔

عماد زکر - ایراں کا ایک ربدست ہرا لکھا۔ کلام حوشتا ہے وہ ہدیہ ہے
 معرا ہے لندا الطرا انداز کرتا ہوں

حرف غین معجمہ

غازی الدین بیسی ذاب عماد الملک غازی الدین جاں بہادر دریر
عالمگیر تانی۔ اس کا ایک شعر اس رنگ میں ملتا ہے۔ گماں ہوتا ہے کہ ستارہ
مسفلًا طرابلس کے استعارہ کے ہوں ہر حال تعریہ ہے۔
سے یاؤں تک عہدی الٹی تسر حال تنوع سی ہے بین کچھ کوئی طور بھیال

نغمہ گین مولوی عبد العادر مرحوم متوطن رام پور کا تخلص ہے ہایت حید
ہایت عالم و فاضل تھے۔ مراد آباد میں عہدہ علیہ صدر الصدوری برہم پور تھے
تہ کرہ صابر میں لکھا ہے کہ مادہ خود پیراہ سری کے طرافت پسند تھے مگر اصوس کہ ان کا
کچھ کلام طریقہ درج نہیں کیا صرف درج تین شعر میں تو جمی بیاں یائی جاتی ہے
درج کئے ہیں۔

حدیثیں ساری دراموش کایت اکٹاف تبہ میں اک خطا کے ہمہ بیکی رہا
مدگی صاحب میں حاتمہ بیکی آباد گر بہادت ہمہ اس بہت ہے یک بہاد
در شہرت ہمہ این بہت رہے یک بہاد
حوی رہی نہ تو ستیتہ جھکا کے ساقی ہے کہایہ ردوں سے لیجئے سلام تہیکہ
مدہ کی طلعا ہوئے لاسر کار میں آئے خلوت میں ہو حکم آدرما میں آوے

غیاث الملک - افسوس ہے کہ یہ آپ کا نام معلوم ہو سکا۔ ارنہ حالات
کا بیتہ چلا صرف علامہ غیاث الملک کے معنی سرخیالات کے عنوان عظیم الشان
سے ایک عزل مل سکی۔ حور زغالہ کی منزل پر گئی تھی بہت بے بضاعت معنی سے بالکل
معاملہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر ان لوگوں کے لئے سامان عمر بہت جو عظیم الشان ہے
اور سنگیہ الفاظ کھارے شاعر کے معصودہ اصلی تک پہنچایا جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے
رغائیا اس میں ہی علامہ غیاث الملک سے ایسے تنازع ایک ہی دوسید
ہو کر پیدا ہو گیا ہوگی اور رع تراکتیدہ دولت ارقلم کتیدہ خدا۔ والا
معاملہ ۱۶ ہوگا۔ ہر صورت عزل یہ ہے۔

کسوت شمعوں کا رخ حیرت ناوس تھا	شب سراج عقل تصدیق خم مالوں تھا
لایح لامع لوق زلف ہاوس تھا	ارترہ ہوس قوس قوس تھا
رورں رومالاک تھتہ کاوس تھا	رہ رومالک ریغ آسودہ مایوس تھا
قوس قوس قوس قوس قوس قوس تھا	قوس قوس قوس قوس قوس قوس تھا
عجب طعنه و طعنه قوس قوس تھا	قلقل صغریٰ طرح کرد باں
قلعہ رکھتا قوس قوس قوس قوس تھا	مرل کاں کس جیلہاں قوس قوس تھا
صفہ قوس قوس قوس قوس قوس تھا	شمع قوس قوس قوس قوس قوس تھا
میسر قوس قوس قوس قوس قوس تھا	ملح قوس قوس قوس قوس قوس تھا
محب قوس قوس قوس قوس قوس تھا	سور قوس قوس قوس قوس قوس تھا
تینوں قوس قوس قوس قوس قوس تھا	سور قوس قوس قوس قوس قوس تھا
سور قوس قوس قوس قوس قوس تھا	سور قوس قوس قوس قوس قوس تھا
سم قوس قوس قوس قوس قوس تھا	سور قوس قوس قوس قوس قوس تھا
قصہ قوس قوس قوس قوس قوس تھا	سور قوس قوس قوس قوس قوس تھا

لہو و شہر حریر بنیاد خناس شیل
 قائم ارجاع تھا تو طالعیت کا تعاس
 پیر سے باز و مکاؤں کی گنگناہیں
 طارم فقدان لب و شہر خوشیوں تھا
 طمطراق نسر طائر قد عن زینت انبیا
 فیلسوفان شیعہ شیعہ معکوس تھا
 منصف نیر طالعیت صغینہ الحدید
 صفت یقین تہنق بنو ج حسرت پاؤں تھا

غنٹ غولن۔ ایک پختہ مستحق شاعر ہیں جو نفس طبع کے طور پر کبھی کبھی ظریفانہ رنگ
 میں بھی سحر کر لیتے ہیں۔ میسکے دست ہیں۔ مگر قارذاتی کی وجہ سے اجازت نہیں
 دیتے کہ طریعوں کے ساتھ ان کا نام بھی اس تذکرہ میں آئے۔ جن تہہ بہ تہہ تقاصیل
 کے بعد محنت فرماتے ہیں دہی درج کرتا ہوں۔

ہوا ہے گھر ہمارا حس سے زیادہ
 یہ جو تہہ ہلکتا اللہ اکبر
 وہ کہتے ہیں ہمیں بہادر کی اولاد
 کہ جیسے آب کا داوا تھا شہاد
 لباس لہے کی تہہ بہا کی رہا
 سیاحتیہ حرمیں بھائی مراد

وصل کی دھن میں یہ ہیں کی یونی عربا
 کھٹکتے ٹی یونی بھاکے سوتے ہیں قہم
 آنکھوں کے طور پر لنگوٹا بھی ہیں
 کوئی کوئی ہی جی ہیں کوئی ٹاٹا بھی ہیں
 کون کی ماب پیل کی دہ وہ بڑے
 مار میں مجھے کیے پھرتے ہیں باغی غل
 کھائی محول سے نوین طرین باغی ہیں
 کچھ لہلہ بھی ہیں کی ٹاٹا بھی ہیں

دنیا کے لطافہ حسرت کی دلچائے
 مہرے اگر ان کا کمر سد نکل جائے

نیک مراج پسندیدہ خوشے۔ مگر اول اول میں ان کے کلام میں تو قی زیادہ دیتی
تھی اور لوگ ایسی تعریف کرتے تھے۔ آخر کار غزل گوئی ترک کر کے آخر عمر میں ہرگز
یہ مائل ہو گئے۔ مگر کلام عشاق ہے۔ ایک ہی شعر مل سکا۔
حسنے کھا یا ہے تیر مڑ کاں کا اس کے رد یکٹا لیں ہے بھالا

فدا سے سخن۔ اودہ بیچ ساہی کے ایک ماہر گار تھے۔ جس کا اس
باوجود تلاش کوئی حال نہیں ملتا۔ انداز بیان سے ابوالکمال مولانا امید کا کلام
معلوم ہوتا ہے۔

لوٹے کہتے ہیں یہ دہڑے سے	شوق ہے ہلکے گید سپاہ سے
بیچ تو ہے مدد ضلالت کر	کیا ہے اس کسہ یا سے
ہاں لائیں وہی مدایوں کے	کل لے تھے جو اکسا لیتے سے
دیکھے آج میر جاہ کو	لوگ آئے ہیں ہر ٹھٹھے سے
غیر کو بد ہیاں چھائی جائیں	ہم گئے گئے گئے اکسا چھائے سے
رڈیاں چوک کی الجھتی ہیں	اکسا جان مرا چھائے سے
شاعری ہمد کی ہے والستہ	آج کل جاہلوں سا چھائے سے

فرو۔ تخلص مولوی وحید اس خاں نام کھا، احسن حار، کبریا
صانع مظہر کے رہے واسے تھے۔ اتہار عائد زمانہ ۱۸۵۰ء، اکبر، ملکہ۔
آمین کہتے تھے۔

سدا لگا کے۔ نہ ہوا کھی	مگر کھڑے رہا تو اہم نام
سلج سینہ یہ تھے ایسے شیریں	اکھڑا اکھڑا آتا ہے کچھو کچھو اکھڑا

وہاں جھانی ہے گد رانی یہ کیوں کہ کھٹکا
دخا ماروڑیاں مہتا ہوں لہاں کھٹکا

فصحا و - مومحام دلہوی شاگرد شاہ بصیر کا تخلص تھا۔ صاحب یکوہ گلستان
اس کی بابت لکھتے ہیں کہ "سہایت ظریف خوش طبع کشادہ رو نیک جو تھا۔ ستاید
سورگوئی سے عرصہ یہ تھی کہ موتراشی کے ساتھ موٹکانی کو جمع کرے۔ جو کہ اُس کے
استعارہ ذکر میں لکھنے کی قابلیت ہیں رکھتے تھے صرف ایک شعر یہ لکھا کرتا ہوں۔"
بادہ کے ہمیں پیسے سے کیا کام ساقی مے خونِ حکا کلمہ ہے بام ہمارا
امس ہے کہ اس تعمر کے علاوہ اس کی طراوت کا کوئی شعر مجھے بھی نہ مل سکا۔

فغان - اشرف علیاں نام تھا فغان تخلص احمد شاہ بادشاہ کے سردار رہا
تھے۔ تمام تذکرہ نویس ان کی بدلتھی اور طراوت گوئی کے مقرر ہیں۔ میر صاحب نے
لکھا ہے کہ اس کی دبعتیاد بہت مشہور ہیں مگر مل دیوان تن کو گھٹی کی مڈی
کا ساڈا اور حکم معصوم کو گا۔ گھراقی کہتے تھے۔
ملی مدحیں آزاد تندرہ آجیات میں اس کی لہجہ یہ لطیفہ لکھتے ہیں۔
حاصل معلوم صحیح یا ایسی سادت کی موانی صرف دل لگی کے لئے بات کا تسکین سادیا
ہے ہر حال لطیفہ یہ ہے کہ۔

راہہ تباہ راس کے رہا میں انھوں نے ایک سولی پر مڑی جاکا قافیہ تھا
لالیاں تالیاں - وجہ - سہمجن خور۔ بہت تعریف کی۔ راہہ صاحب کی
صحت میں حکموں میں ایک سحر ہے تھے اس کی رماں۔ سکلا کہ نواب صاحب
۔ با قافیہ آبیہ مہدیرہ مکرنا لیاں نہ گئیں۔ انھوں نے طال دیا۔ اور کچھ
جواب دیا۔ راہہ صاحب نے جو جواب دیا کہ نواب صاحب سے ہو حکموں میں

کیا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا جاس تھا فہ کو مشعل کی جگہ کہتے ہو رد یا تھا اور
صورت فرمائیں ازاں پہلی ہو سکتا ہے۔ ہمارا جاس کہہ کر کہا کہ ہاں کیجئے کہ کتنا چاہئے اظہار
سے اس وقت پڑھا۔

جنگوں میں کیا کی دم چھٹی تھی ات کو سب کیجئے دیکھ اسکو کہتے تھے تالیان
تمام دربار چاک اٹھا اور جنگوں میں مدد ہو کر رہ گئے۔
اسی طرح ہر تذکرہ سے یہی پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ ان کا طرافت کا کلام
مقور اسبابی بہم نہ پہنچ سکا۔

فنا تخلص تھا شیخ باقر نام تھا کالی کے رہنے والے تھے۔ حافظ ضیف مولوی
عبدالکریم خاں آشنا اور مولوی محمد مظہر واصل وغیرہ بہت سے شاعروں سے
اصلاح لی تھی کلکتہ میں مدینہ تجارت سے اسی زندگی بسر کرتے تھے۔ ریختی گوئی کا
توق تھا۔ مارہ سوار کا سی جہری میں زبردہ گئے۔ ایک شعر مل سکا۔
کل رہیے سونا کو مکر کر دیے ٹکسال سے اشرفی خام کوئی حاکم کے کٹان لال سے



حرف قاف

قافی - حبیب نام تھا۔ اور مدت تک یہی تخلص تھا ایران کے شاعر تھے۔ ہایت مشہور و معروف تھے بلکہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور غالباً ہایت صحیح ہے کہ دہرا حرف میں قافی سے بہتر ایراں میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا۔ ان کی زبان ہایت صاف تھی۔ کلام میں جو نردالی و درجہ اتم تھا مگر خیالات زیادہ تر سطحی تھے۔ حبیب ان کی شعر و شاعری کا چرچا ہوا تو حسن علی مرزا گوہر خراسان سے ان کا تخلص قافی قرار دیا۔ اور انھیں کے ساتھ مرزا عباس سبکیں کا تخلص بھی بدلایا اور مروعی تخلص رکھا۔ تا آئی کہ استقلال طرافت نہ کہتے تھے مگر تقن طبع کے طور پر مختلف رنگوں میں شعر کہہ لیا کرتے ۱۲۲۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۷ء میں انتقال کیا ایک لطیف کہ حد شعر و میناب ہوئے جو ہیکلوں کی رباں میں کہے ہیں۔ لقیہ اشعار ان کی گلستاں سے منتخب کرتا ہوں۔

می تہیدم کہ بدیں لوح ہی اندون
دائے زہیرت شتام صمصم روتس
صمصم تہتا ہم در روت عارتقش
کلگم سور روتے کلگم تراروں
کہ بہشت مخمومت مہماں دہونا

بیر کے لال عرکاہ طفل الکن
کائے زلف صمصم شستام تا یک
تہتا ہم دازستہد لولبت
طفل گھمکن راتقلہ سکون
مہی خدای ہشت نہ کہانہ زخم

یہ گنقاوہ و اندھم معلوم ہوا ہیں
 گنگہ آدم من بیچارہ مادر الکن
 وہ ہنداوہ ہنداوہ ہنداوہ ہنداوہ
 کہ کہ گنگہ لال لال لال لال لال لال
 م م م م م م م م م م م م م م م م
 تو تو تو تو تو تو تو تو تو تو تو تو

قابلہ۔ میر صاحب اور میر حسن نے ایسے اپنے تذکروں میں اس کا نام محمد قاسم
 لکھا ہے مگر مذکرہ گلشن سے حار اور تذکرہ مساح سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قیام الدین
 نام تھا۔ ہر حال چاندیور مدینہ صلیع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ اول میں میر درد
 کے حاکم و دستہ بعد ازاں سودا کے زمرہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ بہت قادر الکلام
 اور خوشگو تھے۔ تمام اصناف سخن پر قدرت تامہ حاصل تھی مثنویاں کہیں میں طریقی مہارت
 تھی۔ تعین طبع یا رنگ رمانہ کی ضرورت سے طرائف میں بھی شوکتے تھے۔ بلکہ اس میں
 بعض اوقات اسے طرہ مانتے تھے کہ فحاشی تک نوست یہو بیتی تھی۔ ایک ٹرا کلیت
 ہے جو اصناف سخن طرح طرح کی طرائفوں ہجو و عریوں قصیدوں رباعیوں وغیرہ
 سے مالا مال ہے اور عقیقہ ایک مطلع سے نسلے ہو کر یکے کا بعض تذکرہ نویس
 لکھتے ہیں کہ اس کا لکھا ہوا ایک تذکرہ بھی ہے۔ مگر وہ مفقود ہے۔ قائم کی عمر کا زیادہ
 حصہ وہی میں بسر ہوا سیوچ سے تمام اہل تذکرہ اور اساتذہ و راہبوں و ماہرین
 چاندیوری ہوئے کہ ان کو مسلم الثبوت استاد چاہتے اور ان کی استادی کرنا
 ہے۔ جیانیچہ میر حسن سے ایسے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جوں ارادے حوائی در
 شاہنہان آباد بسر کردہ بار آں محاورہ اور دست گشت "اسیاد میں انتقال
 کیا۔ ان کا کلیات ترتیب مذکرہ کے وقت جھکوا۔ مل سکا اس لئے کہیں کہیں
 سے اس رنگ کے اشعار انتخاب کر کے لکھتا ہوں۔ ورنہ ان کی کلیات میں بہت
 کچھ موجود ہے خصوصاً گوری مامہ عجیب چیز ہے۔

کیا پشتم ہیں دنیا کے پیر ہاں انعم
مسجد میں جلا کو بھی نہ کیجئے مسجد
بیقدر کریں ہجو جو دیکر زرو سیم
حراب جو خم نہ ہو برے تعظیم

گدی رنگ ہے جو دسیا میں
کھنٹی کھا کے کمر اور کھنٹی دہاں ٹھکڑو
سیری جھاتی یہ موگن لٹا ہوا
پٹ تہنگ کیا تو نے اے میان ٹھکڑو
قائم یہ حسیں ہے کہ تقدیر سے تیج کی
اکے حویں نماز کر دے جو کون

قسم ریحی کے ادا رس یا حج سات تعریفتے ہیں لیکن نام وغیرہ کا کوئی پتہ
نہیں مجبوراً صرف تعریف نقل کرتا ہوں۔ اگر شعروں میں صرف ریحی ہی کا ادا ر
نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کھنڈ والا اپنے تخلص کو ماہیہ اور اسم باسمی ہونے
ہونے کی برار کو مستحق کرتا ہے۔ ادا ز کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دور حاضرہ
سے کچھ پہلے کے کہنے والے کوئی صاحب ہیں۔

جہاں آئے جو ٹھنڈے تو میان ٹھکڑو بھی
کس کو ٹھنڈی کھنڈی نہ عادی تھی آئے
ما کے اٹھے میں حسیوں کے دکھا لانا ہوا
تہر کی جھکوں میں قرم کا تہہ ملتا ہیں
کیا جو ست جھانگنی ہے انا یہ رولا
دھنڈھتی میرنی ہوں کی بڑا لٹائیں
بٹھنڈھ کر سوسے ہوا یا کھنڈو کھنڈو
مخمس کو تو سنگم کوئی آگے ساتھ ہیں
مرد وانی ہر سے سائے اسکے سنگم
ڈولی کے پیٹے پیٹے پیٹے میاں ہرور
مردوں کے سائے نہیں لگتے ہیں پولا
ایچھے ٹھنڈا بے آسہ کر دکھلا کر کیا کرلا
دوچار کئے ہوں نہ ہٹھراؤں کی سطر
میسوں احوں جلا کر دکھلا دے کوئی
کیا گوتے ہو تم مجھے دیئے کال کے
اوڑا کر دورا تو دوسرے سمجھاں کے
مجلس ہر تہم یاں تو میں اجا کے کسکرلا
قرن اکٹائی کا ہے تو سمجھا کے کیا کرلا

دور و زبھی تو میں رہتی ہوں بیت
یگر تم نہیں تداؤ کہ میں ہمارے کیا کروں
بیزارست مری جو سے گھر نہ آئے وہ
طو سے چشم ہیں دوئے بھٹکا کے کیا کروں

تفقیس مجھے انہوں ہے کہ اس عظیم التال بدیع الرماں ستار کا نام نہ معلوم
ہو سکا۔ ایک پرانی کتاب میں ایک قصیدہ اس عنوان سے لکھا ہوا نظر آیا تھا۔ "قصیدہ
کہ در مدح مصدوم الدولہ یہ جسے کہ بجز تخلص لفظی ہم معنی ندارد گفتہ شد و حکائرہ
اتقار مارگاہ فلک استتہاد خلعت و العمامہ ہرگز گردید" مجھے اب انہوں آتا ہے
کہ یوراقصیدہ جس میں بلا سالغہ و دوسو ڈھائی سو شعر تھے کیوں نہ نقل کر لیا۔ ممکن ہے
کہ بعض طبائع اس کو پسند نہ کریں مگر میرے نزدیک یہ ایک کمال ہے۔ اور اس
صعب و التزام سے عمدہ رسانی ہر شخص کا کام نہیں ہے۔

تفقیل فام فلام قاطر قاد	تفقیل فام فلام قاطر قاد
تفریق قوام قوام قوام قوام	تفریق قوام قوام قوام قوام
تفریق قوام قوام قوام قوام	تفریق قوام قوام قوام قوام
تفریق قوام قوام قوام قوام	تفریق قوام قوام قوام قوام
تفریق قوام قوام قوام قوام	تفریق قوام قوام قوام قوام
تفریق قوام قوام قوام قوام	تفریق قوام قوام قوام قوام

قمر باجان۔ با ہفت۔ حالات و نام معلوم نہیں ہو سکے۔ نہ نزل میں ناول
سے ملتی ہے۔ معلوم نہیں کہ اصل مصنف کون ہیں، قمر ۲۰ حال صاحب۔
۳۰ با ہفت صاحب۔ ہر حال میں اول الذکر کے نام سے لکھتا ہوں۔ بہت ممکن
ہے کہ یہی صحیح ہو۔

یہ نام حکما کام کھا کا مرکب مارا وہ آج مارے ہیں تنہا الم کرم

لنڈر سے ہونے کے بعد میں جب آئے ماگٹا
 ہم ماگٹا مگا ولایت کا سیکرٹ
 ہم ویسی جگہ دیکھ لیا گسہ کر لیا
 کھانے کا کپڑا ڈالنا نیچے ہمیں پسند
 مٹ لو ایسا باٹ کہ ہم کالا لوگ ہے
 گنگا حلی کھراب ہے جم جم پھول ہے
 سٹاک کھدا کام ہمیں جیرج میں ہیں
 مسرطب جو آتا تو کھس ہوتا ہم ہست
 ہم ویسی لوگ کی طرح کھٹا ہمیں پھول
 کرتا ہست سا گسہ ہوں ہوتا ہوں پھر کرل
 جاہل بیسے ماگٹا یا جاہل لوگ کو
 سر رہیں لیٹنا لمبا سا کپڑا ہضم
 میٹا ہے دودھ یہ ماؤں کا یہ بچہ کوئی
 ایک جگہ یہ مقطع ہے
 دیل ہاف صاحب لڈیا کھرب یہ گجل

ہم جو رو لوگ گاڑی میں چھلانے لگتا
 اور پرہ لوک ویسی چرٹ لانے لگتا
 یو فول کہہ کے سرہ کو ہم کھانے لگتا
 کا تا پھری سے بیٹو ہم کھانے لگتا
 صاحب کا نام ہم کو بہت بھلے لگتا
 شلہ میں تاسم ہیں کو پلو اے لگتا
 ہم گھوڑا گاڑی کرنے فٹ جاے لگتا
 جب باپ ملے آئے تو سراے لگتا
 صندوک اب کیکھانے کا نوانے لگتا
 حٹا بیسی کھائی ملے ہمیں آئے لگتا
 ہم برجس اور سوٹ کو سلواے لگتا
 ہم ہیٹ ایک گھاس کا بوانے لگتا
 ہم دودھ گھر کا بچہ کو یلو اے لگتا

سب لیڈی لوگ باجے یہ یہ گائے لگتا



حرف کاف

کافر محمد طاہر نام تھا اصفہاں کے رہنے والے تھے۔ نہایت علم دوست اور نیک طبیعت تھے مگر طرانت اور ہرل کا طبیعت پر اس قدر غلبہ تھا۔ کہ بعض کفر کے کلمے بھی ان کی زبان سے اسی طرانت میں نکل جایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے لوگ ان کو حاجی کافر کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مگر طرانت زشتم نامہ سویب ہسانی کہ عیدار سار بانق کس نہ والد میان میں تو دفری تیار کیا کسے والد کہ استنہ میجر اند

کافر میکہ۔ میر علی نقی نام تھا۔ قوم۔ سے سید اور بہایت صحیح الدب سے۔ سیاہی میٹھ سے رمرہ ملا رہیں میں در مار محمد ستاہی میں طر سر کرتے تھے۔ جس سے کہے تو ہرل اور طرانت کی جانتی ضرور دیتے۔ اور حب ساتھ تو کہتے کہ جواب تیغ میں سے پکے ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کا خاص ٹیکہ مسہور ہو گیا تھا۔ میر صاحب کے ولی دوست تھے بغیب جوس مذاق تھے پہلے حب فارسی سے سر کرتے تھے تو تسکین تخلص فرماتے تھے۔ پھر اسکو چھوڑ کر حویں کرے لگے اس کے بعد حادیار خواجہ سرہکی سرکار کے مکہ حوار سے تہ کا در تخلص اختیار کیا۔ ایک رر میر صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میر صاحب کہنے لگے کہ تم فارسی اور ہندی تو کہہ دیتے اب مرا تو یہ ہے کہ سنی کہا کر اور کا کر کہ چھوڑ کر ملعون تخلص رکھو۔ یہ سنا

سہت بننے ایک، مائی بطور نمونہ کلام درج کرتا ہوں -
 کیا پھرتی ہے میکہ میں مٹکی مٹکی زائد عابد سے دور مٹکی مٹکی
 قاضی کا نہ ڈر، محنت کا کافر یہ دھتر رز بھی جس سے انکی انکی

کافر کا نام حلال الدین کھانا صلا الدین، لوی کے بیٹے تھے۔ ایک رہبریت
 طریقت اور ہرل دوست تھے۔ اشعار میں بھی وہی رنگ ہوتا تھا۔ ایک شخص جو ہایت
 کنجوس کھا اُس کی ہجو میں پتھر کہے تھے۔

پدرت گرانش دست رد یسرت گر بخوش در نگرود
 نہ برد رود دسہائے یار کسکد حبیب چتہا - سے یسر

کاسے صاحب تلہ صلیع شاہجاں نور کے رہنے والے تھے، لیلہ اکبر آبادی
 کو کلام دکھایا تھا۔ کم اوقاف حریب آدمی تھے مگر طراوت کے ستارے تھے۔ طریقت
 عریس نظمیں بہت سی کہی تھیں مگر جو کہ زمانہ قدر نہ کی وہ سب صانع ہوئیں
 کچھ شعر جو ایک دوست کے حافظہ میں محفوظ تھے مجھے تکا بھی پہنچ گئے۔

میں کہا یاں تو آئیے تول ماہیں تو کوا، حال دل ایسے کا میں ایسے میں
 لیکے دل تو رہے دیکھا یہ مرا حال حریب ہیکہ کہنے لگی دل بوسے دیا کس کثیف
 میں کہا کھا تو قسم کہے لگی جیل جھوٹے

میں کہا جیل مے گھر کہے لگی کنتی دور میں کہا جا رہ قدم کہے لگی جیل جھوٹے

میں کہا رو باہت بولی کوئی شاہد میں کہا جتم ہے ہم کہے لگی جیل جھوٹے

حی میں مرے پیٹھے پیٹھے آیا
 چل یار کے گھر کسی سانسے
 رنار یہن کے قسٹہ کھینچا
 لے ہاتھ میں یو بکھی کوئی جانے
 کاستی سے ابھی نئے ہیں آسے
 جو کئے کسی سے سودہ حاسے
 الفصہ میں اس گلی میں جا کر
 آوار ہال لگا لگا آگے
 بیڈ ہوں شکس بجاتا ہوں
 اشلوک کے یاد ہیں مسالے
 یا یا س کھڑا ہوئے دینا
 یا آپ لگا مجھے بلائے
 تب ہاتھ میں ہاتھ لیکے سدہ
 سچ جھوٹ اُسے لگا ستانے
 روٹھتا ہے جو یار وہ بھارا
 تم جاؤ اگر اُسے منانے
 وہ آئے اگر تمھارے گھر پر
 دولہا لگے اُسکے ساتھ آئے
 یہ کھامریات کو وہ چالاک
 معسوق تو ہوئے ہیں سانسے
 کیسے لگا پھر وہ مجھے ہنسکر
 بھیجا سکھ آج بے حیاے
 کھسکا دے پاؤں بھر تو سدہ
 ہی مفب بجا لبا خدا نے
 حیاتا گردہ مجھ کو قاتل
 تو آج لگی تھی حال ٹھکانے
 یہ تیج کی ماتیں من سے کائے
 کیوں لہر میں آئے ہو دولے
 طرانت کے ساتھ ساتھ فحش گوئی کا بھی حکا تھا گردہ ایسی نہیں ہیں کہ ان کو
 پڑھا حاسے اور اس سے تعصص کی بجائے تفریح ہو لہذا لفظ ادا کرنا ہوں۔

کٹر عون محمود۔ اودھ بیج سالن کے ایک ماہ منگا رہیں۔ ایک غزل
 نمونہ کلام کے لئے لکھی جاتی ہے اور نہ نام معلوم ہے نہ کسی تفصیلی حال سے
 اطلاع ہے۔

سادیا بھکھو قسم ہے کالے استاد کی ایک کچی سے جبرائیل سن لہا تار کی

کالی بوتل سے پلاٹ جلد کا ٹمٹم کرنا
کیوں - خبر لینا کچلی ہو مجھے حسا دی
گٹھیاں پیچھے لگی ہیں قفل ہے لگے پڑا
یا بچا مہ کی وضع تھے سئی ایجاد کی
اس قدر کافی نصیحت ہے یہ کٹر کی سنو
چھوڑ دیا اب بٹنل اس نفع بخنیا دی

کٹ کٹا - غادی پور کے رہنے والے تھے اور ظرافت کا رنگ ہمایوت ترین
کہتے تھے مگر انہوں نے کسی طرح کلام دستیاب نہ ہو سکا - مگر یہ شاہ مدیر صاحب
ہاستی نے وعدہ بھی فرمایا - مدتوں منتظر بھی رہا مگر وہ وعدہ وعدہ ہی رہا
تا انکہ آج بھی تذکرہ میں صرف اس کے نام پر قناعت کرنا پڑی -

کشتیر - دایوں کے رہنے والے اور میر کشتہ کے نام دوسوم ہیں - مگر
در اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نام سے ایک مرضی دیوان طبع کرایا گیا ہے -
اس کے مصنف نام لکھا ایک اور صاحب ہیں جنہیں اس حاشیہ میں مگر جو کہ کسی
مصاحف سے انہوں نے دیوال کو ایسے نام سے مدون نہیں کیا - اس لئے
میں اُن کو ظاہر کر رہا ہوں - بہر حال اتحاد دیوان یہ ہے -

تیری قدرت ہی سے بانی بھی ہوا توڑے
پشت یر نیل کے موسیٰ بے جو سٹار
ہم سنا ہوا اھلے گار اس طائر روح
موت کا حب ملک الموت نے کوڑا مارا
توڑی لٹیت عذ میں لے کر مگر گردوں
کہہ کے یا قادر و قہوم جو گھونسا مارا
مال گراہیں گے اچھا جیگی طبعی کشتہ
ملک الموت نے حب جانا نہ یہ جوتا مارا

ہم نے قفل سے تری حیر کوٹتے دیکھا
یعنی شیطان کو خستہ کئے دیکھا
اب حرا نے قفل تھے کہ اس کے کتب
جو تیرے انہیں کچھ تم نے مسلتے دیکھا

دعہ وصل کجی یار کا یو را ہوا روزِ گرگٹ کی طرح رنگ لائے دیکھا

غیرت لالٹیں، تنک چراغ یار کیا خوش حال ہے میرا
میں نے بوسہ لیا تو دے کیوں تم بھی جو مو یہ گال ہے میرا
ان کو میں نے چھوا تو بولا غیر اے میاں اے یہ مال ہے میرا
اُن کو لڑوا دیا رقیبوں سے اک یہ ادنیٰ کمال ہے میرا
سب خمیری چپائیاں میری پر یہ اک شیر مال ہے میرا
دیکھ یر دیں کو وہ یہ کہتے ہیں مخہ کا غلو کا اکال ہے میرا

ایک دن کا ذکر ہے یہ ایک نکل مارا اک قییب وسیہ نے مجھے آکر یہ کہا
کون سا مٹے کیا ہے ترم جسکی وجہ ہے وہ پئے آزار ہے دیا کا ہرچہ "اٹرا
کوئی بتلاتا ہے جھکو بد خصال بدعا کوئی بتلاتا ہے اُو کوئی کہتا ہے گھا
کوئی بتلاتا ہے اُو کوئی کہتا ہے نل کوئی بتلاتا ہے تہہ اور کوئی چرکشا
کس کو کیا میں نے کہا ہے کپ اسکے خانا کس کا میں نے کیا بگاڑا ہے لیا کس کا ہے کیا
میں یہ بولا ہں تو راجھا سیاں تم میں گرا مات اتی ہے کہ ہو مو کسے

کچھ خبر ملی ہے بچے اوست خواب غیر لوستے لے رہا ہے لے حساب
یہ حرمِ دگی تو اُن کی دیکھے حط طعرا میں لکھا حط کا جواب

کبھی محب کی چڑھائی کبھی غمزدگی وصل کی رات دیارِ ستم تھا کی رات
لیں بلائیں کبھی سر کی تکی کبھی تہو کی لیلہ اُوکل بنی روپایا کی رات

جا کے تھامے میں قیہوں لکھائی ہے ریٹ
اپنے چہرہ سے اٹھایا جو ہی اُسے گلو گھٹ
جل رہے ہیں طیش عشق سے لاکھوں عاشق
رہ الفت کی خرابی سے میں بچتا کیوں کر
کس قدر حضرت کشمیر بھی ہیں توح مزاج
کہ ستا تا ہی ہیں یار بہت ہے نہ ٹکھٹ
بھتیاں لیے لگیں سر کی بلا میں جیٹ
یہ کلی سے تری ظالم کو کوئی ہے نہ گھٹ
کھا کے کھو کر جو بھی سبھلا تو گیا یادوں پر
نام معنوں کا رکھا ہے میاں یہ جاٹ

ستیا ماس ہو رقیہوں کا
ہے وہی قفل اور وہی کھی
نوستے پڑتے ہیں کیوں تراق تراق
ہیں یہی اس لڑائی کا باعث
پھر نہ کھلے سکا کیا ہوا باعث
کئی موج سے سبب خلل باعث

کہتے ہیں کیا یارے دیسے عمر آج
دیا ہی جو سنا ہی دیدہ دہی کا
جوتی ہے نہ ٹوٹی ہے نہ کیر ہے میر
سے کیا لڑائی ہے قیہوں کے ہر آج
کرا ہے حسد دل کو مجھے شہر ہر آج
لی حضرت کشمیر کی لوٹوں نے خبر آج

کیوں جڑیھے آتے موم جس ہاں کی طرح
آسیا کا صرچ چلے غیر سے بیٹوٹا اٹھڑا
دور سے ڈالے ہیں قیہوں سے مٹھالی بیکر
شکے اتنا دار وہ کتیر کے فرماتے ہیں
اتنا کراہ کر وہ سے سال کی طمس طرح
بیٹھے دیکھتے دور واریے پہ درماں کی طرح
بیج در بیج ہیں وہ سسل سہاں کی طرح
کھیت میں لطم کے بل جو ماہ و ہفتاں کی طرح

فالو میں طبیعت رسہ یہ ہو میں سکتا
گھیرے ہو سے بیٹھے ہیں کیر میں لڑا میں
حسب ایک ہی حاتمہ میں ہیں مادہ و رسد
حاؤں تو کہاں حاؤں اور نہ اندا دھڑد

کہتے ہیں شب وصل تو میری ادا ہے
لا دو مجھے پنجاسے ریشم کا کر بند

قیمت تار ہے ہن ہن ہن ہن کی دس^{ٹکی}
کتیر ہلکے اپنی ٹٹیا یہ نار ہے
کیا کیا ہے اُن کا اپنے حریف گھر^{ٹکی}
اس تہسوار کو جو ہے رہا اگر گھر^{ٹکی}

بھینسے میطرح آکے وہ میسے گھر
اسی دھن میں ہستے ہیں تار و سحر
گئے میر کتیر حب ال کے گھر
یٹامیرے دھوکے میں کل سب قیب
حسیوں کے نو سے ٹکے میر ہیں
مرے سے گر تی ہے تھلاش کی
مرا میرے بوسے میں آلو کا ہے
طلان اٹھیں لیڈیوں کو دیا
نہ کیے کاموقع نہ جاسے مصر
کہ جڑھچا ہے ہستے کوئی بہر
مٹھائی کے بدلے کھلائی مٹر
ملاو رہ کی طوسیے کے مصر
اسی پروہ کرتے ہیں ایسی گھر
نہ چور دل کا کھڈکا رہیں لاڈ
نہ کچھ اہم گڑھ ہے نہ اہم سکر
کہ اک ہم کتیر ڈالی ہے گھر

ملا ہے سمجھنے خوب جوڑا میٹیر تیری مرا کو تر
ابھی تو نام حد ہیں کس ابھی ہیں ہم وچھاٹل
ایسی سیاری وہ سکایا را ایسی غاسن اپکا
یا تعلق سا ہے رشتہ میٹیر تیری مرا کو تر
مگر کیا تاکا کر گئے رید اٹیر تیری مرا کو تر
وہ آں میں نہ شاں ملتی میٹیر تیری مرا کو تر

اُسکے گارے کی سنتے ہی آوار
کھنٹی ادھر ہیں ہم کبھی نیچے
تھام کر رہ گیا میں دل اپسا
میرم میں سب لگے کھالے سا
خوب ہیں ہر کے خد نہ مرار
لا آیا خود دست طار

یعنی اندر سمجھا کے، مانگ کے
ہم سے دل بدر کر دے اور
اسی صندوق ایک نالی سے
میر کسمیر مار لائے قار

کل جس نے دیوہر سے حجامت مانی تھی
دیندوں میں ہمارے دلت ٹھہری
تستیرا سکی ہے وہی بیرہ عا یمتو
بھیر بھلا ہے لی اسی ہاں کس کے پاس
کچھ اسن طن کے پاس ہے کچھ اسن کے پاس
گر بھیر کی اکے ہاں جو اس کے دہر کے پاس

تہر میں کہنے لگے سب مجھے مسکرتیر
دی تھی بے سچ کو کل ماریں بے چر تو

ال کو اگر ملال ہے میرے وصال کا
سانی میں کلال میں میرے ہیں
کچھ لام لام میرے سمجھتے ہیں تم مجھے
دہ چاہتے ہیں کٹھ کا یور ال کا سٹ
تربت بہ میری ڈھول بجائے ہے کیا عرض
ان کو ترسا وصل ملنے سے کیا عرض
آہ مراداق اڑائے سے کیا عرض
اندھے سے کام ہے بھیر کا سے کیا عرض

دستور دوست ہیں کچھ مرقہ سمجھتے ہیں
ہم میں دیکھا کستیر کو بیٹھے ہو کہا
اکلی لطر دین تو ایک ہے کھائی خندق
کیسا سادگی طبع بیٹھا ہوا تو احمق

مڑوڑے ہاتھ دامن رہے ہاں تک
رقیقوں سے کیا پتہ چھاڑا کو
کہ جکسا جو کر دیں جوڑیاں تک
حیرا کر بچ آئے، یاداں تک

وہ یہ کہتے ہیں تے گھر میں چلیں گے تے سنگ
 اور مے گھر چٹانی نہ تپانی نہ یلنگ
 دونوں رخساروں پر جم آسے مال
 ہو گیا حتم ان کا حسن و جمال
 رکھ کے ٹوٹا سا دوشش پر ڈٹا
 میر کشنہز جلد سیئے سسرال

یار کی گالیاں دوڑ گئی ہیں
 بعض مٹھی ہیں بعض کھٹی ہیں
 کہیں فقروں میں آمیزاں ہیں
 وہ بھی ستہ طالع کی جستجی ہیں
 سہ بڑھایے میں شوق حوڑ کا
 تیج جی کیا ہیں تیج چلی ہیں
 انڈا انڈا ایسی مانتی
 جیسے ہم دو دھ میں کی گئی ہیں

نہر ہا ہے - مرنا ہے - کیا ہے نہ اندا ہے
 تھکے یاس ہے ہی کیا نقطہ بھاڑی ہا ہے

بہشت کھڑے کہنے کے گھٹے میر خاں
 کہ آدھری ہوئی ستہ سیالی بھاری

دلیر کتہہ گا پڑی سسبھا لو
 کہ اس سرتہ جو تاڑا اہتا ہے

بسل کی رات آئیں صبر سے بیا
 دسل کی رات بچی شوخی سے وہ بیا
 پیٹ پیٹے کسمیر کی جیتی کردی
 دسل را آکھ لگی اک میں بتی کردی

جب چلے دیا سے داس بھاڑ کر
 عشق میں صورت ترے کتیر کی
 تیج کی داڑی اوچ کر رہ گئی
 گھٹے گھٹے نسل سد رہ گئی

حول عفت کا ہوا شیشہ معصیت ٹوٹا
آپ نے غیبت کے لیے کایا بجا دیکھا
چوہا چاٹتی ہی اگر رہتی تو چن دن غم تھا
رج اسکا پہ بھینٹ شمس کے کٹا کر دیا
جام وصال کے عوض بوسہ رات عطا کیا
موت کا تھا مقدمہ ڈگری ہوئی بھارت

کترین - اں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ میر حسن اور میر تقی میر دونوں نے اپنے
اپنے تذکرہ میں اں کا ذکر کیا ہے۔ مگر نام انھوں نے لکھا نہ انھوں نے میر حسن نے
لکھا ہے کہ ایک شخص کو کبریٰ بیشہ لواب عماد الملک کی سرکاری میں ملازم تھا۔ اور
اپنی استعداد کی موافق تر خوب کتا تھا۔ میر تقی میر لکھتے ہیں کہ ہر لک کی طرف لے سکے
مزاح کا مسلمان بہت زیادہ تھا۔ کترین نے ایک تہہ آفتاب بھی لکھا ہے
حسن کے یہ چند شعر تذکرہ میر تقی میں درج ہیں -

لو خصم گن کر متلیجے لے گئے
تو بھی ہیں بہتی دیتا جہ بیٹے
یلا میں صفت نصرائی کو تاڑی
اگاڑی اصطبل کے حاکم ٹاڑی
یہ تصدی ہیں ملے اگر بھلا مدو سے را تو میں
لو کیوں میسے مکتے ہیں نقلیں کر را تو میں
دیکھو بکوال والی کی مرا حسن
حصم کے رور و دیتی ہو تیاں
تم ماو تبادید ہو جم کترین یاسے
کے سیر کو دو گے ارک بدن یاسے

کمرن ایک بھگیاڑ کا تخلص! ام ہے حوازاں بھر تپور میں بھنگا گھوڑی
تھی اور شب و دردمست رہتی تھی قارت کی دیا صی نے طبیعت موروں غلے
کردی تھی جو کچھ کہتی تھی خوب کہتی تھی۔ ایک شعر اس کا ملتا ہے -
سے را ہوئی حصر قہر کے سنا
بہر ویدی موعہ تم کس کس کے تھا

کو شریذ محمد حسین نام ہے لکنڈ وطن ہے۔ ابتدا سے عمر سے شعر و شاعری کا
 متوق و انگیزہ رہا۔ اول اول کچھ عربی و سنسکرت لکھ کر شمس صاحب قمر لکھنوی تلمیذ
 امیر مرہوم کو دکھائیں اس سے بعد راجہ احمد داس سے مشورہ سخن کرتے رہے اور
 اس تک کہ کوئی عزل کہتے ہیں اس سادہ پتے ہیں اداس میں ہمارے خوش طبع
 رنگیں مزار تھے۔ ظرافت سے طبیعت کو ایک خاص قسم کا لگا دکھا۔ اسی لئے
 ظرافت سے تعریف بھی کہتے تھے خطاری کی ۱۰۰ کاں کرتے تھے۔ جہاں تھر کے اچھے اچھے
 ماہر ارامی شعراء کا مجمع رہتا تھا ہر وقت شعر گوئی اور تعریف و ثناء کا مشغلہ تھا۔ بڑے
 سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے شاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ اور خود بھی ہوا
 شاعر سے کیا کرتے تھے اور وہ اس سے عام اور کجی تھی۔ اگرچہ علمی و تحقیق سے
 مہر لی تھی مگر سارے دن کی محنت و فکر و ریاضت شعر سے باخبر کر دیا تھا۔ ایک
 دیوان لکھا تھا جس میں کہہ کر جمع کیا تھا۔ مگر اس میں کہ عین تباہ کے عالم میں
 سکا یہاں طبع بڑا ہے تمام لہجوں سے محروم کر دیا۔ کچھ امر اس میں پیدا ہوئے۔ اسی
 میں آتو شمیم ہوا سانی۔ خواب دیدیا۔ اور تمام وقت دوسروں پر بانی پھر گیا۔
 کوئی حکیم و دانشور اس پر کہ علاج کیا ہو۔ مگر اتفاقاً سب سے خواب دیدیا کہ
 رخصت علاج ہے اس کو کہنے اور میں نے بوسے افسانہ لکھتے رہے ہیں۔ اور زندگی
 گزار رہے ہیں ترتیب کر کے وقت نامہ تمام دے تھے خود روح کرتا ہوں۔ وہ
 تمام کہ میرے پاس آتے رہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں غم راسخی کر کے چلے جاتے ہیں عمر تقریباً
 ۳۴-۳۵ سال ہوئی

مناوی ناسخ الہامی سا کر آیا اور لکھا یہ پھرے ہو چھلا سے نہ کچھ نہیں لکھا ہے

انکو اس طرح نکالی آخر ہوا۔ ہریت وہاں مارک ٹن ہے اور یہاں اکمل گنگوٹ

ہوا مارا ستر اچا کیا ہوگا بجلاد ایشا
تس قدر جس میں رزم جو کس کھڑی رہی

ہوس سے آج خالی کوئی بے پیر نہیں ملتا
وہ کیلا ڈھونڈتا رہا اب جسے کھیر نہیں ملتا
لوں سے اراہتوں کے ایک دن لکھیں ملتا
وہ کبھی ہوں جسے ماز میں شیر نہیں ملتا

حلاتے ہیں ستم کے تیر سب پر چکا اراہت
چھ رہی ستم تری ستمیر خفا۔ بے قاتل
ظا ز دل نے بہت رنگ نکھائے اراہت
نقد دل ہار دیا جم سے جو بے حلالے ہیں
صدا کی فو سرا۔ کی گریہ ہے وہ جہاں ہو کر
اب کہاں میں نکالنا موت کی اماں ہو کر
ابھی اراہت کبھی مرغا کبھی شیاں ہو کر
پھر گئی آ کہ فصول سار کی ٹیاں ہو کر

اشد نے یہ ستم کے ڈالے اراہت
سچ ستم کا کوٹھ سے لیس ہے سچ
رہتا ہے اراہت میں کوئی خط بند
یا مانی تیرہ تیرہ کریم میں آہ
م کا لٹے صیبا سے رکھا ہو گیا
یا اراہت کا وہ کسی رو کیا
اراہت پہ سب کو تر یا مور آپ کا
میں ہے یہ ستم مامد و امد و آہ کا

گوہ دل، عبدالعلیم نام، سید عالم احمد، دہلی، پاکستان
رہتا تھا تو اس سے ملاقات ہوئی تھی ایک صبری درویش آج سے تھے اراہت
سلف کے ہزاروں طریقہ اراہت عقائد شعر یاوستھے ستم شاعر سے اراہت
تھے تھا کہ میں نے جس کبھی اراہت دیکھا ہے وہ کبھی اراہت
کہتے تھے گویا ج میں سوچی اراہت تھی کہ ہر اراہت کا اراہت کرنا یہ اراہت
تھر باد ہیں درج کرتا ہوں۔

مست ہوئے فلسفہ راور جادوئی کھٹائی
 جس جوہر نے دیکھا اُسے چپٹائی
 یہیلی اور تیرین دنوں ہیں ہیں ہیں
 فرزا اور مجھوں دنوں ہیں بھائی کھائی
 کل ہم میں کیوئے کی اس طرح کھائی
 جب ہرکس کی یا حب کے کھیر کھائی

میہاج مانگے ہے مصور بھنی بھی بھائی نہیں
 اس لئے تصویر حاماں ہم نے کھجوائی نہیں

سب بھر میں تمہارے نامے ہر عاقل کے
 ملی کی میاؤں ساوڑ کون کی قاول قاول
 گڑ میں ملا کے ٹھکرو وہ رہ رہ رہ رہ رہ
 سہ دوستاں قاول میں کھاؤں یا کھاؤں

کھونٹا۔۔۔ مجھے ان کا نام اور نہ معلوم نہیں۔ مگر زادا جی صاحب
 یاسے اُن کے ایک دو متعزائے اور بتایا کہ یہ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ یا
 ہیں۔ ہر حال میں نے سخت کوشش کی کہ اور کلام ملے یا نہ ملے کم سے کم ان کا پتہ ہکا
 معلوم ہو جائے۔ مگر کام رہا۔ بلکہ معلوم ہوا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ میرٹھ کے رہنے والے
 ہاں تھے۔ ہر حال یہ تخلص ہے اور نہ اُن کے کلام کا نمونہ ہے۔

ہم تھیں جاریا کی بھی ہے حب
 آج وہ آوار حیرت خوں ہیں
 ہم کہتے تھے کہ ہرگز ان قید سے مل
 لے کمانے کھانے کا بھی ہرکس ارا



حرف گان فارسی

گرم - مظهر علی حاں نام تھا رام پور کے رہنے والے تھے صاحب زادہ کرہ
گلستان جس نے ان کو طریق لکھا ہے - ایک شعر بھی طرافت کے رنگ کا تھا ہر
تکون ہے کہ اور کلام بھی اس رنگ کا ہو -
حال عاشق کھی پیچھے نہ ملا ہے پتھر آنکھیں کیا حیرت گیندیں تری لے آہ پتھر

مگناں - شیخ ادساں علی نام تھا یا پور ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے چچو آ
مرہم عمر میر ایک ممتاز عہدہ سرکاری پر ہیں رہے جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے نو پاؤں میں
مستی اس ملی مرحوم کے دم سے شعر و شاعری کا چرچا تھا، ادائیں کی مساعی جیلہ
سے معروف کا مار گرم تھا - مقامی شعرا کے علاوہ میرٹھ اور دسری دوسری
حکموں سے بھی شعرا آتے ادیبوں کے متاعوں میں شرکت کرتے تھے - شیخ صاحب
کئی بعض بعض صحبتوں میں شریک ہوتے اور لکھائی ہوتی نظروں سے متاعوں کو دیکھتے
تھا ایک ایک دن جاڑے کی شدت سے سورج بھی افق مشرق میں کایا رہا تھا -
شیخ صاحب ایک لونی اوڑھے ہوئے منی ان علی مرحوم کے مکان پر پورے اور
سب سے پہلے آغا رکلام اسی جملہ سے کیا کہ جی میں تو سمجھتا تھا کہ شاعری بھی
ایک دستور اور شکل الحصول میں ہے مگر آج تو یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں
زمین مرحوم نے کہا کہ چھلا آپ کی قابلیت کے سامنے شاعری کیا میر ہے کیا ہے

نہی آج کچھ نظم قلم فرمایا۔ رفیق مرحوم سے یہ پہلے اس سے کہے کہ شہر کے شعراء میں ایک
کہ: ذوقِ مصحف سنانہ ہنگو کا اور اضافہ ہوا۔ چنانچہ بیچ صاحب نے کہا کہ نو ہاتھ
کنگن کو ایسی کہا۔ فوراً ایسی رات کی کوئی ہوئی غزل سادی جس کا ایک مصرع مشرق
اور ایک مصرع کی غیر لار ہٹھا۔ ایک مصرع ایک مٹا کا تھا تو ایک ایک ایچہ کا۔

سرایا اور رول۔ رفیق مرحوم نے ہنسی کو ضبط کیا دل میں حوق ہوئے کہ ایک
سامان تفریق ہاتھ آیا داد دی۔ اور ایسی داد دی کہ تجھ صاحب بھی خوش ہو گئے
تھ کہا تھا وہ ہر تک نصیب بھر میں شہرت ہو گئی۔ دنیا غزل سننے کے لئے چلی آ رہی تھی
اور بیچ صاحب کو داد اور مبارکباد دے رہی ہے بیچ صاحب ہیں کہ اس احتیاج
پر چھوٹے (یہ) سامے۔ سلام کے لئے ہاتھ تک نہیں اٹھانے۔ کہتے ہیں تو یہی
کہتے ہیں کہ ہم کو۔ مجھے تھے شاعری شہر ہنگو جیسے مگر لا حول ولا۔ والہ
کچھ بھی ہیں آہرے فکر مٹی کہ آپ کا تخلص کیا رکھا جائے عجیب و غریب
شاعر کے لئے اے کچھ تخلص بھی تجو بر کئے گئے۔ مگر خرابیاں بھی نکلتی ہیں
اور ستروے سے۔ اے۔ اظ (گستاخ) کی خدمت میں یہ شرف لکھا ہوا تھا کہ اس
یہ کہیں۔ مارا کہہ بی بی کا تخلص قرار پاس۔ آپ کیا تھا غزلوں کا تاسا بندھ گیا
اور بیٹے ہی روداد اگر ہے ہی آید کی مصداق مالک صادق آگئی۔ احباب کے
جمع میں بخیر ہوئی کہ دجھا کا کلام ضائع نہ ہوئے پاسے چنانچہ کلام کے جمع
کرنے کی تاک پر آئید غزلوں کی آئی گستاخ صاحب جو (چچا) کے سرگ خطاب
شہر کے محافل تھے ہار کے طے رہے مشاعروں میں شریک ہوتے رہے۔
راحم الحروف بھی سب ہار جاتا اور بی بی۔ یہ ملاقات ہوساتی تو اس روز
پہر دل کلام سب راتا۔ ہار کے عظیم الشان عہدے کا رہا آیا اور چچا صاحب
نے بھی تیاریاں کیں چچا بی بی مساعروں میں انجان شاعر آپ کی شاید لا رہی

کو دیکھ کر صا جاسے اپنے دل میں کیا کیا کہہ رہے تھے کہ آپ بے سحرل پیمبی شروع کی
 انتم شاعرے کی زنگت ہی مدلی گئی۔ مدب لوگوں نے کسی۔ کسی طرح فقے کو رہ کا
 اور بہ تن داد دینے میں مشغول ہو گئے۔ اور جس سے ہنسی ضبط نہ ہوئی انھوں نے
 طریقہ داد دینے میں دل کی بھڑاس نکالی۔ چونکہ لوگ اکثر سامع تھے مجمع اسباب
 کا نگار۔ آپ ہاتھ میں رد مال لئے دونوں ہاتھوں سے دور وہ ملام لیتے ہوئے
 چلے جا رہے تھے چار یا پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انتقال کیا۔ اور صحیح گناہ ہو گئے
 آپ کے کلام کی ظرافت یہی ہے کہ اس کے مصنفوں کو دیکھتے اور اس کی
 ماحواری سے لطف اٹھاتے اور برابر والی الاہل کیسے حلقہ طیفے چاہتے
 نمونہ کلام میں وہ غزل لکھی جاتی ہے جو باپوڑ کے سنہ ۱۵۱۷ء کے عظیم الشان
 مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔

اے ایب تاج دلافت تمھارے اور سے سریر عرش معلل ہو گیا
 اسم اعظم دافع رنج، محسوس ترک و بدعت کا قائل ہو گیا
 ارل سے دل ہمارا ج الاور یہ معنوں و مانل ہو گیا
 اس مصدق گوشت کو کو اکسب ایر رتہ فونی العوق حاصل ہو گیا
 صفحہ مردک سیم مصوں ر حسار کی منزل ہو گیا
 اع جیں سائی جا باراں کا اکلیل مکمل ہو گیا
 ہمسے لحد خان وال وقف مسطر کر دیا اعلاس کامل ہو گیا

لطفت و کرم سے مرتبہ العقر فخری کا حوب حاصل ہو گیا
 ہمارے تپ مفارقت کے سائل کو یہ نسخہ مکمل ہو گیا
 رخ پرور کی بلبل جیروں کی دایہ میں مبتلا ہو گیا
 اسے حرم عالم تو مکافات رشتی عمل ہو گیا
 حاصل ہوا قیامت کی دیر چرخ کو غیر ممکن ہے
 یہ نحر ازل سے گسام مارک خیال کو محال ہو گیا

حرف لام

لا ا عظم۔ اس گوشہ گمائی میں رہنے کے باوجود بھی آپ انے مشہور عرب
ہیں کہ ہر شخص آپ کو جانتا رہا تا ہے اور دل سے آپ کے کمالات کا معترف ہے
آپ کے چند معروف کربا ہوں۔ سب سے پہلے ایک واکھو سٹ (داسوحت)
سنئے جو در۔ کے گذارا اور دیہاتیوں کی زماں میں کسی نے کہا ہے اور اس عہد کی
سے کہا ہے کہ جو اب نہیں ہے انیسویں کے باوجود تلاش بھی یہ پتہ نہ چل سکا کہ اس کے
لکھنے والے کون صاحب ہیں۔

کا کئی کھو لاس کے کار کست حیت رہے گاؤں مل جائے کے کمکوت کیسٹ رہے
آپ پٹہ ہم اس میں کا سدا دیت ہے لیے ہمتوں سے فکر ٹھٹھی لے لیت ہے
کا ہے حر جائے کرتج اب نہ کا کو ہوئے کے

نہہ کی جھوٹھ مال ہم بیٹھے ہیں الوہمے کے

کوئی کہتے وہی ست گودھر جائیو ہم کا منی نہ کھیو منی کا باکس جانیو
تو کا نائب کیا آپ تم میں گھر جائیو اس کیو کام۔ اس آپ کا لو کر جائیو
کمرچ کی اور سے تنگی نہ دیو تم ادکا
تم کا سو پتہ ہے رکھیو چین سے ٹھکراؤنگا

جیو تو بیا کل ہے ست کا کئی اب اپنی کتھا پیست تو ہوت ہماروگ ہے بس منی کا
کھیو نہ خبر پرواں جھوڈن تے شا صاحب کا کھوب مالں ملا تیل کا طبعین ایجا

دہر کے موڑے پہ چمکدار میٹر یا ٹکسن
جیسے تجارت ہے پھن کاڑھ کے کرناکس

کا کھ دوئی کو پس پاں کا دوسا سب کلام
چوہاں آؤ کہ کرن جائے صاحب کا سلام
خیر کھ گھوڑے پرستے ٹھاٹھ سے تھام چوکام
گھوڑکس بیگ ہر س کا کھی تم تے کا نام
یاؤں دھردیں رکابن میں خوشیلا ایسے

ہم چلے جات رہے راہ میں جھیلا ایسے
ایک بگیا ماں ٹیری پال رہی کس لورت
بیٹھی اماں ہی اک کامنی سدر سورت
ماں اب کا کھی بس رام سہاس بھل صورت
دہر کے کس بیچ دہس ہمارا کریں جیسے
میکو کا ہے جی ہے ماکستہس جیسے

یہ کر کہاں تا پ ہی گھوڑے کو دن چھمے
مس ماں یہ سورج بھوایسے ملن جا جمے
ہاں دیدی کہا اور بھوئیں ماں گرلن ہم سے
ہوے گئیں گسٹ گجب لوڑگو اچو گم سے
سیکو ا حال یہ ویکس تو بہت گجراوا
لوڑا دوڑے کوئی ٹھا کر کوہے مچھا آوا

ہمری چھاتی ماں لگی سانس چلے حب گھر گھر
دوڑے گجرا ج مایاں بھول بلبھدر
گور پیچس کوڑا اور کوڑا سنگھاوا استر
اور کوڑا یہ کس چیت ماں آؤ ٹھا کر
ہم مد اکوڑا جتن سے نہ جگائے جاگن
گر بڑا وا جو بہت بیٹا تلاب بھاگن

ہم تلاب جو گئیں جب تو وہی بچل بدکھاؤ
سیکو اتے یہ کہیں کھاتے باری ات آؤ
پال تے کھینچ کے یلگاتنی باہر تو بچھاؤ
توہرے ٹھا کر کا تو ہم بچہ گئیں سب بچناؤ
یہی بلگا پہ جب ابھیں تو بچھائے باا بھکا

اُن کے پینشن کا مجھ کو سب چکھنے با اُن کا

ہم تھامے سے پھر ناگ مال یلکا پاوا تب تو ادھی چھیل چھیلی کا ترک بدواوا
پاس یہ مٹھال کے اور سے یہ ہم کہلاوا تم تو نگیا ماں ہوا کھوب کرت ہو کھاوا
ہم کہا اُن سے کس اُنکھ سے لگی نہ کرو
میکو اکا ہے کس ہسکے د لگی نہ کرو

دوس تو بیت گوا ہکا ہو بین باتن بات جب گئے سورج اُتے اور تنک آئی رات
ہم کہا اُن نے کہ ہتھو بن اب گھر کاجات لڑی رہ جیتے کی کچھ ہوت نہیں ہے لیکات
اُن نہ تم سہی تنک کو دکا جیو جائے جاؤ
جی کے اب کا کریتے حات ہو تو بار کے جاؤ

اُن کی اُنکھ سے لگے آس ہے جب جھو جھو پھر تو تھامے نہ تھامو کا سو ساد ہو ہو
ہم کہا رو نہ جیو اپنا رہت ہے پھر پھر اُٹھو تھاتی پہ رکھو اُس ہے گسٹ پھر پھر
ہو سکت اب تو ہے اُس سے جاؤ سکتے
بن گئے ترے مھلا گڑا مٹھا و ب کیسے

یہ رہے بس رکھ گئیں بیٹھ مال نکا مارن اُنکھ کے لیک گئیں پال مال دنیا مارن
ناگ کے ہسے اُنکھ کا پھو اچھا اور اسوئس کی مہا گاہ ایسے ہم یڑ دارن
م کہا اُن نے کہ جو کام نہ ایسا دیکھو
کھرچ آپس نہ کیو ساٹھو ہے سیدھا دیکھو

بوسے تم روح یہاں ہے کا آو اگر ہو اور پھر روج نہ تم آئے کہ دکھاو اگر ہو
ہتھو جان ہی کھو مخو نہ دکھاو اگر ہو میٹھو اس تم بھی بکواس چاؤ اگر ہو
میکو ایڑ سے ملے جائے کے چوکا دیدے
دیدے کھٹیا ترے چیراں تو را کا دیدے

میکو ابھیر کے منہ ہمری زنجیر دیکھنے لاگ
جولہ آئین تو لاگت لگے اور اسے کے لاگ
ہم کہا ہمری یہ مہاجت ہی ساری بھاگ
جا کر جیسا میں جو کا ٹڈل کا لے بھر لے ساگ

ہم چمتا دکھا کوئی مات کی سیکلیہ ہوسے
اس کی دیدی ہے۔ ڈر دیدی کوئی جینوہ ہے

ساخچہ تو نے گئی اٹا کے کریں استان
آج کریں مالتی پڑی کی لکھت ہیں گنگواں
آگے ٹٹا ہے یہی ہم کا سنت ہیں اوسان
سیرا ٹٹا ایک ابھیں کاڑھ لے پھلا لے لسان

ہم اور توئی دی مسمی ہو کہ ہے کم ہوتے جیلے

پس پیار کے لئے اتنی رکم ہوسے جیلے

اسٹ بھرتھ کے مہیں کا دیا ہم جیٹا
گھوڑے کا میرے باگ باں سدھولے دیا
اے کہا گاؤں ان تم جلے کے سینکو بھونرا
آپ کو نیاں گئیں جلے کے سناوا دھوا

بسترے یو جو پھرے کھوپ لگا دایرا

ہم اور اوی دونوں جتنے میٹھ کے کھا دایرا

میکو اتنے میں جو کا سے کس ہے نیکار
ہمتو جو کا ماں گئے اور دہا پھیر لگا آنا
آئے بھون کر دھکا کہے رسوئیں تیار
گور کا دھوس کے پھر میٹھ گئے پلتھی مار

میکو ایریں دہیں ساگ یوری جھٹا سے

ایک گھٹے میں تو سر میٹھ گئے سہٹا سے

پھر تو چکا سے بھٹن جھارے کے جو تر باہر
پال ماں حاس کے اڑا میں تہی اسٹا ہیر
پیٹا یہ پھیر کے ہاتھس کا ڈکارن ارار
گور دھ پھیلے کے پھر پڑھ رہیں پلکاریر

اوی کس آئے کے لیٹا جوتے سے رہی

ٹرجا پھوڑ کر دہم بھی تھی سوئی رہی

پھر تو اس سوئیں کہ دہوں جگاے جاگر
پھوڑ پائن تو گرے لاگ کے پھر سے رہیں

ایک گھوڑا ایک کھانسی کا ایک تہ ایک لانا
 لے مئے میاں جس تہی ہوئی کھانسی
 مجھے دیکھو کہ بس بھی آدمی ہوں
 سمجھا کہ سر پر کھ کے مرا چاکٹ پھلے
 چاہا فی رات صم چاہا رالا کلا
 شہیدم شیخ جی در صعب پیری
 صد اسے گوز آمد چوں نصیری

کہ اربوبے دلا دینے تو مستم

تری لہرتیں تو ہم نے لٹا با حاد لایا
 و حتر در رن کا سہ یا کھنکر
 اب تہے در زنی ہلے جا کھنکر
 و صوں کی چھو کری لے کس گئی حاتارا
 لڑکی کھار کی زینہ کا کچے تھم وارو
 گرڑوں کی چھو کری میں بے کمانہ کیری
 حب سے دیکھا و ختر تیل کا تیل
 تات تم تو سگدل ہو من صبر کیسے سے
 و وزن رسا غنائت کر لایا ایک لہ
 سر بوسے گریے ہیں تہ من و ریختے
 دھمکے کے لوسہ لیچے رنج ترک کا
 کھنکر طاہر سہ لڑ لڑ لے دربار سے
 حال کو چوم کے بوسہ گل عارضہ کالیا

فا علاس فا علاس فا علاس
 ہاتھی کی کمر پر ٹھم لٹھ سے لکھا ہے
 جوانی کیا تمہیں پر بھٹ پڑی ہے
 دوڑا کھار شیخ کی دستار دیکھ کر
 رڈیاں گھٹن کھڑوں کا دوالا کلا
 بہت سی کھلے روتی خمیری
 مد و گھم کہ مشکلی یا عبیری

تری لہرتیں تو ہم نے لٹا با حاد لایا
 جی میں آتا ہے کہ لیل و سیکہ
 کام ہے بھگت تانی آدراسینے لنگ
 دیکھ کر کی بکھری تپہ نہ ہل ہمارا
 دل چاک کر دیا ہر بھیر ہل لٹا مارا
 کمری کیا محنت یہ کس نے بھیر مارا
 تل پس خون جس پر پیسا ہوا
 رنج چاہ میں تمہاری ڈوڈو تہا سے دل
 اس کے واسطے سرکار سے چند بھلے
 تبسج میں ضرور ہیں اے تہا کے
 چندہ وصول ہوتا ہر صاحب دے
 یہ کیوں آتا ہے کہ کیا یہاں لٹے
 میں جہت سے جو چلا جا لٹے کلا

جب سے کہ اکی جانی کی محرم نہ ہے
 سحر کم کے کھلے ہوا اس مہم غور کے
 قدرت خدا کی دیکھنے لیتاں یا میں
 جیوا سینہ تو دوسے سکھ کر
 چون ترا سار ہے انگلیاں اسطرح
 بیخ اور یہ اُن کے ہے عیاں خال
 نہ گہ اداچی مرغِ حشر سے
 یوں ہو کم سوں کی ترس نہ پیرا لبت
 ہے شب و محل زلوا؟ ستہ
 ہر کچھ لکھ دیا ہے ہنسنے شہ وصال
 یاد آتی ہے بزم کی کسی توالی کی
 تم کو لارم ہے یکڑوا رہا میرا
 خوب کر دیا اب تو مہم کر و
 حکم ہووے تو آج مارو میں
 ہا ہی آ۔ کہ ہم بھی لگے
 رب بیکڑا حضور ہے ہر نیم
 کوں جھکتے ہو ہنسنے اتنا ہوا
 حلی میں آتا ہے کہ رکھو آئیکے

مٹے کی چڑیا چاندی کے بخر میں ہوا
 ارگئی سو دہ کی چڑیا رکھ کھائے لڑکے
 یہ نہ دھائے والکھا ہے انار میں
 کہ یا کوں انگلیاں ہیں ساتو کھی میں
 جب طرح ایڑم جو کچھ کے لڑیا ہے
 بیٹھ صدف میں کھی لڑی ہے
 حیرتوں میں انکی ستی بڑی ہے
 غزا دیہ ہے سبیاں لی انگلی کھی کے نہیں
 دیار یا لی بھی کان رکھتی ہے
 دو چا سو برس را لکھا سحر ہر
 گو سداں ہوں کہ دیتا ہوا کالی کی
 ہا کھ میں ہا تو ما مجب و پیار
 تھکوار سوار سکویہ و مارار
 کھینچ کر میٹھیں عدو سے کنار
 تیرے قدموں سے تلنگ جسا
 غیر کا ہا کہ تم سے کھنچا کر
 ہاتھ گرداں میں ہا رستہ آکر
 عطر کا چھایا لکھا کر کاں پس

ہولی مالی نہ مارے ملے صفائی
 نہ کھائے یہ حال عمر ہی ہے کافی

جب میں کہتا ہوں کہ گیری کی کٹی ہر
 عمر یونہی ظلم کر اسے ڈیر
 بتائیں تمہیں لالہ صبا کہاں گیا
 حسن کے سب بند طاقتور سنی تہ
 روغن میں کیت ہیں دکھانے بدلیں
 لکن کے ذرا جنت عالم تو دیکھو
 ہنسکے دوتا ہے یومی ٹبک ہر
 میں قربان جاؤں اگر کم ہر
 یک ویم میں میٹھے یونہی غیا
 کہ اکٹن میں ہوت ہیں پانی کے ریکا
 لکریں کے قلیا مچرن کے شرو
 حسرت سدا و حسرت با لقا یا

لا ابالی مر لا امانی کے تخلص سے اودھ وح سانی میں واقعات حاضرہ نظر آتے
 شعر لکھتے تھے ہایت متاق معلوم ہوتے ہیں ہر رنگ کے شعر آک کے یہاں ملتے ہیں۔
 جیسا بچہ سہ ماہ کے ستہ میں اس ریا دہ ہوئی اور ایک طوفانی ہی صورت پیدا ہو گئی
 تو آپ سے ایک نر اسد میں لکھا جس کے چند بند لکھتا ہوں۔

دریا اکی اس سے کیڑا بھیل پڑا کیوں اب بھی نہ اسکی بار بھیل پڑا
 کلی گری ہے یا کوئی بھیل پڑا اس شوح سیمہ کا خو بھیل پڑا
 سہ چار کی کر سے تہر بھیل پڑا
 سڑکونیہ دیکھئے تو گدھا کہیں پھسا جیگاڑا نہا سہا ونٹ کہیں پیر پڑا
 گھوڑے کا دم ہے ماک تیا نہیں دا ہاتھی بھی میل حاسے کے اندر ہی رہا
 چوہا بھی اسنے بل سے کل کر بھیل پڑا
 گر چھکی کوڑ سے کلی بھیل پڑی ملی کہیں جوڑ سے کلی بھیل پڑی
 ہرنی نہیں پہاڑ سے کلی بھیل پڑی چوٹی بھی جب دراز سے کلی بھیل پڑی
 لنگر گر پڑا کہیں نہر بھیل پڑا
 سب سن سا کے کیچ میں عاڑا کہیں ہاڑی میں یہ آ رہی ہاڑی بھیل پڑا

بڑی تولستیا گئی پڑا رکھتے ہا جلائی چیل یا لی میں کو الہا ہا
چھتری ہا بیٹھے بیٹھے کو تر بھیل پڑا

تیزی میں ڈاکہ کوئی جیسا ہٹ سکا ہم صاحب بھی آتے حالت میں کہ سٹیک آرا
الٹھا حولا با یان میں وجھت آرا ہا کوئی تو جیت گرا کوئی کروٹ سہارا
ماو کہیں ڈھلک پڑا مسٹر بھیل پڑا

کل ہم شریک ہوئے گئے اک رات میں بھیل مذاق کرنے لگی بات بات میں
سہرہا رکھ پڑی مددچی کے ساتھ میں سارے سلاح کی گتھو گی لگتی لالتا تیں
دولہا دو وطن کو لیکے سراسر بھیل پڑا

یہی پھر ایک ماہ کھالے میں آ رہی بھانڈوں کی صف بجی بانیں سائے آ رہی
یہاں ڈوہنی جو راگ لے میں آ رہی کسی وہاں وہ بھاؤ رلے میں آ رہی
ماہر کوئی گرا کوئی اندر بھیل پڑا

کل شب جو زم عین میں دھڑلہ تھا ساتی تھاما پتا ب فوج آنا ب بھا
بدستوں میں کوشش شوق شہا تھا یا مال بھی جہانہ خیال حجاب تھا
اسیر گرا جو غیر وہ مخیر بھیل پڑا

یہی لوڑ پکے ساتی جس نے ناگ کی بھا کا خادہ بڑا کہ لوڑیں یہ ناگ کی
کیا رد میگسار کی جیل نے ناگ کی بھر ہو تیں اور جو اس کی لہر نہیں ناگ کی
کل شیخ میکد سے ترا کوڑ بھیل پڑا

شرات کے معنی اک بڑی لطم ہے اس کے بعض شہر ہیں -
کیا شورپ حمال میں کیا جو ہم ہے چل پھر کر ر روتں کوڑ پکے پھیچ
حلو ایرا ٹھا پکا ہوا بالعم ہے حاری ہر اک سمنا لے رسوم ہے

اس کل ملی میں پھٹے ہیں اطلال ہر گھڑی

آئی شبِ برات، ہو ساس سے ٹری

بھرتے ہیں لٹکے آج چھنڈ بنے تھے کرتب عجب کھاتے ہیں بند سے تھے

سرس لگا رہے ہیں قلند بنے تھے دیا میل آگ کے ہیں ہمدن بنے تھے

جڑھکر ساقی مادہ ہوائی ہے یہ ٹری

آئی شبِ برات، ہو ساس سے ٹری

شوخی ہے حیرت و مستی کا لہجہ ہے روروں۔ دل لگی ہے چاقو کا راج ہے

پتا نہیں مزاج جمال کا راج ہے آفت کا راج ہے یہ لیاقت کا راج ہے

خو عایہ کر رہی ہے چھوہ ندری ٹری ٹری

آئی شبِ برات، ہو ساس سے ٹری

”مدرِ ہمس کا سفر در وطن“ ایک نظم ہے جو نہایت ہی خوب لکھی ہے۔

تور و عو کا کیا ہے یہاں کھا رہا گیا کیوں گیا کینڈنگ کس جا گیا اور کس گیا

گھر گیا لندن کو تو وہ معدنِ تھذیب ہے سمجھو یوں شرحِ شرب میں بیک کو کس گیا

حال ہے حد سے کو مر کس ہیں ہزاروں کا لہجہ اکاد کا کر کوئی یورپ کو بھی مر کس گیا

ساعتی لہو کو ترلیٹیاں ہیں لقا حور۔ گھل گئی دنت کی کھڑکی سے گڑب گدا

ہم نہیں ہمد کہ حالے کھانے بیٹے نے ہم حالے دو گرجو سے دیں سر ہا رہا گیا

کیک کا ٹکڑا کوئی اترا اگر یہ بیٹہ میں ہے یا رشا و زباں اعلیٰ گیا اعدا گیا

کو شائیل سے لہافہ سر لہتی بدعا یہ کہا کس سے لہافہ سے مدد طلب گیا

آئی اگر تھذیب ہم ہیں کچھ خوش آمد خوشد آئی اگر تھذیب ہم ہیں کچھ خوش آمد خوشد

ٹرہ گیا ہے خوش قوی ہے ترقی کی لٹ یہ بھی اچھا خوش ہو گو خوش رہ رہ گیا

گرچہ ہاتھوں نہیں وہ لمبی لمبی تسلیاں دل سے بھی گرچہ خیالِ مرضی و افس گیا

داڑھیاں مٹتی تھیں آسیر ہی ہے افکار و شادوں کے قلب سے اندیشہ بے غور گیا

ہر جگہ کا عذکار استعمال ہے بیس دس
تھا کہ کھیل لکڑی ہلکا ہوا دھڑلے

اب کہتے تو کیا نہیں یہ یاسی سید
کیوں سچ محل پٹھان نہ نہیں جاب
کیا خوش ہو کوئی شریہ ہتہر سطر
مستر بے گا آن سے بہتر کوئی

کہتے ہیں کہ کالے ہیں ٹرے ہی سے ترم
ہوتے ہیں ٹروں کے بھی مقابل چھوٹے
رشیار مسخ آئے میں اسکو کیا لاج
کٹ خانگی ماک کیا جو ہوگی بھی شکست
حایاں کی روس سے یہی ہے شعلہ بلیہ
گر ناک بھی ہوتی تو قیامت ہوتی

لا فسر - او دھیرج سابق کے ایک بے مثل طرائف نگار ہیں حالات ما و خود
تلاش و ستیاب ہمیں ہوئے۔

ایک چڑیا دیوں اڑے پھرتے
ساتھ تار و لود ستو می کو
دہ حیا ہیں تو کیوں سا دس ہیں
بلیں باغ میں چمک اٹھیں
مال صبا کٹ گئے دھرتے
ہل گئی کے حوتما ترے
میرزا حوتی سے حوتی کے کھرتے
سیرے مالوں کے لبتیں سرتے
لوگ آ آ کے دینے ہیں یرے

بہارِ سہینا سرور
لاگو پٹا پڑھنے کے عہد اچھیں
واہ رے ہم کہ عین مارش میں

ہم لگا لائیں گے کسی کڑے
وہ چلے آئیں یا نیچے کھڑے

ایک تو ہم مراج کے کھڑے
ایسا سمجھ کر تم بھی یاد کرو
دعویٰ یار سانی اور یہ منہ
کیا انوکھی منزل نکلی لاغر

اسیہ غصہ مرے یہ سوڈرے
رو ریتے تو ہو بسا غرتے
واہ شام اتق مر حاضرتے
شاعری میں بھی لگ گئے گرتے

مجھ میں نہ اسے کسی سیل کی
مری شاعری کی ٹری دھوم ہے
ہڑا ہے جہاں میں مرا غفلہ
ہزار جہاں ہم جو میں دیکھتے
ساں الف را جو شکر و شرم
نکیر جو در جا ایک گر داؤ
نگار معنی جو میں بلبلیم
مرے نابلا سے میں یہ پانچ

ساتا ہوں وہ نظم میں دلی کی
نکھے جو کوئی سرا بوم ہے
ہمارے جو آلو کی دم فاختہ
لحم انشیریم وہ دالت حیرے
تلا را بہ دوزم مٹر برکتیم
گریلا رستود بولوی کھانڈے آلو
چرا پس نہ صد بلبلیم
کہیں بات ہے اور کہیں بات ہے

چھوڑا کھانسنے میں شفیق جی بے تن لے کا
کر حاضری ہے شاکر کی تو بھڑکھڑائی
دوائیں ان کی یہ اعجاز میں کسیر ہیں لاکھ

یہ حال لب بھی یارہ بے راسوس ہیں گویا
نگر مان تاروں کو یہ تو راسوس ہیں گویا
اطبا استہار ہی ست حالسوس ہیں گویا

رہاں جو کچھ بھی کہتی ہے یہ افن کو سنتے ہیں
 یہ لو یادش پھر آئی گئے وہ حضرت لاف
 کھڑے دو نزل طرف کاڑوں کے دوا سوس گئی یا
 یہی بے تنگ تو عارت گریاموس ہیں گویا

بھل لگے خامت دلدار میں قد قد
 بلیں کرتا ہوا کیا ماع ہر جہ جہ
 کلیاں کھلتی ہیں سے ہاتھ سے کل کل کل کل
 ہے وہ تیغ خسیو کی شہادت یا ہم
 کھ لکھ بھی حور لزار در اس حسن متا
 شوق مینو سیسارہ کی وہ ہا موہو
 قہقہے ساتی و ساعستہ صراحی کیے کیس
 مریاں ڈھونڈھتی ہیں ہر کو کو کو کو کو
 دھڑاندوہ میں ہتیا بڑی ٹوٹی ہے
 لیٹتی یہ مہک ہیں الہی تہ
 مگر گرا دیتا ہے وہ رہ کر یہ ہر ستار
 کھیلتی کسی مگر توجہ لو سیر ہے نہی
 معدن لعل لب یار ہیں قد قد قد
 حنہ کا سب کھسار میں قد قد قد
 بھل سننے میں سے ہاتھ میں قد قد قد
 ہی ہی کے دینے دو چار ہیں قد قد قد
 گو غبی گنبد دوا میں قد قد قد
 بٹ سے کی بھی وہ ہر ہر ہیں قد قد قد
 قلقلی وینا ہر اس قد قد قد
 پاگل قہر وہ گلزار میں قد قد قد
 کسے جس دی ہے یہ دیوار میں قد قد قد
 مادر ہو ہے تیج سے ستا میں قد قد قد
 دوڑ ماتی ہے ہر ہر اس قد قد قد
 کسا ہی وہ چھ گلزار میں قد قد قد

میر تقی میر

حرف

ماجد۔ ان کی ایک غزل نظر پڑی جس سے یہ بیت جلتا ہے کہ کوئی فحش گو
ہیں اسی غزل میں سے ہیں۔ صاف صاف اشعار نقل کئے تھیں۔ جو الفاظ
عبر میں بیاد ہیں اور ان پر لفظ یہ ہے جس سے حاشیہ ہے۔

لطف دیتا ہے مرا، طر تارا دیا	اور اس شوخ کارہ کے کشتیاں پڑنا
لطف دیتا ہے کہ ہوں دلجوں دلی گئی	چاہئے تھکے سا مری حیاں ہونا
عافیتا ملتا ہے کہ کسی بھی ہونا چاہیے	آہنگا، کسی داری سے یاں ہونا
خود ہے ان کو کہ ڈاکہ ڈیڑھے صبح اس	چاہئے کے بھاگت لگیاں ہونا
خود ہے اس کے سن لایا ہے غار کے سارے	کسی کا کسی میں مہاں ہونا
خیریت سے شہر فصل آگیا کیا تھا	ایسے مریحہ چھوڑی اسے چلے ہونا
کہہ دیتا ہے خیریت کی پتہ ہاڑوں	دریہ تھک نہیں مہاں سوساں ہونا

سپین۔ صاحب قریب الارض، لہجہ کے صاحبزادہ تھے جن کی شوقی کلام بعض
ارتقا میں اس کے کلام کو طراعت میں لے آتی تھی۔ صاحب میکا لیس دوست
آدمی تھے کہ کروگستاں میں کی ترتیب کے وقت تیار رہے اور کھیر پتے تھے مگر کلام
کم نہ، یادہ کلام اس کا دستاویز نہیں ہوا۔

رخ کے وقت چودہ ہونے لگا یا لکھا کہ کسی حق مرے شامل آیا

ہے تیشہ دل کھٹے ہر نہ فزع کس کا
سجاسہ میں ماتم ہے ماہ رمضان آیا

مجرد۔ مجرباد نام تھا۔ وہ بی کا بیٹے والا نہایت خوش فکر خوش مزاج تھا فکر
مضوں عالی تھی مگر کچھ طبعیت کا اثر تھا اور کچھ لوگوں کا تقاضہ دونوں مل کر ہر مل
کے رہے رہے رکھتے تھے عموماً سطح فطرت کے رنگ میں ہوتے تھے۔ اور کبھی
کبھی پوری حوصلہ اسی رنگ میں کہہ جاتا تھا۔ اور اسیر طرہ یہ کہ۔ اعز میں بیٹھے
ہوئے کبھی نہ تھکنا تھا۔ خود کو راہی ہستی نہ آتی اور وہ کہ ہنسائے ہنسائے لڑا
دیتا تھا موشا اکسے قطع لڑا تھو۔

اس چاند میں فلک کے خرد سے گھڑا
اس ماہ سے کماج کا جو رسم و راہ کیا

محسن نہ کہا محمد حسن نام ہے مالواری۔ یا سہ بھلا اور پنجاب کے رہتے
وہ یہ ہیں عرصہ تک۔ سالہ مالواریہ القہر پر اٹھتے ہیں اسار پٹیار دھوکہ
عرصہ سے اسے مالواریہ میں مقیم ہوا۔ خدائی گوئی میں انکس کا تھا۔ مہارت میرا
کی سپہ۔ اسد لوال جھپو اسہ۔ کے ساتھ میں مارا عاصمہ سے
مقالہ کلام میں کہ اسے اراہات رہا کہ ہے کہ۔ اور راہ کچھ تقابہ میرا
ہمارے کلام۔ ایسے میرا مالواریہ القہر پر اٹھتے ہیں اسار پٹیار دھوکہ
سے شہر طبعیت میں لفر سے۔ ہمار۔ نرو کچھ مصلحت کا۔ دے میں صحیح
یہ ہو۔ مگر کہ اس قدر میرا ہے کہ ابھی کہ یہ بیٹھی لڑا اسے یہ ہے کہ
مہاں چار صاحب اکی کے مہاں ہوا۔ کے مالواریہ القہر پر اٹھتے ہیں اسار پٹیار دھوکہ
اساتہ کے معاملہ برلا مارا۔ ج اسار پٹیار دھوکہ۔ ہمار۔ مالواریہ
سکا رہا۔ اسکا رہا۔ مالواریہ القہر پر اٹھتے ہیں اسار پٹیار دھوکہ۔

حاتم ہے یہ اُدھیر بن گیاں
 آج داروغہ کی کل ڈپٹی کی
 لگائی بوسہ کی مرزا نے رٹ
 ادا تھا ہے کوری نہیں کوری نہیں رٹھا
 در بدر کھیک ہی مانگے گا بوا برس بعد
 سایہ مرا کاڑ گیا حوکیں
 جیتے جی ترمیم محس کوجب آئی گوناں
 کیوں نہیں کہتے صاف طلب کم
 ایک دو تین اونی بوا حد ہے
 اسانہ حاشیکے چھنا لوں کی گلی میں مرزا
 یہ رسیلا یہ رگیاں - - - - -
 روتی کیڑے کو بھی اسبک بوا استخارج ہو
 کر - - - - - ہمارا یہ دوا کا لحاظ
 رٹ ہی رٹ ہی کی رٹ کما رہا کا لحاظ
 ما اہم ہے موت لڑو ادا یہ
 ایک کو کر رکھا با ایک کو یہ لڑو ادا
 - - - - - پر رنگی تر لڑو رسیاں لڑو عطا

چھوٹی سی ہے یہاں سے کسی کتبہ
 - - - - - ہمتی گوہر کا ہے میگا بہت
 کہا باجی نے دت موتے دوہٹ
 اسیر بھی ہے سرکار کی مسطور لہر آج
 ماور کھیا یہ مری بات را امر بعد
 ہوئی دیکھتے ہی اماں سے
 خاک آئے گی مگر ٹی کو میا میر بعد
 میری پڑ ہیں گوڑے سیا کے لاٹ
 کس طرح اٹھیں دیا چار کے لاٹ
 قسیر کھاتے ہیں لوار کھتے ہیں تار سر پر
 بھلکی دالی پر موامرتا ہے مرزا ہو کر
 آنگی تھی چال میں ڈیٹی کا لڑو کھیکر
 رہوڑ صی اماں کی ہو - - - - - کا لڑو
 دس کا لڑو ہے نہ اہیں رات کا لڑو
 - - - - - تو تاؤ کس نے چھکڑا کیا شروع
 ہیں مہا حاصل کے کٹتے منہ لگے درویش
 بیٹے مہد کا ہے ہوا کہ مشاعر

جیوں میں چاہے رٹ یوں کو پلاوے لوش اکیتا ،
 اسی و بالا لادو کے تم یہ مالا کتبہ بتا دے کم
 کا کھا کھا کیے سر کیے نہ کر دے بلکہ کما کتبہ
 کتبہ آکر سے یا کوئے کم کر دے بلکہ کما کتبہ

موائے میں بہہ بچہ ہر دس بیٹے سے
 رہی کیلئے گھر سے نہ در پہنچے غریب
 دیر سے ملے یہی جیل کی مائے
 رہا سہی لگاؤں تھے باکین مل گئی
 زبونی بخود شرابی یاد آیا
 اری لینا لو اگو ہر جلا دل
 نہ جھوٹ لیں گے یا ریس ہم بڑوں کیا ہر اڑی
 ہیں رقیطے ستارین ہم میں نہ ہی بانی
 چسپیں کھا کھا کے لاپور ہوئے بیٹھے ہیں
 لوا سلائی تھی لیا خوتہ حقہ نہ جھوٹا
 رٹائی کے چھوڑنے کو جو کتنی بہتیاں کر
 ماول میں سے نہ کر اگر دیں لہ اطلاق
 ڈھوڑ نہ تہا بھڑا تہا کس کا سہارا رات کو
 دیکھ بھڑا ہری بے پردہ بھڑا رات کو
 وہ خایا ہے کسے ایذا و تارار اس کو
 بی گنجی کس کوئی مائے کا سارا رات کا

کھدوات آج شیخ سے لگو کیا آئے
 ایک دو تو کالوں کو لگو اس کو آئیہ

کوشش کر کہ مرزا سے بیگم کا ہوا سہا
 گزیاں ملاں اجڑ و دل کا تو اب ہے
 دم اکھٹا ہے لوات کی مائوں سے مرا
 جھکو تو سولی کوڑی نہیں چھراقی ہے
 ترس نہ آئے ہٹنے نے ماری ایک لارن
 سو سو قدم چاڑیہ تھے ہر اس کے
 سر سے ہی سائے ہوئے کس سے دل لگی
 جس سے کل جھکے مرے ارمان باہر ہے
 بچھے یہ نہ بھڑوا مارتا سہنہ
 بڑا سب دے دے فیہا مرد و اس ہے

دل اسکی تیج ابرو پر قداس ہے وہ گورا لونڈا جو کپتان کا ہے
 نہ مارو تیج کو بے موت باجی مگر ٹرا آپ ہی وہ مر رہا ہے
 نہ سکے گھر میں ڈول کے بھی بیسے بڑا لواب کا سالہا سالہا ہے
 سگی مگر ٹری اتیں بھی اور سب کے سامنے کچھ تو حجاب پیارے میاں میں رہا ہے
 ساتھ لونڈے لئے پھرتے ہو یہ صحبت کیا ہو لقا نہیں ہے تو میاں ان کی گیت کیا ہو
 وارو دیں مجھے جب لیچلے وہ بڑی ہڑتی مگر ٹری ماں تھپ
 ہمارے موادل لیکے اتیں بڑا محس گورٹا مسرہا ہے

محشر۔ حمد اللہ شاہ نام۔ رام پور کے رہنے والے تھے ریختی کہے اور
 ایک پریسنے میں کمال حاصل کیا۔ ریختی میں حاکم ساں نکلیں کرتے تھے۔ میں نے
 اصل تخلص ہی میں لکھا ساسب سمجھا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لاسا کے
 ان کے معین لکھا ہے کہ ان میں ایک ملاحظہ ہے کہ اور ول کے شعرا نے نام
 سے پڑھتے ہیں۔ مگر اسوں کو کوئی شعراں کا نہیں ملا۔
 کہیں ہم جو چیلے میں بھی نہ آئے کہ آیا مری انجی ہوا یہ مردے مر لکھا ہوتا ہے

مشتاق استیاف احمد نام ہے۔ سلون ضلع راسہ ریلی کے رہنے والے
 ہیں۔ گل باغ مراد ماہہ تاریخ سیدانش سے آپ کے والد حافظ سردار احمد ایک
 مامی وکیل تھے۔ مرے کے بعد کافی جائداد چھوڑی جو تجدید ڈاہنی ہزار روپیہ سالانہ
 مانع کی ہے۔ اسی سے نہایت خوشحالی کے ساتھ بسر اوقات کر رہے ہیں۔ اور
 محض اسی حاداد کی وجہ سے اس قصبہ میں قیام ہے۔ ورہ آپ کا آبائی وطن
 مارہ ضلع الہ آباد ہے۔ فارسی عربی کے علاوہ انگریزی کی تعلیم ایف اسے تک

حاصل کی۔ ۹۷ء سے شمر کننا شروع کیا۔ چنانچہ شہر کی شہری سے مستورہ
 سخن کرتے ہیں آپ کی تصانیف بھی بہت سی ہیں جن میں سے بعض نہایت قابل
 قدر ہیں۔ دو دیوان عاشقانہ۔ ایک لغتہ رد متنبیوں ایک تاریخ سلوں۔ افتخار
 الکلام۔ دیوان تصانیف قابل ذکر ہیں لغتہ کلام میں اکثر کارنگا پسند فرماتے ہیں اور
 انھیں کا متع کرتے ہیں مگر کلام یہ ہے۔

ہر چنگی اندر سجھا دے کساؤ کی سجھا
 دیکھا یا دلی ترک ہوا لٹنے ٹھے
 اں جلا ہونے لے آساکم رھی گئی
 اس ہر قصہ اگر فادرں سکی کہیں
 آپ کے دل میں لگ رہی ہے کی
 تہا ہر چنگی ہو یہ محروہ اح ہے
 حسن راہ من قصہ نگار کج مروتی لال ق
 میں ہاں ہے کہ یا یہ رخ سب کیا ہے
 اگر نہ لے یا اگر سب ہدیہ کیلیر سہل
 سے نظا یہ دیا اس تھو کہ ہے خواب
 انکل رزحرم جو ہو ہے ہمدیہ گامی
 سو سے نے شجر خست اکھر گرے کل
 مفیدال کو کوئی تھو نگہ کیوں نہ پتا
 رو لیگے کھی عدال سلائی کلڑوں کیں
 لمی ہے گر حاکمی تھی ہم ہاں حارہ ہیں
 مال میں بیٹواری صاحب تہہ ہاں مال الا
 کیا میدا۔ کئی مہر آئی ہے کھا
 لڈر یا مری حوالا لٹنے ٹھے
 لڈر و سر کار میں ٹٹھے ٹٹھے
 ایسے اٹھیں ہر سب جی کہیں
 سب سے۔ اس کے حاطہ حارہ لٹ گئی
 رہا جو تہہ یہ سالتی رہی ہو لٹ
 اک محبہ حاصل کو میں سے حوا یا در
 مور حارہ کیا ہے اندر یہ کیے مروتی کو مد
 کس میں ہو کہ انکل ہر چا حاصل شای
 انکل اپڑ کا سخا بہت آسان ہے
 راج کے لیے یہ کمر کیے مار بھی
 دس سال گد شہر ہر چرم کی اندھی
 ٹری چہ تہہ علوان کے ٹکا لٹ نہ پتا
 بتاؤ یہ تہہ ہر کاد انکل میں پتا
 ہے چہ چہ ہاں ہاں ماما منحصر ادار
 ہے یہ تہہ ہر کام مست قریب کو کداریہ

باپ کی ساری کمائی ہو گئی مذہب کوٹھڑی
 مولوی صاحب نے اپنا الٹا میٹم دیدیا
 بھوت کالے میں بیڑ ہانڈیش کا پر خوار
 دہاتے ہی لڑتے مسلمانوں نے کھی دم دیدیا
 اس کرنے اب لگی ہیں عورتیں سیر شرعی
 سے مادہ کی عدالت میں جنگ و گری
 اتناک یہ خواندہ بکھتی ہیں ہم رول کا
 دھواں بیٹھا ہے مگر اس کی چول کا
 راز کھدی ہی میں کچھ سوراخ کا تو ہے
 برے مرد ایک دلی ابھی تک دو ہے
 مرا سیدہ بھی پالیٹاس کا اس وقت خر ہے
 ادا میں سہیں ہمارے کہ ہیں تان لستہ
 ٹھہرے ہٹوں میں جھوڑ دھکر مرے
 یہ ترقی لارڈ کرز کی دولت ہو گئی
 کھو گئی روشنی کا سماں بگڑا کھیل ہے
 عورتوں سے ہمدیں ہے ویرہ کیسے ق
 آئیے ہاتھوں ترقی جوہر حاصل ہو سکی
 آئیے اور ہم سے ماتیں ہیں عذرا دل لیا
 ساتھ عوروں کے ہیں لڑائی دینے آج
 لڑنے لگے گھوڑے تو ڈھانسا تم بوجی کا صاب
 یوں عذرا بگاڑ دھڑنگا روم میں ہے جیا
 اک طرف انگلیں ہاں ہوا کھڑا ناگڑی
 ستمیں آج بھگوسیں گئی کا اپنی سیسرہوں
 ترکوں نے بیشک کیا ہے یہ کمال
 ترجمہ خطوں کا کر کے اسکو جھٹ کھینے
 جو دیا اسلام سے پردہ نکال
 ہر سے غری راں بھیج کرے کھلی
 بھوت کالے میں بیڑ ہانڈیش کا پر خوار
 دہاتے ہی لڑتے مسلمانوں نے کھی دم دیدیا
 اس کرنے اب لگی ہیں عورتیں سیر شرعی
 سے مادہ کی عدالت میں جنگ و گری
 اتناک یہ خواندہ بکھتی ہیں ہم رول کا
 دھواں بیٹھا ہے مگر اس کی چول کا
 راز کھدی ہی میں کچھ سوراخ کا تو ہے
 برے مرد ایک دلی ابھی تک دو ہے
 مرا سیدہ بھی پالیٹاس کا اس وقت خر ہے
 ادا میں سہیں ہمارے کہ ہیں تان لستہ
 ٹھہرے ہٹوں میں جھوڑ دھکر مرے
 یہ ترقی لارڈ کرز کی دولت ہو گئی
 کھو گئی روشنی کا سماں بگڑا کھیل ہے
 عورتوں سے ہمدیں ہے ویرہ کیسے ق
 آئیے ہاتھوں ترقی جوہر حاصل ہو سکی
 آئیے اور ہم سے ماتیں ہیں عذرا دل لیا
 ساتھ عوروں کے ہیں لڑائی دینے آج
 لڑنے لگے گھوڑے تو ڈھانسا تم بوجی کا صاب
 یوں عذرا بگاڑ دھڑنگا روم میں ہے جیا
 اک طرف انگلیں ہاں ہوا کھڑا ناگڑی
 ستمیں آج بھگوسیں گئی کا اپنی سیسرہوں
 ترکوں نے بیشک کیا ہے یہ کمال
 ترجمہ خطوں کا کر کے اسکو جھٹ کھینے

مجنوں - شاہ معنوں کے عرف یا لقب سے متہور تھے۔ لشن ماتھو محمد شاہ کے

دیوان کے نواسے تھے خود یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ زندگی نہایت عسرت اور بیکاری
میں گزرتی تھی ننگے پاؤں ننگے سر پھر کرتے تھے۔ شعر گوئی کا شوق تھا اول اول میں
حسرت تخلص کرتے تھے پھر جانی تخلص کیا۔ اور اس کے بعد میر النساء اللہ خاں کی
صحبت میں رہنے لگے اور محض تخلص اختیار کیا۔ اپنے آپ کو میر تقی میر کا شاگرد بتاتے
تھے۔ مگر بقول میر حسن کہ حرم عیسیٰ اگر نکمہ رود نمونہ کلام یہ ہے۔

بھرا سہ جی جلا ہے کل و دل قرار ٹھہرا کتا ہے مجھ سے جلے کوکب کا یار ٹھہرا
لو سے کے دلے گالی نے بیٹھا جھکو جیٹے تو ایسے سہ سے آئی نے اعتبار ٹھہرا

مجید۔ یعنی منشی عبد المجید صاحب مجید۔ ناگپور کی مشہور و معروف دی
ماڈرن ٹیچر بکل کبھی کے چیف ایکٹر ہیں۔ ایک غزل ریختی کی ملی جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ تصنیف طبع کے طور پر کبھی کبھی اس رنگ کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔

سوس پختے ملنے کو بھی لچا ہی ملا توج کیا جھکو بناسے گا نگوارا وہ مواسوج
آیا مری لوڑی کو بھی کرتا تھا اتنا سے کل وہ ابھیں باتوں کی ٹڈن تہا توج
ال دو نوں میں رہتی ہو ہمیشہ سے لڑائی کچھ سمجھلی بواستخ ہیں کچھ جھوٹی لواتوج
یہ کس نے سنا ہے پیچھے چوروں کی ملاقات بھاتا میں اک آکھ بھی جھکو تو واسوج
مل سارے نکالوں گی میں نکالے کی طرح سے یا اس سے ماروں گی جو پختہ دہ چڑھا توج
ہر ایک سے یوں آکھ لڑائی ہے رگس سپہ ہے میں آتی ہے درانجھکو حیاتوج
الغت جو امید آتے تو مات نہ کرنا وہ ایک ہی چلتا ہوا لچا ہے مواسوج

محب مستی برج ہو کن لال نام ہے تعہدہ دریا آیا دضلع مارہ یکی کے رہتے
داسے ہیں مستی لوت راسے لکھنوی مرحوم کے شاگرد ہیں ابتدا سے معروف شاعری کا

کا شوق تھا۔ مگر طبیب کا رجحان زیادہ تر طرافت کی طرف تھا۔ مستی لوست رائے اس کے اسفال کے بعد آپ ہی اپنے کلام پر نظر ثانی فرماتے رہے اور سسٹم میں ایسا دیوال بھی شائع کیا۔ آپ اکبر مرحوم کے رنگ میں تحریر کرتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اکبر کا رنگ دراصل ایسا تھا کہ اسکا اتباع دشوار تھا۔ مگر افتاد طبیعت سے محسوس تھے۔ اسی طرف متوجہ رہے۔ محب صاحب نہایت نیک نفس اور حلیق زدہ دل آدمی ہیں۔ اور کلام میں تاحد مقدور سوچی و غیرہ کو مد نظر رکھتے ہیں۔ خود ہی دریا کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اکبر نے یہ رنگ جس کے ساتھ لکھا اور ہمدون میں میں نے۔ ال کا یہ جملہ یقینی قرین صداقت ہے ایک مرتبہ راقم الحروف نے کئی ملاقات ہوئی تھی۔ اور خود حساب موصوف نے ایسا دیوال مرحمت فرمایا تھا۔ عرصہ سے آلام طبیعت اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا رہتے ہیں اس مرض برص بھی ترموع ہو گیا ہے عمر تقریباً ۵۰ برس ہو گئی۔ دیوال کے علاوہ تاریخ دریا آمد بھی آپ کے شائع انکار سے ہے یہ کتاب نہایت خوب لکھی ہے۔ دیوال کا اتمام حاصر ہے ملاحظہ ہو۔

کہتا ہے شوق ہے بھائی تہا زکا بیکار ہے خیال مستی و مراز کا

ہو گیا سہل سحر لیل کے باعث لے خضر رہ رہ شوق ہوا عشق میں سخن ایسا
ہم عمر یوں کے مہر میں ہیں تیں لکھی لے محب تنکو مارک سہہ پیش آیا

اں سے باہل کیں تقویٰ میں تے یہ ہم پر کھلا کستور الفت میں ٹیلی وں کا دفتر کھلا

تدویر مفلس کی جید یا کہا ہے اب چنا محال ہو گیا ہے شوقی صاحب کو لڑی ہو گیا
کوئی مٹ کتا ہوا آن کو کوئی سندے محب تنعل حبس ہو گیا جہنم شاکل درجہ حبس کا

تصور ہے مسوں کے نصف چسار یا کا
 ہیں ذوق عبادت تنقیرِ راحت کے سامان کا
 شگفتہ خاطر موقوف ہٹا کیے کے حروں پر
 مسوں کے لب میں بھی طفت حیات کا دلفی اور
 کیا صفائی معری مہل سے آتوں کی ہوئی
 یار کوں میں گھوم لو کھا لو ڈبل روٹی محب
 جلوہ سول میں موٹیراڑو چندے نیے حاو
 یسی حانی ہے البتہ آدم غم کی چکی میں
 لوٹا ہے بڑبڑ نہیں دلت کوئی اس عہد میں
 گھلایا اس قدر اس شوخ کی بے غنائی نے
 رباں کا اتو دعویٰ کہیں ماکس کو بھائی

نہے ہے یاد قمر کی سے ہے توقُّتِ انیا کا
 خدا سے پھر گیا ہوں اکھل بندہ ہوں خطاں کا
 کوئی شائق نہیں گلزارِ دوستِ حلق دریاں کا
 حضر۔ ہٹل میں بھی بہتا ہے چشمہ آبِ حواں کا
 منہ پر رونق آگئی گویا سیٹ حنائی ہو گیا
 آہرش اک روز دنیا سے سفر ہو جائیگا
 بغیر اس کے محبِ ملکیت تہرا نہیں سکتا
 بڑا ہے سیٹ کا نچ اور گھٹا ہر سچ گندم کا
 مل گیا جس کو یہ کا عد کیا کہ ہو گیا
 کہ اس سے وفاداری کا گھڑا نہیں سکتا
 ہیں یا بند کوئی لکھنؤ اور دلی کا

دیکھ کر لعنت لبسِ سرتی کو
 وہ طماحہ پڑا اگر الی کا
 بل کیا میتس کمینی نے جب
 طعل دل کیا ہی کھلا اٹھا
 دل غریبوں کا تملدا اٹھا
 اے محب تیج بلبل اٹھا

خوب ہے اتو بلندی پہ ستارا ان کا
 نفع اصلاح سے کاٹیں جو گلاندہ کی
 طور پر حضرت موسیٰ نے تجلی دیکھی
 جرح پر اڑے ہو چنچا ہے غبارا ان کا
 میرے آگے نہ کرو ذکرِ حلا و ان کا
 کچھ لندن میں میسر ہے نظارا ان کا

ماہ صاحب ہر سرت ہوٹل میں
 کون یہ رساں ہے بھائی دیہی کا

کماجر کیک کو لسی ہے بلا ہم سے یو چھو مزا چلبی کا

اب اور کوٹ کا رمانہ ہے نام صاحب نہ لورائی کا
ڈاٹتی ہیں حسین لیڈی پیب کوں حوا ہاں ہو ریرائی کا

ہر تے ہے گران جس ترات کے علاوہ مارا میں سست کوئی سرواہیں ملتا
ہری کے تو شاگرد نظر آتے ہیں لاکھوں ڈھیر ٹہسے سے کوئی دیاس کا چیلان ملتا

جامہ ری ہے وضع معربیں کیوں نہ ہو چکو تونی جیٹر کا
کوں برسوں بیاض نظم کا ہو یہ رمانہ تو ہے رنسر کا

لاحول سے لغت ہوئی اورے سے ہاتریق اب آیا سے ماحوت کبھی تیغیاں ہوگا
کر دیا بد خواص چندوں لے وہیاں کسکو ہے واں ادرین کا
کیا اعتبار رمدگی مستعار کا چھ سیر حکم کسا ہے آٹا حور کا
آسمان یہ دماغ ہے اس سر یہ حس ہے معرکی کٹوٹیا

ملک و دولت کا کیا مس کو حدانے لٹٹ اور ہیں بک مصیدت کا بنایا بکٹ
پے شہر ہی کا فی ہے ہیں مال سے بخت ایک تھے یہ لکھدی کئے چرل خرپٹ
قرص لے لے کئے عین اڑائی ہے عجب آج ہو ایکو قرقی کا سارک وارمٹ

تیز کیا ہم ست دل ہوں اہل جرم کی طرح بھائی چھکڑا حل نہیں سکتا ہے ان کی طرح

اب اسی میں سرحد وئی آبرو دار دکی ہے
 جس کو ٹٹا ٹم میں کا ہے دائرہ اُن کی کمر
 بس انھیں کے رنگ میں مل جائیں گی کی طرح
 مانج میں جو لوبح کھاتی ہے کمائی کی طرح

یار من تعق من پیسہ لقا پسند
 کھب گئی ہر مری کھنڈ لایت کی ری
 ہے فقط مائی ڈیرک کل اجا پسند
 حود بخول کو بنارس کی ہر کجوا پسند

چاہے کے آگے یاں ہے کیا حیر
 گولڈ اسٹہ کی دیکھئے لالفت
 چہدے کے آگے دان ہے کیا حیر
 اس کے آگے میران ہے کیا حیر
 عیش چاہو جو شادی بجاؤ
 سیکھو انگلش مسیح لیٹس اب
 زر کے لالچ میں آن ہے کیا حیر
 بھائی دیسی رہاں ہے کیا حیر

کمیٹی جسدہ کی کوٹش مارکر،
 ہوا مثل تیغ درمیں میں ماہم
 یہ رہلہ مارکر پچھتیں مارکر
 یہ معمرں مارکر یہ باتن مارکر

ہر اک کی ناں میں کہتے ہیں ایسے ہی ایسے ہیں
 تھیں میرمہ ہستے ہر تہہ سچو میں روتے ہیں
 کوئی کاش ان سے یہ چہ جیہ کہتے ہیں
 حزاک اللہ قومی درد الہت اسکو کہتے ہیں
 کہ وہ ہیں اوٹا کسٹ کے یہ لو کہتے ہیں
 چھٹیر بخت واعط آکل کے تیر طبعوں سے

تو سے مرگئے ہیں سب روشنی یہ ہم
 اس مفلسی و قحط کے قراں جاسے
 اتک حلاہ لیمپ ہمارے مرا میں
 گہوں کے مارے ملتا ہے لطف احرا میں
 دولت وہی حوسے سے اوٹے میٹ میں
 دل ہے وہی جو اسے سوں کی تھیں میٹ میں

وہی پوچھیں گے اب تو منزل تک
 بے ریل دو قدم ہیں چل سکتے آتے
 بجا اسکول کا گھنٹا حوٹن سے
 نہ کام آیا مرے یر مغربی بوٹ
 مرارا ایسا ہے گایارک میں اب
 ترقی یہ ہے اب جدے کا آس
 اور اسیر مغلسی کی سحر ت گلی
 نام ہوتا ہوا ماہ میں محسوس دہی طرح
 کیوں ٹرا مایں بودہ کہتے ہیں ہکو ڈیٹول
 تاکجا ہر سخن لی تماعری کے بیٹے سے
 مدار کا ر جہاں اس سکھتے یہ ہے
 وہ درں کو کے بھائی ہم ڈھول ہو گئے ہیں
 دل احباب کو جیسا بیڑا ہے وصداری کا
 کھلا آن لڑکیوں کے جس کیر کٹر کا کیا کرنا
 تھیلے کے رالے میں اعلیٰ سبیری دیکھو
 سارک ہو محسوس یہ آتش سوں
 تقریر پر عمل جو ہیں خود زیب رہو
 کیوں رتھ کا ذکر عاشق انجن سے کھتے
 قیس کو دلو الگی میں تھا سگ ایلی عربہ
 سئی ملت کا زاہد ہوں مے جھنکے مال میں
 بے نامہ رری اب یوسٹ آفس ہکو کافی ہے

حکہ انجن کو رہس نہما سٹھے
 ہم لوگ اب تو کھیچتے پراگن کی کھاتے
 تو اچھس آگئی ڈولی میں رن سے
 مدوں ڈھا مکا گیا آھر کھن سے
 ہیں کیا کام ہے پلے عہد سے
 مرچیں قوم کے دم یری ہے
 کہ جس سے رگ تفرقت کی تھی ہے
 چندہ دینے سے اور انجیاں جھپٹے سے
 یہ تو معتوقا شوجی ہے کوئی گالی نہیں
 اور ہوتے ہیں تولد اس سحرور سیکڑوں
 گیا وہ دقت لکڑی اوریلے کلا ہیں
 بیٹے تھے ٹھوس لیکر اب یوں ہو گئے ہیں
 مرا لدا ہے اب گھر سے، یادہ جلیخاسے میں
 شخصیں مس صامہ اسکول میں تعلیم دیتی ہیں
 نہ حاؤ بھر لکھ ہر گر ہماں پر رام لیلہ ہو
 گھر ایسا حو بہا کو اور تالیو
 میٹک کی طرح تیر بجائے سے مساندہ
 بھیسے کے آگے عین بحاسے سے فائدہ
 عشق مس میں ہکو یار آج اک گڈا ہے
 کہ سوڈا اور لیسڈ ہمیں کچھ آب کو رے سے
 نہ فاصد کی تمنا ہے۔ مطلب ہے کو تر سے

ٹرکے خیرات سے پہے قوم کی تختیں ٹوٹا
 مال اُغاول سے وعدے پر خوشی سے لیجئے
 تعلیم معری سے بھی بھولے سب بھلے نہ ہم
 کھاتہ نہیں یاد نگ کسی کے دماؤ سے
 گر لوٹ باس ہو تو لٹے ساحل مراد
 اب سیڑا مار ہو نا ہے کا عد کی مایہ سے
 حقیقت یہ ہے کہ جو دریادای کا کلام سر اسر اکبر مرحوم کا متبع ہے۔ مگر
 اسوس کہ ان کے کلام میں وہ اترا درسدہ دلی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے
 یہاں طمرات کا ایسا بے محل استعمال ہوا ہے کہ وہ واقعہ معلوم ہوتے ہیں اور ہیں
 وہ ریاستیں وہ راہی کا کام نکالنا چاہتے ہیں ان سے اوامر مہم ہوتے ہیں ان کے
 کلام میں قطعاً رعایا۔ شوی و غیرہ بھی ہیں تاہم اس قدر کافی سمجھتے
 ہیں اور اس کا کلام کا یہ تذکرہ مغل نہیں ہو سکا۔

م۔ ح۔ یعنی ماسٹر ماسط صاحب۔ آپ سواں ضلع سینا یورک کے رہتے
 والے ہیں اور دو موجودہ کے ایک نہایت خوش گو خوش ذاق شاعر ہیں۔ عرب
 حسب ضما نہایت عمدہ اور زان کی حدود میں کہتے ہیں جس سے صحیح صحیح رنگ نعل
 کا اظہار آتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح آپ اس میں فلسفہ اور تصوف کے مذاق
 کو شامل نہیں کرتے۔ جگر سوانی سے اصلاح لیتے ہیں مگر اس کا کیا علاج ہے کہ
 جناب جگر سے یہ خود اچھا کہتے ہیں راقم الحروف جناب ماسط صاحب سے
 بھی بخوبی واقف ہے۔ اور کبھی کبھی جناب جگر صاحب کی غزلیں بھی سنیں
 میرے نزدیک دو جدا جدا راستوں کے چلنے والے ہیں۔ اور ایک کا دوسرے
 سے کوئی تناسب نہیں۔ ماسط صاحب نہایت خوب کہتے ہیں ان کی طبیعت میں

رنگینی۔ بیاں میں آمد۔ بندش میں چستی برستگی ہے اور اس کے برعکس جناب جگر نے
 بیاں جنکی۔ نقشہ۔ پھیکا پن۔ ہمزگی۔ ہر صورت اسطے ایسے استاد کی ہوتی
 سے فائدہ اٹھایا اور خود نہایت عمدہ کہنے لگے۔ ذلک فضل اللہ الخ۔ آپ کبھی
 کبھی تفسیر طبع کے لئے ظرافت کے استعارہ بھی کہتے ہیں اور ظرافت میں ایک ہم گیری
 کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ مگر اسوں سے کہ ماسط جس قدر رنگ عاشقانہ کوہایت
 حوہی سے کہتے ہیں اسی طرح ظرافت میں کامیاب ہیں۔ اسکی وہ یہ ہے
 کہ دراصل وہ ایک باتیں اور مہذب آدمی ہیں۔ ظرافت کو ان کی طبیعت سے
 کوئی خاص نسبت نہیں ہے ماسط ماسط کسی اسکول میں اردو ٹیچر ہیں۔
 شاعری کے پیر تالقی ہیں اکثر سالوں میں عربی طبع ہوتی رہی ہیں۔ انکی
 عمر اب وقت ٹھیک ۳۵-۳۶ سال کی ہوگی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

حضرت دل کو کسی میں کھولے ہوتے	حلقے گورسے ہیں مقررے تالے ہوتے
وہ مت تیغ کو سیکڑوں کو مارا تھا ہے	نہ تحقیقات ہوتی ہونہ تھا دارا تھا ہے
کہاں جائیگا آکر لے یہ پرینے مانتی	تری ٹم ٹم کے پیچھے میرا موٹر کا آتا ہے
خفا ہے اگر ایدل وہ بے تفصیر ہوجاتے	اکڑ کر بندہ درگاہ بھی شمعیں ہوجاتے
عدد کجھت کو سودا ہے کچھ ایسا جلدی کا	لئے سر پر پھر اکڑتا ہے خدا نکاحا جالی کا
دع دل دام میں آسویں کے پھینسا ہوتا ہے	جھکد دل آکر میں ہم کہ پڑیا کہیں
کیا فرق ہے تادوں میں ہر لوی میں	وہ شاخ ہیں قلم کی تالے ہیں یہ پڑانے
جو دیکھیں گا کوئی بایوں بانگین سے	کیر کر کھینچ ہی لو لکھا فتن سے
کھینچنا تصویر کو نہ کو کھینچ رہا ہے	ہاتھ کا سیا سرگئی انی دہیں بہرہ کی
رنگ لائیں نہ غضب غیر کی چکی ہیں	تم تنہا اُسے تھکے تھے وہ تیلی کلا
ہے تگ آدم چو شب چہر ایدل	طبیاں سوے او جوں چہر یاریدم

سب بتا دوں گا میں تجھ کو اگر اکا کے بعد
 ہنس کے فرمایا کہ منظور ہے سرت کے بعد
 حرم سے بھاگ جانے دو نہیں میں سچ کے بس
 بھری برسات میں اگر بس پوار بیٹھے ہیں
 سنا کچھ اور بے مٹا وہ عیشہ مار بیٹھے ہیں

ہاتھ آیا ہے تنگ توڑے گھا کے بعد
 نور سے چشم طلب میں نے کیا رد و کر
 یوں کے عشق کا ٹھکڑا ہوا جگمگا
 ہم اپنی جاں سے لے بہت کھنڈا رہے ہیں
 پلٹ کرے ستوں سے یہ کہا اپنے سیر

تھے جی کو د لکر لینا بگلیا آرزو دارم
 تری میں ہو رکو دھروں پہلیا آرزو دارم
 چاہے منہ جرایا سو لیا آرزو دارم
 لیٹ کر مڑے سینہ سے تھے سو گند انیوں کی

زخاں سے عذاب ہیں ہست میٹھے ہو تم تو خورنی ہو
 کرے تم کا لیٹا سے رہت ہے رقیب دہ کی اکروہنی ہو

بہت گٹے بہت گٹے بہت گٹے بہت گٹے
 تاشا یو سرخ میں اُن کا چھیر کر دیدم

لٹا لو پاس تم ہر کا تھیں سو گند انیوں کی
 بے بیٹھے بیٹھے قسبیت کا سو گھی کی کا جھی
 ہیں تو ایٹھ کر جاٹے میں سرکار مر جاٹے
 بڑا کراہیں یو ہوئی گوا آزار مر جاٹے

تری اہت ہاں بھلا کون دانہ ہو سبے
 یاق دشمن نہیں لیتا ہے توتیے کیوں ہو
 گھر ماں میٹھا رہے جو شخص سیاہ ہو سبے
 مہ بھٹا ہوئی ہے کوئی حیاں ناہوئی ہے

مخلوق۔ تذکرہ خوش معرکہ میں جو بیٹہ لائبریری میں محفوظ اور موجود ہے ان کا نام میر احسان علی لکھتا ہے مخلوق ذاب تہی خاں ترقی کے یہاں قصہ گوئی کے خدمت پر مامور تھے۔ میر خلیق کے چھوٹے بھائی سیلئے میر انیس کے چچا تھے۔ صرف دو شعر تذکرہ انیس صنف مرزا فدا علی خضر لکھنوی سے دستیاب ہوئے۔ حور بختی میں ہیں اسی سے گان ہوتا ہے کہ مخلوق کا رنگ بھی تھا۔ یہ کوئی تھب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ بھی اس قسم کے شعر کہتے سے باک نہ کرتے تھے۔

اے دوا کیو اب ہو گا بڑا شہید
لڑنا خنی نے کیا اور سیا گھر سیدا
مرووں کو رس رڈیو نہیں نہیں
میں مرگئی کبوت اتر کیوں نہیں ہوتا

مداق۔ مرزا خضر حسین نام ہے جو بنور کے رہنے والے ہیں۔ بچاس برس کی عمر کے آدمی ہیں ایک وقت میں مداق اور طراست کے استعارے لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ او صفدر مرزا پوری کو اپنا کلام دکھاتے تھے ماصرین سے جو میں چلا کرتی تھیں۔ گلاب عرصہ سے شاید بالکل اس رنگ کو ترک کر دیا۔ چنانچہ خود ایک خط میں لکھتے ہیں۔ مجھ کو تو اب شعر و شاعری سے چنداں شوق نہیں ہے۔ بہر حال جو کچھ استعارہ یاد ہیں وہ لکھا ہوں مرزا صاحب نے اپنا مختصر حال بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں خامدانی حالات زیادہ تر ہیں شاعری کے واقعات سے کچھ علاقہ نہیں اس واسطے ان کو قلم انداز کرتا ہوں۔ صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ آپ کے مورث اعلیٰ مرزا منور لہ بیگ عازی خاں ایران سے بطلب شہنشاہ اکبر دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ بعد میں دہ سے منعم خان خانان کے ہمراہ جوہور آکر رہے اور صوبہ جوہور کے گورنر بنے

ناظم مقرر ہوئے۔ بہت سے مواضع معافی میں یاسے اور محمد شاہ رنگیلے کے عہد تک اسی طرح معافی میں رہے۔ مگر اب رفتہ رفتہ تمام علاقہ کل گیا کچھ جاہل و برے نام باقی ہے۔ ان کے خاندان میں سوائے مرزا صاحب یا ان کے والد کے کسی نے ملازمت نہیں کی اور دربار داری کے جھگڑوں سے آزاد رہے اب انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

آتشک کے ہوئے یوں زخم بد نہیں دیا
رات کو چرخ سے حطیح ہوں اختر پیدا
لبیش باغ ان کا ہے کرتے میں نے تیرا کیا
خوش نصیب ایسے بھی ہوں گے بد پیدا
شاں اللہ کی ہے اس میں اجادہ کس کا
میضہ زاغ سے ہوتے ہیں کبوتر پیدا
حصو نے لگتا ہے ہر شیخ و برہنہ شکر
تا میں سارہ کی سے ہوتی ہیں جو ہر عزت

یہ ذوق عشق تو دیکھو کہ قیس کے سر پر
ہمیشہ ماؤ لیلے سوار رہتا ہے
چلے ہیں وہ سوئے لگتا اٹھارے دن ہیں
اٹھارے مارزاکت کہا رہتا ہے
شب وصال وہ ضد کے ہمے کیا لیتے
یہاں معاملہ اکثر اعدا رہتا ہے
ہمارا بوٹ بہت ہی شکستہ خاطر ہے
گلی میں آپ کی کوئی جمار رہتا ہے

یہ رنڈیاں نہیں چمکا ڈروں کی خاک ہیں
انہیں کے واسطے یار و خراب ہم بھی ہیں

مزل شاہ مزل کے نام سے مشہور تھے ایک آزاد مزاج و ارستہ
عال فیہر تھے حافظ قرآن اور علوم مزدرب سے آگاہ تھے شاہ آرو کے
معاصر تھے نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ اقصائے زمانہ اور نقض طبع کے لئے
کبھی کبھی ظریفانہ شعر بھی ان کے قلم سے نکل جاتے تھے۔ اس رنگ میں

ایک شعر دستاویز ہوا جھوٹا ہوں۔
اُسے فرمل نماز کا گھوڑا لگا
شاخ برلا چل بے جل گئے سے چل

مست سہلٹ خاں نام تھا قوم اہل سے تھے کبھی کبھی تعریفی
کہا کرتے تھے حسین اکثر نظر اذنی ملی جلی ہوتی تھی ایک شعر اسی انداز کا ملا
درج تذکرہ کرتا ہوں۔
وہ بانگوں میں گناہ سے بیٹھ بیٹھ کر
حانہ جنگی نہیں ہے ہر سدا مسکے ساتھ

مشر۔ سید ضیاء علی نام ہے مدایوں کے رہنے ہیں خباب قمر بدایونی کے
شاگردوں میں ہیں۔ تقہ ظریف میں آب کا کلام چھپا ہے اسی سے جذاست
منج کر کے نقل کرتا ہوں۔

رات یہ اندہیر کیا بزم ستارن میں تھا
نشان لڑی تھی میں نے میں بھی حلیا نے جاوٹکا
آج اسکی صوبہ داری کا مہاکمل گیا
سالٹ انیکٹر کی دعوت تو بہ توبہ الاماں
کھا گئے یہ کہہ کے وہ دیگی دپوری لپک کی
ایک سی داروغہ تھی اور ایک ہی مومیں تو پھر
غیر تو دلاں میں تھے اور میں آگ میں بھا
سنا میں نے کہ وہ ست خاندان میں تھا
روٹی کٹرے پر ملازم وہ کسی بل میں تھا
ایک مٹھی بھر کساک طشتری ہال میں تھا
وہ تنہا میں نہ تھا جو ذائقہ کھرچن میں تھا
ظاہر کیا دق بولا عشق رکھن میں تھا

یار تھا لیکن دروہ رسم کا حاصل نہ تھا
کون سی ایسی برائی تھی جو تہ میں تھی
گارڈ صاحبے رک میں کھ کے چلتا کر دیا
سامی کل اندر سے دی تھی مگر سٹیل تھا
لڑنے تھا چوٹ نہ تھا بوم نہ تھا یا لان تھا
یہ نہ سمجھے آدمی تھا میں کوئی سٹیل نہ تھا

کالی مرغی دیکھی ٹھٹھریں تو بچوں نے کہا
 بایں ماں سے پاؤں نہیں تادی کی ٹیڑھی لڑکی
 ٹھٹھاٹ سے چلتے وہ میرے ساتھ ہم عمر میں
 داغ دل کی روشنی دیکھی تو فرمانے لگے
 ٹھٹھریں کا ہنسا تھا مسٹر یہ تمہارا دل بہ تھا
 گیس کا ہنسا تھا مسٹر یہ تمہارا دل بہ تھا
 مسٹر نے اپنے کسی دوست کے لئے سہرہ بھی لکھا ہے جس کے بعض بعض شعر
 بہت خوب ہیں -

شیخ صاحب نے جو ماندھا جو کر سہرا
 بحر کا رگو امداد کی حاجت کیا ہے
 کون کہتا ہے گیادقت ہیں آتا ہے
 عمر کو دیکھ کے گوشہ کا ادب کرتا ہے
 کمد و مالین سے کہتے ہیں رہے ٹرائل ٹر
 ایک گز چھوڑے دو گز کی برا بہرا
 کمد و نوتاہ سے خود باندھے اٹھا سہرا
 پھر سندھالوٹا کے نوتاہ کے سر پہ سہرا
 سے سبب یا زوں کپڑا میں جھکے سہرا
 رہ رہے حاسے کہیں داڑھی میں الجھ کر سہرا

مصطفیٰ سچ غلام ہمدانی نام تھا - امر دہہ کے رہنے والے تھے مگر عمر کا بیشتر
 حصہ لکھنؤ اور دلی میں صرف ہوا - شاعرانہ کمال اور علم و فضل میں معاصرین حتی کہ
 میر اور سودا سے ہرگز کم نہ تھے - بلکہ اگر بعض باتوں میں ان کو ان کے مشہور معاصرین
 پر ترجیح دیجائے تو قناعت نہیں ہے - تمام اصناف سخن پر قادر تھے - ہدایت دہلی
 قوی الکادظمہ روگو تھے یہاں تک کہ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ غزلیں کہہ کہہ
 فروخت کرتے تھے اور یہ دسور تھا کہ جہاں کوئی متاعہ ہوتا یہ بہت سے شعرا ہی میں
 میں کہہ کر رکھ لیا کرتے اور پھر گاہکوں کے ہاتھ حسب حیثیت مغرور وحت کر دیتے - دو
 ہد کرے اردو و فارسی سوا کے - اور چھ دیوان اردو ایک دیوان فارسی ان سے
 یادگار ہیں -

اور ضروری کی تکمیل۔ متاعِ دل اور شعروں کے جلسوں میں شرکت کرتے رہے۔
مگر حسبِ دلی کے عروج کا زمانہ ردہ روال ہوا اور اہل کمال ایک ایک کر کے اسکے
درو دیار کو الوداع کہتے ہوئے ادھر ادھر چلے گئے۔ تو مصحفی کا بھی جی اٹھ گیا
اور لکھنؤ چلے آئے۔ یہاں اگر چند روز نہایت عسرت اور پریشان حالی میں
گزارے آخر کار مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں ملازم ہو گئے اور کچھ درماہ بھی
مقرر ہو گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ لکھنؤ میں ان کی شاعری کا سکہ جہاد دوسرے
باکمالوں کے ساتھ لوگوں کی زبانوں پر اں کا نام بھی آئے لگا۔ پھر تو وہ سستہ
ہوا کہ نامی معاصرین ان پر رشک کرے لگے۔ حسد اور لعاق کی آگ لوگوں کے
دلوں میں بھڑک اٹھی۔ عجائزہ حنائیک معلوم ہو سکا واقعہ یہ ہے کہ مصحفی کبھی کبھی
طرائف کے اشعار کہتے تھے مگر ہجو کے باپاک اور گندے مصامیں سے اپنی ربان
اور بیان کو آلودہ کرنا بھی ہتے تھے۔ لیکن زمانہ کے مشہور زمانہ سار شاعر انسانی سیم
تونیوں۔ اور بہ رنگیوں نے ان کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ اور وہ کچھ کھلا کر
چھوڑا جس سے آج ان کو بھی ایک ہجو گوی کا متاع ساعز ماسٹر ہے۔

حیاء کہیاں ہوا مرزا سلیمان شکوہ کی عریں ہیئتہ مصحفی بنا یا کرتے تھے۔ اتنے
میں وہ راہ آیا کہ انسا بھی لکھو ہو بیخے انسا کو سب جانتے ہیں کہ وہ صرف شاعر ہی تھے
زمانہ ساری اور ہر وہ میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے حسبِ ضرورت تعالیٰ کرے میں
بھی ان کو کوئی عار نہ تھا۔ رنگیلے۔ دنیا بھر کے جلسوں میں تبریک ہونے والے تھے
شدہ شدہ مرزا سلیمان شکوہ کی محل میں بھی ان کا گزر ہوا۔ کون ہیں حائیک عیسق
دوسرے کے حذبات اس کلام سے اور بھی ابھرتے ہیں جس میں رنگی۔ سستہ ہیں
فواہش۔ رذالت کی چاشنی ہو۔ انسا کے یہاں اسکی کیا کمی تھی انھوں نے مرزا

سلیماں شکوہ کو دقت بوقت ایسی سر ملی آوار میں اُسی لب و لہجہ کے ساتھ مختلف قسم کی شاعری کے انداز دکھائے کچھ وجاہت ظاہری کچھ انشائی کی حوصلہ برقی کچھ نواب کی مصابحت کی عزت کچھ ہذلہ سچی ظراست آئی کچھ مراجعہ سیاسی وغیرہ یہی چیز تھی جنہوں نے شاہزادہ مدکور کو ان کی طرف زیادہ متوجہ کیا غریب واقعہ متین - مہذب - جذبات حزن و انقراض ادا کر کے واسے عیب الحال تہنگہ سنی فقر و فاقہ میں بسر کرنے واسے - متین اور مہذب سچیدہ سر رگوں کی آنکھیں دیکھنے واسے بڑے مصحفی کے یہاں یہ چیزیں اول تھیں کہاں اور اگر ہمیں تو متاست علم - مترات کے تو دے کے نیچے دبی پڑی تھیں - نیچہ دہی جواو ہونا تھا - سلیماں شکوہ ماتواں سے پھر گئے یا پھرے ہیں تو انشائی چکی چٹری و تادادہ باؤں کی طرف زماوہ ہل ہر گئے کچھ تھواہ بھی کم کر دی - حسیہ غریب بڑھنے لے حلالہ یہ شعر کے

جاں برس کا جو جالیر کی لائق تھا سرد مہر کاپر اور سبک لائق
اسے واسے کہیں سے اسٹایج پر لائے ہم ہی تھے کہیں وہیں کس کے لائق
ا - ادا کرتے ہیں لیر ایک مقرر ہوتا ہے دور ایک تادیب کے لائق

اسی واقعہ کے بعد سے انشا اور مصحفی میں ایک بار عشق کی بنا پڑ گئی - مگر ابھی یہ رجس دلوں سے زماؤں تک نہ آئی تھی اتنے میں ایک بار واقعہ یہ ہوا - کہ انہوں نے ایک عمل بھی -

زہرہ کی حوالی گھنٹا ردت میں اگلی کی رشک نا مادیدہ ہارو میں اگلی

اسی عمل میں بعض بعض تھراپے - عید عید - یہ انسا کو ایسے حاجت مسخر کا موقع مل گیا - اور ڈھٹے کو خوب نایا گیا - سلاان کا متعلق تھا
تھی مصحفی - نائل کرہ کہیں ار مرگ ہی اسکی دہری تسم - مالت میں اگلی

انشاء نے اسکو یوں نہادیا
 تھا مصحفی کا ناچو چھیل کر لیں گے
 رکھے ہوئے تھا آکھ تیار ہیں انگلی
 پھر کہا تھا - اس کا منگڑ بن گیا جو دن کا لٹو دراتا کھیا کہ تو یہ ہی تو یہ -
 مگر ان سب کو نہ ہمارے تندر کے لئے کوئی بڑا علاقہ ہے اور نہ لکھا چاہتے ہیں دوسرے
 تندر کے دن میں سو جو وہیں سے دیکھ لیجئے - میں کچھ طرفیاء - رنگ کے شعر
 لکھتا ہوں -

دیکھا میں نے ہند میں جب کہ استاد کی
 بے برنج لے مصحفی جج ایسی بشارت گئی
 کیوں نہ دل نظارگی کا حالے لوٹ
 لکھو میں حسن کی ندی ہی لوٹ
 آراوے لکھا ہے کہ ایک سقنی کو دیکھ کر شیخ صاحب کی توحی طبع کے منہ
 میں یا نی بھر آیا ہے - اس عمل کے جہد طرفیاء شعر ملاحظہ فرمائیے -
 بانی بھرے ہے یارو یہاں قمر مزی دوستالا
 لنگی کی بیج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
 کا دھڑے یہ مسک لیکر جب قدر کو جم کے ہو
 کافر کا نشہ حسن ہو جائے ہے دو بالا
 وریاے خون میں کیوں کر تم ہم نیم قدر ہو ہیں
 لنگی کے رنگ سے جب وہاں تاک کر ہو بالا

ماچی ہو تری عالم لاہوت میں انگلی
 حایک کی گرفتار ہو جوں سوت میں انگلی

اس کے در میں گیا سوا گناہ نہ تو کہا
 سرگرم سیر گلشن کیا خاک ہوں کہ ایسا
 چل بے چل دور ہو کیا لیکے تھکا
 رلہ سے سو رہا ہے آبی ہی دماغ تھکا
 جیسے عاشق نہ کیوں اسکے محو لے
 کہ حشیم شوخ اُسکی سہہ مولا
 حزاک الٹ کر بنا یا تو سے صیاد
 قص میں ارپے بلبل ہند ملا

انسانی محو زوریاں اور ستم طریعیاں حسب حد سے طرہ گئیں تو انھوں نے یہ رجز
 کہہ کر انتشار کو چڑھایا انسانے بھی سر کی نواں داما دے۔ اور جواب دیا
 دانش پہ کھنڈی ہو کرتا ہے نہ شدت وہ تخلص سہم و افکار کہ مجھوں مرے آگے
 میں گونہ سمجھتا ہوں سدا اسکی سدا کو آریوں اسٹھے ادھی کی چوں چوں مے لگے
 قدر تہا سہم حد کی کہ مے آج وہ شاعر طہلی میں چوکل کرتے تھے ساں عوں مے آگے
 موسی کا عصا مصحفی ہے حامہ مراھی گز خصم سے اسوہ انیوں مرے آگے
 مصحفی کا طریقہ کلام اگر تمام دو اوس سے انتخاب کیا جائے تو کافی
 نقد او میں کل سکتا ہے گزرتے مگر نہ از خردارے کھکھ چھوڑتا ہوں۔ دوسرے
 یہ کہ ان کے کلیات کا ملنا بھی بہت دشوار ہے۔ مصحفی نے ایک طویل عمر پا کر
 سنہ ۱۲ھ میں مقام لکھنؤ وفات پائی۔

م۔ ع۔ اودھ جج کے ایک ماہ نگار ہیں۔ سب کا گمراہ میں زلزلہ
 سے نقصانات ہوئے تو آپ کے عجیب و غریب خیالات کو اس طرح جنس
 ہوئی۔ ملاحظہ فرمائے۔

کیا نہیں اس قہر محشر کی ٹھوکر زلزلہ
 اے سنگہ تو دکھائے اکو جیکر زلزلہ
 لے ٹھ جیا یں روس در مہرند چھوڑ کر
 آمد آمد کھری بر کالہ آفت کی ہے
 ایک میں کیا ساری نیا کا قولہ ہی
 اے بہت کا قریبی چالو سے اکثر مہدی
 مصطرب دل تم گئے دلدار لگا رہے ہو گئے
 لیجھ لیا اب کے جو آئے کیر زلزلہ
 جو سمجھتے ہی نہیں آنا ہی کو کیر زلزلہ
 ہمدی میں کیوں دیا کرتا ہی اکر زلزلہ
 کھر جہاں میں آنے والا ہی مقرر زلزلہ
 دو قدم رہتا ہے یہ جھجھکاں کیر زلزلہ
 آتا سنا ہی راز زلزلہ یہ زلزلہ
 اے جہاں میں آئیگا کیا خاک فقیر زلزلہ

جیکے جیکے آسکے تھے ہاں ہولا شام کا
 صبح کو آیا کہیں راہیں گنوا کر زلزلہ
 ہاں نہ تقریب سیاحت ہو یہ خواب میں
 آشکل آیا ہے شملہ سے اتر کر زلزلہ
 کہنے دل ڈھ گیا انعام ٹھہرے ہو گئے
 اللہ اللہ اب کرے گوشہ میں چھو کر زلزلہ
 یادوں پر سے والہ ہے اک خضر راز قضا کا
 فتنہ عسمر سے سودا تو جو کر زلزلہ

معروف اب الہی بخش خاں نام تھا فخر الدولہ اب احمد بخش خاں باد
 والی کے چھوٹے بھائی تھے دہلی میں رہتے تھے۔ یوں کہ اوائل عمر سے درجنوں
 اور لیار اللہ سے ملنے کا زیادہ شوق رہا اسودہ سے آخر میں دنیا کو ترک کر کے
 طاعت و عبادت میں زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے شعر و شاعری سے
 اوائل عمر سے شوق تھا۔ نہایت مستاق قادر الکلام تھے۔ ارادے آکھیاں
 میں انھیں دوق کا شاگرد لکھدیا ہے مگر یہ اتہام ہے دوق سے ان کی مستق
 ہرگز کم نہ تھی ملکہ قابلیت علمی میں وہ ان سے زیادہ تھے اتہا میں شاہ نصیر
 سے اصلاح لیتے تھے آخر میں وہ بھی ترک ہو گئی تھی۔ ان کی تصنیف سے
 دو دیوان ہیں جو طبع میں ہوئے اور نہ امید ہے کہ آئندہ چھپ سکیں گے
 معروف نے ۱۲۴۲ھ میں دیباے خانی کو فیرواد کمکر سفر آخرت اختیار کیا
 معروف مرحوم کوئی طریق شاعرانہ ہے بلکہ برعکس اس کے اپنے وقت
 خاندانی اور اپنی صوفیانہ روش کی وجہ سے وہ ایسی باتوں سے قریب قریب
 اجتناب کرتے تھے۔ مگر اس تذکرہ میں ان کا نام مامی صرف اسودہ سے لایا گیا
 کہ انھوں نے دیوانوں کے علاوہ ایک چھوٹا سا دیوان ایک سو ایک اشعار کا
 تسبیح زمرہ کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ جس میں الترام کیا ہے کہ تمام اشعار
 میں معنوق کی سبزو رنگی کی تفریق کی جائے۔ اور اس صنعت خاص کو یہاں تک

مرغوب سمجھا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے تمام احباب سے فریادیں کر دی تھی کہ اگر کوئی مجھ کو وہ وغیرہ سنی کاٹے تو ہکو ضرور بتانا۔ اس میں اس قدر اہٹاک تھا کہ شاہ محمدی یاس کے ایک شاگرد بھوسے حاکم متخلص بہ استغفہ نے کوئی شعر کہا جس میں ہری یگ (جو ایک جانور ہوتا ہے) کا لفظ آیا۔ نواب صاحب نے بھی اتفاق سے وہ شعر سنا چونکہ اس وقت تک اس کے یہاں یہ لفظ نہ آیا تھا لہذا سو روپیہ دیکر یہ لفظ خرید لیا اور مورد کیا۔ آگے جاکر لکھا جائے گا جو کہ ہم اس سے پہلے آہوں کے اشعار لکھ چکے ہیں جنہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی شعر سیاہی سے حالی نہ ہو۔ اور اس پر بھی ضروری سمجھا کہ تصنیع زمرہ کے اشعار بھی نقل کئے جائیں۔ گو آہوں کے یہاں ظرافت بھی شامل ہے اور ان کے یہاں یہ کچھ بھی نہیں مگر صرف اس قسم کے اشعار بھی تفریح طبع کا سامان ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ صفت حسن کا شاعری میں التزام کیا جائے اور تہذیب کے ساتھ اس پر قائم رہا جائے وہ خود بخود ایک قسم کی ندرت کے ساتھ ظرافت حیر ہو جاتی ہے۔

کسے تھا سنہ رنگ لکھم بھر سہاے چیکے
نشان گر تیرا ہوتا نہ چھلا سہرینے کا
نہ کہ سنہ رنگ ہو قابل مرا
نت ہزار بہا ہے زخم دل مرا
کوں نہ لیکے لاکھ میں سنہرے کا آگیا
ایک سنہ رنگ کا پھر ٹھکے دیان آگیا
سنہ رنگوں کی جو سن لفتیں راہی
حلقہ صفرا یاں تلمکا گیا آؤ نگاری ہوا
حرف سنہرے سے منہ سے ہو مکتا مید
سنہ رنگ آؤ گئے طوطے سے بے باور کے اس
قتل کی کچھ میرے سنہ رنگ کہ میر کج
سنہ رنگوں کے فریوں میں لا با طرح
دل مرا جا ہے ہر سر سہرہ تمہیں آج
عشق سے بھر سنہرے باغ اسلو دکھا یا طرح

جبکہ طعلی میں امانوں کا نایا تھا فقیر
 دلاست دوڑ توان بہرہ رنگوں کی سھائی پر
 سبزہ رنگوں کی سھائی پر میں یوں سراسر
 کافی ملدو تم مجھے آگے خدا شانی ہے بس
 رہبان میں یوں ہوں سبزہ رنگ کے عرق
 تری سبزہ رنگ ایسی صورت ہے صاف
 سبزہ رنگو نہ نہ ایسا ہو کہیں حی مائل
 کیوں عشق نہ سبزہ رنگ یہ دل سے ملام ہوں
 آج یہاں کل وہاں گدے یوں ہی جگہ ہیں
 اس سبزہ رنگ تلخ سے لے میرے یان تو
 یہ حالت غم میں ہوں سبزہ رنگ کے مرے جی کی
 سبزہ رنگوں سے محبت ہے مجھے درات کی
 اس جڑ ہائے میں بھی کم ہر دینگے لہری ہستے
 یار سبزہ رنگ کو کھانے میں غم بھر آیا ہر
 - و رطوات آنکھوں میں ہر دامن جیانی ٹھنڈی ہر

تھا اسی دن سے ناگزیرہ رنگوں کا فقیر
 بھیل جاتا ہی اکثر آدمی کا یانوں کا کافی یہ
 دل میں چوں صوفی صافی دل کے پھول اور سبز
 دل جلوں کو سبزہ رنگ کے بھی کافی ہر س
 جوں نشے میں ہو کوئی بھنگ کے عرق
 مرد کی دیا کہ صورت ہے صاف
 اس میں رنگستہ ہر روز کا سنری مائل
 میں حضرت امام حسن کا غلام ہوں
 کھوے ہر سبزہ رنگ اس سے ہری چاہے ہیں
 یہ برگ سبزہ تلخ درویش جاں تو
 جس میں ہر لگتی ہے مجھے آواز طوطی کی
 چاہتا ہوں ہر جگہ سرنری اپنی مات کی
 سبزہ رنگوں سے جھسکتی ہے گری ہستے
 کبھی جو اس سہی کی یہ سبزہ قدم بھر آیا ہے
 ادیں سبزہ رنگوں کے دل کیا ہی سہی شہی ہے

مقصود - مصدومیک نام تھا لکھو کے رہنے والے اداس مراح تنہا، بے ہل کوئی
 میں مشتاق بھے جیانیہ واسطے احاں مناسب تذکرہ گلشن سچا میں لکھتے ہیں "ار
 سو قیام لکھو است - خرافات سبزہ اسے انست کہ دریں اوراق مذکور گرد - اما جوں
 پوستہ اندر پوشہ سند "ال کا صرف ایک شعر تذکرہ میں ملتا ہے -
 لوسہ لیے سے خفا ہوتے ہیں کیوں تنہا میں لوسہ وہ سنے ہے کہ دلوں کو مرا لٹا ہر

تاریخ داغ لکھی ہے جو بکسر درج کیجاتی ہے۔ اسوس ہے کہ ان کا نام و مقام کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ داغ کی جھوکا سلسلہ تاریخوں کی صورت میں مدت تک اودھ تاریخ میں قائم رہا تھا اسی میں سے ایک یہ ہے۔

ایسی تخی جیسے داغ کی صورت	کہتے ہیں لوگ داغ کی صورت
ہے وہ اکاٹھے باغ کی صورت	نام گلزار داغ ہے جس کا
ہوں سراپا یا داغ کی صورت	تم کہیں دو بھی نہ سہا دیا
سر سر ہے داغ کی صورت	اسے بیخ ماریل کی طرح
سم سے کیا مو داغ کی صورت	اٹھ گئے اسے داغ دنیا سے
حل رہا ہوں سپر داغ کی صورت	داغ کے غم سے نرم ہستی میں
میں سے دیکھی ہے داغ کی صورت	جسم بد دور واہ کیا کسا

منیر۔ سعادت یا ہاں رنگین کے شاگرد تھے آفتاب خاں نام تھا دہلی کے رہنے والے تھے ایک شعر ان کا تذکرہ میں ملتا ہے جو کہ یہاں سلسلہ الطرغافین بھی یہی شعر درج ہے اسواسطے صرف اسی شعر پر اکتفا کرتا ہوں یہی ایک شعر سے ایک صیغہ سا احتمال ہوتا ہے کہ یہ ظرافت کے شعر بھی کہتے تھے۔

جی جانتا ہے رلف کا تیری مایگیں شائے کے دانستہ توڑ کے ایسی زبان کریں

منخور۔ مستی اسدا اندام تھا۔ سحرزد جو ہنگی کے متصل ایک قصہ ہے وہیں رہتے تھے منشی علی خاں۔ کہ عرف سے معروف تھے۔ مولوی عبدالغفور رساج کو انکا کام دکھاتے تھے۔ رہنمی گوئی میں ہا بیت مشاق تھے۔ اور اس میں دگانا

تخلص کرتے تھے جو مکہ اصل میں یہی تخلص تھا۔ لہذا حرف میم میں اس کا ذکر کیا گیا۔
 سوہاے تھے گراتے تو ہزاروں ڈہکتے لاکھ سورت سے اجمی بات سانی ہوتی
 کل اُسے جو محفل میں کہا میں نے کہ غافل - صبیحہ کے رے غم سے مجھے ڈر گئے لالے
 سستے ہی لکے کہتے وہ سحر سحر سے لودار سنو یہ کھلی ہوئے چاہتے والے

رات کو اک گھوڑے مٹ کھٹ لے مہیں میں پاس کے مے حجاب تھے
 چھپیاں لیں گلے سے لینا کے بھر لیا : اودوں میں داب تھے
 منتیں کیں ہزاروں نفس دیں کر کے چھوڑا مگر خراب تھے

موج - خدا بخش ایک مشہور گویا تھا جو اکبر آباد کا رہنے والا تھا۔ مگر متبرخص
 عمر دہلی میں گزارتا تھا آخر میں لکھنؤ چلا آیا تھا۔ اور یہیں انتقال کیا اسکو حریف
 لکھا ہے۔ مگر اس کا کوئی شعر جو رنگ طرافت میں واقعی ہو بل نہ سکا لہذا ایک شعر
 حوتہ کردوں میں درج ہے اور اس میں ایک ہلکا سا طرافت کا رنگ ہے درج کیا
 جاتا ہے۔

لاکھوں کٹا دے سر آں میں ہنستے ہنستے اے مری جاں کوئی تو تو تماشا کلا

مولانا فی - ادیان نخلوں سے متعلق تھے اور کبھی رے اور کبھی ہمدان میں
 رہتے تھے۔ اپنے اشعار پر بڑا ناز تھا۔ مطامات کہنے کا بڑا شوق تھا۔ چاک ایک
 قطعہ تذکرہ آتشکدہ سے نقل کرتا ہوں۔

دی نہ حمام ابیہ غسل جمار گشت بہر طالع میوں من
 کیہ مائے ماسریں جوں بلور ہر مالش گشت یہ اموں من

چوں مرابر رو نگندار اشتیاق جملہ شہوت گشت در تن خونمن
ظرفہ ریزم مہنساد کاتق لودسہ اودر من

مہتر۔ عبد السمیع نام تھا۔ صلح میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ نہایت خوش
آفرین یک مزاج۔ بلند حوصلہ آدمی تھے۔ جس زمانہ میں تفصیل علوم فارسی
وغیرہ سے مراعت یائی اور انگریزی کی طرف توجہ کی تو شاعری کا بھی متوق دانگیر ہوا
جیسا بخود بیان کیا کرتے تھے کہ متعدد عربی کہیں۔ مگر دیکھا کہ کہیں والوں نے اتنا
کو کہہ دیا ہے۔ کہ اسی رنگ میں شعر کہا۔ صرف حصول ہے ملکہ متقدمین کا مٹھ چڑا ہوا
اسی حال کو پیش نظر رکھ کر کچھ دلوں کے لئے شعر کہا جھوڑ دیا ہے۔ مگر جذبات کا اہرام
اور فطری دوقی دس کر رہا۔ اس طرف سے توجہ کم ہوتے ہی ظرافت کی طرف نہ نکلی جیر کہیں
کار نگاہ بسد آیا۔ اور اسی میں کہا شروع کر دیا۔ مگر صرف تھن طبع کے طریق راس
مشغلہ کو جاری رکھا۔ نہ کبھی اپنے کلام کو جمع کیا اور نہ کہیں جھوڑا۔ خیر دور کے بعد یہ بھی نرا
بیر رسوں شعر کی دست نہ آتی تھی سلسلہ میں ایک روز مسجد سے سناڑ پڑ کر مکل رہے تھے
کہ ایک شخص نے چاقو مار دیا اور اسی میں نور اُچاں بجی ہوئے۔ ایک مہرہ میں نے
اصرار کیا تھا تو یہ شعر سنائے تھے۔ جو اتک حاطہ میں محفوظ ہیں۔

مہتر تمہاری جھاڑ سے افسوس آخک سرہ ہے سرج یہ یار کے اوصاف بھی ہیں
مہتر چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی بیت اخلاص کے پاس ہمارا مرار ہو
ہکواسے مہتر سدا آتا ہے بس وہ چھوڑا حوئے کھرتا ہے ایسے ساتھ ہم ڈکرا

مہری۔ ہروی الاصل تھی شاہ رخ مرزا گورگاہ کے زمانہ میں گوہر شاہ
بگیم کی خواصوں میں منسلک تھی۔ نہایت عقیل اور حسین و جمیل تھی۔ مطاسات

لکھنے کا بھی کافی متوق تھا۔ اور اپنے شوہر خواجہ عبدالعزیز کے ساتھ جو درباری اطباء کے ذمے میں ملازم تھے نہایت مذاق اور مستحکم کیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ خواجہ مذکورہ آ رہے تھے اور مہری اسی بیگم کی مصاحبت میں بالا حاکم بیگم بھی گئی تھیں خواجہ صاحب کو آتے دیکھ کر اور خواصوں سے کہا کہ خواجہ کو جلد ملاؤں جیسا کہ خواصوں سے خواجہ سے حاکم کہا کہ جلد جلد چلے بیگم صاحبہ یاد دلاتی ہیں۔ حکیم صاحب نے حالت اضطراب میں جو جلد جلد چلنے کی کوشش کی۔ تو گریٹے۔ بعض تہ کرہ لویسوں نے لکھا ہے کہ خواجہ نے بیگم کے اہسا طمع کی وجہ سے دالستہ صفت کا بہانہ کیا اور بیرونہ سالی کی حرکتیں کرنا شروع کیں بیگم بہت ہنسی اور مہری سے فرمائش کی کہ اس حالت کو نظم کر کے عرض کرے۔ مہری نے حسب الحکم یہ اشعار کہے۔

مراتو سہری ساری سماؤ است دل بہرہ و قادیسی سادہ است
ترا از صفایری قوت و دور چنانکہ یاسہرداری سادہ است

بعض تہ کرہ لویسوں کا بیان ہے کہ مہری کو سلطان شاہ رخ مذاکے بھانجے سے بڑی محبت تھی اور اس محبت یہ لوگ ناجائز تعلق کا گمان رکھتے تھے۔ یہ قصہ ایسا مشہور ہوا کہ خواجہ عبدالعزیز کو بھی خبر ہو گئی۔ اور شدہ شاہ یہ خبر بادشاہ کے کانوں تک پہنچی جیسا کہ شوہر کی استہاپا بادشاہ نے مہری کو قید کر دیا۔ مہری نے اسی حالت قید میں یہ راعی کہی

شہ کندہ نہاد سہریں تہ را رہیں واقعہ تیوں است مرو ورن را
افسوس کہ از کندہ نخواستہد فرسود یاسے کہ دو شاہہ لود صد گردن را
ایک روز شوہر نے اپنے بیان کی عیش و عشرت پر توجہ دلائی اور اس کے ساتھ ہی مہری سے اسکی موبائوں کی شکایت کی۔ مہری نے رحستہ یہ راعی کہ کر خواجہ صاحب کو سنائی۔

در خانہ تواضع مرا شاہ پد نیست ندے ز دل رسیدہ بکشاید نیست
 گوئی ہمہ چیز را م از مال و مال آسے ہمہ بہت انجہ میباید نیست
 اس طرح ایک مرتبہ میاں بیوی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ مڑھے شوہر کی زبان میں
 دود آگیا تھا جو چاہتا تھا کہتا تھا۔ مہری پہلے تو سب باتیں خاموشی کے ساتھ سنتی رہی
 مگر جب غصہ ضبط کی حدوں سے ماہر ہو گیا تو یہ رباعی کہہ کر سائی۔
 شوئے زن لوجاں اگر پیر بود چوں پیر بود ہمیشہ دگیر بود
 آسے مثل است آنکہ گوید زباں دریلوے رن تیرہ از پیر بود

مہستی۔ گنجہ کی رہنے والی تھی نہایت شریف النسب تھی۔ بعض لوگوں
 نے اسکو نیٹیا پوری لکھا ہے۔ تذکرہ آتشکدہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ
 عورتوں میں ایسی شاعرہ کوئی نہیں ہوئی۔ سلطان بخر کے مصاحبین میں منسلک
 تھی۔ ہایت زوگو حاصر جواب مذہ سج تھی۔ چنانچہ ایک روکا ذکر ہے کہ چلے
 کے چارٹے میں جب برف خوب گر رہی تھی۔ درو دیوار سفید ہو رہے تھے سرد
 ہوا کے جھوکے جل رہے تھے۔ رات کے وقت کسی ضرورت سے بادشاہ نے
 مہستی کو تھوڑی دیر کے لئے ماہر بھیجا۔ جب واپس آئی تو چارٹے کی وجہ سے سرگئی
 تھی۔ بادشاہ نے مذاقاً کہا کہ اسوقت ماہر کا کیا حال ہے۔ مہستی نے فی البدیہہ
 یہ رباعی نظم کر کے سمانی۔

شاہانکست اسب۔ حادث زین کرد در حلقہ سہواں ترانختیں کرد
 تادر حرکت سمد زین غفلت برگلہ ہمد یائے رہیں ہیں کرد
 اس کا کلام عند افشاں اوز باب کے مقدمہ کے زمانہ میں خصوصاً تھوڑے عرصہ کے
 متذرع ہو گیا۔ اس کے مطابحات کا نمونہ یہ ہے۔

فصاحت چنانکه عادت اوست مرا
بفکند و بکشتد گفتیش مرا
سرمار به عذری نهد برپانم
دم میدهم تا به کند پوست مرا

قاضی جوزلش حامله تزار گریست
گفتا ز سر کینه که این واقعیت
مسیرم و . من نمی چنبد هیچ
دین قحبه مریم است این چه زکیست

آنی لکسو بهیچ کس تو میری نه دهی
صد چوب مغل خوری دتیرے نه دهی
منکه که اذو روغن بر رنگ گیرد
گر رفیقت نهد تیرے نه دهی



حرفِ نون

نابجی - محمد شاہ کو نام تھا۔ بڑے حریف و ظریف تھے مگر شاہی لڑائی میں
 زندہ تھے۔ سہ ماہی کے ذریعے اس بات پر متحقق ہیں کہ زمانہ کے دستور کے موافق یہ
 ظرافت اور ہیکر کے شعر زیادہ کہتے تھے۔ میر تقی میر اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں
 ”حوالے بود آبلہ رو۔ سیاہی بیتہ مزاحش بیتہ تر اکل بہ ہرل بود معاصہ سیال
 آبرو۔ بندہ باو یک دو ملاقات کردہ بودم شعر ہرل خود مسخو اند۔ دمر و انرا
 بخندہ می آورد و خود می خندید۔ مگر گاہے تمسبی میکرد۔ و طسق شاہ جہاں آباد
 حوالاں حوالاں رفت“ اسطرح میر حسن۔ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ ”دراوکل
 سلطنت محمد شاہ مردے ظریف طبع بود اکثر از لطائف و ظرائف مردمان را
 بخندہ می آورد و خود نمی خندید۔ مگر تمسبی میکرد“ اسطرح آزاد آجیات میں لکھتے
 ہیں۔ ”اہل سخن سے انھیں طعناں کے ارکان میں شمار کیا ہے۔ امیر خاں جو
 محمد شاہی دربار کے رکن اعظم تھے یہ ان کے نعمت خانہ کے دار و نہ تھے مگر تیر مزاج
 اور شوخ طبع بہت تھے۔ راہ چلتے سے اچھٹے تھے اور جس کے گہرہ ہوتے تھے
 اسے پیچھا چھڑا مشکل ہوا تھا۔ سدرہ مالا سیات سے اُن کی تندہ طبعی اور
 ظرافت مسلم ہوتی ہے۔ مگر کسی مصیبت سے طوائف کے تذکرہ لکھنے والے اسطرح
 کہ ایک شخص نے بھی ان میں سے طرافت کہا ایک شخص نقل میں کیا محمور انھیں
 میں اور مہذب انوار میں سے کچھ ایسے شعر اتھاڑ کر باطرس حسن میران کی شاعرانی

کی مہریں لگی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ وہ سر یا رنگ طرافت میں نہیں ہیں۔
پھر بھی سب کچھ ہیں۔ گو کم ہیں مگر محو نہ کئے ہست ہیں۔

بے لڑاؤں سے نہ ملے موکرت بیچ کھا موڈ سر لڑکوں کو کرتے ہیں وہ ایسا بالکا
رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کت نکات ہلا چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لکھی نہ لا
اگر ہو وہ ستیا کامر کبھی اشان کو نگا محسوس میں دیکھ کر چٹا آئے عوٹے میں ٹانگکا
نہ ٹو کو پار کو کہ خط رکھاتا یا سدا تاہی مے نشہ کی خاطر لطف سبزی مٹاتا ہے
جو کوئی کچھ کے گیکھل چلے شمع رو ہے ہمارا موم کی پاک
ہیں تو لوسہ نہ دینے کہا نہ کہہ کے دیا جھکوں سے وعدہ کیا ہے اچھیں خائے ہیں
حان ہے جوڑا ہے د لہر ہے یہ مشکل کہ طالب رہے
لب حال بخش آگے تیرے غن جو میچا کا نام لے حر ہے
جہاں دل بند ہو مابی کا وہاں آئے حلقے رقیب لا اولد واضح گو یا لڑکوں کا ناواہی

ناز سید حسن نام ہے۔ تکیہ صلع راس، ربیلی کے رہنے والے ہیں۔ دور وجودہ
کے خد شگو ظریفوں میں ہیں۔ عاشقانہ اور ظریفانہ دونوں رنگوں میں شعر
تحریر کرتے ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی۔ اور قدس ہندی حاست
ہیں۔ جس زمانہ میں لکھنؤ میں قیام تھا۔ راقم الحروف کو اپنا کلام دکھاتے تھے
اب دو تیس برس سے ملاقات ہوئی نہ کوئی کیفیت معلوم ہوئی۔ ماز ایک دست
آشنا ایک مراج۔ یک نفس آدمی ہیں۔ لکھنؤ کے اکثر شاعروں میں ہرل
اور غزل دونوں ڈیرہ کرتے تھے۔ اب معلوم طرافت کہتے ہیں یا نہیں۔ اس کا
کلام میرے پاس موجود نہیں ہے مگر تذکرہ نسیم گل سے نقل کیا جاتا ہے۔
اس کے علاوہ اور جو شعر یاد آئے گا وہ لکھد یا جاسے گا۔

ہزاروں راہچی اچھی چیریں تھیں نہ میں
گر اس چوٹی ولہے کو میرا دل پسند آیا
اسی ٹپنے چمے کھینٹے ہیں یہ شکار اکثر
جناب شیخ کو انداز ریشاگل پسند آیا
ہمارے گردن قسمت لکھائی ہے کہیں نہ
فلاورل کو بھی انداز میرا دل پسند آیا

قبر کیسے کے لئے یاس جو قاتل آیا
پاؤ بھر ساتھ میں لیتا ہوا غفلت آیا
معلل لیغفل کی جب کہ یہی صرہ کبیر
ساتھ معقول کے لکڑا ہوا فاعل آیا
اسی لیڈر رہ کہو دو تھے لیڈر کا خطاب
اتو لکھدرا کا انگر کھا بھی مراسل آیا
ایک دان کھم ہے اس قحط میں ملنا دشوار
شکر کرتے کہ یہ ہو مٹو نہ تھے تل آیا

محبوں میاں نے ڈھیلہ چار اگھسیٹ
سیل ایک کے پردہ ٹل میں گئی

اے وہ قتل کر دیا ہے جس داں ملتا ہے
نستصوق کا میرے ہلاک خاں سے ملتا ہے

سوال وصل یراں کو حیا آئی حجاب آیا
مگر میں بھی ٹرا ہی سحر تھا بوٹ داب آیا
حیدوں نے خوب گلچین چائی رم رہا میں
لیک کر کھا گئے ورا اگر کوئی کباب آیا
سراکت کا دور اچھا ہیو ہوتا ہے سیلئے
بکڑ کر ٹھوٹک ہی دو لگا اگر ٹھوٹک آتا آیا
جوانی میں ہر اک صورت حسین معلوم ہوتی ہے
دل میں حیا لگی جس دن گدی بھی نہاب آیا

سورہ دل سے حیران زم ساقی ہو گیا
ات بھر حلتا رہا ادھ صبح ٹھنڈی ہو گیا
ہول رسالہ میں بھی اک نیکو و تانیت کا
ات بھر عاربا ادھ صبح مرغی ہو گیا
اس میں کس کی جری ہو پسند کی ہے
دو لگی کیسے کہ او دل کیا لوبی ہو گیا

کل جو گریباں کھلیں اسے لطف حاصل ہو گیا
وہ مری بھانج سے میں انکی بھابی ہو گیا
اب بھیں یہ فکر ہو اسیر کریں کچھ کرستم
اتھا قافہ کھائے کا میں غای ہو گیا
اب اس سے کس ڈالنی ناک میں کجی کل
اوستا ہو وہ یا کہ عاشق ہو ملاقی ہو گیا
دیکھ کر کیونکر کہیں آہریت ہے میرے
وہ ابھی ہے میرے اور میرا سادی ہو گیا

اس طرح کی بہار ہے اب سے یار میں
کر کہ لگی ہو جیسے کسی سرو ناز میں
لیلیٰ کے قافہ میں محب اہتمام ہے
محبوں میں ہیں دھڑکی انکی قطار میں
مت حاد قافلہ کے لئے جبر عیسر ہے
ٹانگیں کڑکے کھینچ ہی لیکار میں
لیلیٰ کے ساراں کے تر سرے دیکھتے
محول میاں کے کاں سے میں نہاں میں
معلوم ہو گیا سبب اضطراب بھی
وہ کو دے ہں میرے دل سقر میں
دعوت کے ساتھ ہی مری انفس لگی ہوئی
سیگن کے چھلکے ڈالے ہیں اسے گناہ میں

میری یہ سر کھائے وہ ماہرو ہمارا
خند کی لسل سے ہے وہ حق لگو ہمارا
لےتا تو صرف تیسے ترک ہیڈ مانگتا ہے
ہم ہے یسا لڑائی کیا آرو ہمارا
کس طرح سے عبادت اس ہو سکے گی دعا
دیکھا اسے لوٹا فوراً دھو ہمارا

راہد کا بھی بڑبایا اچھا رہا بھیں میں
کچھ فرق ہی ہیں ہے دائرہ پایل در میں
حب چاہے گئے تو بھاگے وہ چل گئی کشت
کیا سحر تھا آہی ٹن ٹن ٹانٹن میں

دشمنی کے لئے تیار ہے بلی والا
کیوں ہمایا نہیں اللہ سے مرغی والا
کیسا ناواں ہے کج سمجھتا ہی نہیں
تو نہ کو کہتے ہر اک تو مانے ٹوٹشی والا

شبِ علم کی تیرگی میں یہ کہا کیا ہوں شبِ بھر
رات دن امن بنائے میں مے مشول ہے
ڈیادیا سلامتی فریاد رسس الہی
آپ ہیں پوری لیڈی یعنی خاصے دل ہیں
ریکھ پیٹے رکھتا تھا اب ایک بندر رہ گیا
عانتوں سے کام وہ لینے لگا مزدور کا
یکے منڈی سے دایو را پچھے انجور کا

دہ ہوا ہے مگر کتا خاندا لی ہے
اگرچہ اور بھی علم ہیں ہزار ہا بھگو
کہ ماپ ہستی ہویاں اسکی مہترانی ہے
شبِ وراق مگر سب نوٹکی تانی ہے
کھچی ہوئی بت سہاک کی کما لی ہے
یہ کس کے علم میں ہے سو گوار علم آتر
کہ سر کھلا ہوا ہے ساری آسانی ہے

چڑھتے ہیں دو مے ہزاروں اسکے ادیر راتوں
حب سے دتمس نے ٹیر ہائیں تیاں اس تنو کو
دہ سب دغو مرارِ ستیج سدو ہو گیا
سچ تو ہے میں توں آسوں سے اُٹو ہو گیا
نیرو کھتی ہیں ہماری داغ دل چکے ہیں یوں
یہ عصب کا عالم ہے کہ ہوں کہہ نہیں سکتا
مار جیسے اک سید اطلس یہ اُٹو ہو گیا
مرغا ہوں مگر کو کروں کوں کہہ نہیں سکتا

پیرس سے حساب سنائی مرگ تیریں کی خیر
کوہ کن کی یہ جبرستے ہی مالی مر گئی

حیال آن کا رہا ہے سرسوار
سحر اٹھتے ہی آہ کرتے ہیں رور
اسی سے وہ بھگو گدھا جانتے ہیں
تسے علم کو ہم راستا جاتے ہیں
اُسے لوگ میری دوا جاتے ہیں
ہے مستوق میرا جو مجھے بڑا

عجبت اسکو کہنے ہیں، مجھ سے ایسی ہوتی ہے
 مانتے بھی نہیں، پھر رزم سے جھکواٹھاتے ہیں
 اسی سے آگ لگتی ہے، ہر ماری حال و تر ہیں
 حوصلہ یہ ہے کہ تیرے ہر طرح سے جاں سے ہیں
 جو لوگ کو تیرے یا جان کی کیم تھکتے ہیں
 مے روئے کو بھی اپنے دھمکے عرس تھکتے ہیں
 تیری گرمی الفت کو ہم اک آتش سمجھتے ہیں
 ہم ہمہ آتش سمجھتے ہیں ہم کا ہوش سمجھتے ہیں

ٹلے میں جھکوا بہد کیا جبکہ دوست ہے
 کی ال بال استیج شکر کے ساتھ
 دیا تیرے کیم میں دیکھی تھک اداں دی
 مہر چھوٹ شکر میں اس رزم و دھمکے

تیرے ہم ہو سے تر سے دور سر پہ سے اسوے
 وں حور ہیں باندھ دیے آگے ایترا ہیں
 اُن کے حیران ار کے کہ نہ خیال ہر وہ
 ہر مایق ای جو۔ و کہ کہ ایوں رکتا
 جس بات یہ اسے تھکتے ہی راضی ہے
 کہ ہے سے ہر بندہ تیرے کیم تھکتے ہیں
 مے ہاں سر پہ ہے، ہیں پیر شکر ہے
 کہ نگہ ادا سے ہے، ہر ہوا اس کیم ہے

اترا داسا ہے رنڈیوں سے۔ ہر
 حور اکا سام ہو گیا ہیں

یروا ہیں ہے اطلس دیکھو اکی تھکتے
 سلی سے سب ہمسایوں کو حکم دیا
 عترت ہے ایک جھکوا دھم میں ہر ادا
 یوں بھر ہا ہوں اس سے کا دھمکے آتش
 تھکتے کہ کہیں تیرے سے کی
 کیا جیر ہیں یہ میر رزم کے سائے
 کوئی نہ لکھ کے مری میا کے سائے
 دیکھی کہ تیرے جیر ہے ڈھیا کے سائے
 ہر تیرے جیر احس طرح گیتا کے سائے
 رنڈی کا دھمکے تھکتے ہیہا کے سائے

مب سے کچھ فارسی پڑھی ہے اس رور سے تیل جیتا ہوں
 ماتر ہوں تباہ پر تھا ہے اس واسطے بیل چیتا ہوں
 ہے محل یا۔ چہ نظر میں اد ملوں کی کسل جیتتا ہوں

کل ملا یا بھگو اپنے محفل مولد میں میں حیرا یاد ہاں سے چہ ہنڈیاں بھر کی
 کھائی نے بھی لڑیا ہے مانڈا تران کا وہ کیوں ہوں کے واسطے ترکیب ہمیشہ کی
 راغ نامعقول کہنے ہیں پھلے ناز وہ جب سے سہل میں سرور ہے ایں بھر کی

کیا بتائیں کہ ہیں سحر ہیں کمال ناز ہی کی کم ہے کہ کل رات کو ایوں نہ ملی
 رست میں رات کو بیٹھا تھا کہ وہ آہو گے میں نے ڈ ہوئی بھی مگر چھک لگو ٹی ملی

سرمد اکبر باقر میں تسبیح لیکر رات ناز جانب میخانہ ہم پہونچے تو اسے گئے

بدلتی ہی نہیں عادت مری محبوب پاری وہی کد و کا سال ہے وہی گین کی ترکاری

بہت میتاب بھی دلیں ملے طاق جانی کی ملی بیت الخلاء میں ایک لڑکی ہستری کی
 تری ہمارے شہر میں بھگوان لڑوئے گرایہے ادائیں تجھے اچھی ہیں بھی مکتی نانی کی

سرمدان اللہ عاشقوں کے خون پی پی کر ٹھاٹھ بنگیا ہے یا چندر والا
 یہاں خاروں کے موسم میں لگوئی بھی ہیں لقی دہاں میں ہوئے بکتر باجو شہر والا

جو ہم طوطی سے کسیر و ساسر ملے ہیں تو کس غنیمت کی وہ اگر حیات لگا تھیں
اسے وہ قتل کر دیتا ہے جس کو اسے ملتا ہے نسب مشوق کا کیسے ہمارا کو خاں سے ملتا ہے

مازنین - تذکرہ نساخ میں ان کا نام علی میگ لکھا ہے۔ مگر تذکرہ
صابر میں ایک عورت کا تخلص ہے بیان کیا ہے اور یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ
علی بیگ کا تخلص نہیں ہے چنانچہ لکھتے ہیں ”غلط فہمان ادا تہاس کی
نظر میں تخلص ہے مرزا علی میگ نام حوالہ جوش اسلوب رستم تو اس زبرد قوت
سہراب طاقت کا۔ مازنیاں کسور جمال اس کے حسن یوسفی پر اگر زنجائی کا دم
بھریں کچھ دور نہیں اور نازک نہال لگائیں جس اسکے گل رخسار کی مار کی سے اگر
آیکو پیچہ رگ ریرہ تصور کریں تو کیا عجب ہے۔ اس کے نام کے آگے رود از مایاں ریش
خانہ طاقت کا مترجم لکھا ہے۔ اور اس کے لفظ مردانہ کے سامنے تیر موصولات
میتہ شجاعت کا دم بند ہوتا ہے۔ اور باران اہم اور حریر ان ادا تہاس جانتے
ہیں کہ مازین نام ہے اس حیلہ آمری شعدہ ایجاد کا بار وادار و غمرہ طراری
وغیرہ ساری گاہ عشاق بے قرار سے لطف کے پردہ میں حال کا حوالہ ہوا
اور گاہ اغیار مہم کی نعل میں بنے تکلہا سوا الخ“ مگر حال یہ دہلی کے رہنے والے
تھے اور استاد ذوق کے ساگر تھے۔ ریختی گوئی میں ایسا جواب نہ دیتے تھے۔ چنانچہ دہلی
عبد الغفور نساخ نے ان کے کلام کو جان صاحب کے کلام پر ترجیح دی ہے۔
یہ صاحب دیواں تھے۔ مگر اب صرف تذکروں میں کلام ملتا ہے۔ دیوان ناسید
ہو گیا۔ تذکرہ صابر کی ترتیب یعنی ۱۲۱۰ تک زندہ اور بحریہ دہلی میں محدود
تھے۔ ذوق سے ان کو خاص محبت تھی۔ چنانچہ اُن کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔
جبکہ لفظ سے عقیدت اور محبت کا چشمہ جوش مار رہا ہے۔

جنیں تاریں رنج کرتی کسی کا گیا حب سے یار اور درد پہ کھولی
 باہر سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے اگر میں نے کہنے کی عزت ڈبوئی
 حسم جیب مولوٹڑیوں کو رلایا کہ اس پردہ میں نام رکھے نہ کوئی
 دلکین مجھے گالوں سے پہلےت علم ذوق میں راب بھر میں نہ سوئی
 لکھی آن کی تاریخ اور یہ ہوا غم میاں دو قی کو میں آہی زنی
 اسی رنگس قطعات ہایت عمدہ عمدہ کہے ہیں تذکرہ قطعہ تھف سے ایک
 قطعہ نعل کرتا ہوں۔

تاریں اس اٹھی ہر حافی بنا یہ تمھارے آگیا کیا دھیان میں
 روز اک ہنگڑے کی میں مہامیلا روز رہتی ہو اسی سامان میں
 محوہ کلام رکھتی یہ ہے
 ہوئی عنقا میں شور و سفا سحواں کا لواہم عو۔ توں میں تباہ دیدہ لہجہ کا
 میں اپنے سر کو نہ ہوتی ہوں پورا دریا تہا جی موا میٹھا ہے کیا خوش دہن کہ دن آتھا

کوئی پیٹھا ہو تجھے ہے کام اپنے کام سے لے لگوڑے آدمی تو تہیواں ہو گیا
 سو کسمی شد ہر کوئی نہیں ہوتا عورتہ انھیں مازق ترا گھر میں تہا
 ایسا کسی تھمے لے لھایا تھا کہ تہا بھر لیٹا تو یاس بکوسوں ہی میں تھھا
 میری مار کھوئی اس بڑے نے اگر اٹھی تھی لے ددا میں کھٹ اٹھی ہمار
 اسے زناخی مردو ہے مدلمان تو نہ کہ باتیں ہمارے کان میں
 رات بھر جو دہی ماتہ دہی جو ماجانی اسے دوا لے سن پیلیر مارا کاجھے
 فوارہ کس طرح سے ذرا بھجی نہ تھم سکے عم ایک لور دیا نی کہتا سا بھل گئے
 دس گھر تو چھیل جیکے ہو کیا سا کہہ کر دھم کس جا بھٹا ہے دیکھے اب کہاں ہے

دطن اصلی گنگا و پختی ضلع بلند شہر ہے۔ مگر اپنے کاروبار کے سلسلہ کی وجہ سے ناگپور سے آئی ہیں یہیں مقیم رہتے ہیں۔ مولانا عربی فارسی انگریزی اردو انگری کے منہی فاضل ہیں اور لطف یہ کہ آپ کو تمام درسیہ کتابیں سمجھنے ہیں شاعری میں آپ استاد داغ مرحوم کے ایک مایہ ناز شاگرد ہیں اور اسید جو سے زبان پراقتی زبردست قدرت ہے جس کا جواب نہیں۔ محاورہ بندی کا کمال نہایت زبردست شوق ہے۔ اور اس میں سوا سے ذوق مرحوم کے شاگرد کسی شخص کو کبھی اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کی غزلیں زبان میں ایسی ہی ہیں کہ دوسری جگہ ان کی نظیر نہیں دو دو گوئی کے ساتھ خوشگونی اور سخن مہمی آپ کا خاصہ ہے۔ غزلیات کے علاوہ نیچرل نظموں میں بھی آپ کو قدرت حاصل ہے۔ لفظ ناطق آپ کی نیچرل نظموں کا مجموعہ عرصہ ہوا کہ طبع ہو چکا ہے۔ عرصہ سے چمکہ آسا کو سیاہی اور سے ایک نگری دیکھی ہو گئی ہے۔ اس واسطے اب اب مہینوں سے یہ ذہن بھی نہیں آتی کہ آپ کوئی غزل لکھیں۔ البتہ اپنے دیوان فالسپ کی جو ایک شرح لکھی ہے وہ بہ تسلسل جلوہ یار میں شائع ہوئی ہے۔ راقم الحروف سے آپ کی قرأت بھی ہے سنہ ۱۳۰۷ء میں آپ سے نیاز حاصل ہوا اس وقت سے آپ کی حاص غزلیات اسی زار کے حال یر مندول رہیں۔ گو اس عرصہ سے خط و کتابت بھی متروک ہے۔ مگر بعد معنوی نہیں ہے۔ آپ ظرافت گو متفہم ہیں کہتے۔ لیکن بعض مرتبہ اس کا بھی اتفاق ہوا ہے اسید جو سے اکثر غزلوں غزلوں میں نظریہ تہرکل جاتے ہیں جنہیں مہذب طراوت کے دائرہ میں رکھا جائے۔ یہاں ذیل میں کچھ استعارہ اسی انداز کے لکھتا ہوں۔ آپ کی عمر اب تقریباً ۷۴ سال ہو گئی۔

اُسے گا تو کیا گول کے پی جا بیگا دشمن
کچھ غیر کو بچا سگے گا انساں و ماں کا
گر گڑ کی طرح رنگ بدلتا ہے بلڑا
پہلے تو اڑے مجھے وہ اکرم سے بس میں
دیکھو تو ہیں ہم بھی ہیں مگر کے ڈالے
اس سوخ نے کچھ ہنکاڑے ہیں ڈالے
دشمن نے تو کچھ بے کی طرح یا زوں نکالے
جب بس نہ چلا کچھ تو کہا صبر جو الے

رنجش ہے جا کالی جا بیگی
دھڑلایا جا بیگا واعظ جھیر کر
یہ مرد کس سے یانی جا بیگی
دختر زکوٰۃ الی حساب بیگی

نکل دل سے جو تو عادی ہیں سچ کو تو الی کا
خدا کے گھر میں ہے کیا کام ایسے بے ساری کا

ہمارے میکے میں محنت کا در ہیں غنا
کہ پہلے ہی یہاں حصہ نکل جاتا ہے قاضی کا

دسترس پاؤں تو دریاں بھی ٹپے پاؤں لہا
مار دوں ماتھو اگر یاؤں کی آواز سسور

مراق ہے یہ جفا کچھ حفا نہیں ہمام
ایک صاحب جو ملا نا کو ہمیشہ دوستانہ لہا
اُن کے لئے ایک شعر کہا۔
یہ مقلد صاحب مشفق پہ چھبتا ہو گیا

موتنا آیا نہیں اوراد نشت لڑا گیا
ایک مرتبہ ماوراں جنگ عظیم میں ایک قطعہ لکھا تھا حکما ایک یہ شعر ہے۔
آتی مثل صادق ہے اس وقت ظالمین پر
ساری اندالی اک طرف جو روکا کھانی لکھی
ناگور میں ایک صاحب تھے جو بظاہر ور دیش تھے باطن کو خدا جالے کر کیا تھا

اتفاق سے مولانا سے اور ان سے نچو بھٹا، باہیں پوتیس اور بڑھتے بڑھتے اعجاب
 نہ سنی نکس پیو بچا۔ اسپر مولانا نے یہ رمانعیاں لکھیں۔

دولت کا بہیتہ ایک تونیں جزو ہی بکت یکہ مشطور نہیں
 لگتی ہیں روز چاندھ کے ٹیر ہر شخص جو انگڑا ہے وہ تجوڑیں

بوسل کی اصل یہ نظر ہے کہ نہیں ناطق کو نہ اس کی خبر ہے کہ نہیں
 دشمن کی کہینیں یہ چہ چکا کما رہا داوی دہر فی تھی وہ اتیر ہے کہ نہیں

نہا رہے حسب خم سے، لکھ رہو ایماں کی مردود نہیں بکھ ہیں لو
 یہ جہ ابو الحسن کا دوسرے کیوں ہے اولاد پریدہ کہ اس لکھ ہے نو
 جسد لوگ تھے کہ آراء رہت کی تھیں سائیں مولانا سے کا دس رکھے لگے۔ مگر
 فوجی لوگ تھے ساہواری شروع ہوئی اور ان سے کہ جگ میں حانیاڑا۔ ملا ناگو
 ایک ہر وہ ملا رہا عیاں کہیں۔

دگوئی سے مانٹ کر کئے ماہر جا۔ وہ تو سا کے مہ میں جاڑے آخر کا
 جس کے لئے اطق بیہ لہو چھوڑا ہو جا بیکے رفتہ رفتہ سا کے فی الہا

سج لوہنے والا آ رہا کھوتا ہے بچا ہر ٹپے رہتا ہے
 سج نہ گزرا کھو تو سج کھر سج ہے سارا دھوڑے کے مھر میں گھوڑا ہے

نہایت سے مراحمہ علی نام تہا بہت کھلے درماتے تھے۔ لکھ کے مہور
 وہ نہ دیکھی کہیں۔ حال ہوا سہا کے ہوا مہر تھے۔ لکھ ماں انما ہا نے اپنے

دیوان میں جا بجا اس کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ میں نے بھی ان کا دیوان دیکھا ہے اگرچہ لکھنویت اسمیں کافی موجود ہے۔ رعایا نے لفظنی کا ذکر رکھ دہندا اسمیں اس قدر نظر آتا ہے کہ اس سے طبیعت گھراٹھنی ہے۔ مگر پھر بھی جان صاحب کے کلام سے ان کا کلام نسبتاً اچھا ہے بعض جگہ حدود اعتدال سے ٹھہر جائے ہیں تو رکنی سے گزر کر فزاحت کی خبر لاتے ہیں۔ بعض جگہ کلام میں ضرورت سے زیادہ پھمکان پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مجموعی حیثیت سے ان کا کلام بہت اچھا ہے۔ انہوں نے کہ اس وقت میرے پاس دیوان موجود نہیں ہے۔ عموماً دو شعر مذکورہ نسخہ سے اور باقی اپنی یاد سے لکھا ہوں۔

اے دو گانا وہ اگلی آنکھ نہیں	مجھے تیری یہ پھر گئی ہے آنکھ
بل ہر اک شخص سے جو کرتی ہے	کسی باکے سے کیا لڑی ہے آنکھ
کیوں لالہ دلے کا تم لبتی نام ہو	میری فخر نہ نام لوجھی ٹری ہوا
محل میں حواہ بادی چھوٹے پٹے	حکم آیا ہے اجناں عالی کا
بھٹے میں ہر کسی کے پاؤں تم کیوں تہی ہوا	بھلا ہے شوق لے لی تہیں جھکڑا کیا
کوبے کیوں لڑیا پھرتی ہو کیا ماموں ہوا	رنگیو کیڑا کے ڈاکو کیا تہیں تہی ہوا
س پٹے ہٹا سا ہلا پونٹھے بھاتا نہیں	ہو گیا نوا در ابھی سا را نہیں
شمع جلناؤنگی میں	حوہلا چاہتی ہے کر مرار پور پیدا
کسی ہے اگلی ہی گھربار سایا اس نے	کرتی کیوں اپنے بیٹے ہر تو ہستان بنی
بیاتیاں کھولے حورانی علی آتی ہو	اجی ہسوتی ہے مٹیا نہیں ترمانی ہو
مانی ماموں کہیں ہوئے دیکھو ہر کھائی ہے	مجھے بھیا کہ لے کر کے کیا مہر ہوٹک رہا ہے
ماتا ہے وہ اندھیرے میں آنکھ واسطے	ایسا نہ ہو مانی میں بادی یہ لے صبح
لے لے کو دیکھ کر مرا جی کللا اٹھا	اے کا سکے نہ آتی میراں آں مار جی

اوپر کے دل سے بویہ کہیں نہیں نہیں
جب مرد واسٹوید دیکھیں ہیں نہیں
مجھ کو یہ قسمت نہیں ملے گی تیری جگہاں
جب نہ جاکر تو جٹنے لگے ہو

نظر - جناب احسن لکھنوی کے بھائی ہیں عالیا مشاعروں میں بہت کم
شرکت کرتے ہیں ایک غزل دستیاب ہوئی جو درج کر رہوں اسوں کہ زیادہ
حالات معلوم نہیں ہوئے۔

لطف آجاسے تو نوٹ سے کر لے جدا
سرحد پاؤں جدا باغ جدا شانہ جدا
بانی کے پیشہ کو رکھتا ہو میں سیما نہ جدا
کھڑی کھاتا ہوں میں ہجکا ہجکا ہجکا
ایکے لوجہ دہی ہے سوئے گا یا نی پھرا
روتی رکھتا ہے لبوس شریانہ جدا
آتی ہے جنگلی کو سرگی عشر غنوں کی جدا
دور ستہ لہتی سے لے لے لے لے یہ ویرانہ جدا
عشق بہت نئے لڑاں کو نہ لایا یا انگلی
۵۰ ٹری ہو گئے ہیں ہو گا دیوانہ جدا
مالی نے کی خبروں پر یہ رکھنا لگے
ٹاکس کی ٹانگ ہو پیمانہ کا پیمانہ جدا
خال کو چاہئے منی سے ہر دور رہے
دیکھ لو رہا ہے غنا سے ہر دور رہا

نظر - شیخہ امجد نام تھا۔ اگر وہ میں سرور و منہ تاج رنگ کے قریب
رہتے تھے اور معلوم ہے سر اور ہمارا کرتے تھے۔ نہایت جلیں وہ ہمارے زرد دل
زیرک تھے۔ سوالی ہی سہایت نوہیں تھے اور سہرے تمام میلوں ٹھیلوں اور
جلدوں میں نہ کہتے کہ تم اور اُن کے بھارت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے
میں اس میں نظیر نہ تھے لکھنے لکھنے لکھنے لکھنے لکھنے لکھنے لکھنے
تو سام ہو جاتی تھی۔ ہر ہفتہ میرے رکھنے لکھنے۔ کرا تے یہ افسانہ اور سیکس میں تھے
کہ شیعہ سی کی تعریف تو در کسار ہندوں سے کئی ربط و ضبط اور غلوں سے تھا

چونکہ مسلمانوں سے تھا اصل یہ ہے کہ ان کا مذہب حکماء یونان کے بقولہ کی مطابق صرف دینی اخلاق اور تکامل صفات انسانی تھا۔ ان کو شیعہ محض اسی خیال کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دوسرے سے شیعہ کی طرح نہجا پر کرام رسول اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعریف نہیں کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں نثار اور مبالغہ کیا ہے۔ مگر بقول شمسہ از مرعوم مصنف زندگانی سے نظیر یعنی سولہ کلامی نظیر ”میاں نظیر حب مرگئے تو ہندو شاگردوں نے جیسا کہ است طور سراں کی بوت پر انہما تاسعت کریں۔ نظیر کے حائر ان کے لوگوں نے کچھ غالت کر لی چاہی تو اُن ہندوؤں نے کہا کہ اگر محالیت کر دینگے تو مانک تہاہ کا حال ہوگا۔ کہ نصیب چار مسلمانوں نے دس کی ہتھی لہند چلائی کئی تھی۔ اس تقریر پر رار اُن نے قریب چیرا دیا۔ اور اُن کو اپنے طور پر پلا مرعوم کی صلح کل کا حراج ادا کر کے دیا“۔ یہ نظیر کا انتقال ہوا کئی ہزار آدمی ہندو مسلمان جمع تھے۔ چونکہ ان کا مذہب اشاعتی تھا بڑی وجہ سے کار حارہ حسب مذہب اشاعتی پڑائی گئی گروہ و کاریں پڑی کس ۶۔ شہر اُن کے شاگرد اہل سنت تھے۔ انھوں نے الگ اپنا گروہ کر کے کاریں پڑھی اور ادرک ہا۔ ان کی یار چہ پارچہ کے اہل ہندو نے گئے نہیں معلوم ہے و شاگردوں نے پارچہ رکھے حلائے کہا ہے کہ ”اردو دستہ ۲۱ ص ۲۸۸“۔ سلطان ۱۱۔ اگست ۱۸۸۷ء اور بقول بعض ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔

طیبر کے کلام میں تمام انصاف اس کی مثال طبر پر اپنی جاتی ہیں جس کو دیکھ کر ماننا
پڑتا ہے کہ وہ قادر الکلام اور جملہ اخصائے ملک تمام رنگوں پر کیساں تند تر رکھتے تھے
نمایاں روگو اور پرگو واقع ہوسکتے تھے بابت ہر شے کی شری اظہار کہہ سالانہ کیسے پر یک
اک ہر محلیات تھی۔ اور لطیف یہ کہ ہر مہر ہر ایک کے موافق اور ہر ایک کے مطابق ہر کی
مشہر ریختوں۔ کھالوں۔ بخاراتوں۔ سیلوں۔ پارگیوں۔ تھالوں۔ عہدہ کاؤ کوڑا

کی بے حقیقتی۔ اور اہل جہاں کے طور و طرق کا تذکرہ۔ دولت۔ مجلسی۔ عیادتیں۔ شہنائی
 بھنگ چرس۔ ایون۔ وغیرہ وغیرہ کے متعلق بڑے رپر دست نطیس آن کے یہاں
 ملتی ہیں۔ ہمارے وول کے ہوار۔ دسہرے۔ ہولی۔ دیوالی۔ کنہیا جی کے جنم لینے کی
 کیفیت۔ شب بھی اسی خوش و خروش سے بیان کرتے ہیں جس طرح مسلمانوں کے عید
 لقر عید۔ محرم منبر اتنا کا ذکر کرتے ہیں۔ دونوں سے یکساں محبت۔ دونوں سے ایک
 سا رتناؤ۔ دونوں سے وہی خلوص۔ وہی دوستی۔ یا مسلمان اللہ اللہ مابراہمن
 رام رام برما مل۔ لفظوں کی وہ امراط کہ ایک دھارور یا موجیر، مارتا دکھائی
 دیتا ہے۔ مصافی کی وہ ہمتا کہ ستھوار موتیوں کا انار لہڑا آتا ہے۔ ہیل کی
 ساست ایسی کہ کہیں رکاوٹ کا نام نہیں۔ سدن کی وہ جیتی کہ کڑی سے کڑی ملی
 جلی جاتی ہے۔ لہو پرستی اور محاکات کا یہ عالم کہ حب تاج گنج کے روضہ کی تعریف
 ہم پڑے ہیں تو ہماری آنکھیں اس کے ایک ایک نقش و نگار ایک ایک حالی کر
 دیکھ لیتی ہیں جب ریچھ والے کی تعریف نظر آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک قلندر
 کاں چھوڑے سر پر ٹڑسا لیکر مالدے ہاتھ میں موٹا سا سوٹا لے۔ ریچھ کے کئے کی
 کپیل کرٹے اسکو پھار رہا ہے اور ایسے سوٹے سے اسکو سدرا رہا ہے۔ دیبا کی بے لقای
 اور عالم کی بے مٹائی کے استعارے آتے ہیں تو دل کو قہقہے آجاتا ہے۔ کہ رویہ۔ یہ
 دہن دولت مال و اسباب سب پیچ۔ ہم۔ اور ہماری خواہشات لالچی۔ ہماری
 لودہ۔ لودہ ہماری ہستی عین فنا ہے۔ دیوالی کی تعریف یہ دیتے ہیں تو ہماری آنکھیں
 دیکھتی ہیں کہ ورد دھوار پر چراغاں ہے۔ مٹھائی کی دوکائی سخی ہوئی ہیں۔ ٹی کے
 کھلونے پیچھے والوں کی دوکائیوں کی دو طرفہ قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ بھڑکھڑکے
 کھیلے پیچھے ہیں۔ ایسا کی رسم و رواج کے یا سدر و مالوں میں کھیلے یا مدھ
 مانندہ کر لیتا ہے۔ جاری ایسے اپنے اکھاڑوں میں اترے ہوئے ہیں۔ چیم لواتھ

کے واؤں کی آوازیں بلند ہوتیں۔ شوقین مزاج گھوم رہے بازار کی روٹنی کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ بعض بڑے اپنے بچوں کی انگلی پکڑے دکان دکان دکھاتے پھر رہے ہیں۔ تماشائیوں کا ہجوم ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی عرصہ اسی طرح ہر ایک نظم میں جزییات سے محنت کرنا لطیف کا خاص حصہ ہے۔

گو بعض نقادوں کی رائے سے اس لطیف کے خلاف ہے۔ مگر یہ ایک صریح ظلم ہے حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین نے لطیف سے ہتر کوئی شاعر پیدا نہیں کیا۔ وہی ایک شخص ہے جسے ایران کا سعدی اور انگلیڈ کا شکسپیر کہہ سکتے ہیں۔ وہ لطیف جو آج بھول کے نام سے مشہور ہیں جن پر جدید طرز کا انحصار ہے ان کا موحد لطیف ہی کو ماننا پڑے گا۔ لطیف کے انتقال کو سو برس سے زیادہ کا زمانہ ہو گیا مگر انکی زماں آج کی زمان ہے۔ اسکی بددیق اتنی ہی حیات ہے جتنی ہونا چاہئے۔ اسکی تنویری عرل راہی اور دھارسی کا ایک درجہ ہے۔

لطیف کی طراوت اگرچہ ہرل اور بعض دفعہ فواحش تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کے الفاظ و سیالات اسکو لے مرہ اور پھیکا ہیں ہونے دیتے۔ اسکی طراوت میں تصنع اور کانا نام نہیں ہے جس طرح اسکی صوفیانہ لطیفیں ایسی روحانی و غیرہ میں لاحق اور عظیم المثال ہیں اسی طرح طرفیانہ اشعار جس طرح ان کے دستہ اسے طر ان میں آ رہے وہ اور لوگوں کی طرح انہیں تقابلیت کو طرافت گوئی کی طرف آدھ اور محو کرتے ہیں۔ بلکہ طبیعت خود اسکو آگسائی اور طراوت کے وادی کی طرف لے آتی ہے۔ جس کا نمونہ حسنہ سستہ درج کما حاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظریں کی لطیفیں جب پوری پوری لکھی جاتیں تو خاص لطف آتا ہے۔ پاگراں میں سے اسکی طرافت کا انتخاب کم از کم یوراکر کے پیر کرنا چاہئے۔ مگر دونوں صورتوں میں معمول سے زیادہ طرافت ہے لہذا

سہ پہلکا اور کم انتخاب کر کے ہر لیا تا ودا حش کو نظر انداز کرتا ہوں۔

بڑھاپا

آگے تو پر نرادیہ کہتے تھے ہمیں گھیر آتے تھے چلے آج جو لگتی تھی کہیں بہ
لو کے بڑھاپے نے کیا اور یہ اندھیر جو دوڑ کے ملتے تھے وہ اب اپنے ہیں پھر

سب چہرہ کو ہوتا ہے ٹراہا ہے بڑھاپا

عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

آگے تھے جہاں گلبدن اور دوستانی دیتے تھے ہیں سیار سے جھلوں کی تسانی

مرحائیں تو اب سبھ میں ڈالے کوئی یانی کس دکھ میں ہیں جو ٹر گئی اسے جوانی

سب چہرہ کو ہوتا ہے ٹراہا ہے بڑھاپا

عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

ہم بھی تھے جوانی میں سہ عشق کے لوتے وہ کوں سے کلہا ہیں جو چہے نہیں گھوسے

اب آ کے بڑھاپے میں کئے ایسے ادبوتے ہر جہر گئے دم اڑا گئی پھر تے ہیں لڑتے

سب چہرہ کو ہوتا ہے ٹراہا ہے بڑھاپا

عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

کیا یار گیا جسے الٹا اسے رما کرکھیں کہ تھے اپنی نگاہوں کا سنا

حمید ہے کوئی ڈال کے داہا کھانا ہر کھر کوئی کہنا ہے کہاں حال ہوٹا

سب چہرہ کو ہوتا ہے ٹراہا ہے بڑھاپا

عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

رہیں ہیں جسے کہنا ہے کیا لڑھے ہے ٹھہر دیکھیں ہیں جسے کہنا ہے کیا دیکھتے ہے ٹھہر

بٹھیں ہیں تو ہر دم کہاں ٹپٹے ہیں ٹپٹے آویں ہیں تو یہ مل کہ کہاں آوے ہے ٹپٹے

سب جیر کو ہوتا ہے بڑا ہلے ٹھہرا پا
عاشق کو تو اندر نہ دکھلائے ٹھہرایا

نظیر بلبلیں لڑائیں

کل بلبلیں خود دس قابو میں اپنے آئیں اس میں سے دو یک کر کرتی میں دھر ٹھہرائیں
یہ شور سن کے حلقہ دڑائی دانت مائیں کوئی بولا واہ جھرت کوئی لولا دلہ سائیں

سوسو طرح کی دھوپیں اکدم میں کر دکھائیں
اس طرح سے ہنسے مارو کل بلبلیں لڑائیں

دس میں تورو لڑ کر کٹ لڑتی تھیں کہ کٹا حب میری کر چھوڑا پھر تو ہوا ٹکڑا
دلہنہ آئے آگے ٹوٹی چھوڑا اپنا ادا کر کی کسی کی پسلی لٹا کسی کا ہڈا

سوسو طرح کی دھوپیں اکدم میں کر دکھائیں
اس طرح سے ہنسے مارو کل بلبلیں لڑائیں

تھی تیں کی کیشتی جو تھی کو اس میں چھوڑا اس نے لاجم کھا کر تینوں کو دھر چھوڑا
دھڑ بھٹا آکر ان کشتیوں کا کوڑا چھوٹا کسی کا لہجی کھا کسی کا گھوڑا

سوسو طرح کی دھوپیں اکدم میں کر دکھائیں
اس طرح سے ہنسے مارو کل بلبلیں لڑائیں

اک لکری جواری پڑھ رہی تھی مونی کستی میں گھڑی سرنگی اں جیادیں بلداوی
س میں کیے پیچیں اکی ٹپے میں سرخوں کی سب لہجے واہ جھرت اچھی بریہ کے کچھو کی

سوسو طرح کی دھوپیں اکدم میں کر دکھائیں
اس طرح سے ہنسے مارو کل بلبلیں لڑائیں

بہنگ کی تعریف

میں اس سے میں ظالم سوزنگ کے دھڑکے کو ٹہری کی دکھنا ہٹ سونٹے کے سوکھڑے
گرد کھیتی ہیں چمک کر کچھ عیش کے جھڑکے لڑ جھاڑا اپنے نیچے اور سر کو جھڑکھڑا کے
پی عاتھوں میں آکر دو بھنگ کے میاں
جو ایک دم میں تیرا گھر گویا بھیرا ہے

کیوں بٹ بٹھا ہے ڈالے کان میں کھیل
کھول زلف عیش کو اور ڈال بیٹے کا کھیل
خلق میں کیا کیا نیچے ہر سریو نیکی ریل ریل
بھڑکے آسمان عیش بر عیش کی ریل
کو ٹہری سونٹے کو بھاؤں گئے کس قدر کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل ہو گئی اور ڈھیل
مرتد مولاتے پوچھنا ہے اسے سیر زمین
سکے بولے وہ بتائیں ہم تجھے اس کا حق
میری کچھ لگتی ہیں شہر سے دل کی لگن
جائتا باد حلقہ سری ایکے اکے دھار
کو ٹہری سونٹے کو کھا اور دیکھ کھڑے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل ہو گئی اور ڈھیل

اندھیری رات

جسے بیاں چلا اوڑھنے کالا سا ڈھالا
جابلے گئے اور دل کا کھی ارمیاں نکالا
کھل کو اندھیرا، کھی کا بھٹے یہ بھالا
مہر آئینے روبرو کا کیا جوتا کالا
کیا وصل کی رکھڑ ہے کراہات اندھیری
کام آئی رہ، عاشقوں کے بہت ات اندھیری

لوسہ لیا مٹھ موٹا لگ ہو رہے چپکے جھاتی سے لگا چھوڑا لگ ہو رہے چپکے
 سینے کا وہ بھیل توڑا لگ ہو رہے چپکے اغیار کا سر چھوڑا لگ ہو رہے چپکے
 کیا وصل کی رکھتی ہے کرامات اندھیری
 کل یارے اور ہے جوبی مل کے گلالی اور عیش لگے کرنے جو ہو ہو کے تیرالی
 اتنے میں رقیب آگیا لوسہ لگھ سشتابی گر جیاندنی ہوتی توڑی ہوتی حیرالی
 ملائے ہے سب آئی ہوئی آفاتا رہی
 سوتے تھے جو ہم آہیں سے غیر کے کھٹکے چپ چپ گئے آٹھ دلوں میں بچے بلنگے
 ہم ہستے رہے آستے ڈھیکٹے ہوئے کتا ہی ٹوٹا لاخا حال ہو تو پا دے
 چوری کی بھی رکھ لیتی ہے کیا ماحادہ ہری

سشت

حساب بھول کا سر ہولے ہو آئے کھسٹا اور عیش کی لظروں سے بچا ہوں کا لڑتا
 ہم نے بھی دل ایسے نہیں کر کے بختا اور میں کے کہا یا سے اے لکڑ بھوتا
 سب کی تو سسٹیں ہیں یہ یاروں کا سستا
 بختے اپنے گلے میں تو کئی من کے ٹرے ہار اور یار کے گرجے بھی تھے آگ ہون کی تھلا
 آنکھوں میں لٹے کے اٹلے تھے دہان ہا جو سامنے آتا تھا یہی کہتے تھے لکڑا
 روں کی سسٹیں ہیں یہ یاروں کا سستا

برسات کی بہاریں

جو کسبیاں جو انجمن نہ نہیں پرتیاں ہیں سینوں میں لال لگیاں اور لال گیتیاں ہیں
 لظری بھی بدلیاں ہیں لبس بھی سرتیاں ہیں اک لنگ میں کامر بھلی بھی بھرتیاں ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو لو حواں ہیں انکی تیاریاں بڑی ہیں
ہاتھوں میں لال چھڑیاں کوٹھوں پر کھڑی ہیں
اور وہ جو آتے جھکڑی ہیں بڑی ہیں
مسد کو چھیا پلنگ پر چلی ہوئی بڑی ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی اپنے آسائے کراڑ کا چھٹا
کتنی ہے ہنسکے کا درجہ لے یا نہٹا
تسے تو دل بہا را اب ہو گیا ہے کھٹا
ہم آج بھی نہ لے رگہ مرادو پٹا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنوں نے قول بامدعا معمولی دیکھے ہیں
کتنی ہیں تاد ہو کے یوں اپنے آسائے
برسات بھر تو ہل کے سننے ہو جاں پیے
احمق پوچھ لگے اب موتے کو اترے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بھنگ

الہت کے زمرہ کی کھسکی لٹی ہے
یتوں کی چمک سکی کھواس کی لٹی ہے
مسد چسکے لگی آست بھر کا بیکھوٹی ہے
یہ تان مگورے کی اس بات پہ لٹی ہے

کوٹھڑی کے نقارے پر خشکے کا لگا ڈسکا
ست بھنگابی اور عاتق و نرات کا ڈسکا

سجاوٹ و عشرت

یہ بھتیں ہیں جنہی جو کچھ ملیں سو کھا جا
تاس اور مادے میں اک مار بگڑ جا
یالی خیل مت بن دا اسخی کھا جا
اکدم تو اینا ڈنکا مس ماتا کجا جا

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دہس کو
گر مردہ ہے تو عاشق کوڑی رکھ کھس کو

رہ کچھ کا بچا

کہتا تھا کوئی مجھے میاں آد قلسہ وہ کیا ہوے اگلے جو تھکے تھے وہ ہند
ہم آں سے یہ کہتے تھے یہ میت ہے قلد ہاں چھوڑ دیا بابا اکھیں جھگڑے کے اندر
حس دل سے حد سے یہ دیار کچھ کا بچا

روٹیاں

حب آدمی کے ریٹ میں آتی ہیں روٹیاں پھوٹے ہیں بدل میں سماتی ہیں روٹیاں
آکھیں یری رحوں سے لڑتی ہیں روٹیاں سینہ اُپر بھی ہاتھ چلاتی ہیں روٹیاں
جتنے مزے ہیں ست دکھاتی ہیں روٹیاں

نوحی اور ناسکا کی لڑائی

مرتی ہیں ہسیا یہ گزرتی ہیں ڈھڈھو اور قہر حد سے بھی یہ ڈرتی ہیں ڈھڈھو
اے ذرا سہ یہ کرتی نہیں ڈھڈھو کیا سخت خبر پائی ہے یہ مرتی ہیں ڈھڈھو

ایسا عمرے پاس لگے جا سکی جھایو اک روز مجھے گھر سے کلوا یتگی جھایو

سب کھا چکی اب بکھو بھی کیا کھائیگی جا پو دہ کون سا دن ہوگا جو مر جائیگی بھاپنہ

حام گر گئی یارہ آیات بھی آدی گئی ہلی آدیروس کھلیں ٹھالی سے بیگار بھلی

نگیلا - محمد یوسف مام ہے - قدیم وطن ستر جو پور ہے - مگر آٹھ
 رسال کی عمر تھی جب ۱۸۷۰ء میں اپنے نانا محمد حضر خاں مرحوم اور اپنے
 ماموں محمد اسماعیل خاں رنگیلے مرحوم کے پاس جو پور سے بمقام مین پوری
 چلے آئے - یہیں تعلیم و تربیت پائی اور بدہ اپنے نانا کے پاس غری کا
 کام کرتے رہے - چونکہ رنگیلے مرحوم کی صحت تھی اس واسطے شعر و شاعری کا شوق
 ہوا - اور مدتوں تک چھپا چھپا کر شعر کہتے رہے - مگر ابھی تک رنگ قدیم عاشقانہ
 میں شعر کہتے تھے - جب رنگیلے مرحوم کو خبر ہوئی تو وہی اصلاح دیتے رہے اسکے
 بعد ۱۸۷۰ء میں جب رنگیلے مرحوم کا انتقال ہو گیا تو ان کے احباب نے نیکیا صاحبہ
 کو ان کے مانوا کارنگ طرافت اختیار کر کے پرغور کیا - چونکہ برابر رنگیلے کی صحت ہی
 تھی اور وہ رنگ اچھی طرح الیہ راہ کر چکا تھا اس واسطے انھوں نے طالعہ رنگ
 اختیار کر لیا - مگر عوارض حساسی اور افکار خانہ راری نے پورے طور سے ادھر
 متوجہ نہیں ہوئے دیا - پھر بھی آپ کارنگ طریفانہ غنیمت ہے اور دم ہے
 اور معلوم ہوتا ہے کہ اس رنگ کو تھوڑی بہت طبیعت سے ماسکتا ہے

چماچ کلام کا نمونہ انتخاب یہ ہے -

یہ طبعی طبیعت جب بیکار ہے یہ آئی
 اب راہ پر کسی کو تقدیر کھینچ لائی
 پھر کیا ہے پھر تو کچھ بوجہ تہو ہوا ہو کھائی
 قسمت پھر ہی کسی شامت کی کی آئی
 لے لیتے ہر تر پھر کیوں یا سے صحت سائی
 جب ایک کا بھی تھے مطلب میر پھلتا

نہ اک تھے چھپا کر رسالت میں نہ رکھو
دشمن کی آگ انہو دشمن کو بھوکہ دے گی
اب تو مزاج دشمن ٹھیلو نہ چل رہا ہے
اُن کے دم قدم کا اسیا میں شرف ہے
سے شہ سے کیلے تحقیق ہے سلف سے
جو ہیں بھلائی بیتہ کرے میر مرانی

پہر مچا نہ نصیب سے اگر تو ہو جاے
ماں تو بے ہے کہ اک چھو میں ہر دو بولے
دام تر دیر اگر رفت پر برد ہو جاے
اس بھور حال میں بھر الہی الہو چاہے

سوا وعدہ بہت روایا میں غم نہانی
چکیدل بے عمل بکا ہے اسے ارمیانی
عیال تھیں مسلمان میں کبھی اسلام کی تیاں
ہر شکل کا ماذا آسانی کا سچو لینا
کہیں تدبیر کی تو فریادیں میر تاجستانہ
تسوا وعدہ ہوا یہ اہم نام دشو رہماں
کیلے دستہ مارک کی حوا گلی ہاتھانی ہر

رہے دالاس سر اہوا بے مسکن میں ہے
پٹا کی خاطر سپاہی سرکھٹ ملیں ہے
نہ سوا ہی کا ہر جا ایک سوا ہی کا کمال
خون سر شگردش آیام سے کترن تیرا ہے
ماں لٹے کے ہر دولت تو کسے دامن میں ہے
صرف اک راز حسی جو ہماں اس میں ہے

سوجھ پاؤں یا سے یار کا بہن میں ہے
 ذائقہ کچھ اور کچھ کے دودھ کی کھڑی میں ہے
 عفو کا دریاں تھیں رشتہ سوزں میں ہے
 جنس بہتی کا ذخیرہ گو مے دامن میں ہے
 جو نکیلے یار کے سنبوڑے بدین میں ہے

اپنی اھوں کا استعصیں لیوں تو
 شیر باراری کی کھڑی میں خزا تو ہے مگر
 ہے مری فرد حطا اللہ کی جوت کے ساتھ
 چلنے بھرنے میں ہیں محسوس ہوتا کچھ نکلاں
 لہ میں سکتی جہاں میں مٹھانی کی مثال

سیام طیت میں تمشیر مارا دوا رہے ہے
 چاکرا ای جھاڑو سے نہیں صیا دہنے ہے
 لہرے دور عباقی فص آما دہنے ہے
 تو اپنے کھیت میں کچھ روز میرا کھا دہنے ہے
 مرے دتمس کے پیے کو تلی میں گا دہنے ہے
 کیا اسکا تدارک اسے مسیحا دوا دہنے ہے

یہ بیدر بھبکیاں یہ ظلم ہے میا دہنے ہے
 جس میں جاز نکلوں سے ہما ہوشیاں میرا
 رہے تو دیکھنے کی آئے میں لپے ہوتی میں لپے
 زیل اپنی اگر گواں کر یا چاہتا ہے تو
 مجھے ناٹنی قطرے اگر دینا ہے لے ساقی
 اگر جاتا رہا تو بھر کھانا کا مرہ جھٹکا

اس ادا کے بھیس میں کھڑے میرا رہے
 یہ تو ناٹنی خانہ کا اک مہر لہ میا رہے
 بے حیا کھی کیسی کبی سے حیا تلو رہے
 تو ستارہ علم کی نقدیر کا دمار رہے
 یہ سرکائی خیال کا ٹیلہ کھی موٹر کار رہے
 دوستی میں دسمی کا کون سا دوا رہے
 کرتے کا کرنا ہے اور تلواری کی شوا رہے
 ایک ہے محروم دامن ایک شام رہے

مورم کار سا کمر میں ناٹ کی دستار ہے
 بہت بھگھس آئی بہت ناٹ کی بے کار ہے
 جار میں سگا اسے ہو جائے میں کب عاب ہے
 یہ اگر سچ ہے کہ تملہ علم کی صبا رہے
 لہ جواں اس کا بھی بڑھایا ہے میں ہمارا یا رہے
 نیار کرتے وقت تم کیوں کاٹ کھائے ہوں
 یہ لبادہ ہے پرانی چال کا اچھا لاس
 فرق اتنا ہے مرا کرتہ ہو یا کرتی تری

بائس کا ڈنڈا رانا یا نیا جیسا بھی ہو
یہ میرا نا اور بے لیسنس کا ہتیار ہے
کال بر دھرتے تھے تم تو ہاتھ ذکر غیر پر
زیر داس اس یہ کس کا تھک گوار ہے

آباد ہے آلو سے ہر قبیلہ ویرانہ
ہر ٹھوٹھ لستیںس ہے ہزار ہے کاتنا
حرکت کا تری صدقہ سے لہر تن متانہ
ٹھلہا کا ہر اک ٹکڑا ہے عیترت بیجانہ
ساتی کی عنایت سے ہر مست حرابی
ہے رقص سرور میں سر بر لئے میجا
دیا میں زمانے کی مردانے کی ہستی ہے
آئینہ زمانہ ہے تصویر ہے مردانہ
بوہل بے گلگوں کی ہے شیشہ قارورہ
ہے اب تو چڑیل آہیں گھر تھا یر بجانہ
کوئی بھی شہادہ حسرت رہی ماتی
لٹیا ہ ڈر دیا ہے ہمت مردانہ
حس طرح کمبوں سے رونق ہو مکلو کی
آباد کیلے ہے یا جان سے یا خانہ

دیکھو رہتے ہو کھلے سداں ہست تم دیکھو
گر دگماہ کوئی دیکھو لٹو ہو جاے
اب طویں میں نہیں آپ کے ٹانگن کوئی
آپ کے کھیت میں پڑتا ہے جو گھبرا کوڑا
بے تلا بھرنہ رہے کوئی حکر کا ٹکڑا
اسکی گرمی سے سنکر قد نہ آلو ہو جاے
ماوک باز اگر دیں ناز و ہوجاے

بیٹھا ہے برم یا میں دتمس چچا کے ساتھ
بے شرم ہے جلیس ٹیسے بے چلکے ساتھ
دتمس کو کہہ متقی سواری یہ باز ہے
مسگی ہوئی ہے جب سے کھٹی ٹکڑے کے ساتھ
صحبت سے ہاری یاؤں ہوا ہوا آگیا
تساہد رہے ہیں آپ کی سیل یا کے ساتھ
اگ داغ دے کے چھوڑ دیا اسے غیر کو
اب اور کیا سداں کرے بے چلکے کے ساتھ
ہے یہ بھی اک ہوا کہ زمانہ ہے آپ کا
دنیا بھی آپ کی ہے مگر ہے ہول کے ساتھ

ہٹتے ہیں ساکتہ کو پہ تو ہی ہے اپنی نظم کی تقریب میں کچھ عمارت بھی درج کی
 ہے دو مائی ڈر مسٹر او دھ بیج - گڈ اینگ قرآن شریف جیسے آج کل کی نئی
 روئی کے محاورہ میں الگراں کہتے ہیں اس میں یا کم سے کم سیل کے ترجمہ میں اپنے
 بلا خطر عرایا ہو گا کہ شعر اور کی شان میں حدود عالم نے فرمایا ہے کہ یہ تو میدان
 میں بیٹھتے اور سر رات بھر تے پھرتے ہیں (اللہ صوفی کل وادھیموں) اتفاق سے
 مجھے ایک شاعر کی یا ص مل گئی جسکی نقل (اب مسطور) کے ساتھ ہے اس سے
 ظاہر ہو گا کہ یہ کلام بھر نظام کس قدر سچا ہے۔ میرے خیال میں ان خیالات پر
 سے زیادہ کوئی سے اس کی تصدیق نہیں کر سکتی۔

یہ سچ ہیں ارم اب جئے جاے ہا حو کام نہ کرنا تھا کئے جاتے ہیں
 ازم تھا کہ دریا وہ روتے بیٹھے اس میں وہ آئینو ہی رہتے جاتے ہیں

مرے مری بگڑی چل رہی ہے رماں وقت کی ہے بڑی چل رہی ہے
 پکھٹ پکھٹ میں اسکی کوئی ذکر تھی یہ شمع کوئی پڑی چل رہی ہے
 لکاتی ہوئی یا کھٹا میں ٹانگے اگرچہ ہے سوئی چڑی چل رہی ہے
 سہل سے ریت کی خوف اسکو ہے کد اور اگرچہ چڑی چل رہی ہے

کر یا ستاے پکا پلاؤ جو تے نہ بڑے تو ہو کھو بلاؤ
 کر ہا ستاے پکے ہیں آم ہو یا س بیسیا تو لو مجھے دام
 کر ہا بچنا - نہ پکے ہیں سر کھلانے میں ان کے کو دم ویر
 کر ہے بچنا - یہ کی کجور بلا تے ہیں کھانے میں شکو جھو

کر یا نہ بخشا ہے سیکے کہا ب
 کر یا نہ بخشا ہے سیکے کھٹل
 کر یا نہ بخشا ہے پکی ہے وال
 کر یا نہ بخشا ہے پکی ہے مان
 کر یا نہ بخشا ہے ٹوٹی ہے ٹانگ
 کر یا نہ بخشا ہے ٹوٹے ہیں ہاتھ
 کر یا نہ بخشا ہے پھولی ہو آنکھ
 کر یا نہ بخشا ہے ٹوٹا ہو سر
 کر یا نہ بخشا ہے دھونی ٹھٹھ
 بلا تے ہیں کھانے کو کھولوا ب
 اسے کھا کے ہو جاؤ گے م ائل
 اسے کھا کے ہو جاؤ گے کنبہ یال
 گئی واسطے جسکے مرغی کی جان
 گزر کرتے ہیں در بدر بھیک مانگ
 نہ جو سنگ میوی نہ ٹیکے ہیں ہاتھ
 ملے رکھ کے روٹی نہ آلو کی بھانگ
 کوئی اسے ملے ملے میری سر
 مری عمر دما میں بوہی کٹی

مداریم غیر ار تو میرا در س
 نگہدار ماما راہ مطا
 راں تا نو د در دہاں جا سیکر
 حبیب ندا انتہا ب اسیا
 سوار جہاں گیر کیراں راقی
 جیل سال عمر غربت گرت
 نہ ہا ہواؤ ہو میں ساحتی
 مکن تکیہ رہر ماما تدار
 دلا ہر کہ بہنا د خوان کرم
 مرا آسے ٹیکے سرگے کار س
 کرنی ٹھکڑ کھانے کا رستہ تار
 کھلا مار کر دھکڑ روٹی ہمسر
 پڑا ٹھکڑ دھکا مرا آم کا
 کھلا دو ٹھکڑے ایک رتیں ملای
 یہی ہے تری انکھ سرگرت
 ہاتھ نہ نظر تا کٹی تھا کٹی
 بین کوٹ پتلون چمیکتا بار
 میں اسکی پاکڑا میں ام دوم

لومہ غلام سر بہ خواہا آیا
 سر بہ احساں بڑا ہائی کا

یہ بھلا کیسی ہے
یہ بھلا کیسی ہے
یہ بھلا کیسی ہے
یہ بھلا کیسی ہے

ہدایا مہربانی قمر میں سیری ہو
شعر لکھا ہوں نگہ لیتی ہیں کڑی کوئی
یالی تھی ایک میں نے جو کتیا چلی گئی
مشہور یہ غلط ہے کہ فضا چسلی گئی

نوائی۔ بابا سلطان قلندر کے نام سے مشہور تھا۔ شاہ عباس
ماہی کے ماہ کا ایک طرف مکتہ سخن شاعر ہے حیدری خانہ چار باغ کا مکتبہ
اس کی سیر و تھا اور اسی میں اسرا و قات کرتا تھا ابابظہ بطریق تنوی
دیکھا۔ رہا میں دیکھا گیا اس کے نام سے مشہور ہے۔

خوسے در میان مکہ دستام
ہر تخیل مال کسب ہنر
بے سیر کرد و بیچ نیامت
چنگہ راہ او یہ نہ رسید
ار کرار کرد انارے
چوں بخور و نشست لی شہر
مدوی چوں تنہید بے طعام
داد او را جواب و کھمت کہ
گفت میں چاکر سرے توام
کسب اسباب می نمود مدام
از صحر جنت لست سوے سفر
از سوے مکان خویش تنامت
تا یک دورہ اروط رسید
کہ در و لود یغنی دماے
عوبے در رسید ماہیہ گرد
میں رفت و ستادہ کردہ سلام
میں میں ایستادہ بہر جہ
دستا یہاں سے ار برائے توام

گفت از میل من خرداری
گفت چون ست احمد آن بزم
گفت از فضل و جنت یزدان
گفت چون ست مادر احمد
گفت چون ست قصر و ایوان
گفت آن قصر و کاش و ایوان
گفت چون است آن سنگ بر من
گفت او خاک است نه نیست
گفت آن ماکس تر چون است
گفت ما و که در استخوان
چون عرب قصه را شنید تمام
خورد و خندید آن که سیرگشت زان
مدوی چون خست او دید
ما گمان دید که کاره دست
مدوی چون دید آه را
چون عرب آه دردناک شنود
گفت اریں بود کای سنگ در نو
آه و ک را می گشت که من
گفت ای فلک آن سنگ چون مرد
گفت چون شتر که رجعت بگو
گفت کنند انتر سره ات
گفت ای وای روح ام چون د

بدوی و جواب گفت آری
که ره چرخ کباب شد حاکم
باغ حسن است خرم و خدا
گفت صد چون برابر احمد
که غمش بر فلک شد افغانم
داغ رشک است ردل کیوان
که بود در تیر بر سر من
رو و شب با سان حال تست
که غمش دلم چون چوین است
که مسادی است طیت اگوها
مادل جمع کرد مسیل طعام
بدوی را داد و دست اسان
هر چه دارد در دهن می پیچید
آهوی در رسید و تن گرتست
ار دل حسته جنت آه او را
گفت ما و که آه هر چه بود
گر نمیکشت صدقه سر تو
که ازین دست حال در میر
گفت ای که چون شتر مرد
حاکم شرف من که بخت بگو
که دهن آتش هم شتره ات
رشت هستی حیا کاکل پیرد

گفت اربک کہ گفت سرزمین از غم فوت احمد مسکین
گفت اسے واسے چو گشت شام گفت قصرش بہ سرفرد آمد
چوں حرب قفسہ فراق شمشید خاک سیر فشا بد حاتمہ رید
لعدازاں را خیل خویش گرفت مدوی ناں و گوشت پیش گرفت

نوح حافظ محمد لوح نام ہے۔ ارہ صلح اکہ آباد مولد دسکن ہے۔ آیتہ ماہ
موجہ دہ کے ہایت مشہور و معروف شعرا میں سے ہیں۔ دواع مرحوم کے
شاگردوں میں نہایت معزز مائے حاتمے ہیں۔ زمان ہایت عمدہ کہتے ہیں۔ حجاز
سدی میں اتنی کاوش کرتے ہیں کہ مشکل سے آپ کے یہاں کوئی شعرا اس کے
بعیر ملے گا۔ ملک نے مسرور مشہور شعراوں میں آپ ترکت دواتے رہتے ہیں
نہایت خلیق اور زندہ دل ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کافی ہے
آپ کے نام کے ساتھ ناخداے سخن بھی شامل کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ کہیں
سے یہ خطاب ملا ہو۔ حضرت دواع مرحوم کی جالیٹینی کے بھی آپ مدعی ہیں
اور اگر زمان و سلاست کے اعتبار سے آپ کو دواع کا جالشیں کہا جاے
تو اس کے کہ چند دوسرے زماندان اور کہنے منقشاگردان دواع کی حق
تلمی ہو اور کوئی حرج نہیں ہے آپ کے دو دیوان شائع ہو چکے ہیں اور اطراف
واکناف میں پھیل چکے ہیں آپ لغت طبع کے طور پر اکثر نظریاے استعار بھی فرماتے
رہتے ہیں جتنا بخیر سعیدہ نوح کے آخر میں کچھ نظر لیا۔ کلام دیا گیا ہے جس کا انتخاب
لکھتا ہوں راقم الحروف کو بھی ایک دمرتہ آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا اور
آپ کی دستخونی و نیک مراجی کا معرف ہو گیا۔ آپ کا طریقاہ کلام اب کے اتنا
میرا ہوا ہے۔ اگر تا اس اتنا کلام کو ہایت جس دستخونی سے سہا ہے تو کلام

ہے ۔

یہ جو ذرا ہنس ہے کہ ہم راحت ہیں
میر کر سی نہ پگڑت کیک لوس
بولسا ہر شخص سے کم بیا ہے
گھر میں تصویر دن کا اہم بیا ہے
حسم صی کچھاری طر کم جی ہے
نظر نما قوڑا مادم حم جی ہے
اور اگر دوسرے ہو کچھ واسطی
کیسی عفت اد کی کا بی
ایک کھوڑا ایک ٹم ٹم جی ہے

آج ساتی تجھ کما یہ جسٹ یر داں ہوئی
معجوں کو دایتوں کی وضع داری جی ہے
پیلے خود لڑکی تھی با، ول کبیرا کی لڑکی
مادہ خواری کی نگاہ شیر خواری جی ہے
دودہ دانی س گئے ساحر حد کی سار جی

خیم کی سورت حام کی چیلے سے ساری ہو گیا
بیٹ اسکا اور اس کا پا بودا بھار بھگ گیا

لوگ کہتے ہیں طلاں صاحب کی لڑکی ہوتی
ہم یہ کہتے ہیں نلاہ صاحب آٹنی رے ہوتی

اسی وہ کہتے ہیں لی لی کہتے
کم بھی ہو کوئی حزن تو کچھ نہیں
ان سو کہتے دیکھی کہتے
کھائی کہتے کھٹی کہتے

حضرت حج ہیں مست عس
غرض اعلیٰ سے مل گیا ادلی
جوت ہے پیر مغاں بہت گھوس
عطر تر ما گیا لادڑ سے

یہ اچھے رُسے، حکم انجام دیتا ہے اگر کوئی اس سے ہوتا تو کتا کام دیتا ہے

کتا ہے کون ذرِ رقیق جیسے کہ خور و کی مار کھا کے سعادۂ فانی ہے

خور و کیف اس کو بڑا دیتا ہے تو ہر ضعیف آسروں کو طلا کی ہے
مائل راج کیا ہو کسی اور پیر پر مرغی راکھ ہی منع بھی ہو کہ نہ ہو

سیرِ طبع رسا وقتِ مہار کتا ہے عمر میں ایسے حسرت سے بھی سوا داماد ہے
عہدِ بوریسے کا ہر اکچھو کر کی تہِ نام کو مل گئی اچھی بلوری مرغی سے ہر کام کو

آج دیتا رخصت شدہ گئی سرِ رائے طور سے ڈھانڈکا گیا

کیونکر سے گئی تہ سے لیلٰی کی رسم و راہ موٹا رہا ہے وہ ماس یچھوٹی سی کیس ہے

اگر انا کے صلے میں، ویر گئے ہیں ایکسا کا نام کڑا ہے ایک کا نام کراری اں
روہوں پر کے والوں میں لڑائی ہوئی حضرت لورج نے یہ شعر لکھ کر دیتے

ہزاروں دوستی ہے ہر وقت و جا رکھا پھر ہوا ہو لو با اپنی سنگت چھلایا
سجادتی لڑائیں اس کی سائیں اں کا ہت کڑا ہے اکی ہنگامی

کیا لطف میل دل میں کیا آل میل میں مدد و قی کی صفت نہیں ہوتی علیل میں
کرتے ہیں میر جس میں جاپی ستاویاں وہ عطر کو ملا تے ہیں مٹی کے میل میں

ساہے اب اخلص یہ تورو احسانِ نبیہیں
یرائی مد شاہی کے لئے کٹاؤں ماگ ایسی

شے دل میں یہ کیکر لٹا یوں کسا تھے ہیں
جو تم ہوا کی پوتی ہو تو ہم آدم کے پوتے ہیں
تھوڑے مسلمانوں کو ہے لہلہ کی مسجد کا
عرب کے تم کو یورپ کے سیکھے ہیں ہوتے ہیں

اس میں تیریں دہں کی گھنگو
محکمہ انگریزی مٹھائی ہو گئی
چہ ہی تعلیم کا یہ انقلاب
اپنی لی لی تک یرائی ہو گئی

نئی جوانی میں جو میلہ نان پاؤ
وہ ضعیفی میں ملائی ہو گئی

لوری۔ ملا حسین شاہ نام تھا۔ مستند کے رہنے والے تھے۔ عالی مرتبتی
کے ہمس اور ہم گرم تھے۔ اکبر متاعوں اور مظاہر حوں کی صحبت گرم رہتی تھی۔ لوری
نہایت طریب الطبع اور بڑے سچ واقع ہوئے تھے۔ مگر اتفاق سے ہایت بد صورت
تھے اسکی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اُس کے دانت اس قدر بڑے تھے کہ دولوں ہوٹوں سے
گزر کر کھوڑی کے قریب آگئے تھے اور اُس کی صورت کو عجیب و غریب بنا دیا تھا۔
اسی وجہ سے لوری دہلانی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ صادق علی خاں اختر نے ایسے
تدکرہ عالمات میں دہلانی کی یہ توجیہ کی ہے کہ دندان قوابع خراسان میں ایک
تصہ ہے۔ مگر یہ صرف توجیہ ہے لوری کا کلام ضائع ہو گیا صرف یہ دو شعر تذکرہ
میں ملتے ہیں۔

دھیپے است کہ بعد اوقات میں یاروں
کنند لوح مرارم بہر دود وندام
سحرن جگہ نہ تم مین خلق کیں دو نیم
سیکد گر نزد گر بلب رسد عالم

حرف واد

واحی۔ مولوی عبدالاحد امام تھا یوسف پور تحصیل محمد آباد ضلع
 ہماری یور کے رہنے والے تھے۔ آخر عمر میں اپنی اہلیہ کے تعلقات درستہ
 داری کی وجہ سے خود بھی دہر پور تحصیل رہنہ میں جا رہے تھے علمی قابلیت
 سن کا فی بھی حاصل اس استعداد رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا حداثہ
 سہ سے شوق تھا۔ مگر اتفاق سے طبیعت کو ظرافت سے لگاؤ تھا۔ وہاں
 تخلص کرتے تھے اور اسی رنگ میں شعر کہتے تھے کچھ عرصہ تک یہ مشغلہ اسی
 تخلص کے ساتھ جاری رہا۔ اتفاق وقت کسی ضرورت حاصل کی وجہ سے
 اسم اندامی شاعری کے زمانہ میں آپ کو دہلی جانے کی ضرورت پیش آئی اور پویل
 سفر کے بعد وہاں گئے دلی کی رونق اور آب و تاب اس زمانہ میں جو کچھ تھی اسکا
 مایا کرنا ایک امر تحصیل حاصل ہے۔ مگر یہ کمنا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں
 دلی کے مشہور معروف شعراء غالب مومن ذوق سنیقہ مہمانی وغیرہ رہے
 تھے دیارے ادب میں ان کے فصل و کمال کا ڈھکا بچ رہا تھا۔ یہ ممکن ہی
 نہ تھا کہ کوئی ادلی ذوق رکھے والا آدمی وہاں جائے جامع مسجد ہماپول
 کا منظر۔ قطب صاحب کی لائٹ دیکھے اور ان سرگرمیوں کی ریا رت کو نہ جائے
 بلکہ اکثر متوقیں پہلے انھیں لگوں سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے جانیچہ وہاں
 جب دلی گئے تو سب سے پہلے اسے ضروری کاموں سے فراغت کی اور اس کے بعد

مینہ یو پھینچے یو پھینچے مرزا غالب کے مکان پر یہویکے مرزا غالب نہایت خلوص اور محبت سے ملے۔ اور اپنا کلام سنایا۔ اور کہا کہ سب تنکوں اس مرحفہات کا اشتیاق اتنی دور سے ہمارے تک کیسے پہنچ لایا۔ لو میں بہ کہو کہ یہاں سکتا ہوں کہ تم خود کچھ نہ کہتے ہو گے سا و صر و رسا و۔ اہوں نے بھی اسکا رسا سہ سمجھا۔ اور وہی کلام سنایا۔ مرزائے تخلص سا۔ تو پہلے کچھ ہر گاہ۔ اما از سے ہنسنے پھر کہا کہ کیا تخلص رکھا ہے واہی۔ تہا ہی مدلو۔ اس تخلص کو مدلو۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حصت میری عمل کی رسائی تو ہیں تنک بھی اب آپ ہی کچھ بخیر کیجئے۔ مرزا تو ایک طراست مجسم اور دکاوت کا تیلانے۔ ادا سے تکلم اور انداز گفتگو سے تار گئے کہ مدلے کے لئے نو یہ میری خاطر سے بدل ہی دیں گے۔ مگر شاید دل سے نہ بدلیں۔ دوسرے یہ سوچا کہ ان کا کلام بھی اسی واہی تخلص سے مستہر ہو چکا ہو گا۔ اور اسکو اس طرح بدلنا چاہئے کہ ہماری مات بھی بجا ہے ان کو رحمت بھی نہ ہو ناگوار بھی نہ کرے۔ جمایو کہسے لگے کہ اب واہی تخلص رکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ اب تخلص کا مرتبہ رہیں سے آسمان پر یہویکے گبا اتفاق سے کچھ حصہ تنک مولوی صاحب دہلی میں مقیم رہے اور مرزا کے ہمارے برابر وراہ آیا جایا کرتے تھے۔ انھیں دونوں میں مرزا صاحب نے یہ عمل کئی تھی۔ آئینہ کیوں نہ وول کہ تمنا کہیں ہے ایسا کہاں سے لاؤں کہ تمنا کہیں ہے

مرزا صاحب نے یہ عمل ان کو بھی سانی۔ سلیکے تو ان سے کہا کہ ایسے رنگ میں تم بھی اس میں عمل لکھو۔ اہوں نے پہلے تو اسکا کیا۔ کہ اساد کی عمل پر عمل کہا سو وادب میں داخل ہے۔ مگر مرا کھلا ایسے مدروں کے ماسے والے کہب تھے وہاں تو ہمیں سے غرض تھی کسی طرح سے ہو۔ گھڑی بھر کے لئے دل ہل ماسے سے مطلب تھا۔ کچھ ہو کہو صر و رسا۔ مولانا نے بھی الامروق الاوہ باکو ملحوظ اٹھا رہا تھا۔ ان کے لئے یاغ سات شمر کی منزل کھی ہیں دلالت کے ساتھ پکڑا۔ ڈیڑھی ان تھا

اس کے بعد معافی مانگ کر سانس کی اجازت لی۔ مرزا نے اجازت دی۔ انھوں نے غزل سنائی۔ مرزا نے داد دی اور فوراً ایک شعر جو دکھایا کہ یہاں دایہ تفریحی تو تھا راہی ہے دایہ بھی نکتہ ریخ اور ادافہم تھے سمجھ گئے کہ یہ راز صاحبی کا عطیہ سلام کیا۔ پھر اسی غزل میں شامل کر لیا۔ شعر یہ تھا۔

عیاشی سیکھنے کے لئے نکلے گا چپڑے
رٹا دے گا وہ چپڑے کیر دیا کہیں سے

دایہ مرحوم نہایت شرح طبع نظرین قابل اور قادر الکلام شخص تھے۔ آئندہ میں مولانا شاہ عبداللیم صاحب آسی عاری پوری سے تھے۔ تیس بہشتی شخص اس وقت سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ صاحب سے اس کا لڑکھاپن تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ انھوں نے یہ بات ایسے دہرائے کہ اس کو اپنا استاد اور رہنما سمجھا اور کسی سے سامنے نہ گئی۔ ان کے ہاتھ میں تھیں کتا۔ اور یا اللہ ہمارے ہاں کہ احباب اس وقت کی طرح لیا یہ شعر کہادہ انھوں کی غزل میں شامل ہو گیا۔ دایہ نے کافی عرصہ تک اس کے ہمراہ رہا۔ دہر مرور اشتغال کیا۔ آخر عمر کا آواز دھنسا دیا۔ کچھ ساکت ہو گیا۔ دایہ کی طبیعت کا جوانی نہ تھا کہ تھوڑے عرصے میں کلام مولانا سے۔ حال اندر مادہ چھڑیں کہ رٹا دے تھے جو کہ دے با بے زادہ ہوا کہتا ہوں

بیراہی فریب ہے لڑا کہیں سے	السا چارو سیہ ہے کہ کر کہیں سے
آکے طوفاں جو درہ بے قلمہ لایا	ساری دیا ہو دیا با اگر گل مرتے
دایہ کے گور سے پھاڑا ادا لایا	درا کہ مہا کہ مہری کہ کھانا ہلا
ہل دیکھا پھر ہو کر آگے گیسر سے دراز	انہی دہرے آگے ہو گیا سو سے بیل بوتے
سہل کیے اچھے قطروں کا سلسلہ کھلا	کہیں رہت ہو گئے تھے ہی کا کل پور
جو پڑے غلوں میں ہے قریح اسبق سے۔ نہ	ناوہ لایا کہ دایہ۔ ناظر اوسے
تھرا دایہ کو کھانا ہے وہ آٹا ٹیلہ۔ یہ	کایا دے چکا کہ اسیر۔ قابل ہوئے

علم کی ہو گئی ہے وہ بھرار
ہیں برابر شریفیت اور چار
بی اے کرتے ہیں صوفیہ کی کلا
ایم لے عین چاروں میں اچار

صحت میں اپنی ایسے بزرگ پایا کہ ہیں
بنو اس چیس گے خود وہ پس کیسے پنا ہیں

واہ ایک محبوب الہام تخلص ہے جن کے یہ دو تین شعر میرے من نظر ہیں
ہمارا حط لے جاتا تھا اور صید کی گھڑی
کہو تو کیا تھا میرا ماہہ برالو کا بیٹھا تھا
درامیں بھی تو س لوں کیوں مجھے غصہ سے اٹھایا
یاخا تھا۔ نہ گھا تھا نہ کا تھا نہ مکتا تھا
ہا یہاں سے بیجانہ میں آیا کل کے اعط
بعل میں پوریا تھا کان میں سواک تھی ٹھونکن
نہ لیلی اُن کی مانی تھی نہ محلوں میں لڑا داتا تھا

واہ - وحید المحسن نام ہے - اکسار ماہ میں کینک کالج لکھنؤ میں تعلیم پاتے تھے
زیادہ حالاً معلوم نہیں ایک عربی کے چند استعار مل سکے -

کبھی دیکھی جو صورت مسیح کو اس وقت چار کی
ہمارے یار کی ماہ صا اک ہترانی ہے
کھائی دور سے ارماں کی کٹھری پڑھ کے محو کی
شاہت جیہ ٹی آنکھوں سے تھی پورے ہی ہائی ہے
حد در حد سے مجھ کے ایلان میں تو اس کے
مٹا کر وارڈ ہی دیکھیں یا شارتے ہنر، اکا
وہ تھلا کر سبھی کچھ کھول دے ماتہ کی جسے
لدا بھرتا ہے داں بھرتا ہے کی ہواں آس میں

للا کھانا نہ یا فی ہم لے دں بھرتا ہے ہی بھانکی
صفا کی رو کر رہانی ہے اگر کوے سامان کی
کبھی لیلی سہر میں پردہ مجھ سے گر جھانکی
ہوئی ہے گرم مار رہی ہی ماتہ ٹیاں کی
سری حالت ہوئی ہے بحر میں جوں کی لیاں کی
ادھر قصور میرا تھا ہے کالج کوے حاماں کی
حد در حد سے زماں اس کل ہی ہر مہر ٹیاں کی
کر میں کیا یار کو جھپٹا ہے عادت ہو گھڑاں کی

وجود سید محمد علی نام تھا۔ نارس کے رہنے والے تھے۔ ہزل گوئی کے متاق تھے۔ شاگردی کا سلسلہ صاحب قرآن تک پہنچتا ہے۔ صرف ایک شعر اس کا گلستاں جس میں ملتا ہے۔

رکرنے حرف میں جب جھکایا
متوں کی سند گئی گویا ادا کی

وجہ اہمیت۔ آپ کا نام وجہ اہمیت جیسا ہے۔ جیسا کہ صلیح مطہر گر کے رہنے والے اور ملکات کے مشہور ادیبوں میں آپ کا سہا کیا جاتا ہے ۱۹۱۷ء سے شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اور اشداء وہی قدیم روش اختیار کی۔ مگر استاد زمانہ کے ساتھ جیسے جیسے زمانہ کا رنگ بدلتا گیا۔ آپ کی طبیعت قدیم طرز قریل سے متغیر ہو کر جدید رنگ کی طرف کھینچی آئی اور سمجھ لیا کہ طرز قدیم کی شاعرانہ دنیا سے کم نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بات اہل الامراء واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔ مگر ہر چہ آپ کا عقیدہ یہی رہا۔ ۱۹۱۷ء کے بعد قومی انقلابی اور طریقہ رنگ کی طرف توجہ دوائی۔ اور اس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کر لی۔ حاشیہ ۱۹۱۷ء میں آپ کا مجموعہ کلام شائع ہو گیا۔ وجہ اہمیت صاحب ایک قابل دہریہ اور طماع شخص ہیں زمانہ اردو سے آپ کو خاص محبت اور خلوص ہے چنانچہ آپ نے رال کے بارے میں ایک ہایت سارک اور تحسن کو سمن کی اور ایک رسالہ لکھا جس میں لکھنؤ اور دہلی کی زماؤں کا فرق دکھایا تھا۔ گو یہ مختصراً ہے لیکن اس میں بعض اہل انصاف مافی تھے۔ مگر پھر بھی مستقلاً اور مجموعی حیثیت سے وہ ایک ہتھریں تصنیف ہے آپ نے مختلف احاروں میں ایڈیٹری بھی کی۔ بجا کہ مدت تک آپ زیندارا جبار کے ایڈیٹر اور اسٹاف میں حیثیت اسٹیسٹ ایڈیٹر کے کام کرتے ہیں اس وقت معلوم کیا گیا تھا کہ متاع علمی سے آپ کو ہایت

اس اور مجھی سے اس آیت کی مدیم عن ادن - سے ہر نظر اعلیٰ سے جو کہ پیش کرتا ہوں
اور ان اشعار کا بھی نمونہ دکھاتا ہوں جو آپ نے طراک کے ام سے نظم و نظم
میں لکھ چکے ہیں نمونہ کلام

واغیر او سرسبز باد

تخلیج نیشہ ہم اکبر جویم الہ آبادی

تیرہ چاند کے دھندلے لگوں میں بھولا کھڑا وہ سود کو دیکھیں پیٹھے لگا دریا
اسے کیا تھا ریشہ طریقہ طراک ایدہ اسلا سائے داسے دھندلے سا اور انے کوا

چیتا رہنے سا بھلا یہ حال - ادا

اے رادشاہ تجھ پر کاشا ہے کرا - ایدہ رادشاہ بھولا - اسرار
تیرے کا ترس رہے ہیں راجاں نصیب کا - تیرا چہ تو نے نیکو و ماس کہ تھا

دل میں خیال، تو رہا لا الہ الا

اتنا پہ اور ارمی سے دیکھ کر دھوم دھوم سوا ہے نوسہ اس کے کہ یہ ہو چکے ہیں
بادشاہ اس کے لئے رہے ہیں تیرے ہم - یہ رہے ہیں اس کے کہ یہ رہے ہیں

کھڑا رہا رہا رہا رہا رہا رہا رہا

تیری ہر رسم کما رہے تیرے ہی کیا دلزم - اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم
وسار و رادشاہ تیرے ہی کیا دلزم - اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم

اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم

اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم - اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم
اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم - اے رادشاہ - تیرے ہی کیا دلزم

دیکھا میں ہے رنگ خوشام ونگا دکا

محرور کا یہ سحر دل میں ہے چہ آیت ہر قدر
رہ دیکھا سے آیت دھو ستہ ہوا ہے
سب حال ہو سیاں بہتر ہر گز
دیر سب کا یس آئے اگر آپ کو ہر
گھر سے لایا ہے حال رعایا دکا دکا

پریم کی اپنی دلی سے چوہہ نہت ملاں کی
جیسی کی مر تیں ہیں جیب ٹہپیاں پکی
پتلی میں چائیں یہ کریم کماں کی
دھوت کسی امیر کے گھر میں ہوا پکی
کسم سن مسرے سے دکر ہر الصبا کا جاکا

دن صبح عورت ملام حوں اندر جیس
میر چہ لقا بھول گیا دل میں ہمیں
دلدار، دلستاں و دلدارم و دانستیں
رہ جہر حارہ ریب کل اداں ماریں
حارہ صیں یہ سب گھر مار ہوا دامن نکا دکا

اچھے بھر تو سب سے میری دل کا واسطہ
اند کے بھی اکٹارہ میں آپ میری مرا
اسرا ہے قطعہ نہ بھی اسے مرد یار سا
رہ کے اگر تو چسک کہہ ایک سہ لہا
دل مولیٰ نہ ما نہ نہیں سہ گدا دکا

اے اے اے کئی بھی اسکا میں ہے کام
انہیں ہے کہ ا کہ مجھے ہو کم حرام
بی لہا رہا اکتے سے دہ کی کا ایک ہمار
دست قضا آپ کو تمہارے کر دں ملاں
کھرام بھی نہ رہو لیں قسہ گدا دکا

ہم کیا ہیں

تاریخ اسکا کام ڈائی نہ اہیں
میر و دیں نہ سلما کی ہو میں
دیکھا ہو کھا نہ کھا جانا کوئی
نہ کھا دس کی دستانی نہیں

مستکلف حجہ میں ہوتا ہوں مدام
 آگیا منالوسے کے پھیر میں
 نص امارہ کا دشمن بن گیا
 کیوں نہ درو قوم کا دورہ اٹھے
 ہوشیار اسے اہل بیا ہوشیار
 یہ مری ریت مقدس دواہ دواہ
 کام آجاتی ہے اس ٹی کی آڑ
 اسے دھاہ ہے یہ مرا اصل آل
 مستکلف یا قطب ربانی ہوں
 حافظ اسلمے یزدانی ہوں
 یہ حور و سی ہے تو حلا پانی ہوں
 نگہ سار نزع انسانی ہوں
 افترا و کفر کا مانی ہوں
 حصر ہوں الباس کا ثانی ہوں
 اک مجسم شکل شیطانی ہوں
 سچ ہے سب مسلمان ہوں

ہندوستانی اور یورپینس کی نوک چوک

کہا جو لیانے یہ بدالسا سے
 کیا کوئی انداز تم میں نہیں ہے
 سمجھتی ہو زیور کو ریت کا سماں
 باوٹ سے تم چاہتی ہو چمکسا
 دہی کرتی انگیا دہی بد محرم
 لڑائی میں ٹر کر ہو کھٹیا ریوں سے
 سپر تم میں معرکے کا کوئی قریا
 ہویرہ کے رنداں میں تم مقید
 مصیبت کے دل کا شتی ہو جاں میں
 تمہیں جیتے جی مار رکھا ہے اسے
 کہا سن کے لی لی لے لے میم صا
 کہ وہ تمہیں سے تم ہو عاری
 یزدانی ہیں ساری ادائیں تمہاری
 خوشی سے اٹھاتی ہو یہ لہجہ بھاری
 لگاتی ہو کیتوں پہ گونا گساری
 چلی جاتی ہے حس کی ہڑہ اری
 چلاتی ہو سیڈ ب جھری دگاری
 ئی روشنی میں جلیں ہیں گساری
 بھارا ہیں کوئی فعل احتیاری
 یہ جیسا ہے یا سح کی دم شماری
 ٹرے کھاڑ چو لھے میں یہ صعداری
 اس اس حبیب ہو کئی اسیری ماری

فی روشنی کے سے رگیت گائے
 تھا غارت و کچھو کہ بردہ اٹھا کر
 نظر پڑتی ہے غیر زرگوں کی ہر دم
 کیا کرتی ہو غیر مردوں سے باتیں
 ہونٹی ڈولی اور بند کاڑھی نفرت
 نہ احترام بیوں کا سایہ ہنس کر
 جلاہس کی جال ایسی بھی بھولا
 خطابوں کی شیدا ہر تین عورتیں کھی
 ترقی کر دے علم شاہ سنگلی میں
 اسے کہتے ہیں لوگ تقلید بجا
 کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا
 ہے رہا اکھیں کے لئے لے جانی
 نہیں ملک میں عدل یا پیا کچھ بھی
 مارا اکھیں مغربی پورٹ منڈ

بہت تم نے بڑا درد کھائے
 سنی بھرتی ہے میم میری بچاری
 عورتا یہ چہرہ ہے یا جیاداری
 بچھکتی ہیں باس نکاس ساری
 بند آنی بالیکل کی سواری
 کہ صورت ہے کالی کلونی تھاری
 کام آنی کو سے کی کچھ بیتیاری
 یا ہی مسر اور مس ہے کواری
 نہ چھوڑو مگر ایسی تم و صواری
 سناوٹ ہے یہ سادگی بھکاری
 حکومت کا میوں کی سکر ہے جباری
 ہے سنایاں ہا سے لئے فیرہ داری
 حکومت سے بھرتی ہیں باتیں ساری
 ہیں ایسا کی پیرالی سیٹاری

جھکا ضمیری میں قد سچ کا
 گرے اس میں عشاق کے دل بہت
 مہر سا ماں میں میکدے کے سچ
 خبر دے دے دل میں رہتے ہیں

کبھی تیر تھا اب کہاں ہو گیا
 دق ایک خونی کنواں ہو گیا
 اں کے گھر کی دکان ہے گویا
 یہ جسیوں کی کاں ہے گویا

داک کدوں زمین کا سہارا لے
 یہ بڑا بہت ناتواں ہو گیا

زال دنیا بھی ہے بڑی چھل
 ہے نڈھنگ اس پرائی کا
 آسماں بھی ہے میرا نابل
 وقت نہ دیکھا نہیں جوانی کا
 ناز سے ڈال لے بل ابرو میں
 بیتی کس دو ذرا کمائی کا
 قہیں دیوانگی کی حالت میں
 راجہ تھاں کی راجدہائی کا
 موت کرتی ہے چاروں نے جیتا
 ہے رواں داؤہ سیلوالی کا

قتل میں حیرانہ سکا ڈر کے ہٹ گیا
 نرول نہیں تھا رُکھ لکڑیوں میں کٹ گیا
 حاضر ہوا ہستہ میں اچھا نہٹ گیا
 اس غیر حاضری میں مرانا کٹ گیا
 نام رقیب میں نے لفافہ یہ لکھ دیا
 کچھ غم نہیں ہے خطا جو انھیں نہ لگ گیا
 واسطہ کی گت سائی تھی رند نے مینہ ق
 یہ جانتے تھے اسکا سراپا پکٹ گیا
 لیکن وہ دم حراے پڑا قمار میں یہ
 رندوں نے لیت نہ پھیری تو اٹھ کر چھٹ گیا

دل ہے رسات میں بھی نہ مردہ
 سوکھ کر یہ شجر ہرانا ہوا
 ہم نے کتنی ہی الہائیں کیں
 وہ مگر ٹس سے مس نہ ہوا

اس ٹوکھا ماچے ہیں عشق کے دکھیا وکل
 کوچہ بارش غامہ ہے بیماروں کا
 اس تیریں تھا جو فائدے کا اکسار
 دور یہ کام ہے مردوروں کا ہماڑاں کا

قتل کر ڈالیں جو وہ جھکو تو میرے خوش سے
 توں ٹمرواں بجائے دلدل کا جواب
 ہے خم محراب ابرو سے صم کیا خوشیا
 بحر عالم میں کہیں دیکھنا نہ اس ایک جواب
 لہر مردوں بھی رہی کہی اکہی اہم لاک ڈانٹ
 مرہن کہ بھول ہوں کے تیج کے فکری کھانا

جنت سے آئے حضرت آدم زین
دُشیت پہ پھولوں کی چٹریوں کے کھیلنا
نکلے ہوئی تھی بیٹے ہی اکی طعن کی شام
دو لہجہ کے مغل یہ لگتی ہوا کراہیں کی شام

رند دھوکہ شمع کی بگڑی بکے گی آج
سیلام ہو گا سپر معان کی دکان پر

مربہ دل کی یریشانی اٹھی کچھ یا مکمل ہے
حائل ڈال رکھی ہے گلے میں اس بکھا حائل
ذرا تو گیسوں میں اور ابھی لسان ہیکر
اٹھالے ہاتھ میں جسکو تو وہ قرآن سید کر
تیرے گھر اتو دشمن بھی چلے آتے ہیں بے کھٹکے
خورد کے دورت پیروں کو وہ دریاں پید کر

مر گیا میں تو ہنس کے وہ بولے
دم چہ اس کے میرا ہزار طریق

سایا لے کھلے آئے آسمانوں کی صحت بھی
ذرا میخانے میں دیکھو جابرج کی سج دہج
کہ بادھے پر کھلے لٹٹی دستار بیٹھے ہیں
وہ اسکی قبر پر دھوئی۔ مانے بیٹھے ہیں
سما یہ تیج نے زاہد سے شمس کے ہنر کا دک
اسی یہ ہم بھی سراپا مند ہے بیٹھے ہیں

وہ میرے پاس آئے ہیں لہو کر بھی
کر ڈالو آج عشق کے محرم کا مہل
میں اس کے اس حادثہ تو کہتے ہیں وہ ہو
تم جس کی بکری کے صدر الصد ہو
ستے ہیں جو واسط سے کبھی کی مد
سب رمد یہ کہتے ہیں کہ کھجیر کے خد کو

مع کے ہمراہ دیتا ہوں بھی را
آوی کوئی اگر ہو حال و راسا تو نہ

۱۱ ماوا آدم خلد سے نکلے تھے ہم گھر سے تھے قصہ کو نہ باپ کا سپردیسیں تہا تو ہو

لقد جاں تک لوٹ لیتے ہیں عشق میں گنیز خانی اور ہے

ملک عدم آباد میں ہے خوش حالت پرچہ کوئی نکلے تو وہاں سے خبر آئے

جاں ہر بس دم کی سچی جان نثار ساتھ راہ کے یہ رانی حایگی

ضرور اس کے ریح صادق پر لقا ہے جو قیمتی ہے وہ جزو الٰہی میں کتاب ہے

جنت میں بسر ہوگی نہ عوروں سے ہماری سستے ہیں دہاں کا تو راج اور ہی کچھ ہے

نظام ملک جفا میں جو اتیری ہوگی رقیب کو وہ مدار المہام کر لیں گے

سوڈا داٹر ہو کہ انگور وغیرہ کا بخور یاس لگتی ہے تو بی لیتے ہیں ہم ہر پانی

ساب ریلوں کے پال کچے ہیں وہ حسین کیا ہے اک میرا ہے

مل گیا مارہر ہیں سستا ایک کوڑی کا ایک بھرا ہے

بھاڑ کھائیگا قیص کو اکدن سنگ لیلیٰ کا نام شیرا ہے

دیکھی رفتار ملق ایام چاقی جو سد یہ بھیرا ہے

حواس اُن کے جاتے رہے صبح و صول
مے گہر نئی پھلڑی رہ گئی
علیٰ دل جگہ جاں جلتے کو ہے
یہ اب آخری کھل پھلڑی رہ گئی
رہ ٹھہر اکوئی عشق کے دشت میں
و حاکمیت ہی کی جھوٹری رہ گئی

دل رہا رخ کر نگاہ مار سے
لے گیا مادی کو تر باز سے

جاں دی ہے ہیں کوے دلہا کے سامنے
تعریہ ٹھٹھا نہا ہے کر بلا کے سامنے

وحید کوئی صاحب ہدایوں کے رہنے والے اور موجودہ شعر اریں سے
ہیں۔ صرتِ ظرافت کی طرین میلان طبع ہے۔ یہ دو شعر خباب قمر ہدایوں کے
شائے تھے۔ جو درج کرتا ہوں۔

ہوئی نکرار مجھ سے اور اُن سے رات میں ہیں
میں کتنا تھا میں مل لورہ کہتے تھے اکیلی میں
کہا میں نے کہ ان بس کھنچا کھنچے دیدو
لگا کر لات وہ کہنے لگا سالاکھنچا یا کھا

وصل۔ سر راحمد اسحاق نام تھا حاجی ابراہیم حلف آغا قدیر احمد ہالی کے
بیٹے اور شرف الدین مول لکھنوی کے شاگرد تھے۔ شعرا و متقدمین کے طبقہ سے
تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخ و فائنات موجود تلامس دستیاب نہیں ہوئی۔ بدینتر و اکثر
حصہ عمر شہ کہتے ہیں گزرتے تھے۔ مگر کبھی کبھی اتنے طبعیت اور
تفنن کے طور پر شعر مذاقہ بھی کہتے تھے۔ دو دہیں شعر مل سکے۔

لیا کب جو آعون میں تو لولا
اے جھوڑ کب تک مسلتا چہ گاہ
ہاتھ میں ہاتھ لے عیروں کا ٹپے پھرتے ہو
ہم جو دامن جھوین تو آپ تھکتے جاوے

دس لی سب میرا کیا یہ اگر ہو دوسرا میں یہ جہوں انکی سونے کی پٹہ ہا ہوں

وفا نخلص ہے ذاب محمد عثمان صاحب اسرار خلف سرق الدرد ولباد
رئیس اسلم حیدر آباد کا۔ آپ نہایت قابل اور مستور نثر نویس ہیں چنانچہ عاشق
ناشاد۔ ماهر حمید۔ گلزار وفا۔ وغیرہ ناول آپ کی تصنیف سے ہیں ایک
نظم پر عنوان۔ نئے تعلیم یافتوں کا دوڑ۔ آپ کی تصنیف سے نظر سے گزری۔
اگرچہ اس نظم کو کوئی طریقہ نہ نظم کہنا غلطی ہے۔ مگر چونکہ اکثر جگہ بیاں میں
متہ جی اور تشنگی ہے اسی لئے اس کے بعض اشعار درج کرتا ہوں۔

عجب انداز ہے کچھ آج ہم مرید کرتے ہیں	نئی تعلیم والوں کی بیاں رو داد کرتے ہیں
سہی تعلیم باکر کا بھوں سے جو نکلتے ہیں	صلاح قوم کی وہ ہر جگہ فریاد کرتے ہیں
ہل کر ٹھٹھاٹا اپنا اس طرح گھر سے نکلتے ہیں	زمین تک کا پتہ ہیں دوش بھی فریاد کرتے ہیں
چرٹ مچھیر، تیرسری ٹوپی ہاتھ پر پٹ	جیرا کر آنکھوں یہ میک نظر مرید کرتے ہیں
اگر رسہ میں لجا تا ہے اگلی وضع کا کوئی	تو مہسکر اولڈ فیشن کہہ کے اسکو یاد کرتے ہیں
ماریا ہر گھر جس کٹی میں کھڑے ہو گئے	یکار ہیں گے کہ آد قوم کو ہم یاد کرتے ہیں
تو کنگھی ہیں عید وہیں ہم بھی اب جا کر	وصاحت ملاعتک ہی ار ساد کرتے ہیں
یہ سب کچھ کہہ کے حسب تقریر ہی ختم کرتے ہیں	تو پھر جاتے ہیں بیجاوں کو وہ آماد کرتے ہیں
یہ آتی رہیں ہے دم کی صفائی نہیں کوئی	راہی اور حرٹ سے ایسے دل کو شاد کرتے ہیں
ڈرائے تنگید کے اٹھا کر دیکھیں سارے	کہ شاعر ہی رس متحرک آباد کرتے ہیں
حضور ادا رہا ہلیمات کے یہ توبہ جوش ہیں	اگر بالو کہے کوئی تو س مرید کرتے ہیں
نظاہر ماموں کی تو میں صرد وہاں لکس	ملا کیوں دلوں سے لینے دل کو تاد کرتے ہیں
ہر دم جسے تاک یہ بھری کا شایہ کھانا کھا ہین	اگر چہ نہ ہو تو ہر گھڑی مرید کرتے ہیں

پلاؤ اور مطہن قورے سے انکو لھرے
 وٹل روٹی اور آلو ہو تو دل کو شاکر تے ہیں
 انھیں لھرے نہ کیوں ہو مایہ دادا کے نہ بیٹا
 کہ ان کو تو یہ ہر دم فوٹی کسکے یاد کرتے ہیں
 ہی تہہ بیٹا تو ہکو کچھ مطلب نہیں اُسے
 ہم اُن کی وضع پر بھی درجی سے صا کرتے ہیں

حرف نمائے ہونے

ہاشمی گیارہویں صدی ہجری کا شاعر مصرقی کا معاصر ہے۔ مادر زاد نابینا تھا۔ مگر عقل و دہانت اور طباطبائی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا چنانچہ ۹۹ سالہ ہونے پر ایک شوی پوسٹر لکھنے کے نام سے لکھی جس سے اسکی ذہانت پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زمان اور دے کے شروع زمانے میں کھائی یہ اسی طرح رماں پر قدرت رکھتے تھے جیسے کہ لوگ آج اسیرار کرتے ہیں۔ بہ لحاظ قدامت ریکھی کا موجد انہیں کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ نمونہ کے طریقہ بیان کے استعارہ و درجہ سے لکھتے ہیں وہ میں بھی دہلی میں لکھتا ہوں ہاشمی ۹۰ سالہ میں انتقال کیا اور آخر تک برابر یہ رنگ لکھتے رہے۔

اگر کوئی آسکے دیکھے گا تو دل پر کیا کیسے گا مجھے مدام کیا کرتے کہیں ہیں جاؤ گی چھوڑ
رصاصہ گر ٹھکرتے ہی کہو گی گھر میں جا دارو اگر محمد ہو ریگی وصیت میں پھر آؤ گی چھوڑ

ہاسے واسے۔ تخلص تو خیر یہ کیا ہوگا۔ مگر اسی تخلص سے ایک منچلے شاعر نے اپنی طباطبائی اور دہانت کے جوہر دکھائے۔ وہ پہنچ سمانی کے ایک نامہ نگار ہیں جس زمانہ میں داغ مرحوم کا انتقال ہوا ہے۔ اُس وقت حد معلوم اوپڑ مرحوم کی ذاتی انوار اس سے یا اور کسی سبب سے اودھ پچ میں طبعیہ تاریخوں کا وہ طرہ مار رہا تھا کہ سننے والوں نے کانوں میں انگلیاں

دے لی تھیں۔ جذبات طرامٹ میں ایک حشر و نشر کا عالم برپا تھا۔ جس کسی کو جبر پڑی۔
 سو ضروری کام پیچھے کر دیا۔ ایک طرف لکھدی۔ اونچیں اکثر
 تہذیب کے درجہ سے بھی گر گئیں۔ مدتوں تک سلسلہ جاری رہا جو کہ داغ مرحوم ایک
 مسلم الثبوت۔ استاد اور ملک کے نامور شعراء میں سے تھے۔ اس لئے اکثر حضرات کو
 ایسا صحیح نام و تخلص تو لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی سمجھے تھے کہ داغ کے ایک دوستا گرد
 تو ہیں نہیں سے تھے ادا ہیں۔ بے شمار ہیں۔ اگر دراصل کسی کو معلوم ہو گیا تو آفت
 آجائے گی۔ اسی لئے عجب و عریب تخلصوں کے ساتھ سب حیریں لکھی جاتی تھیں
 جیسا کہ ان صاحب نے ایسے لئے ہے واسے تخلص لیسہ کیلئے تاریخ میں امیر ذراع
 دونوں کو لیا ہے اور اودہ تاریخ سا بن مطبوعہ ۱۶۔ مارچ ۱۹۷۱ء میں تھوڑی ہی
 ستر کے ساتھ یہ تاریخ شائع کرائی ہے۔ محکم ہے کہ اور بھی کچھ طریفانہ کلام ہو۔ مگر
 ٹھکڑا صرف یہی ملا۔ جو منہ سر نفل کرتا ہوں۔

حضرت سنیوں تو لوگ رو۔ ہی روتے ہیں لیکن سدہ درگاہ کا روزنا کوئی ایسا
 دیا معمولی محرم و حرم کی سبب سے ہیں۔ کیا معنی لوگ صرف دس دن محرم
 ہی میں سہ کو یاں کہے روئے رولتے سعادت دار ہں حاصل کرتے ہیں لیکن آپ
 جائے ہمارے ہتر میں سدا سہاگوں میں بھی سال بھر تک محرم ہی محرم رہتا ہے
 اجنبی آدمی تو یہ جانتا ہے محرم ہے غم حسین میں لوگ ہلاک رہتے ہوں گے مگر حقیقت
 حال معلوم ہونے پر اپنی حماقت ہی پر رونا آتا ہے یعنی جس کو لوگ تابوت خیال کرتے
 ہیں وہ ہمارے ہتر کا طاعون مرده ہوتا ہے۔ اور گھر والوں کا رواجو سورو
 فوج سمجھا جاتا ہے صرف خدا واسطے کارونا ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس یہاں کی حالت
 دیکھئے میرے نزدیک رونا ایک معمولی شغل ہے۔ اسیرہ سے بہا اور مرقع
 کا کیا ذکر کرتے ہیں مرنے والی کے نام پر بھی میں نے ۷۰ آنسو نہیں بہائے۔ ہاں خوب

میں۔ کب جب میں سنا تھا۔ بٹے سے یہ خیال فرمائے گا سنا سنا تھا۔ ملکہ اور لوگوں
 نے سنا تھا۔ اچھٹا دہ بگڑ گئیں میں آدمی بن گیا۔ یا اس مرتبہ حضرت داغ
 کے مرے کا قلق ہوا۔ لوگوں کی سراسر می دیکھا دیکھی میں بھی روتا ہوں۔ ہاں
 اور سنے اگر یہ میں خامانی شاعر ہیں اور نہ خدا نخواستہ ملک کے مشہور شاعر ہیں
 میرا شمار ہے لیکن موزوں طبع ضرور ہوں اسوجہ سے درالطہم کہتے دھڑکتے
 ہوئے تھکتا ہوں۔ اور پھر ایسے شہر میں جہاں کے تعینات اور خلقت کا یہ حال ہے
 دس دن محرم میں بھی سوا ہدیہ رستی سے باز نہیں رہتی بجائے غل ٹھری بیٹہ خیال کے
 عم حبیب کے یردے مرنیوں کی ادب میں کھلم کھلا گا مانتے سوسوسا کے لطف
 جھپٹ چھاڑ کے مرے ٹپکتی ہے۔ پس نہ بھی قیود شاعری کو سلام کر کے دھڑ
 یا حضرت داغ کی دعا کا نفلہ مار بچ لگھتا اور خوب جی کھول کے روتا ہے۔ اور
 اگر روتے رہے تو بقول شخصے ع کو گرفتار ہوں آتی ہیں فریاد منجے۔

روتا ہوں بھئی روتا ہوں

دیکھئے داغ امیر داغ ملے امیر داغ	دل کو ہو عمت کیا داغ اسے امیر داغ
کہہ دو غل۔ مائے داد کہاں سے مائے	روئے اد رولائے ہے امیر داغ
لری میں سالانہ ہو کر ہو کہ میرا کسم سوڈا	عل ہے مائے اسے امیر داغ
کہم ہے ایسے کام سے وہ نہ عرض سلام سے	اندسہ کوئی سلام۔ مائے امیر داغ
وہ جو ہیں سائیں کے ہم بھی کس ہی بیگ	مر کے تو نام مائیں گے مائے امیر داغ
ہاں مجھے ملال ہے کہ عالم کمال ہے	عم سے بڑا حال ہے مائے امیر داغ
کہ مرص تھا لادوا ہوا تھا ہود ہی ہوا	دا ما جل نے ٹیڈوا ہے مائے امیر داغ

غرم سے جو آپس آئے سال وعات کیا سکا
کتاہے دل کہ ہائے ہائے بڑے داغ

داغ صاحب مر گئے تشرم و جھوری گئی
میرے دل سے پرچھے صدرے ہیں کیا چال پر
کیا کہوں اک حسرت عرض صوری گئی
میرے دم کے رنگی ایسی ادھوری گئی
میرے دم اُن کی ماتی کچھ مردی گئی
سال نایح مسیحی سے جو دوری گئی
شاعری ہندوستان میں اپنڈوری گئی
محسے گھر کے کہی ہاتھ جلدی سے بات
پر کتر کے لے گئے داغ اور اذروے قلع

ہجیر آسیا کا نام پڈت تریہوں ماتھ والد کا نام سڈت بشرا تھ صاحب برود
تخلص صاحب تھا حضرت ہجیر ۱۸۵۷ء میں تحصیل جیسا میں پیدا ہوئے۔ مگر زیادہ تر
سکونت ایسے آباد میں رہی۔ علوم مشرقی راہ کے دستور کے مطابق کتب میں پڑھے پر
پھر مجدد جگہ انگریزی علم کی تحصیل کر کے کیسک کا لے گئے یوں ایف۔ اے تک تعلیم پائی
مگر چونکہ امتحان میں پاس نہ ہوئے اس لئے دل ٹوٹ گیا۔ اور تعلیم کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ بعدہ
تہلاق معاش اودہ کے مختلف اصلاخ میں گھوم کر گوڈہ میں منتقل سکونت کا قصد کیا تھا
اور دوسرے تاک وہاں سلسل رہے تھی۔ مگر گردش تقدیر سے زانو کا درد پیدا ہوا جسے
مہ توں یریتالی کا سلسلہ اور علالت کا تسلسل قائم رکھا تا انیکہ اسی کے علاج کے
لئے فیض آباد آئے۔ آخر کار یہیں چھ ماہ بیمار رہ کر عمر ۳۹ سال ۱۸۹۶ء میں
اتقال کیا۔

بقول منشی سجاد حسین مرحوم سائق اڈیٹر اودہ بیج اس احار کے سے پہلے
قرداں اور حریدام بحر تھے۔ ایک سال تک مختلف مکتوں پر ایک کے مصداق میں پڑھنے

آپ کے نہایت معرکہ الارامضا میں شائع ہوئے اور سپک نے مخصوص قدر دانی کے ساتھ ان کو پڑھا۔

جب کہ آپ ایک سال بٹارتھے اسی صورت سے آپ کو شعر گوئی کا شوق تھا۔ حضرت تدر بلگرامی کے شاگرد تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں فکر شعر کرتے تھے اور دونوں میں نہایت اچھے شعر نکالتے تھے۔ مگر زیادہ تر میلان طبع طراست کی طرف تھا۔ اسی سبب سے اکثر مثنویں استعار میں بھی یہ رنگ ظاہر ہو جاتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ آئینہ اپنے کلام کو کبھی جمع نہیں کیا۔ یہی سبب ہے کہ اب مشکل سے چند شعر دستیاب ہو سکے جو درج دیل ہیں۔

مے ساتی چاٹو کا جھٹلا	کہ ہستم اسپر کمنہ ہوا
مرا کر کرا ہو گیا وسع حیریں	نہا یریم پیرار تو مریدوں
حوش ارٹا ڈو ماری دگر کباب	درس گرم نہ میج مازار نسبت
مذک جوں مس قلب کیمیات	کہ امیدوں ہمد درد ہارادو آشت
حوٹو یا مذو ماری کس احیاء	شود خلق دنیا ترا دوست شد
یہ امیدوں کی کمرحم ہیں	ہمد ساخ یر میوہ سروریں
کمرخم ہوئی بگیا معروہ دست	تراضع رگروں دنازاں کمرست
ہک کس لکے اگر دم حل	بد سوراد متعلہ در آب گل
ادہ اذ مقہ اکاؤ دم	آگ شرد سرور سکا اہم
ہاں ہاں بیٹے ہے وہی امی	ہر دم ہر مرد می
سالا بچہ کیسا لکھو یا پیر	لکھا تھا ہر کلمہ درد سے ہر
ہر دم آید ہر تمہا آج	ہر دم آید ہر تمہا آج

اکی ساں میں حالی کے سہس کے طریق پر جو ایک نظم لکھی تھی اسنے خصوصیت کے ساتھ
 شرف قبول حاصل کیا۔ جسکے چند بند تعین طبع کے طور پر ہدیہ ناظرین کے بتاتے ہیں
 سنبھل قومی اعزاز کے کھولنے والے زمانے میں ختم صد ہونے والے
 جمالت کے شیشے سے مگر ہونے والے خبردار ابے خرسونے والے
 گھٹا کی طرح چھا رہی ہے تنہا ہی
 بری قوم پر آ رہی ہے تنہا ہی
 ماورائے گھاٹ کھڑے کائے والے جمالت کی رنجیر کھڑے کائے والے
 داروں کو صیغہ عین کے ڈھڑکائے والے یار و رک جو ڈھیر کائے والے
 یہ کیا نت نئی شعبدہ بازیوں ہیں
 یہ کیا قوم میں رحمہ اندازیاں ہیں
 اگر لکھنؤ میں نہیں باحد تھے برے نیک طبیعت ٹھے بارساتھے
 اگر قزاقوں میں ہی دہرم آتا تھے ٹھے پاک اطل ٹھے بارساتھے
 تو منہ تھا گھر مار سب تیاگ دیتے
 چلے جاتے کاتنی میں سناس لیتے
 یہ ذاتی شخص یہ تحوت کہاں تک یہ پدار یہ عجب و تحوت کہاں تک
 یگانوں سے ایسے یہ تحوت کہاں تک یہ میڈیٹے لڑنے کی عادت کہاں تک
 دراکول کرکان میں اس سسج کو
 ہے درمیں وہ آخر میں جاہ کس کو

ہا پرست خواہ ہدایت اللہ کے عرف سے مستہور تھے ممکن ہے کہ یہی نام
 تاجہ لکھنؤ سا اور شاہ عباس ماضی کے اصل مل خانے کے دار و عہد تھے

سعر و شاعری میں شہرہ میں مشہور تھے۔ خندہ شدہ یہ حیر بادشاہ کے کالوں تک پہنچی پوچھا کہ کیوں ہدایت تم شعر کہتے ہو۔ انہوں نے اقرار کیا۔ جہاں بادشاہ نے کہا کہ اگر شاعر عورتوں کے سامنے نہ لکھتا تو یہ کام بھی نہ کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ حضور مایح سات شعر کیا معنی اگر حکم دیکھتے تو جسے رطامی کے خواب میں ایک نے معنی جسمہ کندوں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ مشکل ہے مگر حضور کے اقبال سے علام آسانی کے ساتھ اس مرض کو ادا کر سکتا ہے حضور انعام مقرر فرمائیں۔ بادشاہ نے ہر سیت کے صلہ میں ایک عیاسی دیے گا وعدہ فرمایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی شرط کرنی کہ اگر کوئی شعر یا معنی جسمہ میں نکل آئیگا۔ تو ہر شعر کے عوض آپ کا ایک دانہ توتڑ دیا جائے گا۔ ہدایت نے اقرار کر لیا اور اسکے بعد قتلِ عرصہ میں ایک جسمہ مہملہ لکھ کر رکھ کر آیا۔ تمام جسمہ میں میں شعر یا معنی لکھ لیے اُسکے بدلہ میں وعدہ عید کے موافق تین دانہ اٹھوا دئے گئے۔ اور بقیہ استعار کے جلد میں وعدہ عطاے یک عیاسی فی شعر پورا کر دیا۔ چنانچہ اُس کے سکا درامہ مہل کے تین شعر یہ ہیں۔

اگر عاقلی تھو رہو مر	خزینہ برہنہ آہو مر
رعیم ملک ترک تار سی مکن	آہنگ ماہیج ماری مکن
کہ نعل ار تسمم مر ماتود	صبر آسیا کہنہ حلاوتود

نمونہ ہفت سیکر مہل

شاس مرد عاے گور مکن	رحہ در ہر حوالہ دوز مکن
دم بھر طوم نہہ سیل مکن	سائباں بر سر حلیل مکن

نمونہ شیریں خسرو مہمل

منہ جوں میل سرور پہلے خستہاں مکن بیوں سرمدانِ حاتمِ نقاش
بیاناں وقت گل دروازہ دارد کلید لوریا آوارہ دارد
نہ تہما دوستی در کاہداں است کہ این ماواں جائے عاتقاں است

ہند ہند ال کا نام عبدالرحمن تھا۔ اور پوپ وطن۔ مگر جس زمانہ میں دلی کی شاعری عروج پر تھی اور ماہکالوں کا مجمع اس کے وقار و عزت کا ضامن ہو گیا تھا۔ اسی زمانہ میں کسی حاسن و جہ سے یہ ایسا اصلی وطن ترک کر کے دلی چلے آئے تھے اور کہیں حکیم آغا جان عیش کے مکان کے قریب آکر رہے۔ اس زمانہ میں معلمی بڑا جلد آباد ہوا تھا۔ کچھ لڑکے لئے ادب پڑائے بیٹھ گئے۔ پڑھاتے رہے۔ مگر اسی طرح جیسے پہلے لڑکے پڑھایا کرتے تھے۔ اتفاق وقت سمجھنے یا سارے اعمال کے ایک دور کسی لڑکے کو مولانا اسلامی کی مشہور تصنیف سکندر نامہ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ اُدھر سے حکیم آغا جان عیش گھر سے چلے۔ جینے کاں میں اُن معالی اور مطلب کی بھمک پڑ گئی جو میا بچی ایسے ہو ہمارا سا گرد کو شمار ہے تھے۔ حکیم صاحب تو خود روضاں دار تھے۔ ستنے ہی ٹھہر گئے۔ پیر کو کھڑے ہو کر یوں اسبق بنا۔ سخاں اندر سخاں نظر دہشت کے عجائب حاتمہ کا منظر سامنے آگیا۔ جو مطلب سنا عجب و غریب۔ جو مٹی کاں تک یہو پئے الو کھے اب کیا تھا۔ سماں تھریج یار و حانی عدا ہا تھو آگئی جیکے سے ہاتھ کا اشارہ کر کے ایک لڑکے کو الگ بلایا اور تاکید کر کے کہدیا کہ آج اسے مولوی صاحب سے ہمارا سلام کہنا اور کہدیا کہ آپ سے کچھ ضروری کام ہے ملا ہے۔ یہ کہنا چلے گئے۔ اُدھر لڑکے نے حکیم صاحب کے الفاظ آموختہ کی طرح مولوی صاحب

کو سادے دوسرے دور حکیم صاحب سے ملے کے لئے گئے۔ حکیم صاحب نے ہاتھوں
 ماتوں میں بابت غلطی کا حال معلوم کیا تو دھول میں بول نکلے۔ بس پھر کیا تھا۔ اب تو
 ایک حیرانہ لگ گئی حکیم صاحب نے پھر پوچھا کہ کیوں بھلا جناب کو کچھ متروا عری
 کا بھی دوق ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کیا مشکل ہے نہیں ہے تو اب
 ہر کسما ہے۔ اہل لے کہا کہ اچھا آپ غل کہئے تو آپ کو متاثر سے چلیں۔
 انہوں نے متاثر ہو کر صورت یوں بھی۔ حکیم صاحب نے وہ صورت بھی کیسیج کر دکھائی
 دوسرے ہی دن یہ حکیم صاحب کے قریب ار تاد کے لئے ایک کھڑے کا کٹر ا غل
 کہہ لائے۔ مولوی صاحب کی کسی ہوئی سرلی حکیم صاحب کے لئے کتہ نہ عطر
 تھی اس میں کچھ اپنا تصرف کر کے بالکل دیوار قفقہ شاوی۔ آہ، دل مشاعرے
 بواہی کرے تھے کسی شاعرے میں اسینہ سا لگے گئے۔ مولوی صاحب کا ہر ہر
 تخلص قرار دیا گیا۔ مگر مساعی کے روراں کی سو وضع تھی۔ اپنی لو کدار ڈاڑھی۔
 گھٹا ہوا سر۔ آسیر تمامہ۔ بالکل کھٹک ٹھیا معلوم ہوتے تھے۔ حکیم صاحب تو
 ظرافت کے خاص تھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب کوئی طریقہ تخلص رکھتے انہوں نے
 جواب دیا کہ تجویز کر دیکئے۔ انہوں نے وضع قطع کے موافق بدھ تجویز کر دیا۔ انہوں
 نے منظور دیا انہوں نے مساعی میں ال کی پوری پوری تعریف کر کے موقوف
 تخلص کا اظہار کر دیا۔ نظریوں کی خصوصاً اور سامعین کی نظر میں عموماً ادھر متوجہ
 ہو گئیں۔ جب غل بڑھی تو وہ یوں مچی کہ حکیم صاحب کیا۔ مولوی صاحب
 تک حوت ہو گئے اور متاثرہ کی واہ واہ سچاں اشرے وہ مسطر دکھایا کہ عمر کھر
 نہ دیکھا تھا چند روز کے بعد حکیم صاحب کو ایک اور مذاق سوچنا۔ مادتاہ کی
 تعریف میں ایک قصیدہ کہلایا اور اہیں درار میں لے ہوئے بنے اور جہاں مینا
 کے سامنے وہ قصیدہ پڑھوایا۔ جس میں کے جیدہ تعریف ہیں

جو پیری بلج میں میں چوچ اینی ڈاکر دلا
 جو اسکے زیر کرے میرے آگے ہوسقار
 تو رشک ام ارم اپنا گھوسلا کر دوں
 تو ایسے کاں ڈوڑوں کرے سرا کر دوں
 تو اسکے لوج کے پر مشکل ہوا کر دوں
 فلک کے چہ مقد میں باحر کر دوں
 میں کھائے والا ہوں نعمت کا اور پیرے لئے

بادشاہ سلامت نے قصیدہ ٹرے عور سے سا۔ مشکل سے اس سے پہلے کوئی ایسی
 مدح سنی ہوگی۔ باع ماع ہو گئے۔ اور نوراً طائر الاراکین۔ شہر الملک۔ ہمدان
 شہر حساک بہادر خطاب دیا اور سات روپیہ ماہوار چنگے کے لئے مقرر کر دیئے۔ پھر
 تو ہمدان کے حیدرور میں اور ہی کھاٹ ہو گئے۔

ایک دفعہ برسات زیادہ ہوئی۔ مکانات گرے۔ حویلیاں تباہ ہوئیں انھیں
 میں میاں ہمدان کا بھی مکان نذر سیلاب ہو گیا۔ انھوں نے حکیم صاحب سے کہا۔
 حکیم صاحب نے کہا کہ شہر میں سیکڑوں مکانات ٹرے میں کیا اں میں سے ہمدان کے
 گھوٹے کو کوئی جگہ نہ ملے گی دیکھو کوئی بدروست کئے دیتے ہیں۔ جھٹیاٹ
 ایک عرضی نظم کر دی۔ پوری درخواست اب کہاں ملتی ہے بعض تعزیر ہیں۔

حزیرے تاجہ بنتا کہ کسے آگے روئے
 کس سے جا کے کہئے یہ علم کو ہائے کھوئے
 جتنا ہے سنے کیا ملک سخن کا شہسوار
 میں بجا کرنے سمند طبع کے یہاں یو لئے
 جیف آنا ہے کہ من تعزیر کیوں کھوئے عمر
 کاشکے ہم سیکھتے اس سے بارے ہوئے
 سگلا ح ایسی زمیں جو دیکھ ابد لانا کھا
 فکر کیئے صرف اسمیں اور قہر دھوئے
 رشتہ عمر تہمسہ جمال ہووے درار
 یا حاکم تے میں جنک حمال میں ہوئے
 دیدے اسکو بھی رس غور ہی کہ من گھوٹے لئے
 مارا بھڑاتا ہمدان ہے ٹاک ٹوئے
 ایک دوجہ تجواہ کے لئے دیر ہو گئی۔ انھوں نے ایک درخواست نظم کر کے درگزرانی

اب درجہ اس کا پتہ نہیں۔ مگر یہ معلوم ہے کہ خواہ مل ضرور کئی۔

راجہ دہی سنگھ جانا مانی کی خدمت پر مامور ہوئے تو مبارکباد کے طریق پر یہ شعر لکھے۔

جہاں میں آج دیو اسکھ تو راجوں کا راہ ہے
حدا کا فضل ہے حوصلہ میں تو آپ راجا ہے
سلیماں نے جو تیرے ہاتھ میں ہی زق کی کھنٹی
تو سرداروں کا سردار اور ہاراجو کا راجا ہے
حکیم اہل ہماں کے سب ہر شکر لے بجا لاتے
دامتیرا جا کر گنبد گرد و نسیم با جا ہے
کسی کو دے نہ دے تو تیرا تو مختار ہے اسکا
مگر ہر ہر کو دیکھنے کی ہی ہر جگہ کھا جا ہے
حکیم صاحب ہمیشہ ہر ہر کے لئے طرافت کا مستحق
کہو دکھو کہ مضامین کے دریا
ہاتے رہتے تھے اور ہر ہر کے مذاق سخن کو بہا
اب کر دیتے تھے۔ بعض شعر یہ ہیں۔

ہر ہر کا مذاق ہے برا لا سب سے
انار ہے اک بیانا کا لا سب سے
سرد دفتر لشکر ملیاں سے ہے یہ
اڑتا ہے غن میں بالا بالا سب سے

راست آئینوں کو لہرتا ہے کج آئینوں سے
تیر نکلا جو کہاں سے تو گریہاں نکلا
آستیاں سے جو غزل ٹیرھے کو ہر پڑا
عل چڑا پتیں رو ملک سلیماں نکلا
حکیم صاحب نے ساتھ ہی ساتھ ایک اور دلگی کی۔ غزل میں دو ایک شعر
ایسے بھی رکھ دیتے تھے جنہیں محاصرہ پر چٹیں ہوا کرتی تھیں مثلاً سب عالم پر
جو ٹپس کچا تیں تو ہر ہر مشاعرہ کہتے کہ یہ غزل مرزا مالک کے رنگ میں ہے پوری
غزل پڑھ جاتے ہمایہ جیست بندش اور رنگیں اعلاط ہوتے مگر معنی مدار و بعض
شعر یہ ہیں۔

مرکز محور گردوں۔ لب آس نہیں
ماخو، فوس قزح۔ شہر منہ در نہیں

عالم ہر حرم خود ایک ظرف اور دریادل آدمی تھے اُن پرانی باتوں کا کیا
اتر پڑتا۔ ہنستے اور ڈالہ دیتے۔ مگر اور لوگوں نے ہر دے کے جواب کے لئے ایک شخص کا
تخلص باز رکھا۔ اور شاعر سے میں لائے۔ سارے اپنی باری دکھائی اور شاعر کو
مازی گاہ بنا دیا۔ مگر۔ قول خاطر لطیف سخن خدا دوست۔ بیچارے بارے شعروں
میں سے ایک شعر بھی مشہور نہ ہوا۔ اور میاں ہڈے جو اُس کے جواب میں غزل کہی
اس کے کئی شعر اب بھی لوگوں کے نوک رہاں ہیں۔

جسے کہتے ہیں ہر ہر وہ تو ریشہ نکاداداد
مقابل تیرے کیا ہو تو تو کتہہ کی ماہ ہے
گر اب کے ارٹھی میدا میں آئی سامنے ہے
تو دم میں یہ نہ جھوڑوں گا جی پیر ارادہ ہے
مقرر باز جو اپنا تخلص ہے کیا تو نے
ہوا معلوم یہ اس سے کہ گھر تیرا کشادہ ہے
اداس ہے ادب اب تک نہیں جھک جو اس کی
کہ ہر ہر سب جہاں کے طائر و کبیرا ہے
حصاد و چوچیں ہو گئیں تو حیدر و میں مارا رنج ہو گیا۔ اور ہر ہر نے یا لا
جیت لیا۔ مگر یار لوگ فکر میں لگے ہوئے تھے انھوں نے ہر کے مقابلہ کو ایک
کا لاکھ گاتیار کیا اور راع تخلص رکھا ہڈے نے اس کی بھی حیرتی حیدر و میں
وہ بھی معروہ ہو گیا اسی راع کے لئے انھوں نے یہ شعر لکھے تھے۔

حون آیا ہے سد و اس کے بدل کرے کی
اس کی ہے پاؤں سے تاسر وہی ہو کرے کی
وہی کاں کاں وہی ہیں کیں وہی ہیں اس کی
بات چھوڑی نہیں ہاں اس کو سر کو کرے کی
پہلے حاما تھا ہی سب سے کہ کو ا ہو گا
یہ حرم معلوم کیا ہے یہ ہو کرے کی

ہیں کے کو ا حو یہ آیا ہے ترا سے ہر شاہ

دم کتر دے کہ کو کچھ کم نہیں تو کرے کی

عرض کہ ماری ماری سے جو حاور ہر ہر کے مقابل ہوتے گئے اس نے
مارے چوہوں کے سب کا پھر کس نکال دیا۔ اور آخر وقت تک ماوشاہ کے یہاں سے
وہی اذوقہ جاری رہا۔ جو ایک افوقہ جاری ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ ادھر اُدھر سے
کبھی کبھ نہ کچھ مل رہا تھا۔

چتر چتر۔ عبدالکسیم نام ہے مارہرہ صلح ایٹھ کے رہنے والے ہیں۔
رانہ حال کے خوش فکر طریقہ سنوا دیتا ہیں مگر اسوس کہ کلام زیادہ نل سکا پھر
اکتہ مرتبہ باطریا کر سکتا ہوں
ہم جو کم ہے عباتق میں نگہ تھی
درندہ واس پیری کوئی ہستی ہے

خواجہ محمد شریف نام کا۔ مرزا خیات سیک کے ماپ اور نور جہاں
یکم اب۔ جہانگیر بادشاہ کے دادا ہے ہایتنا طریقہ حاشہ پیشانی مدد سح لطیف
کو تھے۔ شاہ ظہار سب ماضی کے زمانہ میں زندہ و سلامت موجود تھے ایک صمیم
دیوان ان سے یادگار ہے۔ مگر یاد ہے اسی لئے ان کی طاعت کے یورسے یورسے
نوںے نہیں دئے جاسکے عرب ایک قطعہ نمونہ درج کیا جاتا ہے۔ جو اس وجہ
سے کہا گیا تھا کہ ایک مرتبہ سلامی اور کلامی نے خود دونوں کھا دی تھے اور مشہور
شاعرانہ میں گئے جاتے تھے حجابہ مذکور کا تفریق اس امید انعام ایک تصدیق
کہا۔ جو احد نے انعام دیا اور یہ قطعہ طلم کر کے ان کے سنا دیا۔

او حیزر شاہ در رشتہ نامی سلام سلامی کلام کلامی
مادہ لائل کے مجھے ان کا نام و مقام معلوم نہ ہو سکا۔ اللہ ایک آئینہ
رایات میں ایک طرہ سے رنگا کی دنیا ہوئی مگر اسوس ہے کہ

خواہش سے سرتاپا لبریز ہے۔ اس لئے صرف دو تین تعصبات لکھتا ہوں۔

جتنے ہیں اسرار ہو جائیں گے تھک کر کشف
 اے بزمِ حبِ فنا فی تو ہو جائیگا
 خوش گئی میں دل لگی یوں ہی اگر موتی بجا
 اے ہزل کا مل غل گوئی میں تو ہو جائیگا

میر صاحب نے ہا کر جو نامے کیسے
 حرمِ سگین تھا مادہ سے گئے سرِ بھیر میں ہاتھ



حرفِ یا

یار۔ مجھ رفیقِ تخلص ہے اصلی وطنِ ضلع یرناباگ میں ہے۔ مگر چونکہ
 سلسلہ ملازمت ان کے والد کا قیام لکھنؤ ہی میں رہا۔ اسی وجہ سے اوائل
 عمر سے یہیں رہتے رہے۔ اب وہیں رہیں ہوئے کہ ان کے والد کا انتقال بھی
 ہو گیا مگر اس سفر کی دامگیر خاک نے وطنِ حاسے کی تب بھی اجازت نہ دی
 اب بھی یہیں محلہ حسین گنج میں رہتے ہیں اور مری کہی میں ملازم ہیں
 شعر و شاعری کا مدتوں سے شوق ہے۔ ہنسیار تخلص ہے اور راحم مدکرہ
 کو اپنی عربیوں دکھاتے ہیں۔ کبھی کبھی ظرافت بھی کہتے ہیں اسوقت یا تخلص
 کرتے ہیں۔ ہایت بیک طبیعت سلیم المزاج پارسہ صوم و صلواتہ مستتر ہے
 اب تقریباً ۲۸ برس کی عمر ہوگی۔ جدید شعر رنگِ طریفاً نہ درج کرتا ہوں۔

ہجران کو چھٹتا ہے کتنا ہے اکوہ نہیریا
 بھول میں آئیے تشرک کا کارخانہ ہے
 گل کے چھوڑیے جھکودہ ایک دن لے یار
 میں دے بلا جہلا ہوں ان کا بڑا دہ ہے

اداسن کی دو مانی تہ کو قتل کرتے ہیں
 نتیجہ کیا ہے آخر غصہ اس لڑائی جھگڑے سے
 ہر چکیدار کا غم ہے نہ تھا نیدار کا ڈر ہے
 مری حصہ میں بھیڑی ہے ترے حصہ میں گھر ہے
 ملا ہے جان دیکر لڑائی کے لال گالوں کا
 اٹھا کر لکھا آئینہ ان کے قصر عالی سے
 یہاں ہر باسدر نہیں ایسے لیتے کا سکندر ہے

ہم نے الفت کا حسیوں کی بیچا دیکھا موت کی دھار میں بہتا ہوا پسند کیا
نازدیکھا ترا کھرا اٹھا دیکھا کیا کہیں ہم کہ شب وصل میں کیا کیا

بس بھی طائر دل کی ہے لستانی لے یا ہجر کی حسب و رہے ٹھوٹھو یہ الودہ کر

حارہ بروں اسے کہتے ہیں لے زلف دوتا اپنے کندھے پہ اٹھاتا ہے جو چھیر اپنا
بڑی آوارہ ہے یہ دختر رب بھی لے یار ڈھونڈتے کھجور پڑتی ہے آپ یہ تو ہر ہا ہا

لیلیٰ کی اماں نے یہ عنوں کے ابا سے کہا آپ سمجھا لیجئے گا اپنے بر جوار کو
چسپیاں جہاں ہیں مالکان نقد دل ان سے بیشک ٹپکس لینا چاہئے ہر کار کو

یاسمن - ایک شاعرہ تھی جسکا نام جیلی تھا یاسمن نام کی مسابست
سے تخلص اختیار کیا تھا۔ سید الشاکر کبیر تھی۔ حوالہ العمر تھی۔ گمرو کی
صحت سے اس قدر متفرق تھی کہ اس کی طرف کبھی رخ بھی نہ کرتی تھی مگر
سید الشانے بموجب اتباع تربیت اسکا نکاح کر دیا تھا۔ حالانکہ جس شخص
سے نکاح ہوا تھا وہ شخص نہایت عقول اور معقولیت پسند تھا۔ مگر جو کہ جیلی
بالطبع مرد کی صحت سے متفرق تھی اس لئے اس کی صحت اس نہ آئی اور نکاح
کے تیسرے روز لیسر کسی عارضہ کے فوت ہو گئی۔ اس عورت کی طبیعت نہایت
موروں مٹی اور عاشقانہ شاعری کے علاوہ کبھی کبھی طرافت بھی کرتی تھی۔
چنانچہ اس کا ایک شعر اسکا۔

دختر رب یہ رات صحت تھی تیج جی کا گمرو سو گیا

پیل۔ عمد القادر نام تھا۔ وہی کارہنہ والا۔ اور وہاں کے نہایت
مشہور و معروف پہلو الہاں میں تھا ایک مرتبہ انی یہلو الہی کے غور میں کشتی شخص
سے لڑا۔ اگرچہ وہ شخص روز میں اس سے زیادہ نہ تھا مگر چونکہ من کشتی سے اچھی
طرح واقف تھا اسی لئے اس پر غالب آیا۔ اس معرکہ میں یہ بھیڑے کے علاوہ
ایسی غیرت کا غلبہ ہوا کہ تہر چھوڑ کر نکل گیا اور پھر کبھی عمر بھر دلی میں نہ آیا۔ شعر
رشاعری سے بھی شوق تھا اور بہ سبب کم علمی کے اکثر نظریات نہ شعر کہتا تھا۔ چہند
تحریر ہیں۔

کہد و ریبے کہ وہ بار آے جنگ سے	ہرگز نہیں ہیں یار بھی کم اس دنگ سے
بھرتے ہو یل بنے ہو سے تم کچھ دنگ سے	مطلب نہ نام سے ہو عرض ہو نہ نگ سے
لب کا بڑا دیا ہے مرا خط سبر نے	ساقی بے پشت دی بڑھانی کو نگ سے
دو چار صورتیں کہیں آتی ہیں گر نظر	واں ہم بھی جا دیکھنے ہیں دلگی انگ سے
آجاؤ نہ بیچ میں ظالم کے دیکھنا	یاری تو تم بے کی جڑ میں اس خویش نگ سے



